رؤسائے پنجاب

مؤلفہ

جناب سر لیپل گرفن صاحب بہادر

جسکی ترمیم و تکمیل

جناب کرنل [illegible] میسی صاحب بہادر نے کی

ترجمہ

[illegible]

[illegible] صاحب [illegible]

[illegible]

نے کیا

جلد اول

۱۹۱۲ء

مطبع اسلامیہ [illegible]

اشتہار

یہ کتاب دفتر رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی

بلا محصول ڈاک اور چار روپیہ آٹھ آنہ قیمت

فہرست درباریان ضلع لاہور

نمبر دربار		نام خاندان و مقام سکونت	نام والد	عمر	کیفیت
	۳	و۔ راجہ ہربنس سنگھ شیخوپورہ والا ہور	راجہ تیج سنگھ (متبنے کنندہ)	۴۰ سال	نمبر ۱ سے قرابت رکھتا ہے
۱	۳۳	و۔ نواب سر نوازش علیخاں قزلباش۔ کے۔ سی۔ آئی۔ ای لاہور	نواب علی رضا خاں	۶۵ ″	نمبر ۴۰ ایضاً
۱	۳۸	و۔ دیوان رام ناتھ کشمیری پنڈت ڈسٹرکٹ جج۔ ساکن لاہور	دیوان امر ناتھ	۴۷ ″	نمبر ۱۲ و ۲۲ ایضاً
۱	۳۹	و۔ سردار نراندر سنگھ لاہور	راجہ تیج سنگھ	۲۹ ″	نمبر ۱ ایضاً
	۴۴	و۔ کنور فرنجن ناتھ لاہور	راجہ دینا ناتھ	۴۶ ″	نمبر ۱۰ ایضاً
	۵۸	و۔ شیخ غلام محبوب سبحانی لاہور	نواب امام الدین خاں	۴۵ ″	نمبر ۵۸ ایضاً
۱۱	۶۰	و۔ بھائی نند گوپال لاہور	بھائی گوبند رام	۵۰ ″	نمبر ۱۵ و ۱۶ ایضاً
۱	۶۱	و۔ بھائی میان سنگھ لاہور	بھائی نندن سنگھ	[redacted]	نمبر ۱۴ ایضاً
۱۶	۶۲	و۔ بھائی گوردت سنگھ لاہور	بھائی پرنجیت سنگھ	۲۲ ″	ایضاً ایضاً
۲۲	۷۷	و۔ دیوان نراندر ناتھ لاہور	دیوان بیج ناتھ	۲۵ ″	نمبر ۱ ایضاً
۲۳	۱۸۱	و۔ سردار رنجودھ سنگھ نکئی ساکن بہروال	سردار چتر سنگھ	۵۰ ″	
۲۶	۱۹۵	و۔ سردار سروپ سنگھ تلونڈی لاہور	سردار کرپال سنگھ	۴۰ ″	
۳۱	۱۹۸	و۔ شیر سنگھ عرف پیا ساکن قلعہ جیون سنگھ لاہور	سردار فتح سنگھ	۰	
۳۲	۲۰۱	و۔ فقیر ظہور الدین لاہور	فقیر نور الدین	۶۵ ″	نمبر ۳۳ و ۳۷ و ۴۴ و ۴۹ و ۵۰ سے قرابت رکھتا ہے
	۲۰۲	و۔ لالہ بھگوانداس ماہر یوالہ لاہور	دیوان رتن چند	۵۲ ″	
	۲۰۳	و۔ فقیر برہان الدین لاہور	فقیر شمس الدین	۴۸ ″	نمبر ۳۳ ایضاً

ناموں سے پہلے جو حروف (و) اور (پ) درج ہوئے ہیں اُن سے ظاہر ہوگا کہ آیا وہ پیرسنل درباری ہے یا پراونشل ۔

فہرست [illegible] ضلع لاہور

نمبر دربار (فہرستی)	نمبر دربار	نام و خطاب و مقام سکونت	نام والد	عمر	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۷	۲۴۴	و۔ [illegible] جہان الدین [illegible]	[illegible] عزیز الدین	۵۶ سال	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۸	۲۴۸	و۔ پنڈت [illegible] لاہور	پنڈت [illegible] کیش	۲۶	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۹	۲۴۹	و۔ [illegible] گوجرانوالہ	رائے سول سنگھ	۱۸	"	[illegible]	[illegible]
۴۰	۲۵۱	و۔ [illegible] لاہور	محمد رضا خاں	۴۲	"	[illegible]	[illegible]
۴۱	۲۵۲	و۔ [illegible]	پنڈت [illegible]	۲۶	"	[illegible]	ایضاً
[illegible]	۲۵۳	[illegible]	مصر بیلی رام	۶۰	"	[illegible]	ایضاً
۴۴	[illegible]	[illegible] اسی۔ لاہور	نواب ذوالفقار خاں	۵۴	[illegible]	[illegible]	ایضاً
۴۷	[illegible]	[illegible] ن۔ لاہور	مصر رام کشن	۵۵	[illegible]	[illegible]	ایضاً
[illegible]	[illegible]	[illegible] فقیر قمر الدین۔ لاہور	فقیر نور الدین	۶۴	[illegible]	[illegible]	ایضاً
۴۹	[illegible]	[illegible] ط الدین۔ لاہور	ایضاً	۵۵	ایضاً	[illegible]	ایضاً
۵۰	[illegible]	و۔ [illegible] ج الدین۔ لاہور	مولوی فقیر تاج الدین	۶۹	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۱	۳۷۴	و۔ کنور بخشیش سنگھ۔ لاہور	شیر سنگھ مہاراجہ سابق لاہور کا فرزند کہا جاتا ہے	۲۲	"	[illegible]	ایضاً
۵۲	۳۷۵	و۔ کنور ٹھاکر [illegible] لاہور	متبنے رانی پرتاپ کور بیوہ مہاراجہ موصوف	۴۵	"	[illegible]	ایضاً
۵۳	۳۷۶	و۔ کنور نرائن سنگھ۔ لاہور	متبنے رانی پریم کور بیوہ مہاراجہ موصوف	۴۶	"	ایضاً	ایضاً
۵۴	۳۸۷	و۔ کنور بھوپ سنگھ۔ لاہور	متبنے رانی بھوری	۴۱	"	[illegible]	ایضاً
[illegible]	۳۸۸	و۔ شیخ محمد حسین۔ لاہور	شیخ سندھے خاں	۲۳	"	[illegible]	ایضاً
۵۹	۳۸۹	و۔ اتم سنگھ سود۔ لاہور	متبنے سردار ایشر سنگھ	۴۱	"		
۶۰	۳۹۰	پ۔ فتح جنگ خاں۔ لاہور	نواب بہادر جنگ خاں [illegible]	۴۲	"		

فہرست درباریان ضلع لاہور

نمبر	نام خاندان و مقام سکونت	نام والد	عمر	کیفیت
۴۰۸	و سودھی رام سنگھ ساکن لاہور و ڈھلواں ضلع ہشیارپور	سوڈھی [illegible] سنگھ ساکن ڈھلواں ضلع فیروزپور	۴۲ سال	
۴۴	و سیٹھ رام رتن رائے بہادر میانمیر	بنسی لال ساہوکار	۴۸	”
۴۰	و رائے بہادر میلا رام لاہور	دھنپت رائے	۶۰	”
۴۲۵ الف	و سردار بسیل سنگھ ساکن گلا قصور	سردار سوچیت سنگھ گلا	۲۴	” نمبر ۵۱۵ سے قرابت رکھتا ہے اور اکثر [illegible] صوبہ اودھ میں رہتا ہے
۴۲۶	و رائے بسمل رائے بہادر لاہور	نرنجن داس	۷۲	”
۴۲۸	و [illegible] سکندر خاں لاہور	جنرل الٰہی بخش	۶۱	”
۵۹۱	و دیوان ہرکشن داس لاہور	گلاب رائے	۳۱	” بشن داس ضلع گوجرانوالہ نمبر ۲۰۵ پراونشل فہرست سے قرابت رکھتا ہے
۵۷۸	و منشی ہرسکھ رائے لاہور	لالہ کشن سہائے	۶۹	” مالک اخبار کوہ نور لاہور
۶۵۳	پ شیو رام داس لاہور	دیوان متصدی مل	۵۰	”
۶۵۶	پ سردار بلاکا سنگھ ذیلدار قلعہ دھرم سنگھ	فتح سنگھ	۵۵	”
۶۷۳	پ میاں کریم بخش لاہور	چودھری رسلا	۶۰	”
۷۳۱	پ لالہ درگا پرشاد لاہور	لالہ چھجو لعل	۵۵	”
۷۳۲	و شیخ نانک بخش پلیڈر لاہور	شیخ عثمان علی	۵۴	”
۷۳۳	پ جلال الدین باغبانپورہ	نبی بخش	۵۰	”
۷۳۴	پ چندا سنگھ سابق انسپکٹر پولیس لاہور	رام چند	۶۴	”
۷۳۵	پ سردار تارا سنگھ ساکن کالا فیروزپور	سردار بہادر شیر سنگھ کلا	۳۷	” نمبر ۱۰ الف سے قرابت رکھتا ہے
۷۳۶	گورمکھ سنگھ [illegible] فیروزپور	سردار دھرم سنگھ	۵۴	
۷۴۲ الف	پ لالہ لعل چند ایم اے پلیڈر	•	•	

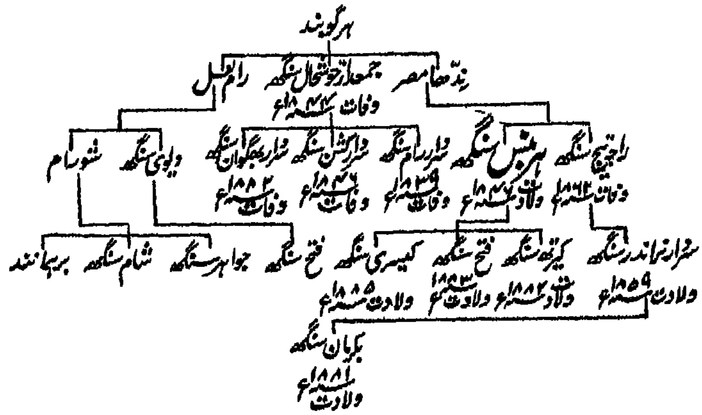
میں فوت ہوا

فہرست درباریان ضلع امرتسر

نمبر درباریان [illegible]	نمبر درباریان [illegible]	نام و خاندان و مقام سکونت	نام والد	عمر
۱۰۲	۵۸۵	و۔ سردار پرتاب سنگھ رسالدار ساکن جھبوال	عطر سنگھ	۵۴ سال
۱۰۳	۵۸۶	و۔ سردار لہنا سنگھ رسالدار	۰	۰
۱۰۴	۵۸۷	و۔ بھائی اجیت سنگھ ساکن امرتسر	بھائی صاحب سنگھ	۴۳
۱۰۵	۵۸۸	و۔ بھائی بھگت سنگھ گرنتھی ساکن امرتسر	بھائی لہنا سنگھ	۴۷
۱۰۶	۵۸۹	و۔ نہال سنگھ صوبہ دار ساکن نتھو چک	ٹیک سنگھ	۶۵
۱۱۲	۵۹۸	پ۔ بھائی تارا سنگھ ساکن امرتسر	بھائی بسیر سنگھ	۳۵
۱۱۳	۵۹۹	پ۔ بھائی گلاب سنگھ ساکن امرتسر	بھاگ سنگھ	۶۱
۱۱۴	۶۰۰	پ۔ حکیم حسام الدین ساکن امرتسر	حکیم گل محمد	۵۵
۱۱۵	۶۰۱	پ۔ بھگوانداس ساکن بھیلووال	میا داس	۵۲
۱۲۵	۷۷۴	پ۔ بھائی لہنا سنگھ گیانی ساکن امرتسر	گور مکھ سنگھ	۵۴

ضلع لاہور

راجہ ہربنس سنگھ



خوشحال سنگھ کا باپ قوم کا گوڑ برہمن تھا اور کام دوکانداری کا کیا کرتا تھا۔ یہ ایکڑھی
قع پرگنہ سروھنہ ضلع میرٹھ کا رہنے والا تھا۔ اس کا خاندان غریب تھا۔ آخر ۱۸۰۷ء
، نوجوان خوشحال ۱۷ برس کی عمر میں قسمت آزمائی کے واسطے لاہور آیا اور
لکل سنگھ والی رجمنٹ میں جو نئی بھرتی ہوئی تھی پانچ روپے ماہوار کا نوکر ہو گیا
بڑے ہی عرصے میں اس نے جاتری اور گنگا سنگھ سے جو مہاراجہ کی ڈیوڑھی پر
تھے دوستی پیدا کرلی اور رنجیت سنگھ کی اردلی میں مامور ہو گیا۔ اس جگہ اس کی
ہوشیاری خوش وضعی اور سپاہیانہ صورت کے سبب مہاراجہ کو اس کی طرف التفات
ہوئی۔ اس خاندان کے لوگ یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک رات مہاراجہ
رنجیت سنگھ بھیس بدل کر کہیں باہر گئے تھے اور جب وہ محل شاہی کو واپس آئے
تو اُن کو خوشحال نے جو پہرہ پر کھڑا تھا روکا اور صبح تک زیر حراست رکھا۔ اسکی

اس ہوشیاری سے مہاراجہ اس قدر محظوظ ہوئے کہ انہوں [illegible]
میں لے لیا۔ اصل حال کچھ ہی ہو مگر یہ بات تحقیق ہے کہ خوشحال پر مہاراجہ روزافزوں الطاف فرماتے رہے حتی کہ سنہ ۱۸۱۱ء میں اس کو جمعداری کا خطاب دے کر ڈیوڑھی پر تعینات کر دیا۔ یہ عہدہ بڑا باوقعت تھا۔ ڈیوڑھی والا مراسم دربار ادا کرتا تھا جلوس کا انتظام کرتا تھا اور دربار کا بندوبست کرنا اس کے ذمہ تھا۔ اگر کوئی شخص خواہ وہ کیسا ہی ذی رتبہ ہو مہاراجہ سے خلوت میں ملنا چاہے تو بغیر ڈیوڑھی والے کی وساطت کے باریاب نہیں ہو سکتا تھا گو روزانہ دربار میں سب خاندانی اور بڑے عہدہ داروں کو بے روک باریابی تھی ؛

لاہور میں جب مہاراجہ باہر جاتے تھے تو جلوس کا یہ دستور تھا کہ آگے آگے ایک سو سوار دو دو کی قطار میں برابر برابر جاتے تھے۔ ان کے بعد مہاراجہ مع پیدل اردلیوں کے جو ان کی رکاب کے ساتھ ساتھ ہوتے تھے اور ایک چھتری بردار شہزادے مہاراجہ کے پیچھے ہوتے تھے اور ان کے بعد سردار اور رئیس زادے سواری پر۔ ہر ایک کے ساتھ ایک چھتری بردار ہوتا تھا اور سب سے پیچھے ہاتھی اور کوتل گھوڑے ہوا کرتے تھے۔ اگر مہاراجہ ہاتھی پر سوار ہوتے تھے تو سرداروں کو بھی ہاتھی پر سوار ہونا پڑتا تھا۔ اگر مہاراجہ پالکی پر سوار ہوتے تھے تو سردار گھوڑوں پر پیچھے چلتے تھے ؛

جس سال خوشحال کو ڈیوڑھی ملی اس نے اسی سال ضلع میرٹھ سے اپنے بھتیجے تیجرام کو جس کی عمر اس وقت بارہ برس کی تھی بلا لیا۔ سنہ ۱۸۱۲ء میں خوشحال نے پوہل لی اور سنگھ بن گیا۔ تیجرام نے سنہ ۱۸۱۶ء تک پوہل نہیں لی مگر اسی سال مہاراجہ کے خاص حکم سے اس نے پوہل لے لی اور اپنا نام بدل کر تیج سنگھ رکھا۔ اکثر اس کو تیجا سنگھ

لہ خوشحال سنگھ کے مہاراجہ کے مورد الطاف ہو جانے کی نسبت عام کہاوت یہ ہے کہ اول ہی اول مہاراجہ اس نوجوان شخص کے گانے پر خوش ہوئے جبکہ وہ خیمہ کے باہر رات کو پہرہ دے رہا تھا صبح کے وقت اس گویئے کو مہاراجہ نے حضور میں طلب کیا اور دیکھا کہ جیسا وہ خوش گلو ہے ویسا ہی خوش شکل بھی ہے اسلئے اسکو اپنی اردلی میں لے لیا ؛

سے نام سے بھی بلاتے تھے مگر اس کا صحیح نام تیج سنگھ ہے ؛

خوشحال سنگھ بہت جلد صاحب ثروت اور ذی اقتدار ہو گیا۔ مہاراجہ کے محل کے ملازم ان کی منظوری سے خوشحال سنگھ ہی نوکر رکھتا تھا اور جو لوگ مہاراجہ کی خدمت میں باریاب ہونا چاہتے تھے وہ ڈیوڑھی والہ کو بہت سا روپیہ اس غرض سے دیا کرتے تھے کہ ان کو اندر جانے کی اجازت دیدے۔ فوج کی روزانہ رپورٹ خوشحال سنگھ مہاراجہ کو سنایا کرتا تھا۔ تھوڑے عرصے کے بعد مہاراجہ اس کو جنگی خدمات پر بھیجنے لگے۔ خوشحال سنگھ کی غیر حاضری میں تیج سنگھ بطور نائب دربار میں اس کی خدمات بجا لاتا تھا۔ سنہ ۱۸۱۶ء میں جمعدار خوشحال سنگھ رامگڈھیہ سرداران بیر سنگھ دیوان سنگھ اور خوشحال سنگھ کے علاقہ پر اور بعدازاں رامگڈھیوں کے اس علاقہ پر جو امرتسر اور اس کے گرد و نواح میں تھا قبضہ کرنے کو بھیجا گیا۔ اس کے بعد جمعدار منڈی اور کلو کو گیا جہاں کی ریاستیں لاہور کی باجگذار بن گئیں تھیں اور وہ چار ماہ تک پہاڑ میں رہا۔ وہ سنہ ۱۸۱۴ء میں مہاراجہ کے ساتھ کشمیر کی پہلی مہم پر گیا۔ راجہ اغر خاں رئیس راجوری ایک بڑا دغاباز رفیق ثابت ہوا۔ اس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو دشمن کی فوج کی تعداد غلط بتائی اور فوج کی اس طرح پر تقسیم کرنے کی صلاح دی کہ ایک دستہ تو بہارا گلا کے راستہ کشمیر کو جائے اور بڑی فوج پونچھ کے راستہ سے بھیجی جاوے چنانچہ اس کا انجام خراب ہوا فوج کے دونوں حصوں کو گھیر لیا گیا ان کی رسد بند کر دی گئی اور آخر کار اسے بزودی تمام لاہور واپس جانا پڑا۔ اس واپسی میں بڑی خواری ہوئی جمعدار مقدمۃ الجیش فوج پر کمان افسر تھا تاکہ راستہ کو غنیم سے صاف رکھے اور ہری سنگھ نلوہ۔ تہال سنگھ اٹاری والہ اور دست سنگھ بٹالیہ فوج دنبال میں تھے۔ بہت سے آدمی ضایع ہوئے اور دست سنگھ سخت مجروح ہوا تیج سنگھ جو سردار بنایا گیا تھا اس مہم میں مہاراجہ کے خاص مصاحبوں میں تھا۔ بعدازاں جمعدار خوشحال سنگھ سنہ ۱۸۱۸ء میں ملتان کے

تیسرے محاصرہ میں جو آخری تھا موجود تھا۔ شاہزادہ کھڑک سنگھ برائے نام فوج کا افسر تھا لیکن فتح مصر دیوان چند کی جنگی قابلیت کے سبب حاصل ہوئی۔ شمس تبریز والی فوج پر جمعدار خوشحال سنگھ کمان افسر تھا ٭

ملتان کے محاصرے کے بعد جمعدار کسی قدر مہاراجہ کے دل سے اُتر گیا۔ اس کا بھائی رام لعل ۱۸۱۶ء میں لاہور آیا تھا اور مہاراجہ کے خاص اردلی کے سواروں میں ملازم ہو گیا۔ مہاراجہ کی یہ خواہش تھی کہ رام لعل سکھ بن جائے لیکن نہ رام لعل نہ جمعدار خوشحال سنگھ کی مرضی تھی کہ وہ سکھ بنے اور چونکہ مہاراجہ اس بارہ میں زیادہ تاکید کرتے تھے اسلئے رام لعل جمعدار کے اغماض سے پنجاب کو چھوڑ کر ہندوستان واپس چلا گیا۔ اس حرکت سے مہاراجہ رنجیت سنگھ بہت ناراض ہوئے اور مصر دیوان چند نے جس کے ساتھ ملتان کی لوٹ کی بابت جمعدار سے کچھ تکرار ہو گئی تھی یہ صلاح دی کہ ڈیوڑھی جمعدار سے چھین لی جائے۔ اس بات کو رنجیت سنگھ نے منظور کر لیا اور ڈیوڑھی میاں دھیان سنگھ کو ملی جو گھوڑچڑھوں میں ایک نوجوان راجپوت تھا اور دن بدن موردِ الطاف ہوتا جاتا تھا۔ اگرچہ جمعدار کو یہ صدمہ ناگہانی معلوم ہوا لیکن اس نے دانشمندی کی کہ اس معاملہ میں کچھ مزاحمت نہ کی اور جو جاگیریں اس کے پاس تھیں وہ سب اس کے قبضہ میں رہیں اور اُسے کونسل میں داخل کیا گیا اور درحقیقت پہلے کی نسبت اس کو زیادہ اقتدار حاصل ہو گیا اور چار ہزار غیر آئین سپاہ کی افسری اُسے ملی اور تیج سنگھ فوج آئین کا جرنیل مقرر ہوا ٭

۱۸۱۹ء اور ۱۸۲۱ء میں سردار تیج سنگھ مصر دیوان چند کے ہمراہ کشمیر کو گیا۔ سردار تیج سنگھ اور جمعدار خوشحال سنگھ مہم منکیرہ اور لیہ اور ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں فوج کے حصوں کے کمان افسر تھے اور مہم پشاور میں بھی جو ۱۸۲۳ء میں ہوئی یہ اسی کام پر تھے۔ ٹیری کی لڑائی میں درحالیکہ فوج کی بڑی جمعیت جو سرداران ہری سنگھ نلوہ اور بدھ سنگھ

سنمدھانوالیہ کے ماتحت بارک زائی سرداروں سے دریاے لنڈہ کے بائیں کنارے پر لڑ رہی تھی۔ تیج سنگھ اور خوشحال سنگھ دونوں مہاراجہ کے ساتھ دائیں کنارے پر یوسف زائیوں کے ساتھ جنگ کر رہے تھے۔ لڑائی کے بعد سکھوں کی فوج پشاور کی طرف بڑھی اور راستے میں اُس نے فیروز خاں خٹک رئیس اکوڑہ سے جہانگیرہ چھین لیا۔ پشاور لوٹا گیا اور فوج خیبر کی طرف بھیجی گئی لیکن وہاں کچھ ایسا کام نہ تھا۔ وحشی سیرت خیبریوں نے دریاے باڑہ کے بند کاٹ دئیے جس سے مہاراجہ کے لشکر میں سیلاب آگیا اور اُس وقت کی پریشانی میں خیبری گھوڑے اور مال لوٹ لے گئے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ تھوڑا عرصہ قیام کر کے لاہور کو واپس آگئے۔

سنہ ۱۸۲۵ء میں جمعدار اور اُس کے بھتیجے نے ہمراہی سرداران نلوہ۔ پڈہانیہ اور مجیٹھیہ ملک کوہچ اور قلعجات چوکی بھمان گڈھ۔ تیرہ اور ریاہ تسخیر کرنے صرف... یہاں سخت مقابلہ ہوا مگر تیج سنگھ سوجان پورے ہاتھیوں پر کچھ توپیں لے گیا اور تین روز کے بعد قلعہ والی فوج نے اطاعت قبول کر لی۔ سنہ ۱۸۳۲ء میں جمعدار شاہزادہ شیر سنگھ ناظم کشمیر کی امداد کے واسطے کشمیر بھیجا گیا کیونکہ شہزادہ موصوف کی نظامت میں معاملہ سرکار بہت کم ہو گیا تھا اور لوگ اِس سے ناخوش تھے۔ جمعدار کے وہاں جانے سے کچھ بھلائی کی صورت نہیں ہوئی اِسکو معاملات مال میں کچھ بھی درک نہ تھا اور وہ سواے مہاراجہ کے خوش کرنے کے اور کسی بات کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ کشمیر سنہ ۱۸۳۳ء میں بہت خراب حالت میں تھا اور ملک میں گرانی پھیلی ہوئی تھی لیکن جمعدار کے ظلم سے یہ گرانی قحط کے ساتھ مبدل ہو گئی۔ جمعدار نے جو چند لاکھ روپئے لوگوں کا گلا گھونٹ کر وصول کئے وہ کسی شمار میں نہ تھے کیونکہ سالانہ مالگذاری ½ گھٹ گئی تھی اور لوگ روٹی کی تلاش میں ملک چھوڑ دینے پر مجبور ہوئے اِس لئے رنجیت سنگھ کچھ عرصے کے لئے بہت ناراض رہا مگر جمعدار نے بہت جلد پھر اپنا سکہ جما لیا۔ جنرل میاں سنگھ جمعدار کے بعد کشمیر کو بھیجا گیا اور مفلسوں میں تقسیم کرنے

کے واسطے پچاس ہزار من غلہ اُس کے ہمراہ دیا گیا لیکن کشمیر کو وہ پہلے سی مرفع الحالی بہت برسوں تک حاصل نہ ہوئی۔ خوشحال سنگھ کا بھائی رام لعل پھر پنجاب میں آگیا تھا اور مہم پشاور میں جو ۱۸۳۴ء میں ہوئی سردار ہری سنگھ اور شہزادہ نونہال سنگھ کے ماتحت جمعدار کی فوج کا کمان افسر مقرر رہا۔ ۱۸۳۷ء میں جو فوج جمرود میں گھر گئی تھی اور اُس کی کمک کے واسطے جو فوج بھیجی گئی تھی اُس کے کمان افسر جمعدار خوشحال سنگھ اور راجہ دھیان سنگھ تھے۔ اگرچہ جمعدار پشاور میں دھیان سنگھ سے دو روز پہلے پہنچ گیا تھا لیکن جب تک راجہ دھیان سنگھ نہ پہنچا اُس نے سکھ فوج کی امداد میں جو سخت عذاب کی حالت میں تھی کچھ بھی کوشش نہیں کی۔ افغانوں کے واپس چلے جانے کے بعد جمعدار پشاور میں رہا اور تیج سنگھ کو حکم ہوا کہ دوآبہ بنج میں حفظ امن کے واسطے جائے ✤

اسی زمانے میں جمعدار کا سب سے بڑا بیٹا رام سنگھ اگرچہ لڑکا ہی تھا لیکن فوج میں جنرل مقرر ہوا گو وہ لڑکا تھا مگر اُس کا حوصلہ جوانوں کا سا تھا چنانچہ ۱۸۳۷ء میں جب وہ مہاراجہ کے ہمرکاب امرتسر میں واپس آیا تو اُس نے کرنیل جیت سنگھ کے سالے کشن سنگھ کو جو ایک عمدہ جوان تھا وحشیانہ طور پر اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالا کیونکہ اُس نے اس سے لڑکپن کا مذاق کیا تھا لیکن جمعدار کا اقتدار ایسا بڑھا ہوا تھا کہ رام سنگھ کو سوا سے جرمانہ کے کچھ سزا نہیں ہوئی گو کشن سنگھ بھی دربار میں مورد الطاف تھا ✤

۱۸۳۸ء میں تیج سنگھ ہزارے کو بھیجا گیا اور وہاں اُس نے قلعہ مانک گڑھ متصل دربند تعمیر کرایا۔ ۱۸۳۹ء میں تیج سنگھ جمعدار۔ شہزادہ نونہال سنگھ۔ راجہ گلاب سنگھ اور دیگر سرداران کے ہمراہ سرکار انگریزی کی فوج کی کمک کے واسطے جو کابل پر یورش کے لئے جاتی تھی پشاور بھیجا گیا تھا لیکن جیسا کہ علم نشر ہے سکھوں کی فوج کی امداد بجائے مفید ثابت ہونے کے زیادہ تر نقصان دہ ثابت ہوئی کیونکہ سکھ اس مہم کو ناپسندیدگی اور بدگمانی کی

نظر سے دیکھتے تھے +

اِس سال جنرل رام سنگھ نے وفات پائی۔ اگرچہ وہ بے رحم تھا لیکن فوج کا اچھا افسر تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خاندان میں سب سے زیادہ ہوشیار تھا۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ کی تخت نشینی کے بعد جمعدار اور تیج سنگھ دونوں نئے مہاراجہ کے مصاحب سردار چیت سنگھ کے خلاف سازش میں شامل تھے کیونکہ سردار مذکور سے دونوں جمعدار اور تیج سنگھ ناخوش تھے اور اُس سردار نے جمعدار کے تحت سے کسی قدر فوج علیحدہ کرا دی تھی اُس سردار کے قتل کی رات کو شہزادہ نونہال سنگھ مع تیج سنگھ و خوشحال سنگھ قلعہ کے دروازہ پر اِس غرض سے موجود رہے کہ اگر کوئی بچانے آئے تو اُسے روک دیں اور اِس عرصہ میں دیگر شرکاء مثل راجہ گلاب سنگھ۔ راجہ دھیان سنگھ۔ سردار فتح سنگھ مان۔ عطر سنگھ سندھانوالیہ اور میاں لابہ سنگھ قلعہ کے اندر گئے اور مصاحب کو مہاراجہ کے سامنے قتل کر ڈالا +

جب نونہال سنگھ بر سرِ حکومت ہوا تو جمعدار کے خاندان پر بہت نظر نوازش رہی اور جب شہزادہ موصوف پانچویں نومبر ۱۸۴۰ء کو فوت ہوا تو خوشحال سنگھ اور تیج سنگھ دونوں نے مع دیگر سرداران کے ایک کاغذ پر دستخط کئے جس میں یہ بات قرار پائی کہ تاوقتیکہ یہ بات دریافت نہ ہوئے کہ زوجگان شہزادہ یا مہاراجہ میں سے کسی کو فرزند نرینہ پیدا ہوتا ہے یا نہیں کسی کو وارث تخت بنانے میں کچھ کارروائی نہ کیجائے۔ جو واقعات اس کے بعد ہوئے وہ سب جانتے ہیں سرداران سندھانوالیہ اور راجہ گلاب سنگھ شہزادہ شیر سنگھ سے قلعہ کو بچانے کے واسطے لڑتے رہے مگر تیج سنگھ اور خوشحال سنگھ دانشمندی سے اپنے گھر میں رہے اور کسی فریق کے ساتھ شامل نہیں ہوئے بلکہ اس امر کے منتظر رہے کہ دیکھئے کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ شیر سنگھ اُن کے اِس طریق سے بہت ناراض ہوا اور جب وہ تخت نشین ہوا تو واقعی اُن دونوں کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا لیکن آخر کار بھائی گورمکھ سنگھ کی شفاعت سے معاف کر دیا۔ لیکن شیر سنگھ کو جمعدار سے دل میں کینہ تھا اور

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اس نے جمعدار کو اس طرح مار دینا چاہا کہ اوروں کو اتفاقیہ معلوم ہو۔ بہر حال اتنی بات تحقیق ہے کہ تخت نشینی کے تھوڑے عرصہ بعد شیر سنگھ دریائے راوی میں کشتی میں سوار مع جمعدار و امر سنگھ اہلووالیہ کے جو موجودہ والئے کپورتھلہ کے پڑداداکا بھائی تھا سیر کر رہے تھے کشتی الٹ گئی اور مہاراجہ ایک اور کشتی پر جو قریب تھی کود کر چلے گئے امر سنگھ ڈوب گیا اور اس کی لاش کا کہیں پتہ نہ ملا۔ جمعدار بچ گیا مگر اتنا پانی اس کے پیٹ میں گیا کہ کئی سال تک اُتنا نہ پیا ہوگا۔ لاہور میں عوام کو یہ یقین تھا کہ شیر سنگھ نے عمداً کشتی کو الٹ دیا لیکن اس کا ثبوت کچھ نہیں ہو سکتا+

۱۸۴۱ء سے جمعدار تندرست نہیں رہتا تھا چنانچہ جولائی ۱۸۴۴ء میں اس نے وفات پائی۔ اپنی زندگی کے آخری تین سالوں میں اس نے ملکی معاملات میں کم دخل دیا۔ جون ۱۸۴۳ء میں وہ بمعیت راجہ گلاب سنگھ و راجہ سوچیت سنگھ شہزادہ پرتاب سنگھ کے ساتھ تھا جب کہ شہزادہ لارڈ النبرا کی ملاقات کے واسطے فیروز پور گیا تھا+

جمعدار خوشحال سنگھ کسی خاص لیاقت کا آدمی نہ تھا۔ مہاراجہ جو اس پر مہربانی کرتے تھے یہ اس باعث سے نہیں تھی کہ وہ دلاور یا ہوشیار یا عالم آدمی تھا بلکہ اس وجہ سے کہ وہ قوی ہیکل اور خوش شکل تھا۔ اگرچہ بڑی عمر میں جو اس کی تصویریں کھینچی گئی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعدار بہت بھدا اور گنوار آدمی تھا۔ مگر مہاراجہ کے دربار کے اکثر سرداروں سے جمعدار کسی طرح کمتر نہ تھا اور اگرچہ بہت سی لڑائیوں میں جس میں اس نے خدمات کیں کوئی خاص دلاوری یا بہادری اس سے ظہور میں نہیں آئی لیکن کہیں یہ بھی درج نہیں ہے کہ وہ میدان سے بھاگ نکلا تھا۔ کشمیر میں جو اس نے سختی اور ظلم کیا اس کا ذکر ہو چکا ہے اور ہر موقع پر مہاراجہ کی عطوفت پر تکیہ

کرکے اُس نے ظلم و ستم سے کام لیا۔ امرتسر میں اُس نے اپنے مکانات کے لئے زمین حاصل کرنے کے واسطے غریبوں کے بہت سے مکانات گروا دئیے اور اُن کو کچھ معاوضہ نہ دیا لیکن اُس کی نسبت رنجیت سنگھ کوئی نالش یا فریاد نہیں سنتے تھے بلکہ اگر کوئی شخص جمعدار کی فریاد کرنے آتا تھا تو اس کو کہہ دیتے تھے کہ گورو رامداس سے جاکر انصاف چاہو +

جمعدار کی وفات کے وقت سردار تیج سنگھ پشاور میں تھا جہاں وہ ۱۸۴۳ء سے کمان کرتا تھا اور راجہ ہیرا سنگھ نے جو اُس وقت وزیر تھا اور جس کو ڈیوڑھی کی بابت جمعدار سے مدت کا رنج چلا آتا تھا منجملہ جاگیرات جمعی تین لاکھ چالیس ہزار روپئے کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپئے کی جاگیر ضبط کر لی یہ جاگیرات سب جمعدار کے نام پر تھیں مگر خانگی تقسیم آپس میں اپنی مرضی سے کر لی تھی۔ جمعدار کے بیٹے کشن سنگھ نے جو ایک آوارہ و عیاش نوجوان تھا اپنے باپ کے مرنے کے بعد دس روز کے اندر لاہور کی طوائفوں کے ناچ مجرے میں ایک لاکھ روپیہ خرچ کر دیا۔ ہیرا سنگھ کو ضبطی جاگیر کے لئے یہ بہانہ ہو گیا کہ جب تم اتنا روپیہ پھینک دینے کو رکھتے ہو تو تم بے شک سات لاکھ روپیہ ملک کی بہبودی کے واسطے بھی دے سکتے ہو۔ ہیرا سنگھ کی یہ بھی خواہش تھی کہ رائے سول سنگھ سے جو جمعدار کے خاندان کا معتمد تھا ایک لاکھ روپیہ وصول کرے کشن سنگھ کے انکار پر کہ میں ایک روپیہ بھی نہیں دے سکتا جاگیر ضبط کر لی گئی +

تیج سنگھ نے پشاور سے اِس ضبطی کے برخلاف عذر کیا اِس پر پنڈت جلا نے کہا کہ جب سردار لاہور میں واپس آئیگا تو اس امر پر غور کیا جائیگا۔ لیکن تیج سنگھ کے لاہور میں واپس آنے سے پہلے ہیرا سنگھ اور جواہر سنگھ دونوں کی وزارت ختم ہو چکی تھی اور مہارانی نے مع اپنے منظور نظر لعل سنگھ کے عنانِ حکومت سنبھال لی تھی +

پشاور کی کمان کے زمانے میں صرف تیج سنگھ سے اپنی تمام عمر میں مستعدی ظہور میں

آئی۔ جب اُس کی ماتحت سپاہ نے سنا کہ راجہ سوچیت سنگھ لاہور میں قتل ہوا اور فوج لاہور کو بہت سا روپیہ انعام میں ملا تو وہ سرکش ہو گئی اور دھمکی دی کہ اگر کل روپیہ جو خزانہ میں موجود ہے ہم کو نہ دیدیا جائیگا تو تیج سنگھ کے ساتھ وہی سلوک کیا جائیگا جیسا جنرل میہاں سنگھ کے ساتھ تین برس پہلے کشمیر میں ہوا تھا۔ سردار تیج سنگھ فوج کو انعام دینے کے وعدے پر ٹالتا رہا۔ اور اپنی مدد کے واسطے بہت سے افغان سردار علاقہ سے طلب کئے اور دوسرے روز اُس کے زیر حکم ایسی قوی جمعیت ہو گئی کہ سرکش فوج نے یہی مناسب سمجھا کہ اپنے دعووں سے ٹل جائے۔ راجہ لعل سنگھ نے اکتوبر ۱۸۴۵ء میں تیج سنگھ کو پشاور سے واپس بلا لیا اور اُس کی جگہ سردار شیر سنگھ اٹاریوالہ مامور کیا گیا۔ لاہور میں پہنچکر تیج سنگھ نے دیکھا کہ ہر جگہ یہی چرچا ہے کہ غالباً سرکار انگریزی سے لڑائی ہوگی اور وزیر لعل سنگھ اور مہارانی اس تجویز کے مؤید تھے کیونکہ مہارانی کو اُس فوج سے نفرت اور خوف تھا جس نے تھوڑے عرصہ پہلے اُس کے بھائی جواہر سنگھ کو قتل کیا تھا۔ تیج سنگھ متمول اور صاحب اقتدار آدمی تھا اور اگرچہ پُرانے سکھ سردار اِس کو اپنے برابر نہیں سمجھتے تھے لیکن جو منزلت خود اِس کو اور جمعدار کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں تھی اس سبب سے اِس کو دربار میں بہت زور حاصل تھا اور جب آخرکار انگریزوں سے لڑائی ٹھن گئی تو تیج سنگھ فوج خالصہ کا سپہ سالار مقرر ہوا ٭

۱۷۔ نومبر کو مہم کا بندوبست قرار پایا اور ۲۳ تاریخ کو فوج علیحدہ علیحدہ حصوں میں فیروزپور کی طرف روانہ ہوئی لیکن سپہ سالار اس لڑائی کے واسطے حوصلہ کم رکھتا تھا۔ اور ۱۵ دسمبر کو پیچھے رہنے کے سب عذرات اور حیلے ختم ہو گئے وہ فوج کے ساتھ شامل ہونے کو روانہ ہوا جو اُس تاریخ سے چار روز پہلے ستلج کو عبور کر گئی تھی ٭

راجہ لعل سنگھ نے مدکی میں شکست کھانے کے بعد سردار تیج سنگھ کو اپنی کمک کے واسطے بلایا چنانچہ سردار مذکور اپنے فوجی دستے اور ۱۵ ہزار غیر آئین سوار لے کر کوچ کر گیا اور ۲۲

دسمبر کی صبح کو فیروز شہر میں جا پہنچا مگر اس وقت کہ جب لعل سنگھ کو دوسری شکست ہو چکی تھی۔ تیج سنگھ فوج انگریزی کے مقابل پڑا جبکہ وہ بالکل تھکی ماندی تھی اور سامان جنگ بھی اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ تیج سنگھ نے انگریزی رسالوں کے دستوں کو بھگا دیا اور فیروز شہر پر جو ہاتھ سے نکل چکا تھا پھر قبضہ کر لینے کی کوشش کی۔ اس وقت اس نے انگریزی سپاہ کے بازوے چپ پر حملہ کیا اور اس گاؤں کے سامنے جو انگریزوں نے فتح کر لیا تھا ایسی عمدگی سے صف آرائی کی کہ انگریزی جنرل نے مجبور ہو کر اپنی فوج کا سامنا ترچھ بدلکر دائیں جانب کر لیا اس اثنا میں سکھوں کی توپیں برابر گولہ باری کرتی رہیں۔ آخر کار جب انگریزی سواروں نے بڑھ کر سکھوں کی فوج کے دونو بازوؤں پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا اور پیادوں نے صف باندھ کر سواروں کی امداد کے واسطے آگے بڑھنے کی طیاری کی تو تیج سنگھ نے گولہ باری موقوف کر دی اور میدان سے ہٹ کر ستلج کو عبور کیا اور سبراؤں میں پہنچکر خیمہ زن ہوا جو فیروز پور سے گوشہ شمال و مشرق میں قریب ۲۵ میل کے فاصلہ پر دریا کے دائیں کنارہ پر واقع ہے۔ یہاں اس فوج میں راجہ لعل سنگھ جو فیروز شہر کی شکست کے بعد امرتسر کو بھاگ گیا تھا بہت جلد آ ملا اور فوج نے درخواست کی کہ ہمکو انگریزوں سے لڑنے کے لئے دریا پار ساتھ لے چلو۔ اس حرکت کے فقط دو سردار مانع ہوئے ایک سردار تیج سنگھ اور دوسرا سردار شام سنگھ اٹاریوالہ جو نہایت کبیدگی کے ساتھ ۲۰ دسمبر کو آ کر فوج میں شامل ہوا تھا۔ لیکن ان کے صلح کے منشا پر فوج کی پنچایتوں نے ٹھٹھا کیا اور یہی بات قرار پائی کہ ستلج کو عبور کیا جائے۔ دریا پر کشتیوں کا پل باندھا گیا اور ایک مورچہ سا اس کے سامنے بنایا گیا اور اس کے پشتے اور مورچے ایسے مضبوط بنائے گئے جیسے کہ ریتلی زمین میں بنائے جا سکتے تھے۔ سردار تیج سنگھ اس مورچہ پر افسر تھا اور اپنی حفاظت کے واسطے اس نے ایک برج ایسا بنوایا تھا کہ جو گولہ باری کی گزند سے محفوظ رہے تاکہ خطرے کے وقت اس کے اندر چلا جائے اس جگہ سکھ فوج کئی ہفتے تک ٹھہری رہی

درحالیکہ فوج انگریزی ہر طرف سے آدمی توپ اور سامان جنگ منگا منگا کر جمع کر رہی تھی۔ دست راست پر سردار عطر سنگھ کالیانوالہ غیر آئین فوج کا افسر تھا جانب چپ بہادر شام سنگھ اٹاریوالہ اور جنرل میوا سنگھ مجیٹھیہ کی فوج تھی اور یہ دونوں سردار سبراؤں کی لڑائی میں مارے گئے۔ قلب میں کاہن سنگھ مان ۔ جنرل ابوطویلہ جنرل مہتاب سنگھ مجیٹھیہ اور جنرل گلاب سنگھ پوہونڈیہ کی فوج تھی۔ سردار تیج سنگھ کا برگیڈ اور برج بھی قلب میں ہی تھا ✦

دسویں فروری ۱۸۴۶ء کو سبراؤں کی لڑائی ہوئی لیکن تیج سنگھ کو اس لڑائی میں اتنا تھوڑا کام کرنا پڑا کہ اُس کا ذکر اس جگہ بے موقع ہوگا۔ لڑائی کے شروع میں وہ اپنے برج میں بیٹھا رہا اور اُس میں سے صرف اُس وقت باہر آیا جب خاص اُس کی ذات پر فوج نے حملہ کی دھمکی دی لیکن اُس وقت بھی بجائے اِس کے کہ فوج کے آگے ہو اور جس وقت وہ تذبذب میں تھی اُس کی ہمت بند ہائے وہ اُس پل کے پار ہو گیا جس پر اُس نے اپنے آدمی مامور کر رکھے تھے اور میدان سے بھاگنے والوں میں سب سے آگے تھا۔ لڑائی کے بعد جو کچھ فوج باقی بچی وہ رتی میں جمع ہوئی اور وہاں سے اُس فوج نے بھڈانے کو کوچ کیا اور تا وقتیکہ ۹ مارچ ۱۸۴۶ء کا عہدنامہ ہوا یہ فوج وہیں ٹکماً ٹھہری رہی۔ اِس عہدنامہ ہونے کے بعد اُس کی تنخواہ تقسیم ہونی شروع ہوئی۔ بہت سے سپاہی پھر بھرتی کرلئے گئے اور باقی برخاست کئے گئے۔ لیکن اس سے پہلے سردار تیج سنگھ لاہور میں بلایا گیا تھا اور نئے انتظام میں وہ سکھ فوج کی سپہ سالاری پر مستقل کیا گیا اور راجہ لعل سنگھ وزارت پر بحال ہوا ✦

سردار تیج سنگھ کے طریق کی نسبت ستلج کی لڑائی کے پہلے اور درمیان بہت کچھ غلط بیانی ہوئی تھی۔ بہت سے مورخوں نے لکھا ہے کہ اُس نے اپنے ملک کے ساتھ دغا کی اور غالب ہے کہ اور مصنف بھی آئندہ اُسے ایسا ہی الزام دیں لیکن اس کا کوئی ثبوت

نہیں ہے - اوّل تو سردار لڑائی کے خلاف تھا جبکہ مہارانی - راجہ لعل سنگھ اور دیوان
دینا ناتھ فوج کو یہ ترغیب دیتے تھے کہ سرکار انگریزی کے علاقہ پر یورش کرے اس امید
پر کہ وہ پھر لاہور کے امن میں خلل انداز ہونے کے لئے واپس نہیں آئیگی تیج سنگھ
متواتر اور ہمیشہ اس جنگ کے مخالف کہتا رہا حتیٰ کہ اُس کی جان معرض خطر میں آگئی
اور وسط نومبر ۱۸۴۵ء میں فوج کی آپس میں یہ صلاح ہوتی رہی کہ دونوں تیج سنگھ
اور راجہ لعل سنگھ کو مار ڈالیں اور جبراً راجہ گلاب سنگھ کو اپنا افسر بنا کر لڑائی پر روانہ ہو -
جب تیج سنگھ اپنی مرضی کے خلاف سپہ سالار مقرر ہوا تو اُس نے جہاں تک ہو سکا فوج
کے ساتھ شامل ہونے میں تاخیر کی اس طریق سے بزدلی یا لڑائی کے برخلاف ہونا پایا
جا سکتا ہے لیکن بالتحقیق اپنی سرکار کے ساتھ دغا کرنے کی اس میں بو بھی نہیں پائی
جاتی لیکن کہتے ہیں کہ اُس کا طریق فیروزشہر میں ایسا تھا کہ سوا اس کے کہ اُس کو
نمک حرام کہا جائے جو درپردہ سرکار انگریزی کی فتح چاہتا تھا اور نہیں ہو سکتا اس وجہ سے
اگر وہ انگریزی فوج پر درحالیکہ وہ راجہ لعل سنگھ کے ساتھ لڑائی میں تھکی ہوئی تھی اور
سامان جنگ بھی بالکل اس کے پاس نہ تھا زور شور سے حملہ کرتا تو یقین غالب
ہے کہ فوج انگریزی تہ تیغ ہو جاتی درحقیقت اگر ایسا ہوتا تو فوج انگریزی کو تباہی کا
سامنا ہوتا - لیکن تیج سنگھ فوج انگریزی کے نہایت تھکے ماندے ہونے سے مطلع
نہ تھا جو کچھ اُس نے دیکھا یہی تھا کہ لعل سنگھ کی فوج شکست کھا کر ستلج کے پایاب
مقامات کی طرف بھاگی جاتی ہے اور اس مشاہدہ سے عقلاً فوج انگریزی کی توانائی
نہ کہ ناتوانی معلوم ہو سکتی تھی - تاہم تیج سنگھ پہلے دن کی تباہی کی بدنامی دور کرنے کی
کوشش کئے بغیر میدان سے نہیں ہٹا - سر ہیوگاف کے مراسلہ سے معلوم ہوا اگرچہ
مراسلات کی صحت میں شبہ ہے کہ تیج سنگھ نے فیروزشہر پر اپنی جگہ پھر لینے کی سعی بلیغ
کی درحقیقت وہ سخت گولہ باری کرتا رہا جس سے بہت نقصان ہوا اور صرف اُس وقت

میدان سے ہٹا جبکہ انگریزی فوج دور و شور سے اُسکے مقابلہ کے لیئے آگے بڑھی۔ لیکن اگر فرض بھی کیا جائے کہ جو کچھ اُس نے حقیقت میں کیا اُس سے بھی کم کیا پھر بھی سردار تیج سنگھ واجب الالزام نہیں ہے فوج پر اُس کا کچھ بھی زور نہیں تھا کیونکہ فوج کے پنچ اس بات کا فیصلہ کرتے تھے کہ کب لڑیں اور کب ہٹ جائیں۔ یہ بات کہنی فضول ہے کہ پنچوں اور فوج کی مرضی کے خلاف تیج سنگھ انگریزوں پر عام حملہ کرنے سے انکار کر سکتا تھا فیروز شہر کی لڑائی کے بعد جو کچھ نامہ و پیام اُس نے گورنر جنرل سے شروع کیا اُس کا منشاء صرف صلح تھی اور یہ سلسلہ اس قسم کا تھا کہ سپہ سالار ایسا مصلحت سمجھ کر کر سکتا تھا +

سبراؤں میں تیج سنگھ نے پھر صلح کی صلاح دی لیکن فوج نے اُس کے خیمہ پر پتھر مارنے شروع کیئے خیمہ کو گرا دیا اور دھمکایا کہ اگر ستلج کے بائیں کنارے کی طرف عبور نہیں کریگا تو اُسے جان سے مار ڈالینگے۔ اس بات سے کس کو تعجب ہو سکتا ہے کہ ایسی وحوش سیرت اور سرکش فوج کو چھوڑ کر وہ میدان سے بھاگ گیا کیونکہ اُس کو غنیم کی نسبت اپنے آدمیوں سے زیادہ خوف تھا +

تیج سنگھ بزدل ڈرپوک متلون مزاج آدمی تھا مگر نمک حرام نہیں تھا۔ تیج سنگھ میں نہ اتنی دلیری تھی نہ اتنی لیاقت کہ ایک فاتر العقل سکھ فوج پر کچھ رعب داب جما سکتا لیکن اُس نے مثل راجہ لعل سنگھ کے یہ نہیں کیا کہ پہلے فوج کو دیوانگی کے درجہ تک برانگیختہ کر دیا اور بعد ازاں دغا سے اُسے غارت کرایا۔ یہ روایتیں کہ اُس نے سبراؤں میں ایک پل کی کشتی اس نیت سے غرق کرا دی کہ سکھ فوج واپس نہ عبور کر سکے اور ایک توپ خانہ کی توپیں اپنے ہی آدمیوں پر لگا دیں ان کے پایۂ ثبوت کو پہنچنے کے لیئے ذرہ بھی شہادت موجود نہیں ہے حالانکہ ایسی شہادت کی بہت کچھ ہر طرح سے تلاش کی گئی اور یہ باتیں صریح اُس کے دشمنوں کے بہتان ہیں +

صلح ہو جانے کے بعد سردار تیج سنگھ کو پرانی فوج کے برطرف کرنے اور نئی فوج کے بھرتی کرنے کا بہت سا کام رہا اور اس کا طریقِ عمل سرکار انگریزی کے اجنٹ نے جو لاہور میں متعین تھا پسند کیا۔ ستمبر ۱۸۴۶ء میں سرداران شیر سنگھ۔ منگل سنگھ۔ جنرل کاہن سنگھ مان اور جنرل لعل سنگھ مرارنیہ کے ہمراہ شیخ امام الدین کی سرکشی فرو کرنے کے واسطے تیج سنگھ کو کشمیر جانے کا حکم ہوا۔ اوّل اس نے بیماری کا عذر کیا لیکن آخر کار فوج کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ اس مہم سے فقط سردار تیج سنگھ ہی ناراض نہ تھا بلکہ تقریباً کل سردارِ تیج سنگھ کی طرح راجہ لعل سنگھ کے زیر حکم کام کرنا پسند نہ کرتے تھے کیونکہ راجہ لعل سنگھ کی تعدّی اور کمینہ برتاؤ سے اُن کو نفرت تھی اور اس کی دیانت میں اُنہیں مطلق اعتبار نہ تھا۔ لیکن آخر کار جب تیج سنگھ اس مہم پر روانہ ہوا تو اس نے جرات اور مستعدی سے کام کیا۔ اس کی فوج لاہور سے یکم اکتوبر کو روانہ ہوئی اور ۱۹ کو نوشہرہ پہونچی ۔ اس عرصے میں اس نے راوی اور چناب کو عبور کر کے ایک سو پچیس میل سے زیادہ طے کیا جسمیں پچھلے ۲۵ میل بہت ناہموار اور دشوار گزار پہاڑی راہ کے تھے۔ امام الدین نے بظاہر مقابلہ کرنے کا ارادہ نہ کیا اور یکم نومبر کو صاحب رزیڈنٹ کے لشکر میں آگیا اور سکھ فوج کو جب کچھ کرنا باقی نہ رہا تو وہ لاہور کو واپس چلی آئی۔ اس مہم کا نتیجہ راجہ لعل سنگھ کے مقدمے کا پیش ہونا اور اس کی معزولی تھی اور عارضی طور پر یہ بندوبست ہوا کہ سردار تیج سنگھ اور شیر سنگھ اٹاریوالہ کی بمعیت دیوان دینا ناتھ اور فقیر نورالدین کے ایک کونسل مقرر ہوئی کہ تاوقتیکہ دوسرا انتظام کیا جائے سلطنت کا کاروبار چلائیں۔ سولھویں دسمبر کو ایک کونسل آف ریجنسی مقرر ہوئی جس میں سردار تیج سنگھ صدر نشین مقرر ہوا اور سردار شیر سنگھ سندھانوالیہ رنجودھ سنگھ مجیٹھیہ شیر سنگھ اٹاریوالہ عطر سنگھ کالیانوالہ دیوان دینا ناتھ فقیر نورالدین اور بھائی ندھان سنگھ ممبر نامزد ہوئے *

ان ممبروں کو علیحدہ علیحدہ خدمتیں سپرد ہوئیں۔ سردار تیج سنگھ کونسل میں رُکن اعظم اور فوج کا افسر اعلیٰ ۔ دیوان دینا ناتھ وزیر صیغہ مال اور سردار شیر سنگھ خاص شاہی محل کا مہتمم مقرر ہوا۔ سردار تیج سنگھ اور دیوان دینا ناتھ کو ایسا کام سپرد تھا کہ سب آدمیوں کو خوش رکھنا محال تھا اور حقیقت میں جہانتک اُن سے ہو سکا اُنھوں نے میجر لارنس رزیڈنٹ سرکار انگریزی کے ذمہ سب الزام لگایا اور لوگوں سے یہی بیان کرتے تھے کہ ہم اُن کے کٹھ پتلے ہیں لیکن یہ بات بخوبی روشن تھی کہ حقرسی زیادہ تنخواہ باواسطہ یا بلاواسطہ رزیڈنسی سے ہی ہوتی تھی اور اگر صاحب رزیڈنٹ نہ ہوتے تو مواجب کی بقایا ادا نہ ہوتی۔ اس سبب سے کونسل کے دونوں رکن اعظم امید سے زیادہ بدنام ہوئے ۔

ساتویں اگست ۱۸۴۷ء کو سردار تیجسنگھ سیالکوٹ کا راجہ بنایا گیا اور قلعہ اور گردونواح کے دیہات جن کی جمع ۲۸ ہزار روپئے سالانہ تھی اُس کے علاقہ میں شامل کئے گئے۔ مہارانی کو صاحب رزیڈنٹ سے اِس وجہ سے کہ اُس کے باعث اُس کے اقتدار میں کمی آگئی تھی اور تیجسنگھ سے اِس سبب سے کہ وہ صاحب رزیڈنٹ کی حکمت عملی کی تائید کرتا تھا سخت نفرت تھی چنانچہ جس وقت تیجسنگھ کو راجگی کے خطاب دینے کا وقت آیا تو مہارانی نے اُس کی ذلت کا سامان کیا۔ نوعمر مہاراجہ کو مہارانی نے سب سکھا پڑھا رکھا تھا چنانچہ جب تیج سنگھ مہاراجہ کے روبرو کیسر کا ٹیکہ کرانے کے لئے آگے بڑھا جو راجگی کی نشانی تھی تو شاہ خوردسال پیچھے ہٹ گیا اور اپنے ہاتھ دبا لئے اور رسم ادا کرنے سے انکار کیا۔ صاحب رزیڈنٹ نے اُسوقت بھائی ندھان سنگھ کو جو سکھوں کا گورو تھا کہا کہ ٹیکہ کردو اور بھائی نے مہاراجہ کی طرف سے ٹیکا لگایا لیکن اس توہین سے تیج سنگھ کے دل پر بہت صدمہ پہنچا اور اُس نے مہارانی کے انتظام سلطنت سے ایسی نفرت ظاہر کی کہ مہارانی کو بہت جلد لاہور سے قلعہ شیخوپورہ میں جانا پڑا اور وہ

پنجاب کو قطعی ترک کرنے تک وہیں نظربند رہی۔ شروع سال میں وہ ایک ایسی
سازش میں شریک تھی گو اُسکی محرک نہو جو صاحب رزیڈنٹ اور راجہ تیج سنگھ کے قتل
کیئے جانے کی نسبت تھی۔ اِس سازش میں جو پریماوالی کے نام سے مشہور تھی کوئی سردار
شامل نہ تھا اور اُس کے عمل میں لانے کا بھی کبھی قصد نہیں کیا گیا تھا۔ ۶ نومبر ۱۸۴۷ء
کو راجہ تیج سنگھ کو خطاب اوجلدیدار نزل بدبہ مبارزالملک صمصام الدولہ راجہ تیجسنگھ سالار
صفدر جنگ راجہ سیالکوٹ عطا ہوا۔

۱۸۴۸-۴۹ء کے تمام مفسدہ میں راجہ تیج سنگھ سرکار کا خیرخواہ رہا۔ یہ بات تحقیق ہے کہ
اُسے اور سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کو علم یا توقع تھی کہ فساد ضرور ہوگا اور فساد ہونے سے کچھ
عرصہ پہلے اُسنے چاہا کہ تھوڑے عرصہ کے واسطے لاہور سے چلا جاوے اور پھر یہ ارادہ ترک
کر دیا مگر راجہ کسی طرح مفسدوں کے ساتھ شریک نہ تھا۔ تیجسنگھ راجہ شیر سنگھ اٹاریوالہ یا اُسکے باپ
سردار چتر سنگھ سے ہرگز خوش نہ تھا کیونکہ اِن سرداروں نے بیڑا اُٹھایا ہوا تھا کہ مہارانی کو
سلطنت کے کُل اختیارات پھر دلائے جائیں جو تیجسنگھ کی جانی دشمن تھی اور اگر مہارانی
با اختیار ہو جاتی تو بالتحقیق یا تو راجہ تیجسنگھ قتل ہوتا یا اُسکی جاگیر ضبط ہو جاتی۔ علاوہ اِسکے
تمام پنجاب میں صرف راجہ تیجسنگھ ہی سب طرح مطمئن حالت میں تھا۔ اُسکے پاس بہت دولت
تھی اُسے خطاب راجگی مل چکا تھا اور وہ کونسل کا پریزیڈنٹ ہونیسے جملہ سکھ امرا سے برتر رتبہ
رکھتا تھا۔ اگر کچھ انقلاب ہوتا تو اُسی کو مضرت پہنچتی۔ اکثر سکھ سردار اُس سے متنفر تھے
اور اُسکو متکبر اور بیکار سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ یہ کونسل میں کسی طرح کی جرأت نہیں رکھتا
اور میدان جنگ میں مضحکہ کے قابل ہے اسلئے دربار میں اُسکی صدر نشینی اُن سرداروں کو ایسا
آزردہ خاطر کرتی تھی جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اِس حالت میں اگر راجہ تیجسنگھ خیرخواہ رہا
تو کچھ بہت تعریف کے قابل نہیں ہے کیونکہ اگر وہ نمکحرامی کرتا تو دونوں جانب
سے کوئی فتحیاب کیوں نہ ہوتا اُس کی خیر نہ تھی۔ لیکن خطرے کے وقت نیت پر چنداں خیال

نہیں ہوتا اور راجہ کے کام خیر خواہی کے تھے اور سرکار کو اُس سے بیش بہا امداد ملی ۔

الحاق پنجاب پر راجہ تیج سنگھ کی اور سردار بھگوان سنگھ کی جو جمعدار خوشحال سنگھ کے بیٹوں میں اکیلا زندہ رہ گیا تھا کیونکہ کشن سنگھ لڑائی کے بعد سبراؤں میں دریا میں ڈوب گیا تھا۔ ذاتی جاگیرات جن کی جمع ایک لاکھ باون ہزار سات سو اناسی روپئے تھی تاحین حیات واگذار ہوئیں یعنے راجہ تیج سنگھ کے نام ۹۲۷۷۹ روپئے کی اور بھگوان سنگھ کے نام ۶۰۰۰۰ روپئے کی۔ اِن کے جداگانہ حصص میں سے راجہ تیجسنگھ کے لئے بیس ہزار کی جاگیر دوام کے لئے اور ساڑھے سات ہزار کی دوامی جاگیر بھگوان سنگھ کے ورثا کے نام واگذار ہوئی۔ الحاق کے بعد فوج خالصہ کی برطرفی میں اور نئی دیسی فوج کے بھرتی کرنے میں راجہ تیج سنگھ نہایت مفید ثابت ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں رسالہ بھرتی کرنے میں راجہ نے بہت مدد دی اور اُس وقت جو اُس سے وفاداری ظہور میں آئی اُس کے صلے میں اُسے ہزار روپئے کا خلعت عطا ہوا۔ ۱۸۶۱ء میں اُس کی منتشر جاگیرات کے عوض علاقہ بٹالہ اُسے ملا اور اُس کا خطاب بھی بدل کر راجہ بٹالہ کیا گیا اور وہ جاگیردار مجسٹریٹ مقرر ہوا اور اُسے اختیارات ڈپٹی کمشنری کے عطا ہوئے ۱۸۶۲ء میں گورنمنٹ پنجاب کی سفارش پر گورنمنٹ ہند نے اُس کی جاگیر میں سے دو ثلث دوام کے لئے واگذار کئے اور بھگوان سنگھ کی جاگیر میں سے ششم حصہ دوام کے لئے واگذار ہُوا۔

۱۸۵۹ء میں راجہ تیج سنگھ کے ہاں اُس کے چچازاد بھائی کشن سنگھ کی بیوہ کرم کور سے جس کے ساتھ راجہ نے ۱۸۵۰ء میں چادر ڈال لی تھی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ لیکن اُس نے اس سے پہلے اپنے چھوٹے بھائی ہربنس سنگھ کو جو اُس کی سوتیلی ماں سے ۱۸۴۶ء میں تولد ہوا تھا متبنےٰ کر لیا تھا اور یہی اب اِس خاندان کا بزرگ ہے ۔

راجہ تیج سنگھ نے سینہ کی بیماری سے دوسری دسمبر ۱۸۶۲ء کو لاہور میں وفات پائی۔

اس کا چلن اُس تذکرہ سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے اگر وہ کسی ماتحت عہدہ پر ہوتا تو غالب ہے کہ وہ قابل تعریف خدمات انجام دیتا کیونکہ کوئی نمایاں بُرائی اُس میں نہ تھی اور شاید جس قدر نیکی دنیا کے اکثر آدمیوں میں ہوتی ہے اُس میں بھی تھی لیکن وہ انقلاب کے وقت کارآمد نہیں تھا کیونکہ نہ اُس میں کچھ جرأت تھی نہ لیاقت تھی اگرچہ اُس کو اسقدر فروغ ہوا کہ بعد مہاراجہ کے دوسرا وہی تھا مگر اُس کا باعث یہ ہے کہ اُس کی لیاقت کی نسبت اُس کی تقدیر اچھی تھی +

سردار بھگوان سنگھ کی جاگیر راجہ تیج سنگھ کی جاگیرات سے کبھی علیحدہ نہیں ہوئی تھی اور اُس کی بابت اُن میں مدت سے تنازع چلا آتا تھا۔ راجہ تیج سنگھ کی وفات کے بعد گورنمنٹ نے ایک کمیٹی تقسیم جائداد کے لئے مقرر کی جس میں راجہ صاحب دیال سردار شمشیر سنگھ سندھانوالیہ دیوان اجودھیا پرشاد اور دیوان شنکرناتھ شریک تھے اور اس نے جائداد کو قابل اطمینان طور پر تقسیم کر دیا +

سردار بھگوان سنگھ نے چالیس برس کی عمر میں ۱۸۷۳ء میں بمقام امرتسر انتقال کیا۔ اُسکا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ اُس کی بیوہ نے متبنٰے کرنے کی اجازت مانگی مگر گورنمنٹ نے نامنظور کی کیونکہ یہ تحقیق ہوا کہ سردار متوفی نے کبھی ایسا منشا ظاہر نہیں کیا تھا۔ سردار کی موت ناگہانی ہوئی جبکہ وہ بالکل تندرست تھا اور اس کی بیوہ کے بیان کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اُس کو اپنی اولاد ہونے سے قطعًا مایوسی ہو چکی تھی۔ بھگوان سنگھ کے پاس حین حیات جاگیر پچاس ہزار روپئے سالانہ کی تھی اور تخمیناً دس ہزار روپئے سالانہ کی دوامی تھی۔ بوجہ جایز اولاد نرینہ کے نہونے کے وہ سب ضبط سرکار ہوئی مگر گورنمنٹ نے بیوہ اور سردار کے پُرانے ملازموں کے ساتھ فیاضانہ سلوک کیا یعنے دس ہزار روپئے سالانہ اس کی بیوہ کے حین حیات گذارے کے لئے مقرر کیا گیا اور اس کے علاوہ بعض مکانات اور باغات جو سردار متوفی کے تھے گورنمنٹ نے دس ہزار روپے کو اس کی بیوہ کی سکونت

سکے لئے خرید کر بلا کرایہ اُس کے رہنے کے لئے عطا کئے۔ اور سردار کے پندرہ دیرینہ ملازموں کے واسطے حین حیات پنشنیں مقرر کیگئیں جو قریب تین ہزار دو سو بیس روپئے سالانہ کے تھیں۔ سردار متوفی پر دو لاکھ سے زیادہ قرضہ تھا اُس کی سبیل یہ ہی اُس کی ذاتی جائداد جس کی سالانہ آمدنی تین ہزار آٹھ سو کی تھی قرضخواہوں کے ہاتھ مکفول کی گئی۔ سردار بھگوان سنگھ کی بیوہ رانی کرپا دیوی امرتسر میں رہتی ہے ٭

اپنے بڑے بھائی راجہ تیج سنگھ کی وفات پر راجہ ہربنس سنگھ کورٹ آف وارڈس لاہور کے سپرد ہوا اور جاگیر کا انتظام رائے مول سنگھ کے تفویض ہوا جو اس خاندان کا ایک پرانا معتمد تھا۔ رائے مول سنگھ گوجرانوالہ کا کھتری تھا اور بعد میں وہ لاہور میں آنریری مجسٹریٹ ہو گیا۔ ۱۸۷۸ء میں جب راجہ ہربنس سنگھ کو اٹھارہ سال کی عمر میں علاقہ سپرد ہوا۔ تو گورنمنٹ نے رائے مول سنگھ کے دیانت داری کے ساتھ اہتمام کرنے کا شکریہ ادا کیا اور ہزار روپئے کا ایک خلعت مع چٹھی خوشنودی مزاج عطا فرمایا۔ فی الحقیقت اُس نے بہت کامیابی کے ساتھ جائداد کا انتظام کیا۔ اس نے متوفی راجہ کے وقت کا بھاری قرضہ ادا کیا۔ راجہ ہربنس سنگھ کی شادی اور دیگر رسوم پر زر کثیر صرف کیا۔ آمدنی اراضیات رکھ و باغات میں چوگنی ترقی دی اور بایں ہمہ ایک معقول توفیر قریباً چھپن ہزار روپئے کے راجہ ہربنس سنگھ کے حوالہ کی جو عرصہ ہوا کہ صرف ہو چکی ہے اور پھر جائداد بہت زیر بار ہے۔ راجہ ہربنس سنگھ کو عمدہ تعلیم اور تربیت کا بہت کچھ موقع ملا جس سے وہ پنجاب کے رؤسا کا فخر ہو سکتا تھا۔ وہ نیک مزاج ہے کسی وقت میں اس کی نسبت بعض بعض امور میں جو بڑی بڑی امیدیں کی جاتی تھیں وہ پوری نہیں ہوئیں ٭

راجہ تیج سنگھ کے خاندان کی جاگیر ۵۶۱۱۲ روپئے سالانہ کی مقرر ہوئی ازانجملہ ۴۴۳۵ روپئے سالانہ کی رائے مول سنگھ اور ۴۰۰۴ روپئے کی سردار نرائن سنگھ کے لئے علیحدہ کی گئی مابقے راجہ ہربنس سنگھ کے قبضہ میں رہی یہ تقسیم قطعی طور پر ۱۸۶۳ء میں

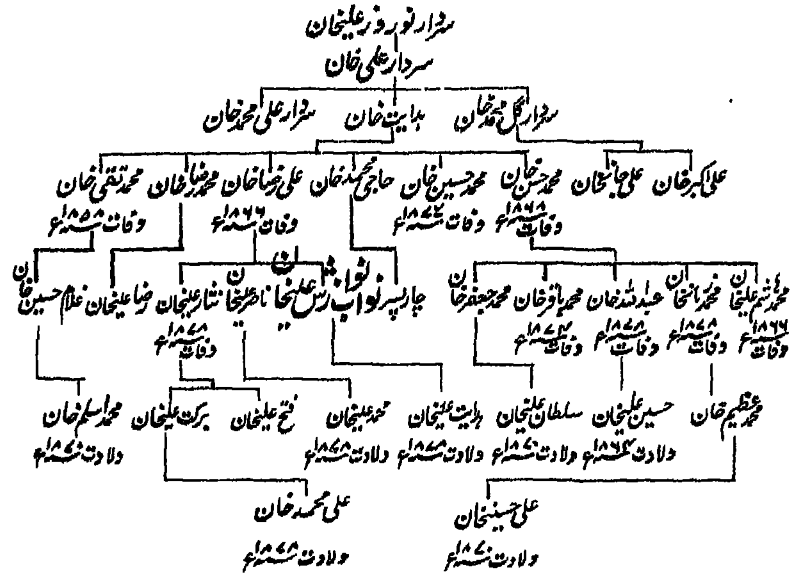
پیشگاہ گورنمنٹ سے دس سال سے زیادہ کی خط وکتابت کے بعد قرار پائی - سردار
نراندر سنگھ کی پیدایش جو ۱۸۵۹ء میں ہوئی راجہ ہربنس سنگھ کو سخت ناگوار گذری
چنانچہ وہ کئی برس تک اس سے انکار کرتا رہا کہ سردار راجہ تیج سنگھ کی جایز اولاد اور
جدی ترکے کا مستحق ہے - سردار نراندر سنگھ نے وارڈس سکول انبالہ میں تعلیم پائی ہے -
۱۸۸۰ء میں وہ سن بلوغ کو پہنچا اس وقت چچا بھتیجوں میں تنازعہ برپا ہوا جس کو چار
سال بعد سر چارلس ایچیسن لفٹننٹ گورنر پنجاب نے ثالث بنکر فیصلہ کیا - فریقین میں
مصالحت ہوگئی صلحنامہ اقرارنامہ کی صورت میں لکھا گیا جس پر لفٹننٹ گورنر اور سکرٹری
گورنمنٹ پنجاب کی گواہیاں ثبت ہوکر عدالت ڈسٹرکٹ جج لاہور میں جہاں سردار نراندر سنگھ
نے حصہ ترکہ جدی کے واسطے دعوے دایر کیا ہوا تھا داخل کیا گیا - اس فیصلہ سے فریقین
نے ایک دوسرے کی حیثیت کو تسلیم کیا - راجہ ہربنس سنگھ راجہ تیجسنگھ کا متبنے بیٹا تسلیم کیا گیا اور
اسکو بھی آیندہ کسی طرح کا انکار سردار نراندر سنگھ کی نسبت متوفی راجہ کی جایز اولاد ہونے کے
بارے میں نہ رہا - راجہ ہربنس سنگھ نے مکانات واقع امرتسر و ہردوار مالیتی ۵۰۰۰۰ روپے -
باغات واقع امرتسر و لاہور قیمتی ۲۲۵۰۰ روپے مزروعی اراضی واقع گھسالہ ضلع امرتسر
جس کی سالانہ آمدنی ۲۹۱۵ تھی اور اراضی رکھ واقع ضلع گوجرانوالہ مالیتی ۵۰۰۰۰ نراندر سنگھ
کے سپرد کر دیے - اس کے علاوہ ۳۵۰۰۰ روپیہ نقد راجہ نے اپنے بھتیجے کو دیا - پس
بلحاظ کل حالات یہ کہا جا سکتا ہے کہ سردار نراندر سنگھ کو اس تنازعہ کو ثالثوں کے ہاتھ
میں دینے سے کچھ افسوس نہیں ہوا اور راجہ ہربنس سنگھ کو بھی غالباً خوشی ہوئی ہوگی کہ
ہمیشہ کے واسطے اس کے بھتیجے کے استحقاق کا فیصلہ ہوگیا ؛

سردار نراندر سنگھ نے تین شادیاں کیں اور اس کی دوسری زوجہ سے اس کے ہاں
۱۸۸۲ء[1] میں ایک لڑکا پیدا ہوا - ۱۸۸۵ء میں سردار کو اختیارات دیوانی و فوجداری
دیے گئے اور اس وقت سے اس نے بحیثیت آنریری جوڈیشل افسر عمدہ کام کیا ہے -

[1] حاشیہ ۲۰ میں ۱۸۸۱ء لکھا ہے - مترجم

سنہ ۱۸۸۴ء میں وہ لاہور کے ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر مقرر کیا گیا اور سنہ ۱۸۸۵ء میں ممبر میونسپل کمیٹی ہوا۔ یہ لاہور میں رہتا ہے +

نواب سر نوازش علیخاں۔کے۔سی۔آئی۔ای



علی رضا خاں کے دادا سردار علی خاں نے پہلے پہل صوبہ شیروان کو ترک کیا جو بحیرۂ کسپئین کے مغربی کنارہ پر واقع ہے اور اب ممالک روس میں شامل ہے۔ اس صوبہ میں علی خاں کا خاندان جو قزلباش ترک تھا کئی پشت سے رہتا تھا اور وہاں اُسے حکومت حاصل تھی۔ جب ۱۷۳۸ء میں نادرشاہ نے غلزیوں کو نکال کر خراسان پر قبضہ کر لیا اور پھر ہندوستان پر یورش کی تو وہ علی خاں اور دیگر عمائد قزلباش کو اپنے ساتھ لے گیا کیونکہ اُسے خوف تھا کہ اُس کے پیچھے یہ لوگ فساد برپا نہ کریں +

علی خاں تمام مہم میں خدمات کرتا رہا اور ہندوستان سے واپس ہو کر نادرشاہ نے اُسکو ناظم قندھار مقرر کیا اور دیگر عمائد قزلباش کو کابل اور پشاور میں مناصب جلیلہ عطا کئے اس سبب سے مملکت ایران کو بہت فائدہ پہنچا کیونکہ یہ مفسدہ پرداز لوگ وہاں سے

نکل گئے اور آٹھ سال تک تا وقتیکہ نادر شاہ قتل ہوا اور احمد شاہ درانی صاحب اقتدار ہوا امن وامان رہا۔ احمد شاہ ۱۷۴۷ء میں قندہار میں تخت نشین ہوا - اگرچہ وہ قزلباشوں پر ہرگز اعتماد نہ رکھتا تھا مگر اُس کو اتنا اقتدار نہ تھا کہ اس فرقہ کا مقابلہ کرتا چنانچہ اُس نے اس فرقے کے اعلےٰ رئیسوں کو جاگیرات اور فوج کی افسری دی ٭

علی خاں کو ضلع ہزارہ جو قندہار سے شمال کی جانب ہے ملا اور اُس نے ایک طاقتور فوج کی مدد سے ہرات کے گرد ونواح کے ملک کو فتح کر لیا ۱۷۶۱ء میں جو احمد شاہ نے ہندوستان پر اخیر یورش کی اُس میں علی خان شاہ موصوف کے ساتھ تھا اور پانی پت جو بادشاہ کو عظیم فتح حاصل ہوئی جس سے مرہٹوں کی طاقت گھٹ گئی اُس میں بھی علی خاں شریک تھا۔ اُس کی شجاعت اور اقتدار کے سبب جو اس فتح میں ظہور میں آئی احمد شاہ کے دل میں حسد پیدا ہوا اور اُس نے افغانستان میں واپس پہنچکر اُسکی جاگیرات اور فوج کی افسری چھین لینی چاہی مگر علی خاں سب طرح سے کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا آخر کار احمد شاہ نے ناچار ہو کر اس کے چند نوکروں کو رشوت دے کر ۱۷۷۲ء میں اُس کو مروا ڈالا۔ اس کی وفات کے وقت اُس کا سب سے بڑا بیٹا گل محمد خاں صرف چھ برس کا تھا اسلئے اُس کے علاقہ میں بہت ہلچل مچگئی۔ علی خاں کی بیوہ نے چند سال تک اپنی حکومت قایم رکھنے کی کوشش کی مگر آخرکار علاقہ کو کئی خود مختار اور سرکش سرداروں نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ البتہ یہ سب سردار تیمور شاہ سے جو احمد شاہ کے بعد کابل کے تخت پر بیٹھا تھا متنفر تھے جب علی خاں کے بیٹے بالغ ہوئے تو اُنھوں نے بزور شمشیر اپنے خاندانی علاقہ کے جزو کثیر پر تصرف کر لیا اور تیمور شاہ نے اُن کو رضامند رکھنا مصلحت سمجھ کر گل محمد خاں کو قندہار بلایا اور اُسکی خوب خاطر مدارات کی اور اُسے سرداری کا خطاب عطا کیا ٭

علی رضا خاں کا باپ ہدایت خاں شاہ زمان کے ساتھ ۱۷۹۶ء میں لاہور آیا تھا اور

یہاں کئی مہینے رہا کابل میں واپس جا کر اُس نے اسد خاں برادر امیر دوست محمد خاں سے املاک بدل لی۔ ۱۸۱۳ء میں اس کا سب سے چھوٹا بھائی علی محمد خاں چار ہزار سپاہ لیکر فتح خاں اور اُسکے بھائی محمد عظیم خاں کے ساتھ کشمیر کی مہم پر گیا جس میں کامیابی ہوئی اور وہاں فوج میں اُس کو اعلےٰ عہدہ ملا جس پر وہ آٹھ سال تک ممتاز رہا ـــ اِس کے بعد کابل کو واپس جا کر اُس نے بشراکت ہدایت خاں اپنی خاندانی جائداد پر تصرف کر لیا اور ۱۸۳۵ء میں دو بیٹے[ل] علی اکبر خاں اور علیجان خاں چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد اُس کا بڑا بیٹا مر گیا اور علیجان خاں اپنے باپ کے علاقے پر قابض ہوا اور اب تک کابل میں وہ جائداد اُس کے قبضہ میں ہے ؛

ہدایت خاں ۱۸۳۶ء میں چھ بیٹے چھوڑ مرا جن میں سے سب سے بڑے بیٹے محمد حسن خاں نے وزیر فتح خاں کے زیر حکم ہرات پر خدمات کیں اور جب اُس کے آقا کی آنکھیں شہزادہ کامران نے نکلوا ڈالیں تو وہ خان دل خاں اور شیر دل خاں کے ساتھ قندہار کو گیا اور چند سال وہیں رہا اور بعد ازاں اپنے چچا کے ساتھ کشمیر کو گیا۔ جب وہ کابل میں واپس آیا تو اپنے بھائی علی رضا خاں کے ساتھ رہا اور مہم افغانستان میں سرکار انگریزی کی عمدہ خدمات کیں۔ محمد حسن خاں کے دوسرے بھائی محمد حسین خاں کو محمد عظیم خاں بہت عزیز رکھتا تھا اور وہ اُس کے ماتحت ملک کشمیر میں اعلےٰ عہدہ پر ممتاز تھا۔ عظیم خاں کے مرنے کے بعد حسین خاں کابل کو واپس چلا گیا اور دوست محمد خاں کی ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۸۴۴ء میں وہ عرب کو حج کے واسطے گیا اور چند سال تک وہیں رہا۔ اب وہ کابل میں رہتا ہے۔ تیسرا بھائی حاجی محمد خاں ہے جو عظیم خاں کی وفات سے دوست محمد خاں کے حکمران ہونے تک حبیب اللہ خاں والئے کابل کا وزیر رہا تھا۔ جب دوست محمد خاں فرمانروا ہوا تو حاجی محمد خاں مکہ کو چلا گیا اور وہاں سے واپس آ کر علی رضا خاں کے ساتھ سکونت اختیار کی اور اب بھی اُسی کے ساتھ قیام

[ل] شجرہ میں علی اکبر خاں اور علی جان خاں سردار گل محمد خاں کے بیٹے درج ہوئے ہیں۔ مترجم

پذیر ہے۔

علی رضا خاں ہمیشہ اپنے موروثی علاقہ میں رہا کرتا تھا کابل میں اِس قسم کی جائداد کو "زر خرید" موروثی کہتے ہیں اور اس پر فوجی خدمات کی شرط ہوتی ہے۔ جب سرکار انگریزی کی فوج شاہ شجاع کے ساتھ ۱۸۳۹ء میں اول مرتبہ کابل میں داخل ہوئی تو علی رضا خاں جس کا شہر میں بہت رسوخ اور اقتدار تھا محکمہ کمسریٹ کا اعلےٰ گماشتہ مقرر ہوا۔ اس عہدہ پر اُس نے خوب کام دیا اور غلہ یا بار برداری کے بہم پہنچانے میں کبھی قاصر نہیں رہا۔ جب مفسدوں نے انگریزی چھاؤنی کا محاصرہ کر لیا تو علی رضا خاں سرکار انگریزی کا طرفدار رہا اور فوج کو رسد اور کپڑا بہم پہنچاتا رہا۔ جب انگریز افسر اور اُن کی لیڈیئیں اسیر ہوگئیں تو علی رضا خاں نے اُن کی قید کی سختی کم کرنے اور اُنکی رہائی میں نہایت درجہ کی کوشش کی۔ اُن کے محافظ محمد شاہ خاں غلزی کو علی رضا خاں پانچسو روپئے ماہوار دیا کرتا تھا اور اِس کے علاوہ عملہ ماتحت کو رشوت دیتا تھا تاکہ قیدیوں کے ساتھ اچھی طرح سلوک کریں اور اُن کے پاس اس کے نوکروں کو روپیہ اور کھانا اور پوشاک لے جانے دیں۔ اِس کی انسانی ہمدردی یہانتک ہی ختم نہوئی بلکہ اُس نے روپیہ دے کر قریباً ایک سو ہندوستانی سپاہیوں کو غلامی سے بچایا اور جب تک کہ فوج انگریزی دوسری مرتبہ کابل میں داخل ہوئی اُن کو اپنے گھر میں چھپائے رکھا۔

جب محمد اکبر خاں نے اسیروں کو ہزارہ اور بامیاں کے راہ خلم کو بھیجدیا تو علی رضا خاں نے جس کو اس ملک میں موروثی اقتدار حاصل تھا رئیسان ہزارہ کو روپیہ دیکر اِس بات کی ترغیب دی کہ اسیروں کو پہاڑوں کو نہ لے جانے دیں بلکہ اُس نے اپنے معتمد مرتضےٰ شاہ کو بہت سا روپیہ دے کر اس غرض سے بھیجا کہ صالح محمد خاں کو جس کی حراست میں اسیر جاتے تھے زر کی طمع دے کر اپنی جانب کرلے۔ یہ صرف

علی رضاخاں کے اقتدار اور اُس کے ذرِ خطیر خرچ کرنے کے سبب ہوا کہ قیدی بھاگ نکلے اور جنرل پولک کی فوج سے آملے جو اُن کی کمک کے واسطے بھیجی گئی تھی۔

جب اکبر خاں جنرل پولک پر حملہ کرنے کو بڑھا تو علی رضاخاں نے سرداران قزلباش کو انگریزوں کی جانب کر لیا چنانچہ لڑائی سے پہلے اُنھوں نے محمد اکبر خاں کو چھوڑ دیا اور شکست کھانے کے بعد اُن کی عداوت کے خوف سے اکبر خاں کابل واپس نہیں گیا بلکہ پہاڑ سے ہوتا ہوا ترکستان کو چلا گیا ؞

جب سرکار انگریزی کی فوج ہندوستان کو واپس آئی تو علی رضا خاں اُس کے ساتھ چلا آیا کیونکہ محمد اکبر خاں اور بارک زئیوں کو اُس سے سخت نفرت تھی اسلئے کابل میں اُس کو اپنی جان کا خطرہ تھا۔ اُس کا علاقہ مالیتی تین لاکھ روپیہ ضبط کر لیا گیا۔ اُسکے مکانات مسمار کر دئے گئے اور اُن کے مصالح سے اکبر خاں نے دو مکان اپنے واسطے تعمیر کرائے ؞

غرضکہ یہ مجمل کیفیت علی رضاخاں کی خدمات کی ہے جن سے نہایت بے غرضانہ شرافت اور بہادری پائی جاتی ہے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اور اپنی دولت حشمت، اور جائداد موروثی کھوکر علی رضاخاں تنہا جیسا شایان مردمی ہے اُس جانب رہا جس کی طرفداری کا اُس نے قول کر لیا تھا۔ مگر اُس نے اور اُس کے خاندان نے سرکار انگریزی کی ہندوستان میں بھی ایسی ہی اچھی خدمت کی ہے جیسی کہ افغانستان میں کی تھی۔ ستلج کی لڑائی میں وہ اپنے بھائیوں اور اپنی قوم کے ساٹھ سواروں کے ساتھ لشکر انگریزی میں شامل ہوا جن میں بہت سے آدمی اُس کے ساتھ جانفشانی میں شریک ہوئے تھے اور مدکی فیروز شہر اور سبھراؤں میں لڑتے رہے اور ان مقامات میں اُس کے چار سوار مارے گئے ۱۸۴۶ء میں وہ میجر ہنری لارنس کے ہمرکاب کانگڑہ اور کشمیر کو گیا اور ۱۸۴۸-۴۹ء کے مفسدہ میں اُس نے اپنے بھانجے

شیر محمد کے ماتحت خدمت گزاری کے واسطے سو سوار دئے۔ جون ۱۸۵۷ء میں جب سرکار انگریزی کو نہایت ضرورت تھی علی رضا خاں نے بخوشی خود ایک رسالہ سواروں کا دہلی میں خدمات کے لئے بھرتی کرنے کی درخواست کی چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ چونکہ اُس کا خود لاہور میں رہنا ضروری تھا اسلئے اُس نے اِس رسالہ کو اپنے بھائیوں محمد رضا خاں اور تقی خاں کے ماتحت روانہ کیا۔ اِس رسالہ کے بھرتی کرنے کے وقت اُس نے سرکار سے جس کو اُس وقت ایک ایک روپیہ بھی بہت کار آمد تھا امداد زر نہ چاہی بلکہ اپنے خرچ اور اپنے مال اور مکان کو جو لاہور میں تھے رہن رکھ کر اُس نے رسالہ بھرتی کیا اور علاوہ اپنے بھائیوں کے اُس رسالہ کے ساتھ اپنے بھتیجوں عبداللہ خاں محمد ہاشم خاں محمد زمان خاں غلام حسن خاں اور شیر محمد خاں کو بھیجا۔ یہ علی رضا خاں کا بھرتی کیا ہوا رسالہ ہوڈسن صاحب کے مشہور و معروف رجمنٹ کے ساتھ جا کر شامل ہوگیا اور ساری لڑائی میں جہاں کہیں وہ بہادر رجمنٹ بھیجی گئی عمدہ کام دیتا رہا اور ہمیشہ اُس سے نمایاں بہادری ظہور میں آتی رہی ؛

کاس گنج میں محمد تقی خاں بہادرانہ لڑتا ہوا اور کئی مفسد اپنے ہاتھ سے قتل کرنے کے بعد مارا گیا۔ علی رضا خاں کا دوسرا بھائی محمد رضا خاں اپنی نذر رجمنٹ میں نہایت بہادر سپاہیوں میں گنا جاتا تھا۔ محمد رضا خاں ملو اور شمس آباد میں دو دفعہ زخمی ہوا دو گھوڑے اُس کے نیچے مارے گئے اور لڑائی میں جس جگہ زیادہ گھمسان آ کر پڑتا تھا اُسی جگہ محمد رضا خاں نظر آتا تھا۔ لڑائی کے بعد اس کو اول درجہ کا آرڈر آف میرٹ اور سردار بہادر کا خطاب ملا اور اُس کی دو سو روپئے ماہوار کی پنشن دوامی کر دی گئی۔ محمد رضا خاں لڑائی کے بعد لکھنؤ میں فوت ہوگیا جہاں وہ رخصت لے کر گیا تھا ؛

علی رضا خاں لاہور میں آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا اور شہر میں اُس کو بہت رسوخ

حاصل تھا اور اُس رسوخ کو وہ ہمیشہ نیک کاموں میں استعمال کرتا رہا۔ کابل سے واپس آنے کے بعد اُس کو آٹھ سو روپئے ماہوار کی پنشن ملی تھی اور اُس کے بھائی محمد رضا خاں کو دو سو روپئے ماہوار کی۔ غدر کے بعد اُس کو ۱۴۷ مواضعات کی تعلقداری بھڑائچ واقع ملک اودھ میں جمعی پندرہ ہزار روپئے سالانہ عطا ہوئی۔ نیز اُسے خان بہادر کا خطاب ملا اور اُس کے بھتیجوں کو جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے اور جنہوں نے غدر میں نہایت عمدہ خدمات کیں سردار بہادر کا خطاب ملا۔ علی رضا خاں کو ۱۸۶۴ء میں اُس کی وفات سے دو سال پہلے نوابی کا خطاب مرحمت ہُوا ✤

علی رضا خاں کے تین فرزند تھے جن میں سب سے بڑا نوازش علیخاں ۱۸۴۸ء میں میجر جارج لارنس کے ساتھ پشاور میں تھا جب کہ سکھ فوج نے بغاوت اختیار کی تھی۔ نوازش علیخاں میجر صاحب کے ساتھ اخیر تک رہا اور اِس وفاداری کے سبب اُس کا مکان اور اسباب جو پشاور میں تھا تلف ہو گیا۔ اُس کا تیسرا بیٹا نثار علیخاں اودھ کے املاک کا مہتمم ہے۔ اِس جگہ اُس کو منصب آنریری اسسٹنٹ کمشنری کا ملا ہے اور اُس کے طریق عمل سے حکام نہایت خوش ہیں ✤

۱۸۶۶ء میں علی رضا خاں کے فوت ہو جانے پر نوابی کا خطاب اُس کے بیٹے نوازش علیخاں کو ملا جو اس وقت نواب ہے۔ اس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کا لائق جانشین ثابت کیا ہے۔ اپنی تمام زندگی اِس نے رفاہ عام کے کاموں میں صرف کی اور اِس امن و امان کے زمانے میں ایسا نام حاصل کیا جو پنجاب کے شرفاء میں عزت و توقیر میں سب سے بالا ہے۔ وہ ۱۸۶۸ء میں آنریری اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوا اور تین سال تک لاہور کی میونسپل کمیٹی کا پریذیڈنٹ رہا۔ ۱۸۷۸ء میں اُسے سی۔ آئی۔ ای۔ کا خطاب ملا اور اُس سے تین سال بعد کے۔ سی۔ آئی۔ ای کے خطاب سے ممتاز کیا گیا۔ ۱۸۸۰ء میں وہ لیجسلیٹو کونسل کا ایڈیشنل ممبر نامزد ہوا اور اس سے ایک سال پہلے

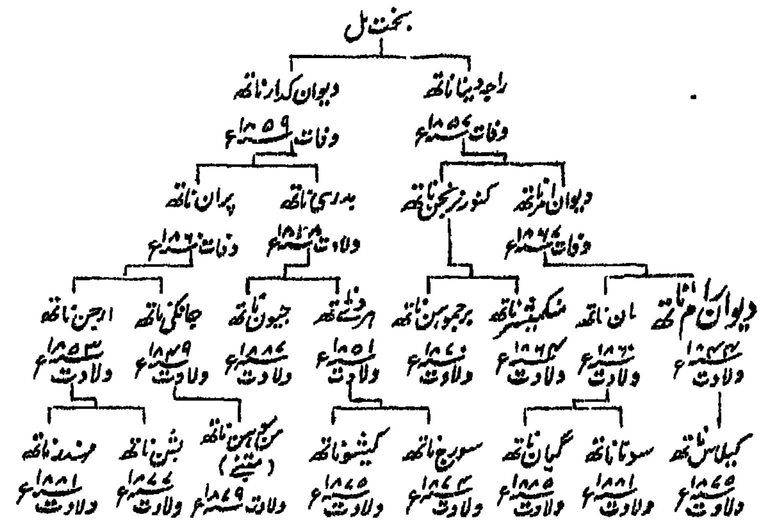
گورنمنٹ نے اُسے اراضی رکھ ملیانہ ضلع لاہور میں حقوق ملکیت عطا کئے۔

اِس طرح پچاس برس سے نواب علی رضا خاں اور اُس کا خاندان سرکار انگریزی کی دلی عقیدت سے خدمت گزاری کرتا رہا ہے کہ جس میں خود غرضی کا لوث بھی نہیں ہے۔ پیدایش سے علی رضا خاں سرکار انگریزی کی رعایا نہیں تھا مگر سارے ہندوستان میں شاید ہی کوئی خاندان ایسا ملیگا خواہ وہ احسانات اور فرض کے لحاظ سے سرکار کے ساتھ کیسا ہی وابستہ کیوں نہ ہو مگر جس نے ایسی عالی حوصلگی اور بے غرضی کے ساتھ جان اور ہر شے کو جس سے زندگی کا حظ حاصل ہو سکتا تھا خطرے میں ڈالا ہو۔ جیسا کہ علی رضا خاں کے خاندان نے کیا۔ جب تک کہ اول مہم کابل جس میں سرکار انگریزی کی فوج پر سخت مصائب پڑی یاد رہیگی اور جب تک کہ ۱۸۵۷ء کے مصائب اور آلام اور فتح و نصرت کے جلال اور عظمت کی انگریزوں کے گھروں میں کہانی رہیگی تب تک علی رضا خاں اور اُس کے خاندان کا نام تمام سچے انگریزوں کو شکرگذاری اور قدر کے ساتھ یاد رہیگا۔

حاشیہ۔ قزلباشوں کا اب بھی کابل میں بڑا زور ہے جہاں وہ آٹھ یا دس ہزار کے قریب ہیں۔ اُن کا جدا محلہ شہر کے جنوب مغرب کی طرف ہے اور بہت مستحکم ہے اور اس کا نام چنڈول مشہور ہے۔ کابل کا وزیر حال (مستوفی) قزلباش ہے اور اس قوم کے آدمی اعلےٰ عہدوں پر ممتاز ہیں اور نیز دوست محمد خاں کی والدہ اسی قوم میں سے تھی۔ کہتے ہیں کہ شاہ ایران اب فرقہ قزلباش سے اس غرض سے سازش کر رہا ہے کہ کابل کی سلطنت کو کمزور کر دے (گرفن۔ ۱۸۶۴ء)

قزلباش بمعنی "سرخ کلاہ" ترکی لفظ ہے اور بعض کے قول کے موجب اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ تیمور لنگ نے جو قیدی شیخ حیدر کو دئے تھے وہ سرخ ٹوپیاں پہنے تھے مگر ڈی ہربلوٹ صاحب اپنی کتاب ببلوتھک اورنٹیل میں جو ۱۶۹۷ء میں شایع ہوئی لکھتے ہیں کہ اس نام کی ابتدا اسمعیل سے ہے جس سے ایک خاندان شاہی کی بنیاد چلی اور جو ۹۰۶ ہجری سے ایران میں حکومت کرتا رہا۔ اسمعیل نے اپنے سپاہیوں کو سرخ ٹوپی پہننے کا حکم دیا تھا اور اُس کلاہ کے گرد ایک پگڑی بارہ تہ کی بارہ اماموں کے نام سے تعظیماً باندھی جاتی تھی اور یہ بارہ امام حضرت علی کے جانشین ہوئے تھے اور اسمعیل اپنے آپ کو بارہ اماموں کی نسل سے مشہور کرتا تھا۔

دیوان رام ناتھ



سکھوں کی سلطنت کے پچھلے زمانے میں جن لوگوں کو اقتدار حاصل ہوا اُن میں سب سے زیادہ مشہور آدمی راجہ دینا ناتھ تھا۔ اِس کی نسبت لقب ٹیلیرینڈ[1] پنجاب کا خوب موزوں کیا گیا ہے اور فے الحقیقت راجہ دینا ناتھ کا کردار اور زندگی اُس یورپ کے مدبر ملک سے بہت کچھ مشابہ تھی۔ بہت سے انقلاب جن میں اُس کے دوست اور مربی ضائع ہوئے گذر گئے خاندان شاہی کئی بنے اور کئی بگڑ گئے مگر راجہ دینا ناتھ کو کبھی اُن کی تباہی میں ضرر نہ پہنچا قتل اور خون ریزی کے اندر کبھی اُس کو جان کا جوکھوں نہیں ہوا جس وقت کہ ضبطی جائداد اور حکماً لوٹ ریاست کا قاعدہ تھا اُس وقت بھی راجہ دینا ناتھ کے مرتبہ اور اقتدار کو برابر ترقی ہوتی رہی۔ اُس کی دانائی اور دوراندیشی ایسی تھی کہ جب اور لوگوں کی نظروں میں امور مملکت کا مطلع صاف نظر آتا تھا تو اس کو آنے والے طوفان کے آثار معلوم ہو جاتے تھے جس سے وہ آگاہ ہو جاتا تھا کہ کمزور فریق یا زوال پذیر ہونے والے دوست کو ترک کر کے دوسری

[1] ٹیلیرینڈ فرانس میں ایک بڑا وزیر مدبر تھا اور کئی گردشوں میں بنا رہا۔

طرف ہو جائے ایماندار آدمی بہت سے انقلابوں میں زندہ نہیں رہتے اور راجہ دینا ناتھ کی بے وفائی اُس کی کامیابی کا باعث تھی۔ اُس کو اپنے ملک سے محبت تھی مگر حب وطن پر خود غرضی سوار تھی۔ اِس کو انگریزوں سے سخت اور دلی نفرت تھی کیونکہ انگریز اُس سے اور اس کے بادشاہ سے زیادہ شہ زور تھے مگر وہ خود غرضی سے باوجودیکہ انگریزوں سے اِسے دلی نفرت تھی اِن کی خدمت کرتا تھا جیسے کہ سیم سن فلسٹائن کی جس سے وہ متنفر تھا خدمات بجالاتا تھا۔ مگر اپنے ڈھنگ کی راجہ دینا ناتھ کو وفاداری بھی آتی تھی اور وہ اپنے رفیق کا اُس وقت تک ساتھ دیتا تھا جب تک کہ اپنے اوپر آنچ نہ آئے۔ بلکہ جب کبھی کسی دوست سے کنارہ کشی بھی کرتا تھا تو اپنی جان کے اندیشہ سے نہیں بلکہ اپنے مال اور اقتدار کے تلف ہو جانے کے خوف سے کیونکہ راجہ دینا ناتھ ہوشیار اور جری آدمی تھا مگر اُس کو ایسی اخلاقی جرأت نہ تھی کہ بلا لحاظ نتائج کے کسی حق الامر پر ثابت قدم رہے۔ وزیر مال ہونے کی حیثیت میں راجہ دینا ناتھ کی حکمت عملی صاف اور آزادانہ تھی اور سرکار انگریزی نے جو نیا انتظام محصول کا کیا تھا اُس کے فوائد کو اُس نے فوراً سمجھ لیا۔ مقامی حالات سے اُس کو نہایت واقفیت تھی اور کارگذار بھی اعلےٰ درجہ کا تھا مگر اِس خواہش سے کہ اختیار اُس کے اپنے ہی ہاتھوں میں رہے بجائے کام چلانے کے اُس کی رکاوٹ کا باعث ہو جاتا تھا۔ راجہ دینا ناتھ پکا زمانہ ساز آدمی تھا اور مزاج میں شرافت اور بُردباری تھی۔ یہ خاصہ تعلیم یافتہ تھا اگرچہ عالم نہیں تھا اور انگریزوں کے ساتھ دلیری اور بظاہر فراخدلی سے تقریر کرتا تھا جس سے طبیعت خوش ہو جاتی تھی کیونکہ ممالک مشرقی کے لوگوں میں دلیری اور صفائی دو نو چیزیں شاذ و نادر ہوتی ہیں +

راجہ دینا ناتھ کی نسبت سختی سے رائے نہیں نکالنی چاہئے کیونکہ اُس کے نقص بھی اِس زمانہ میں بعض ممالک یورپ میں مدبری کے جوہر سمجھے جاتے ہیں۔ سکھ امراء

میں سے جو نوجوان مہاراجہ دلیپ سنگھ کے تخت کے گرد کھڑے رہتے تھے ایک بھی ایسا نہ تھا جو خلوص نیت سے اپنے ملک کے نفع کے واسطے سعی کرتا ہو یا اپنا تھوڑا سا بھی ــــــ اپنے ملک کے بچانے کے واسطے گوارا کرتا ہو۔ اگرچہ راجہ دینا ناتھ اپنے ہمعصر اور ہمجنسوں کے مقابلے میں زیادہ متدین نہیں تھا تو بھی اُن سے زیادہ خیر خواہ ملک تھا۔

راجہ دینا ناتھ کا خاندان ابتدا میں کشمیر سے آیا تھا جہاں شاہ جہان کے عہد سلطنت میں اِس خاندان کے کچھ آدمی دربار میں ملازم تھے۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں بشن ناتھ کا سب سے بڑا بیٹا بھی رام کشمیر سے لاہور میں آیا اور یہاں آکر ملازم ہوگیا تھوڑے عرصے کے بعد وہ دہلی کو چلا گیا اور وہاں اُس نے اپنے چھوٹے بھائی ہر داس کو بُلا لیا اور بعد ازاں دہلی سے لکھنؤ چلا گیا جہاں وہ عرصہ تک رہا۔ اُس کا بیٹا دلارام نواب اودھ کا ملازم ہوا مگر دربار کی کسی سازش کے سبب ناچار ہوکر اُس نے نوکری چھوڑ دی۔ اُس کے بعد اس نے سرکار انگریزی کی ملازمت اختیار کرلی اور سنہ ۱۷۹۱ء میں فوج کے ساتھ میسور کو جا رہا تھا مگر راستے میں بیمار ہوکر مرگیا۔ دینا ناتھ کو جس کا باپ بخت مل دہلی میں ایک چھوٹے سے عہدہ پر محکمہ سول میں ملازم تھا دیوان گنگارام نے سنہ ۱۸۱۵ء میں لاہور بلا لیا۔ دیوان گنگارام اُس کا قریبی رشتہ دار تھا اور دربار لاہور کا سر دفتر تھا۔ جب دینا ناتھ لاہور آیا تو اُسی دفتر میں ملازم ہوا اور اس نے اپنی فہم اور کارگذاری کے سبب بہت جلد فروغ پایا۔ اول ہی اول رنجیت سنگھ کو دینا ناتھ کی طرف سنہ ۱۸۱۸ء میں بعد تسخیر ملتان توجہ ہوئی جب کہ اُس نے اُن لوگوں کی فہرست جو قابل انعام دینے کے تھے بہت جلدی اور صفائی سے تیار کی۔ تھوڑے عرصے کے بعد اس نے صوبہ ملتان کے حساب کو خوب صاف کردیا جس پر ناظم اول سکھدیال نے بہت ابتر کر رکھا

تھا۔ ۱۸۲۶ء میں جب گنگارام نے وفات پائی تو دینا ناتھ کو شاہی مہر سپرد ہوئی اور ۱۸۳۴ء میں بھوانی داس کی وفات پر وہ محکمہ سول اور مال کا افسر اعلےٰ مقرر ہوا اور ۱۸۳۸ء میں اُس کو خطاب دیوانی ملا۔ رنجیت سنگھ کو دینا ناتھ کے فیصلے پر نہایت اعتبار تھا اور مہاراجہ کی حیات کے پچھلے دنوں میں اُس کو بہت اقتدار حاصل ہوگیا تھا۔ ہر ایک عظیم معاملہ میں اُس سے مشورہ کیا جاتا تھا اور اضلاع امرتسر و دینانگر و قصور میں اُس کو ۹۰۰۰ روپئے کی جاگیرات ملیں۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ اور نونہال سنگھ کے عہد میں بھی دینا ناتھ اپنے منصب پر قائم رہا اور اور نئی جاگیریں اُس کو ملیں اور پھر مہاراجہ شیر سنگھ اُس کے ساتھ ویسے ہی مہربانی سے پیش آتے رہے۔ جب مہاراجہ کو سندھانوالیوں نے قتل کیا تو دیوان دینا ناتھ مع چند اشخاص کے مہاراجہ[1] کے پاس ہی موجود تھا اور جب راجہ ہیرا سنگھ کو حکومت حاصل ہوئی اُسوقت دیوان دینا ناتھ سے زیادہ اسکا کوئی گہرا دوست نہ تھا۔ جب ہیرا سنگھ نے اپنے چچا راجہ گلاب سنگھ سے تنازع کیا یا تنازع کا بہانہ کیا تو دیوان دینا ناتھ مع بھائی رام سنگھ اور شیخ امام الدین کے راجہ گلاب سنگھ کے ساتھ تصفیہ کے لئے جموں بھیجا گیا تھا اور اُن کی سفارت کو پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ یہ شخص جموں سے راجہ گلاب سنگھ کے بیٹے میاں سوہن سنگھ کو بطور یرغمال لائے جو تھوڑے ہی عرصے بعد ہیرا سنگھ کے ساتھ مارا گیا۔ ہیرا سنگھ کے مارے جانے کے بعد جواہر سنگھ جو ایک عیاش اور قابلِ نفرت شخص تھا اور مہارانی جنداں کا بھائی تھا برسر حکومت ہوا مگر دیوان دینا ناتھ اُس کے زمانے میں بھی اپنے منصب پر قائم رہا۔

شہزادہ پشورا سنگھ کے قتل کے بعد فوج سرکش ہوگئی اور اُس نے سردار جواہر سنگھ کے قتل کی نیت کی جس کی شہ سے پشورا سنگھ مارا گیا تھا۔ سردار جواہر سنگھ کو اس وجہ سے بہت خوف ہوا اور اس نے قلعہ میں آنے کی تیاری کی اور ۱۹

[1] جب سندھانوالیہ مکان میں داخل ہوئے اُسوقت دیوان دینا ناتھ مہاراجہ شیر سنگھ کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ جس گولی سے مہاراجہ قتل ہوا غالب ہے کہ دیوان دینا ناتھ بھی اُسی کی زد سے زخمی ہوتا یا مارا جاتا مگر بدھ سنگھ نے جو سندھانوالیوں کا وکیل اور اس سازش میں شریک تھا یہ بہانہ کرکے کہ کچھ ضروری بات کہنا ہے سے کہنی ہے اُسکو علحدہ کر لیا تھا۔

ستمبر کو جواہر سنگھ نے دیوان دینا ناتھ عطر سنگھ کالیانوالہ اور فقیر نورالدین کو فوج کے رضامند کرنے کے واسطے بھیجا۔ مگر فوج اِن سرداروں کے ساتھ بہت حقارت سے پیش آئی اور عطر سنگھ اور دینا ناتھ کو اُس نے لشکر میں قید کرلیا۔ ۲۲ تاریخ یعنے جواہر سنگھ کے قتل کے ایک دن بعد تک یہ لشکر میں مقید رہے پھر فوج نے جس پر رانی جنداں کا اسوقت بھی بہت کچھ اقتدار تھا اُن کو رہا کردیا۔ تاکہ مہارانی کے غم واندوہ میں اُسے دلاسہ دیں چنانچہ عطر سنگھ اور دیوان دینا ناتھ رانی کے ساتھ قلعے کو چلے گئے۔ جواہر سنگھ اپنی چار بیویوں کے ساتھ اُسی دن شام کو جلایا گیا اور دیوان دینا ناتھ مہارانی کی طرف سے جلانے کے وقت موجود تھا۔ اِن کمبخت عورتوں کی جو جواہر سنگھ کے ساتھ ستی ہوئی تھیں فوج نے بہت بیحرمتی کی اور ان کے زیور اور نتھیں نوچ لیں۔ ہندوؤں میں ستی بہت متبرک سمجھی جاتی ہے اور جو کچھ وہ اخیر وقت کہے وہ پیشین گوئی خیال ہوتی ہے۔ اِن عورتوں کے قدموں پر دینا ناتھ اور اور آدمی گرے اور اُن سے برکت چاہی۔ اِن ستیوں نے دینا ناتھ اور مہارانی اور اُس کے بیٹے کو دعا دی مگر فوج سکھ کو بددعا دی۔ جب اُن سے دریافت کیا گیا کہ پنجاب کا آئندہ کیا حال ہوگا تو اُنھوں نے جواب دیا کہ اِسی سال اس ملک کی آزادی چھین جائیگی خالصہ مغلوب ہونگے سکھ سپاہیوں کی بیویاں بیوہ ہوجائینگی مگر مہاراجہ اور اس کی والدہ دیر تک زندہ اور خوش رہینگے۔ یہ الفاظ قابل لحاظ ہیں چونکہ فوج اپنے آپ اپنی موت کی طرف دوڑی جاتی تھی اس لئے کسی پیشین گوئی کی ضرورت نہ تھی +

اِس کے بعد دیوان دینا ناتھ نے محسوس کیا کہ جب تک فوج کو ایسا ہی زور حاصل رہیگا اور وہ ایسی ہی مطلق العنان رہیگی تب تک نہ مجھے اور نہ کسی شخص کو جو منصب اعلےٰ پر ممتاز ہے عافیت رہیگی چنانچہ اُسنے راجہ لعل سنگھ کے ساتھ جس کی

نیت اور ارادے اسی جیسے تھے اور مہارانی سے مل کر جو اپنے بھائی کی موت کا بدلہ لینے کے پیاسی تھی فوج کو انگریزوں کے ساتھ لڑائی کی ترغیب دینی شروع کی کیونکہ ان سب کو یہ توقع تھی کہ اس لڑائی سے فوج بچکر واپس نہ آئیگی۔ فوج کو اشتعالک دلانے کی غرض سے بڑی کوشش سے افواہیں اڑائی گئیں اور مشہور کیا گیا کہ جو بدنظمی پنجاب میں ہو رہی ہے اس کے سبب سرکار انگریزی یہ فائدہ اٹھانا چاہتی ہے کہ ملک کو تاخت و تاراج کر ڈالے۔ خبریں اڑائی گئیں کہ لال کورتیوں کی پلٹن پر پلٹن چلی آتی ہے بلکہ بعض پلٹنیں اس وقت ستلج کے پار آنے کی تیاری کر رہی ہیں۔ جب فوج کی طبائع بخوبی بھڑک گئیں تو نومبر کے شروع میں شالامار باغ میں ایک بڑی کونسل ہوئی اور اس میں دیوان نے ایسی فصاحت عیاری اور جوش سے تقریر کی کہ جو لوگ موجود تھے سب نے متفق الرائے ہو کر جنگ کا اعلان کر دیا۔ اس لڑائی کا جو نتیجہ ہوا بخوبی سب کو معلوم ہے اور راجہ دینا ناتھ نے ۹ مارچ ۱۸۴۶ء کو اس عہدنامہ پر دستخط کئے جس کے رو سے علاقہ پنجاب کا عمدہ حصہ سرکار انگریزی کے حوالہ کیا گیا۔ اگرچہ انگریزوں کے لاہور میں رہنے کی نسبت دیوان دینا ناتھ کی نیت بخوبی معلوم تھی مگر وہ ایسا بیوقوف نہ تھا کہ علانیہ کچھ ناخوشی ظاہر کرتا بلکہ درحقیقت اس کی یہ خواہش تھی کہ جب تک دربار لاہور بلا امداد غیرے قائم رہنے کی طاقت حاصل کرے لاہور میں انگریز بیٹھے رہیں۔

جب مئی ۱۸۴۶ء میں قلعہ کانگڑہ کی سپاہ نے سرکشی کی اور صاحب ایجنٹ گورنر جنرل بذات خود قلعہ پر قبضہ کرنے کے واسطے گئے تو دینا ناتھ کو حکم ہوا کہ وہ بھی ان کے پیچھے وہاں پہنچے تاکہ اگر ممکن ہو تو قلعہ کے دیوان کو اچھی طرح سے فہمائش کرے کہ وہ راہ راست پر آ جائیں۔ زمانہ سابق میں رنجیت سنگھ نے اس قلعہ کی سپاہ کو حکم دے رکھا تھا کہ اس [illegible] سوائے مہاراجہ۔ دینا ناتھ۔ فقیر

عزیز الدین یا مصر بیلی رام کے اور کسی کے لئے نہ کھولیں مگر اِس موقع پر یا تو دیوان کے رعب داب میں فرق آگیا تھا یا اُس کی نیت میں نہیں تھا کہ وہ دروازے کھلوانے پر زور دے چنانچہ دیوان کے آنے سے پندرہ روز بعد تک قلعہ خالی نہیں کیا گیا۔ شاید محاصرے کی بھاری توپیں جو میدان سے لائی گئی تھیں بہ نسبت دیوان کے کہنے سننے کے زیادہ تر قلعہ کی فتح کا باعث ہوئیں +

دسمبر ۱۸۴۶ء میں راجہ لعل سنگھ وزیر کے مقدمہ دغا بازی کے دوران میں دیوان دینا ناتھ نے دربار کی جانب سے اُس کی طرف سے بہت چالاکی اور مستعدی سے جوابدہی کی باوجودیکہ اُس کے جرم کا ثبوت نہایت قوی تھا۔ راجہ لعل سنگھ کی معزولی کے بعد اختیارات انتظام سلطنت عارضی طور پر سردار تیج سنگھ سردار شیر سنگھ فقیر نورالدین اور دیوان دینا ناتھ کو تفویض ہوئے اور تھوڑے عرصے کے بعد چار شخص ذی اقتدار اور شامل کئے گئے اور یہ سب بماتحتی نواب گورنر جنرل بہادر کونسل آف ریجنسی قرار دئے گئے۔ بلاشبہ اِس کونسل میں نہایت لائق رُکن دیوان دینا ناتھ تھا اور اگرچہ بوجہ افسری محکمہ مال سرکار کا نقصان کرکے ثروت حاصل کرنے کا اُسے بہت موقع تھا اور ہر ایک وجہ سے یقین کیا جاتا ہے کہ اِن اختیارات سے اُس نے فائدہ بھی اُٹھایا تاہم اُس نے بمقابلہ اوروں کے زیادہ بے غرضی سے کام کیا اور صاحب رزیڈنٹ لاہور کو بہت مدد دی۔ بغیر اُس کے سُلجھے ہوئے دماغ اور کارگذاری کے شاید دربار کے حساب کا سمجھنا ناممکن ہوتا اور بعد الحاق پنجاب اُس کی امداد معاملات مال و جاگیرات میں نہایت قیمتی تھی۔ اِس زمانے میں دیوان دینا ناتھ سے لوگ راضی نہ تھے۔ پچھلی وزارتوں کے زمانے میں جو فضول خرچیاں ہوئی تھیں اُن کے سبب سے تخفیف خرچ لابدی تھی اور سکھ سرداران

اور سکھ فوج کو یہ تخفیف بہت ناگوار تھی چنانچہ دیوان دینا ناتھ اور سردار تیج سنگھ کو اس ناخوشی کا پورا حصہ ملا۔ نومبر ۱۸۴۷ء میں دیوان دینا ناتھ کو منصب جلیل راجگی کلانور عطا ہوا اور ذیل کا اعزازی خطاب ملا۔ امارت و ایالت دستگاہ خیر اندیش دولت عالیہ دیانت دار مشیر خاص مدار المہام۔ اسی وقت اس کو علاقہ کلانور میں بیس ہزار روپے کی جاگیر بھی عطا ہوئی۔ اپریل ۱۸۴۸ء میں دیوان مولراج ناظم ملتان نے بغاوت کی۔ ستمبر ۱۸۴۶ء میں دیوان دینا ناتھ دیوان مولراج کو لاہور لانے کے واسطے بھیجا گیا تھا اور بہت کچھ اسی کی وساطت سے ناظم مذکور کے ساتھ خاطر خواہ بندوبست ہوا مگر مولراج وزراء سے اور خصوصاً راجہ دینا ناتھ سے شروع ۱۸۴۷ء تک شرائط عہد نامہ کے بدلنے کے واسطے توڑ جوڑ کرتا رہا۔ لاہور میں جب پہلے ہی ملتان کے فساد کی خبر پہنچی تو راجہ دینا ناتھ کو دربار کی طرف سے مع سردار عطر سنگھ کالیانوالہ جو غیر آئین فوج کا کمان افسر تھا ملتان جانے کا حکم ہوا مگر تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ واپس طلب کیا گیا۔ جب سردار چتر سنگھ اٹاری والہ نمک حرام ہو گیا اور سردار جھنڈا سنگھ بٹالیہ جو اس کی فہمایش کے واسطے بھیجا گیا تھا ناکام رہا تو صاحب رزیڈنٹ نے راجہ دینا ناتھ کو سردار چتر سنگھ کے سمجھانے کے لیئے بھیجا۔ مگر راجہ دینا ناتھ کی فہمایش بھی مثل سردار جھنڈا سنگھ کی کارگر نہ ہوئی کیونکہ اس نے فوج خالصہ کی حمایت پر پختہ منصوبہ کر لیا تھا کہ ایک مرتبہ اور جنگ کر کے قسمت آزمائی کرے۔ بعض لوگ ایسے بھی تھے جو کہتے تھے کہ خود راجہ دینا ناتھ دل سے نمک حرام تھا اور اس نے خود اس فساد کی ترغیب دی تھی اور اگر وہ صاحب ثروت نہ ہوتا اور اس کے مکانات اور باغات اور کئی لاکھ روپیہ لاہور میں نہ ہوتا جو آسانی ضبط ہو سکتے تھے تو وہ بلا تامل مفسدوں کے ساتھ شامل ہو جاتا مگر یہ کہانیاں شاید

اس کے دشمنوں نے بنالی تھیں۔ یہ بات تحقیق ہے کہ جب وہ لاہور میں
واپس بلایا گیا تو اس نے حکام کی خواہشوں کے مطابق مفسدوں کی جائداد
ضبط کرنے اور ان کی تجویزوں کو ملیامیٹ کرنے میں سرگرمی سے کام کیا*

الحاق پنجاب کے بعد راجہ دینا ناتھ کی کل جاگیرات جمعی ۴۶۴۶۰ روپئے
واگذار رہیں اور ان جاگیرات پر وہ اپنی وفات یعنے ۱۸۵۷ء تک قابض رہا۔
اس کے سب سے بڑے بیٹے امرناتھ کی اپنے باپ کی حیات میں ہی بارہ
سو روپئے سالانہ پنشن مقرر ہو گئی تھی۔ راجہ کے مرنے کے بعد یہ پنشن بڑھا کر چار
ہزار روپئے سال کی کر دی گئی اور دیوان امرناتھ کی وفات پر اس کے بیٹے
دیوان رام ناتھ کو چار ہزار روپئے سال کی دوامی جاگیر عطا ہوئی اور یہ حکم ہوا کہ
اس کی اولاد میں یہ جاگیر بڑے بیٹے کو ملا کرے گی۔ امرناتھ اپنے باپ سے خوش
نہ تھا کیونکہ اس کے باپ نے ستلج کی لڑائی کے زمانے میں اس کو غیر آئین
فوج کی بخشی گری سے برخاست کر دیا تھا۔ راجہ کی وفات کے بعد امرناتھ
نے اس کے ترکہ میں سے حصہ لینے سے انکار کیا چنانچہ وہ ترکہ اس کے چھوٹے
بیٹے نرنجن ناتھ کو ملا۔ مگر راجہ نے بھی ایک وصیت میں اپنی سب ذاتی جائداد
اپنے پیارے بیٹے نرنجن ناتھ کے نام لکھ دی تھی*

امرناتھ لئیق آدمی تھا۔ شاید تمام پنجاب میں ایسا فارسی کا شاعر کوئی نہ تھا اور
اس کے بعض اشعار بہت نفیس ہیں۔ ۱۸۵۸ء میں اس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ
کے عہد سلطنت کی تاریخ شائع کی۔ اگرچہ اہل فرنگ کے مذاق کے مطابق اس
کتاب کی عبارت اور انشاء پردازی نہ ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ الحاق
پنجاب کے زمانہ سے اب تک کسی دیسی مصنف نے ایسی دلچسپ اور بیش بہا
کتاب نہیں لکھی*

راجہ دینا ناتھ کا بھائی دیوان کدارناتھ کئی سال تک دربار لاہور کا ملازم رہا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ نے اُس کو دیوانی کا خطاب بخشا تھا اور الحاق پنجاب کے بعد اُس کو چھ ہزار روپئے کی پنشن ملی۔ یہ دیوان ۱۸۵۹ء میں دو بیٹے چھوڑ کر فوت ہو گیا اُن میں سے بڑا بیٹا بدری ناتھ مہاراجہ جموں کی کونسل کا ممبر تھا۔

اس کا دوسرا بیٹا پران ناتھ سوڑیاں کا تحصیلدار تھا اور جب وہ تحصیل اجنالہ کو منتقل کیگئی وہ وہاں تبدیل ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں وہ اجنالہ میں تھا۔ ۳۱ جولائی کو ۲۶ ویں ولیسی پلٹن کے قریب پانسو غیر مسلح سپاہی جنہوں نے ایک روز پہلے لاہور میں باغی ہو کر چار خون کئے تھے دریا سے راوی کے بائیں کنارے پر متصل بالا گھاٹ وارد ہوئے اور دریا کے عبور کرنے کی تیاری کرنے لگے مگر اس اثناء میں پران ناتھ نے گاؤں کے آدمی اور پولس کو جمع کر کے مفسدوں پر دلاوری کے ساتھ حملہ کیا اور قریب ۱۵۰ آدمیوں کے قتل کرڈالے۔ تھوڑی ہی دیر بعد صاحب ڈپٹی کمشنر امرتسر مع سردار جودھ سنگھ برسر موقع پہنچگئے اور باقی مفسد جو دریا کے اندر ایک ٹاپو میں جا بیٹھے تھے گرفتار کر کے قتل کئے گئے یہ کام ایسی مستعدی سے ہوا کہ اس سے علاقہ سخت خطرہ سے بچ گیا۔ پران ناتھ ۱۸۶۰ء میں دو بیٹے چھوڑ کر مر گیا یہ دونوں لڑکے اپنے چچا کے پاس جموں میں رہتے ہیں۔

راجہ دینا ناتھ نے اپنے صرف سے ایک شوالہ لاہور میں کوتوالی کے متصل بنوایا اور اُس کے اخراجات کے لئے اپنی جاگیر میں سے پانسو روپئے سال کی جاگیر علیحدہ کر دی۔ یہ جاگیر اب بھی دوام کے لئے واگذار ہے۔ راجہ نے ایک اور شوالہ وزیر خاں کی مسجد کے متصل بنوایا۔ راجہ دینا ناتھ نے ضلع

ہوشیار پور میں بھی اچنت پورنی دیوی کے مندر کے پاس ایک بڑا تالاب بنوایا اور ایک تالاب دیوی پورہ میں متصل شالہ مار تعمیر کرایا اور اس کے ساتھ ایک بڑا مکان پوجاریوں اور مسافروں کے ٹھہرنے کے لئے طیار کرایا۔ راجہ نے منسارام رازدان اپنے گورو کا استھان بھی ازسرِ نو بنوایا اور موضع کوٹلہ اور چھوانل جمعی ۲۲۰۰ روپیہ اُس استھان کے نام وقف کردئے۔ منسا رام رازدان کی کشمیری پنڈت بہت تعظیم کرتے ہیں جس کو مرے چالیس برس کے قریب ہوئے ہیں۔

دیوان امرناتھ ۱۸۶۷ء میں دو بیٹے دیوان رام ناتھ اور پنڈت مان ناتھ چھوڑ مرا۔ دیوان امرناتھ کی سالم چار ہزار کی پنشن دیوان رام ناتھ کے نام جاری رہی اور اُس کی مرضی پر چھوڑا گیا کہ اگر چاہے تو اُسے جاگیر میں تبدیل کرالے۔ قابض حال کی وفات پر بہرحال یہ پنشن حکماً جاگیر کی صورت میں تبدیل ہو جائیگی۔

دیوان رام ناتھ ۱۸۶۳ء سے پنجاب گورنمنٹ کا ملازم ہے۔ ۱۸۶۹ء میں وہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوا اور ۱۸۸۲ء میں اکسٹرا جوڈیشل اسسٹنٹ کے عہدے پر ترقی یاب ہوا۔ ۱۸۸۴ء میں جب صیغۂ جوڈیشل کی ازسرنو ترتیب ہوئی تو سر چارلس ایچیسن لفٹننٹ گورنر پنجاب نے اُسے ڈسٹرکٹ ججی کے لئے منتخب فرمایا جو پنجاب کمیشن کے اعلےٰ عہدوں میں سے ایک ہے۔ اِس عہدہ پر اب وہ ضلع جالندھر میں تعینات ہے۔ وہ وائسریگل درباری ہے اور اپنے باپ کے منبر بیٹھتا ہے اور پنجاب یونیورسٹی کا فیلو بھی ہے۔ تنخواہ اور خاندانی وظائف ملا کر اُس کو ۱۶۰۰۰ روپئے سال کی آمدنی ہے۔ ۱۸۵۵ء میں اُسکی شادی پنڈت کدارناتھ دہلوی کی لڑکی سے ہوئی۔ پنڈت کدارناتھ ایک وقت میں

تحصیلدار پرگنہ اجنالہ ضلع امرتسر بھی رہ چکا ہے۔ دیوان رام ناتھ کا ایک لڑکا ہے جس کا نام کیلاس ناتھ ہے اور یہ سنہ ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوا اور ایک لڑکی بھی ہے جس کی پنڈت سورج نرائن برادرزادہ پنڈت رتن لعل سب جج باندا سے شادی ہوئی ہے ٭

دیوان رام ناتھ کا چھوٹا بھائی پنڈت مان ناتھ سنہ ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۸۸۱ء میں اُس کی شادی مرحوم پنڈت موتی لعل سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی لڑکی سے ہوئی۔ پنڈت مان ناتھ اپنے رشتہ دار دیوان جانکی ناتھ سابق گورنر کشمیر کا پرائیویٹ سکرٹری ہے۔ انگریزی اور فارسی میں اُسے اچھی استعداد ہے اور وہ پنجاب یونیورسٹی کا گریجویٹ ہے۔ اُس نے ممالک مغربی وشمالی کے امتحان وکالت میں تمیز کامیابی حاصل کی ہے ٭

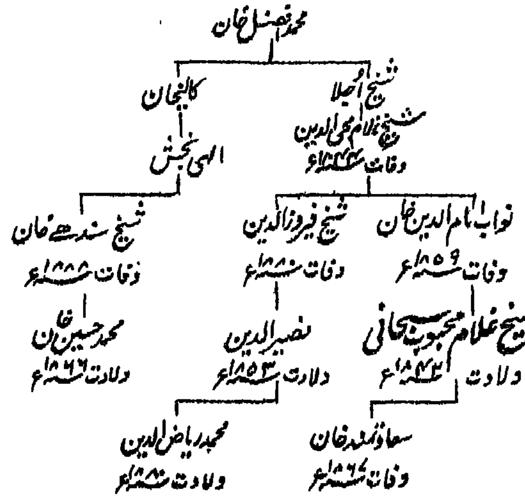
راجہ دینا ناتھ کے دوسرے بیٹے نرنجن ناتھ[ف] کے دو بیٹے ہیں منکیشر ناتھ جو سنہ ۱۸۶۴ء میں پیدا ہوا اور برج موہن ناتھ جو سنہ ۱۸۶۷ء میں تولد ہوا۔ بڑے کی شادی پنڈت اجودھیا ناتھ آنریری مجسٹریٹ لکھنو کی بیٹی سے ہوئی ہے اور چھوٹے کی پنڈت ہردے نرائن منصف کی لڑکی سے ہوئی ٭

دیوان کدار ناتھ کا بیٹا پران ناتھ سنہ ۱۸۶۴ء میں دو بیٹے جانکی ناتھ اور ارجن ناتھ چھوڑ مرا۔ یہ دونوں سرکار جموں میں اپنے چچا دیوان بدری ناتھ کے پاس رہتے ہیں جو ریاست کے اعلے اہلکاروں میں ہے۔ جانکی ناتھ اور ارجن ناتھ دونوں ریاست جموں میں ملازم ہیں ٭

دیوان بدری ناتھ کے دو بیٹے ہیں۔ بڑا ہردے ناتھ کسی جگہ ملازم نہیں ہے۔ دوسرا منموہن ناتھ نابالغ ہے جس کو جانکی ناتھ برادرزادہ بدری ناتھ نے اپنا متبنےٰ کر لیا ہے ٭

[ف] سنہ ۱۸۹۳ء میں فوت ہوا

شیخ غلام محبوب سبحانی



شیخ اُجلا قوم کلال سردار [illegible] سنگھ ہوشیار پور والے کی ملازمت میں ایک منشی تھا۔ اُس کا بیٹا غلام محی الدین ابھی تھوڑی ہی عمر کا تھا کہ مشہور و معروف جنرل محکم چند کے بیٹے دیوان موتی رام کو اُس پر توجہ ہوئی۔ دیوان موتی رام نے اُس کو اپنے پسر دوم شیودیال کے پاس متعین کیا۔ شیودیال کے پاس غلام محی الدین نے جلد فروغ پایا اور شیودیال کے کل کاروبار غلام محی الدین کے اہتمام میں تھے اور شیودیال کے دونوں بھائی رام دیال اور کرپا رام بھی غلام محی الدین پر نظر عنایت اور اُس کے فائدوں کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے +

سنہ ۱۸۲۳ء میں جب محمد عظیم خاں کابل سے سکھوں پر حملہ کرنے کی نیت سے پشاور کی طرف آیا اُس وقت رنجیت سنگھ کی یہ خواہش ہوئی کہ اگر ممکن ہو سکے تو افغان بلا جنگ واپس چلے جائیں۔ کرپا رام نے غلام محی الدین کو مہاراجہ کے حضور میں پیش کیا کہ یہ شخص اس معاملہ کو بخوبی سر انجام دیگا چنانچہ

غلام محی الدین نے محمد عظیم خان کے پیر کو طمع دے کر اپنی طرف کر لیا اور
اُس پیر نے محمد عظیم خاں کو یہ بات سمجھائی کہ سکھ اُس کے اہل و عیال
اور خزانہ پر جو مچنی میں تھا عمل دخل کر لینا چاہتے ہیں اور اُسے اُس کے محفوظ
کرنے کے لیئے واپس چلے جانے کی ترغیب دی۔ یار محمد خاں برادر محمد عظیم
خاں بھی سکھوں کے دباؤ میں تھا اور نتیجہ یہ ہوا کہ فوج افغان جلدی سے تتر بتر
ہوگئی اور حالت پریشانی میں مچنی اور جلال آباد کو چلی گئی - مہاراجہ رنجیت سنگھ
نے پشاور پر قبضہ کر لیا اور اُس جگہ زیادہ رہنا خلاف مصلحت سمجھ کر ملک کو یار محمد
خاں اور دوست محمد خاں کے درمیان تقسیم کر دیا اور خود لاہور کو واپس چلا
آیا۔ مہاراجہ کی واپسی سے پہلے غلام محی الدین خاں مہاراجہ کی طرف سے
محمد عظیم خاں کے پاس بطور سفارت کے بھیجا گیا۔ غلام محی الدین نے سردار
موصوف کو پشاور کی فتح اور اُس کے دو بھائیوں میں جنھوں نے اُس کے
ساتھ دغا کی تھی تقسیم ہو جانے کی اطلاع دی اور اس خبر سے محمد عظیم خاں
کو ایسا غم و اندوہ اور غصہ پیدا ہوا کہ وہ بیمار پڑ گیا اور ۲۲ روز کے بعد مر گیا۔

سنہ ۱۸۲۷ع میں غلام محی الدین اپنے مربی کرپارام کے ساتھ کشمیر گیا جہاں
وہ ناظم مقرر ہوا تھا۔ شیخ غلام محی الدین کرپارام کی طرف سے مختار کل ہوا اور
اپنے اختیارات کو اُس نے نہایت ظلم اور بے رحمی سے برتا۔ سنہ ۱۸۳۱ع میں
جب کرپارام راجہ دھیان سنگھ کی عداوت کے سبب کشمیر سے واپس بلایا گیا تو
غلام محی الدین بھی لاہور طلب ہوا اور یہاں اُس پر جرمانہ ہوا اور قید کیا گیا لیکن
اُسی سال کچھ عرصے کے بعد غلام محی الدین پھر شہزادہ شیر سنگھ کے ساتھ جو کرپارام
کے بعد کشمیر کا ناظم مقرر ہوا تھا بطور نائب اور کارندہ گیا۔ شہزادہ کاروبار مملکت
سے کچھ محض ناواقف تھا اسلیئے شیخ غلام محی الدین کو پہلے سے بھی زیادہ اختیار

حاصل ہو گیا اور وہ پہلے کی نسبت بہت زیادہ ظلم وستم کرنے لگا۔ رعایا اُسکے ظلم سے سخت نالاں تھی اور اُس پر طرہ یہ ہوا کہ سنہ ۱۸۳۲ء میں کشمیر میں کال پڑ گیا۔ شیخ غلام محی الدین پھر لاہور طلب ہوا اور اس پر جرمانہ کیا گیا۔ اُس نے تعداد زر جرمانہ کی نسبت عذر کیا اور بیان کیا کہ اتنا جرمانہ دینے کا مجھے ہرگز مقدور نہیں ہے اس پر مہاراجہ نے مصر روپ لعل کو حکم دیا کہ شیخ کی جائداد جو ہوشیارپور میں تھی ضبط کرے۔ وہاں سے قریب ساڑھے نو لاکھ روپیہ کے چھپا ہوا برآمد ہوا۔ شیخ نے قسمیں کھائیں کہ یہ روپیہ میرے باپ نے سردار بھوپ سنگھ کی ملازمت میں جمع کیا تھا مگر اُس کی قسمیں کون مانتا تھا کیونکہ رنجیت سنگھ خوب جانتا تھا کہ اُس چھوٹے سے سردار نے اپنی زندگی بھر میں کبھی ایک لاکھ روپئے کی صورت بھی نہیں دیکھی تھی اور یہ روپیہ شیخ نے فاقہ کش کشمیریوں سے اینٹھا تھا۔ مہاراجہ نے کُل روپیہ ضبط کر لیا اور علاوہ اس کے [illegible] ہزار روپیہ شیخ پر جرمانہ کیا *

غلام محی الدین کچھ عرصہ تک بیکار رہا بعد ازاں بھائی رام سنگھ نے اِس نیت سے کہ نونہال سنگھ کے پاس میرا ایک ایسا لائق دوست بنا رہے جو میرے دشمن دیوان حاکم رائے کے زور کو چلنے نہ دے اُسے شہزادہ موصوف کی خدمت میں مقرر کرا دیا۔ شہزادہ کے پاس رہکر غلام محی الدین اُس کا بہت جلد مورد الطاف ہو گیا اور وہ پشاور کو شہزادہ کے ہمرکاب گیا اور اس کا خاص مشیر مال ہو گیا۔ ۱۸۳۹ء میں غلام محی الدین دوآبہ جالندھر کا ناظم مقرر ہوا اور سال آئندہ کے موسم گرما میں جنرل ونتورا کے ہمراہ راجپوتان منڈی کے مطیع کرنے کے واسطے بھیجا گیا۔ فوج کی کارگذاری سست رہی اسلئے ستمبر ۱۸۴۰ء میں سردار اجیت سنگھ سندھاں والیہ کو اور فوج دے کر امداد کے واسطے بھیجا گیا *

جب نونہال سنگھ پانچویں نومبر کو مارا گیا تو شیخ کوہستان میں تھا مگر وہ جلد لاہور کو واپس چلا آیا اور مرحوم شاہزادہ کی ماں مائی چند کور کی جانب ہو گیا۔ جب شیر سنگھ تخت نشین ہوا تو غلام محی الدین نے یہ عذر کیا کہ میری مخالفت میرے آقا متوفی کے حق نمک ادا کرنے کے باعث تھی اور اس طرح پر مہاراجہ کو اپنی صداقت کا ایسا یقین دلایا کہ جب جنرل میہاں سنگھ ناظم کشمیر کے اپنی ہی فوج کے ہاتھ سے ۱۷۔ اپریل ۱۸۴۱ء کو مارے جانے کی خبر پہنچی تو غلام محی الدین اُس کی جگہ ناظم کشمیر مقرر کر کے بھیجا گیا۔ شیخ فوراً کشمیر کی طرف روانہ ہوا اور اُس کا بیٹا امام الدین منڈی سے دوآبہ جالندھر کی نظامت کے واسطے بلایا گیا۔

غلام محی الدین کے ہمراہ راجہ گلاب سنگھ کشمیر میں امن قائم کرنے کے واسطے بھیجا گیا۔ راجہ موصو[redacted]اُس کے اپنے پہاڑی آدمیوں کی فوج تھی اور غلام محی الدین کے ساتھ جالندھر[redacted]جی نہ بستے تھے جو قریباً مسلمان تھے۔ فوج ہزارہ اور افغانان پکھلی اور دھتور جو سرکش ہو گئے تھے تھوڑی سی لڑائی کے بعد مطیع ہو گئے اور آخر کار باغیان کشمیر کو شکست دی گئی اور اُن کے ہتھیار چھین کر برطرف کیا گیا۔ شیخ نے جو گویا دربار لاہور کی نسبت زیادہ تر راجہ گلاب سنگھ کی طرف سے ناظم تھا نئی پلٹنیں بھرتی کیں جس میں کچھ تو اُس نے پہاڑی راجپوت بھرتی کئے جو راجہ گلاب سنگھ کی رعایا تھے اور کچھ مسلمان نوکر رکھے۔ چونکہ خود شیخ مسلمان تھا اس لئے اُس زمانہ میں کشمیر میں سکھوں کی حکومت بہت کچھ راجہ گلاب سنگھ کی ایمانداری پر منحصر تھی۔

علاقہ کوہستان میں سب سے سربرآوردہ آدمی سلطان زبردست خاں راجہ مظفرآباد تھا۔ اُس کا دارالریاست جس میں تھوڑی سی سکھوں کی قلعہ والی فوج تعینات تھی ہزارہ اور کشمیر کے راستہ پر واقع تھا۔ یہ شخص دربار لاہور

اور مہاراجہ شیر سنگھ کا خیر خواہ تھا اور اُس نے کشمیر کی بغاوت فرو کرنے میں اچھی خدمت کی تھی۔ مہاراجہ شیر سنگھ کی وفات کے دو مہینے بعد اِس رئیس کو جبکہ وہ مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا غلام محی الدین نے دغابازی سے گرفتار کر کے قید کر دیا اور اُس کی جاگیر ضبط کر لی ؛

اِسی عرصے میں گلاب سنگھ اور اُس کے بھتیجے ہیرا سنگھ میں باہم تنازع برپا ہوا اور گلاب سنگھ نے ہر طرح سے یہ کوشش کی کہ کشمیر اور کوہستان کے لوگ میرے ساتھ متفق ہو جائیں۔ اِس تدبیر میں گلاب سنگھ کسی قدر کامیاب ہوا اور بہر حال اُس نے رئیسان کوہستان اور مسلمانوں کو اُن کی اپنی قوت اور سکھوں کی کمزوری ایسے صریح طور پر دکھائی کہ انہوں نے ارادہ کر لیا کہ ہم اپنی آزادی کے لئے مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ اگست ۱۸۴۶ء میں حبیب اللہ خاں رئیس پکھلی نے کھوڑی کی سکھوں کی قلعہ والی جمعیت پر حملہ کیا مگر غلام محی الدین نے فوج کی مدد کے واسطے پانسو آدمی بھیجے جس نے سرکشوں کو شکست دی اور اُن کے سردار کو قتل کر ڈالا۔ تھوڑے عرصے کے بعد راجہ سلطان خاں رئیس کھوڑی نے حبیب اللہ خاں کے بیٹے اور دیگر پہاڑی رئیسوں کے ساتھ کھوڑی پر حملہ کر کے اُس پر قبضہ کر لیا اور اکتوبر میں مظفر آباد کی طرف روانہ ہو کر قلعوں پر حملہ کیا۔ غلام محی الدین نے تقریباً کل سکھ فوج جو اُس کے پاس تھی مظفر آباد کے بچانے کے واسطے بھیجی مگر اِس فوج کو سرکشوں نے حملہ کر کے شکست دے دی اور انہوں نے شہر کو جلا دیا اور جن سکھ قیدیوں نے مسلمان ہونے سے انکار کیا اُن کو قتل کر ڈالا۔ اب راجہ زبردست خاں کا بیٹا اور راجگان دوپٹہ اور اوری سرکشوں سے جا ملے اور اُن کو ایسی طاقت حاصل ہو گئی کہ انہوں نے نومبر میں بارامولہ اور پرگنہ شیو پور پر جو دارالریاست کشمیر کے متصل ہے قبضہ

کر لیا ✦

غلام محی الدین نے اسوقت پہلی مرتبہ دربار لاہور کو بغاوت کی اطلاع دی جنرل گلاب سنگھ پہوونڈیہ کو جو پشاور کی طرف جاتا تھا حکم ہوا کہ اپنی فوج لے کر کشمیر کو روانہ ہو جاتے۔ پونچھ اور جموں کے راہ سے بھی کمک بھیجی گئی مگر جو فوج راجہ گلاب سنگھ نے بھیجی تھی وہ برف کے بہانے سے تھوڑی دور چل کر رک گئی لیکن حقیقت میں وجہ یہ تھی کہ راجہ گلاب سنگھ دل سے مدد دینی نہیں چاہتا تھا تاوقتیکہ اُس کو خود کچھ فائدہ نہ حاصل ہو جاتے۔ مطلب اُس کا یہ تھا کہ کا نہاے نمک کا ٹھیکہ اُس کے پاس رہے ہزارہ پھر واپس مل جائے اور بعض سردار مثل چتر سنگھ اٹاریوالہ کے جنہوں نے پچھلی تکرار میں اُس کی طرفداری کی تھی پھر مورد الطاف ہو جائیں ✦

جو فوج پونچھ کی راہ سے روانہ ہوئی تھی اُس کا کمان افسر غلام محی الدین کا بیٹا امام الدین تھا۔ یہ نوجوان اگرچہ ڈیرہ جات میں شہزادہ نونہال سنگھ کے ماتحت رہا تھا لیکن پہلے کبھی کسی لڑائی میں اُسے شریک ہونے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اور نہ اُسے کوئی جنگی اعزاز حاصل تھا کشمیر کی مہم میں یہ نہایت پس و پیش سے شامل ہوا اور صرف اِس اقرار پر جانے کو راضی ہوا کہ کوئی سکھ فوج اُسکے ساتھ نہ بھیجی جائے کیونکہ سکھوں کی فوج اُس سے اِس وجہ سے نفرت کرتی تھی کہ اُسے بھائی گورمکھ سنگھ اور مصر بیلی رام کا قاتل[1] سمجھتی تھی ✦

[1] سندنا نوابیوں کے نیست و نابود کر دینے کے بعد راجہ ہیرا سنگھ نے بھائی گورمکھ سنگھ مصر بیلی رام اور اُسکے بھائی رام کشن کو گرفتار کر کے امام الدین خاں کے حوالہ کر دیا۔ امام الدین خاں نے اُن کو اپنے مکان کے پاس اصطبل میں قید رکھا اور اُسی جگہ چند روز کے بعد یہ تینوں شخص مارے گئے ✦

بھائی گورمکھ سنگھ راجہ دھیان سنگھ کا جانی دشمن تھا اور کچھ عجب نہیں کہ ہیرا سنگھ اُسکے قتل کے درپے تھا لیکن مصر بیلی رام اور اُسکا بھائی اگرچہ راجہ دھیان سنگھ کی حکمت عملی کے مخالف تھے لیکن بے آزار آدمی تھے اور لوگ اُن سے بہت محبت رکھتے تھے۔ اُن کی موت سراسر وحشیانہ و غیر ضروری تھی۔ مسٹر ریپل جو ۱۸۴۶ء میں غلام محی الدین کی جائداد کے ضبط کرنے کے واسطے مامور ہوا تھا مصر بیلی رام کا بھائی تھا مصر بیلی رام کے قتل سے قیاس کیا جاتا ہے کہ بہ نسبت راجہ ہیرا سنگھ کے زیادہ تر شیخ غلام محی الدین کا انتقام پورا ہوا ✦

اِس اَثنا میں کشمیر کو سرکشوں نے ایک سرے سے دوسرے تک تاخت و تاراج کر ڈالا اور غلام محی الدین قلعہ ہری پربت میں بند ہوا۔ مسلمان فوج باغی ہو گئی تھی پہاڑی راجے منحرف ہو گئے تھے اور سکھوں کو معلوم ہوا کہ جو فتح نہایت مشکل سے حاصل ہوئی تھی اُسی کا پھر دوبارہ سامان کرنا پڑیگا۔

پاکھلی اور دھمتور کے یوسف زایوں اور کھکہ اور بمبہ قوموں میں یہ وبی بغاوت تھی اور ایک آدمی پیدا ہوا جس نے اپنے آپ کو سیدؐ کا خلیفہ مشہور کیا اور اُس کے ساتھ اِس وادی کے تمام تندخو لوگ ہزارہ اور کشمیر کے حملہ میں شریک ہو گئے۔

آخر کار جنرل گلاب سنگھ ہپونڈیہ اور دیوان سوراجؔ کی فوج مظفر آباد کو بڑھی اور وہاں کی قلعہ والی فوج کو بچایا۔ بعدازاں یہ فوج وادی کشمیر کو بڑھی اور کسی قدر سخت مقابلے کے بعد سرکشوں نے شکست کھائی۔ راجہ زبردست خاں مظفر آباد میں پھر اپنی ریاست پر بحال کیا گیا اور گرد و نواح کے راجگان اُس کے تابع فرمان کئے گئے۔ فروری ۱۸۴۵ء میں غلام محی الدین نے سرکار انگریزی سے نامہ و پیام کی کوشش کی اور اپنی اور راجہ رحیم اللہ خاں راجوری کی جانب سے سرکار انگریزی کی نسبت اظہار عقیدت کیا۔ مگر سرکار انگریزی نے اُس کی درخواست کو منظور نہیں کیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد غلام محی الدین مر گیا اور لوگ یقین کرتے ہیں کہ اُسے زہر دیا گیا اُس کے بعد اُس کا بیٹا امام الدین جو اُس وقت کشمیر میں موجود تھا اُس جگہ ناظم ہوا۔

یہ دونوں شیخ یعنے باپ اور بیٹے نہ کچھ خاندانی آدمی تھے نہ اُن کو کچھ اقتدار حاصل تھا... دربار لاہور کے مفید مطلب تھے کیونکہ وہ مالگذاری کی تحصیل کرنے میں

لہ یعنے اپنے آپ کو سید احمد کا خلیفہ ظاہر کیا جس کو شیر سنگھ اور جنرل ونتورا نے ۱۸۳۱ء میں شکست دیکر قتل کیا تھا۔ اُسکے معتقدوں نے جو تمام ہندوستان میں کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں بیان کیا کہ سید کے بچاؤ کے واسطے دریا پھٹ گیا اور جو اُس کا تعاقب کرتے تھے اُنکو نگل گیا اور سید پھر ظاہر ہو کر فتح حاصل کریگا۔ سید مذکور نے آخری مرتبہ پاکھلی اور دھمتور میں مقابلہ کیا تھا۔ ؎ دیوان سوراج ہزارہ کا ناظم تھا اور دیوان سوراج ناظم ملتان اور شخص تھا۔

بے ایمانی سے کام لیتے تھے۔ ان شیخوں کا نام دوآبہ جالندھر یا کشمیر میں محبت سے کوئی یاد نہیں کرتا۔ سکھوں کو ان سے نہایت نفرت تھی اور یہ امر ان کی نمک حلالی کے ثبوت میں پیش کیا جاتا تھا مگر یہ دونوں باپ بیٹے اپنی فطرت سے پرلے سرے کے سازشی اور دغاباز تھے اور ان کو ان حرکات کے کرنے میں کسی قسم کا تامل نہیں ہوتا تھا۔

جب کشمیر مہاراجہ گلاب سنگھ کو بموجب عہدنامہ ۱۶۔ مارچ سنہ ۱۸۴۶ء کے دیا گیا تو اس وقت امام الدین وہاں کا ناظم تھا۔ اس ملک کا ممالکت لاہور سے علیحدہ ہو کر گلاب سنگھ کو دیا جانا لاہور میں کسی کو بھی پسند نہ تھا اور راجہ لعل سنگھ کو خصوصاً ناگوار تھا کیونکہ گلاب سنگھ ہمیشہ سے اس کا حریف اور دشمن رہا تھا۔ چنانچہ راجہ لعل سنگھ نے امام الدین کو لکھ بھیجا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کی مخالفت کرے اور فوج کو حکم دیا کہ شیخ کا حکم بلا عذر مانے۔ امام الدین خاں راجہ لعل سنگھ کے حکم ماننے پر بالکل راضی تھا۔ شیخ بہت متمول آدمی تھا اور وہ سمجھتا تھا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کی کامیابی سے صرف یہی نہیں ہوگا کہ میرے ہاتھ رنگنے کا خاتمہ ہو جائیگا بلکہ میرے پکے دشمن میرے حساب کی سخت جانچ پڑتال کرینگے۔ لوگوں میں یہ بات اس وقت مشہور تھی کہ اس خاندان کے پاس پچاس لاکھ سے دو کروڑ روپے تک موجود ہے۔ گو اس میں شک نہیں کہ یہ مبالغہ تھا لیکن یہ بات تحقیق ہے کہ دونوں باپ اور بیٹوں نے کشمیر اور دوآبہ جالندھر کی نظامت میں دولت کثیر پیدا کی تھی۔

ممکن ہے کہ امام الدین خاں نے سرکار انگریزی کے منشاء کی غلط فہمی سے ایسا خیال کر لیا ہو کہ بہت سا نقد روپیہ دینے سے مجھے کشمیر میں بطور نائب سلطنت رہنے دیا جائیگا اور اس غرض سے وہ راجہ لعل سنگھ کے حکم ماننے اور اپنی طاقت

اور دولت کے ظاہر کرنے کے واسطے عرصہ تک مقابلہ کرنے پر مستعد ہو گیا ہو لیکن چاہے اُس کی نیت کچھ ہی ہو مگر یہ ظاہر ہے کہ دربار لاہور نے جو اُس کو تاکید آ حکم کشمیر کے خالی کرنے کے واسطے بھیجے اُن کو اُس نے نہ مانا بلکہ رشوت دے کر اُس نے مہاراجہ گلاب سنگھ کی بہت سی فوج کو اپنی جانب کر لیا اور فقیر اللہ خاں فرزند راجہ رحیم اللہ خاں راجوری کی مدد اور دیگر رئیسان کوہستان کی شرکت سے اپنے ملک کشمیر کے بڑے حصہ پر اپنا قبضہ قائم رکھا تاوقتیکہ لاہور سے فوج کثیر اُس کے مقابلہ پر بھیجی گئی *

مگر جب فوج علاقہ کشمیر کی سرحد پر پہنچ گئی تو شیخ نے سمجھا کہ اب زیادہ مقابلہ کرنا بے سود ہوگا اسلئے کرنیل لارنس صاحب کے لشکر میں بمقام تھانہ آکر اُس نے اطاعت اختیار کی۔ اُس وقت اُس نے ایک حکم جو اُس کی فوج کے نام تھا اور دو خط پیش کئے اور بیان کیا کہ اِس میں راجہ لعل سنگھ کا جیسا حکم تھا اُسکے بموجب میں نے عمل کیا۔ اگرچہ یہ بات مشہور تھی کہ راجہ لعل سنگھ اور گلاب سنگھ میں باہم سخت عداوت ہے لیکن خیال کیا گیا کہ یہ بات قیاس میں نہیں آسکتی کہ راجہ لعل سنگھ ایسی بے وقوفی کرتا کہ ایسے باغیانہ کاغذ پر اپنے دستخط کرتا اسلئے جب فوج لاہور کو واپس آئی تو راجہ لعل سنگھ کا مقدمہ شروع ہوا۔ دونوں خطوط اور حکم کا جو فوج کے نام تھا صحیح ہونا بخوبی ثابت ہو گیا اور لعل سنگھ پر جب نیتاً بغاوت ثابت ہو گئی تو وہ منصب وزارت سے معزول کرکے آگرے کو جلاوطن کیا گیا۔ شیخ امام الدین اگرچہ اِس بغاوت میں اپنی خوشی سے شریک ہوا تھا مگر اُس کو معاف کیا گیا اور اُس کی لاہور کی جائداد مع اُس کی دیگر جائداد کے جو شہر میں تھی اور ضبط ہو گئی تھی واگذار کی گئی *

اِس فیاضانہ سلوک سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ امام الدین کے دل پر اچھا اثر

پڑا اور ۱۸۴۸ء میں جب تقریباً سب نمکحرام ہو گئے تھے امام الدین خیر خواہ سرکار رہا گو سرکشوں کے سرغنوں نے بہت کوشش کی کہ اُس کو بھی اپنے ساتھ ملا لیں۔ جون ۱۸۴۸ء میں وہ دو ہزار نئی بھرتی کی ہوئی سپاہ کے ساتھ ملتان گیا تاکہ لفٹننٹ بعد ازاں سر ہربرٹ اڈورڈس کے ساتھ مل کر کام کرے۔ شیخ اور اُسکی سپاہ نے عمدہ خدمات انجام دیں اور سرکشوں کے ساتھ کئی لڑائیوں میں کارہائے نمایاں کئے۔ جب امن ہو گیا تو اُس کی خدمت کے صلے میں اُس کو نوابی کا خطاب ملا اور ۱۱۶۰۰ روپئے سال کی پنشن اُسکے نام مقرر ہوئی اور اُس کی جاگیر ۸۴۰۰ روپئے کی بحال رکھی گئی۔ ۱۸۵۷ء میں اُس نے گورنمنٹ کے حکم سے دو رسالے دہلی میں خدمات کرنے کے لئے بھرتی کئے۔ امام الدین مارچ ۱۸۵۹ء میں چالیس برس کی عمر میں ایک بیٹا شیخ غلام محبوب سبحانی چھوڑ کر فوت ہو گیا جو ۱۸۴۲ء میں پیدا ہوا تھا۔

۱۸۶۲ء میں گورنمنٹ پنجاب کی سفارش سے گورنمنٹ عالیہ نے منجملہ جاگیر غلام محبوب سبحانی کے ۶۰۰۰ روپئے کی جاگیر دوام کے لئے واگذار کر دی باقی ۲۴۰۰ کی جاگیر کی نسبت حکم ہوا کہ اُس کی وفات پر ضبط سرکار ہوگی۔

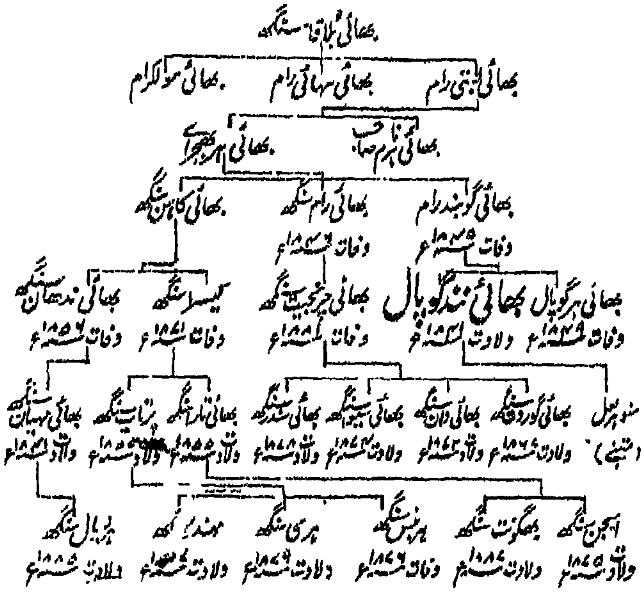
شیخ غلام محبوب سبحانی کے ہاں دو بیٹے ہوئے جو بچپن ہی میں مر گئے۔ وہ لاہور میں رہتا ہے مگر عامہ خلائق کے کاموں سے کچھ سروکار نہیں رکھتا۔

اس کا چچا شیخ فیروز الدین ۱۸۶۶ء میں تحصیلدار مظفر گڈھ ہوا۔ پانچ سال بعد اُس کی خدمات ریاست بہاولپور میں منتقل کی گئیں جہاں وہ منچن آباد کا کلکٹر مقرر ہوا۔ چند سالوں میں وہ سشن جج بنگیا اور ۱۸۷۸ء میں منصب جلیلہ وزارت کے لئے منتخب ہوا۔ اُس کی عمدہ خدمات کے صلے میں جو اُس نے ریاست بہاولپور میں کیں گورنمنٹ نے ۱۸۸۳ء میں اسے آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کا

اعزاز عطا فرمایا۔ دو سال بعد وہ فوت ہو گیا۔ اُس کا بیٹا نصیر الدین پنجاب میں ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے ٭

نواب امام الدین کے چچازاد بھائی شیخ سندے خاں کا ذکر بھی قابل اندراج ہے۔ جنگ ملتان میں شیخ سندے خاں نے نواب امام الدین خاں کے ماتحت عمدہ خدمات کیں جن کا گورنمنٹ نے شکریہ ادا کیا۔ سنہ ۱۸۷۳ء میں شیخ سندے خاں لاہور میں آنریری مجسٹریٹ مقرر کیا گیا اور وہ برابر پندرہ برس اِس منصب پر مامور رہا۔ اِس نے سنہ ۱۸۸۸ء میں انتقال کیا۔ سنہ ۱۸۸۵ء میں اُسے دو ہزار ایکڑ اراضی تحصیل پاک پٹن ضلع منٹگمری میں عطا کی گئی، جو مزروعہ بنائی جا رہی ہے ٭

بھائی نند گوپال



سکھوں کی عملداری میں مذہب اور سلطنت میں بڑی پیوستگی رہی ہے اور جب سے سکھوں کے فرقہ کو فروغ ہوا اور وہ ایک قوم بن گئی اُس زمانے سے اُن کی کونسلوں میں فقیروں اور باباؤں اور بھائیوں کی صلاح کو بہت دخل رہا ہے لاہور کے دربار میں جو دینی خاندان سب سے زیادہ مقتدر تھے اُن میں سے ایک بھائی نند گوپال کا بھی خاندان تھا۔

اس خاندان میں بھائی کا لقب سب سے پہلے بولاقا سنگھ کو حاصل ہوا تھا جو گورو گوبند سنگھ کا چیلہ تھا۔ جب گورو صاحب ۱۷۰۸ء میں ابچل نگر کو جو دکھن میں واقع ہے چلے گئے تو اُنہوں نے بولاقا سنگھ کو حکم دیا کہ لاہور کو چلا جائے وہاں اُس کی شادی ہو جائیگی۔ بولاقا سنگھ کی عمر اُس وقت پچاس برس

سے زیادہ تھی اور وہ اُس وقت دولھا بننے کو اچھا نہ سمجھتا تھا مگر جیسا اُس کو حکم ہوا تھا اُس نے ویسا ہی کیا۔ لاہور میں ایک سکھ نے اُس کو اپنی بیٹی یہ کہکر دینی چاہی کہ مجھے خواب میں گورو نے اپنی دختر کی تیرے ساتھ شادی کر دینے کا حکم دیا ہے۔ بولاقا سنگھ انکار نہ کر سکا اور اِس شادی کے بعد اُس کے تین بیٹے بستی۔ سہائی اور سولک پیدا ہوئے ؛

بستی رام ۱۷۰۸ء میں پیدا ہوا تھا اور اوائل عمر سے اُس نے طب کے مطالعہ کا شوق رکھا وہ تھوڑے عرصے میں فن طبابت اور اپنی پرہیزگاری میں مشہور ہو گیا۔ اٹھارھویں صدی کے آخری نصف میں سرداران بھنگی کے قبضے میں لاہور تھا اور وہ بھائی بستی سے زیادہ تر معالجہ کرایا کرتے تھے اور رنجیت سنگھ جس نے ۱۷۹۹ء میں لاہور کو بھائی کی وفات سے تین سال پہلے فتح کیا تھا اُس کی بڑی تعظیم کیا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اُس کی پیش گوئیاں ہمیشہ پوری ہوتی تھیں اور اُس کی دعا مستجاب۔ اُس کے پاس ایک تھیلی تھی جو خود بخود بھر جاتی تھی اور اُس کا خالی ہونا ناممکن تھا۔ مگر جو قصّے بیان کئے جاتے ہیں اُن کا اعتبار کرنے سے قطع نظر کر کے اِس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ اُس کو لاہور میں بہت اقتدار حاصل تھا اور اغلب ہے کہ شل اور ملکوں کے پیشوایان دین کے بھائی مذکور اپنی مذہبی شہرت کی ترقی کے واسطے علوم طبیعات سے کام لیتا تھا۔ بھائی بستی رام کا سب سے چھوٹا بھائی سولک رام ایام طفولیت میں ہی مر گیا تھا۔ بھائی سہائی بڑی عمر تک زندہ رہا مگر وہ عزلت گزین آدمی تھا اور سوا اپنے مذہب کے اور

[1] بھائی بستی رام شہر کے باہر شمن برج کے نیچے رہا کرتا تھا۔ اُس زمانے میں دریا سے راوی کی ایک بڑی دھار شہر پناہ کے نیچے بہتی تھی جس سے ہر سال شہر کو بہت نقصان پہنچتا تھا آخر بھائی نے دریا کے روکنے کا ارادہ کیا اور اپنا ڈیرہ عین شہر کی دیواروں کے باہر لگایا۔ اُس وقت سے پانی نے نہ تو شہر پر زور کیا اور نہ بھائی کے ڈیرہ سے آگے بڑھا جب بھائی مر گیا تو اُس کی سمادھ سفید سنگ مرمر کی اُس جگہ بنائی گئی جہاں کہ اُسکا ڈیرہ تھا اور دریا اُس جگہ کا اب بھی پاس ادب رکھتا ہے اگرچہ زیادہ تر ایک گمرستانہ سے جو فالتو پانی کے بہا لیجانے کیلئے بنایا گیا ہے اور دریا راوی کے رخ بجانب جنوب مغرب بڑھ گئی ہو*

کچھ خیال نہ رکھتا تھا اور نہ اُس نے شادی کی تھی۔ یہ سنہ ۱۷۹۳ء میں مر گیا۔

بھائی ہربھج رائے اپنے باپ کی حیات میں دربار میں آیا کرتا تھا اور دربار میں مہاراجہ اُس کی نہایت تعظیم و تکریم کیا کرتا تھا۔ اُس نے بھی مثل اپنے باپ کے طب کا مطالعہ کیا تھا اور بہت پُرہنر طبیب مشہور تھا۔ بستی رام نے کبھی جاگیر لینی منظور نہ کی تھی مگر ہربھج رائے کو ایسا پرہیز نہ تھا چنانچہ سنہ ۱۸۰۲ء میں اُس کو موضع مَناواں جمعی چارسو روپئے جاگیر میں ملا اور سنہ ۱۸۰۵ء میں اُس کو متصل لاہور ۴۷۵ روپئے کی جاگیر ملی۔ اس کے تین سال بعد اُس کو مواضعات سندر گڈھ اور روکھا جاگیر میں ملے اور اُس کی وفات کے وقت جو سنہ ۱۸۴۳ء میں واقع ہوئی اِس کے پاس نوہزار روپئے کی جاگیر اضلاع امرتسر اور لاہور میں تھی۔ یہ سب جاگیریں اِسے دوام کے لئے ملی تھیں اور اب تک اِس خاندان کے قبضہ میں ہیں۔

ہربھج اور اِس کے بھائی سکھ نہیں ہوئے تھے چنانچہ جب کاہن سنگھ نے پوہل لی تو اُس کا باپ بہت ناراض ہوا۔ رام سنگھ نے بھی اپنے بال بڑھا لئے تھے اور سکھ بن گیا تھا گو اُس نے پوہل کبھی نہیں لی تھی نہ وہ پکا سنگھ تھا۔ رنجیت سنگھ کی خواہش پر سنہ ۱۸۰۲ء میں بھائی رام سنگھ دربار میں حاضر ہوا اور مہاراجہ کے توہمات پر خوب حاوی ہو گیا۔ رنجیت سنگھ کی عمر کے پچھلے ایام میں بھائی رام سنگھ کا اقتدار روز بروز بڑھتا گیا اور جب مہاراجہ نے وفات پائی تو کنور نونہال سنگھ نے بھائی مذکور کے اختیارات اور بھی وسیع کر دئے کیونکہ اُس نے بھائی مذکور سے پوہل لی تھی اور وہ خود معمولی کاروبار ریاست کو انجام دینا نہیں چاہتا تھا۔ کھڑک سنگھ کے وزیر سردار چیت سنگھ کی قتل میں بھائی رام سنگھ بشراکت راجہ گلاب سنگھ اور راجہ دھیان سنگھ ایک خاص سرغنہ تھا اور قتل

کرنے کیواسطے قلعے کو جانے سے پہلے یہ سب لوگ بھائی کے ہی مکان پر جمع ہوئے تھے۔ سکھ سردار نہ نونہال سنگھ سے خوش تھے اور نہ بھائی رام سنگھ سے۔ نونہال سنگھ سرداروں اور جاگیرداروں سے جبراً پوری نوکری لیتا تھا اور حکماً اُن سے اُن کی کنٹنجنٹ آراستہ رکھواتا تھا۔ یہ بات سرداروں کو بہت ناگوار تھی کیونکہ رنجیت سنگھ کے عہد کے پچھلے دنوں میں یہ لوگ جو چاہتے تھے کرتے تھے اور کسی کے سامنے کسی بات کے ذمہ وار نہ تھے +

جب نونہال سنگھ پانچویں نومبر ۱۸۴۰ء کو مرگیا اور اُس کی والدہ مائی چند کور نے تخت کا دعوے کیا تو بھائی رام سنگھ نے اپنے حتی المقدور اُس کی حمایت کی۔ اُس کے بڑے حریف اور دشمن بھائی گورمکھ سنگھ نے بھی کنور شیر سنگھ کی ایسے ہی جوش سے جانبداری کی مگر ان کے اِس جوش میں اُن کا شاید اور کوئی شریک نہ تھا اور سوائے راجہ دھیان سنگھ۔ بھائی رام سنگھ۔ گورمکھ سنگھ۔ دیوان ساون مل۔ عطر سنگھ سندھانوالیہ اور فرانسیس جرنیلوں کے اور کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کو اِس بات کی پروا تھی کہ کنور شیر سنگھ تخت نشین ہو۔ یا مائی چند کور۔ بھائی رام سنگھ کو دونوں فریقوں کی باہم مٹ بھیڑ ناپسند نہ تھی آخر اُس نے دور اندیشی سے جان لیا تھا کہ راجہ دھیان سنگھ کی حمایت کے بغیر مائی کا کام نہ چلیگا اور چونکہ اُس کے حامیوں کی ناقابلیت کا اُس کو یقین تھا اِس لئے معلوم ہوتا ہے کہ شیر سنگھ کی فتح یابی سے اُس کو کچھ بڑا افسوس نہیں ہوا +

نئے شاہزادہ نے باوجودیکہ بھائی رام سنگھ اُس کے خلاف رہا تھا پھر بھی اُس کی عزت کی اور جب ۲۷۔ جنوری ۱۸۴۱ء کو رسم تخت نشینی عمل میں آئی تو بھائی کو کرسی دی گئی رام سنگھ کے علاوہ صرف اُس کے بھائی گوبند رام۔

بھائی گورمکھ سنگھ۔ بابا بکرما سنگھ۔ بابا کاہن سنگھ اور شہزادہ پرتاب سنگھ کو یہ اعزاز حاصل ہوا تھا۔ مہاراجہ شیر سنگھ نے بھائی رام سنگھ سے صلاح اور مشورہ لینا بھی شروع کر دیا تھا اسلئے راجہ دھیان سنگھ نے اِس خوف سے کہ مبادا بھائی بھر رسوخ پیدا کرے اُسے اس بہانہ سے ملتان بھیجنے کی سعی کی کہ وہ وہاں جاکر دیوان ساون مل سے بقایائے معاملہ سرکار وصول کرے۔ بھائی نے اِس منصوبہ کا سخت مقابلہ کیا۔ اُس کی مرضی دربار سے علیحدہ ہونے کی نہ تھی۔ وہ ساون مل کا دوست تھا اور جس خدمت پر وزیر اُس کو مامور کرنا چاہتا تھا اُس کا بجالانا اُس کے طریق مذہب کے خلاف تھا*

بھائی رام سنگھ اور اُس کا بھائی گوبند رام دونوں بالکل نامطمئن تھے۔ اگرچہ اُن کی عزت ہوتی تھی مگر اُن کو اختیار کچھ بھی نہ تھا اور انہوں نے اپنے دشمن گورمکھ سنگھ کو متمول اور بارسوخ دیکھا۔ مگر آخرکار اُن کی نوبت بھی آگئی۔ شیر سنگھ اور اُس کا وزیر سندھانوالیوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے اور بھائی گورمکھ سنگھ جو ہمیشہ سے راجہ دھیان سنگھ کا دشمن تھا قید ہوکر قتل کیا گیا*

راجہ ہیرا سنگھ کے مارے جانے کے بعد بھائی رام سنگھ کو فوج پر پھر بہت کچھ اقتدار حاصل ہوگیا۔ بھائی رام سنگھ فقیر عزیزالدین کے ساتھ ہمیشہ اُس کی مصلحت میں شریک رہا تھا جو سرکار انگریزی کی نسبت تھی اور شاید لاہور میں فقط یہی دو آدمی تھے جو ریاست لاہور کے تعلقات بموجب عہدنامہ ۱۸۰۹ء سرکار انگریزی کے ساتھ اچھی طرح سے سمجھتے تھے اور یہ دونوں اِس بات کے نہایت خواہش مند تھے کہ سرکار انگریزی سے اچھا سلوک رہے۔ اِس سبب سے مارچ ۱۸۴۵ء میں بھائی رام سنگھ نے بہت گرمجوشی سے راجہ گلاب سنگھ جموں والے کے وزیر ہونے کے لئے حمایت کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ فقط گلاب سنگھ

ہی ایک شخص تھا جو فوج کو قابو میں رکھ سکتا تھا اور اُس کے پاس اپنی گرہ کا اس قدر روپیہ تھا کہ وہ ریاست کو دوالیہ بننے سے بچا سکتا تھا - بھائی رام سنگھ کی نیت سرکار انگریزی کے باب میں اچھی تھی چنانچہ شروع ۱۸۴۵ء میں اُس نے میجر براڈفٹ ایجنٹ گورنر جنرل کو اطلاع دی کہ سردار جواہر سنگھ اپنے بچاؤ کے واسطے سکھ فوج کو سرکار انگریزی کے علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے برانگیختہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے ۔

جواہر سنگھ کسی طرح بے عقل نہیں تھا لیکن شرابی اور بہت عیاش تھا بلکہ دربار عام میں بھی وہ برانڈی کے نشہ میں مخمور ہوتا تھا اور اُس وقت نشہ میں نہایت فحش گالیاں بھائی رام سنگھ کو دیا کرتا تھا اگرچہ بھائی مذکور ایسا پارسا آدمی تھا کہ نہایت ناقص زمانہ میں بھی اُس کی ہتک کسی نے نہیں کی تھی - ۱۲ ستمبر ۱۸۴۵ء کو بھائی رام سنگھ نے دربار عام میں وزیر کے طریق کی نسبت جو سرکار انگریزی کے خلاف تھا عام طور پر ملامت کی - اُس نے کہا کہ حکام انگریزی کا طریق تحمل اور اعتدال پر رہا ہے اور سرکار موصوف کے ساتھ جو تنازع کیا جاتا ہے اُس میں دربار کی غلطی ہے - کہتے ہیں کہ جواہر سنگھ نے اقرار کیا تھا کہ میں اپنے طریق سے باز آ جاؤنگا اور سرکار انگریزی کے ایجنٹ کو معافی کے لئے لکھا مگر اُسی شب کو شہزادہ پشورا سنگھ کے قتل کی خبر پہنچی جو اُس کے حکم سے مارا گیا تھا اور جواہر سنگھ جانتا تھا کہ انگریزوں کے ساتھ لڑائی ہونے سے ہی میری حکومت بچ سکتی ہے - بھائی رام سنگھ نے بھی قتل کی خبر سنی اور اُس کی خبر فوج کو کر دی تھی - جو فریق وزیر کا دشمن تھا وہ دم بدم زور پکڑتا گیا - اِس کے بعد وزیر جو سب کی آنکھوں میں خار تھا قتل ہوا اور ستلج کی لڑائی چھڑی - آخری دم تک بھائی رام سنگھ اِس دیوانگی کی

لڑائی سے باز آنے کے لئے کہتا رہا مگر اس کی فہمایش کارگر نہ ہوئی۔ راجہ لعل سنگھ کو اس نے کہا" خبردار تم کیا کرتے ہو۔ فوج کے ساتھ ہرگز مت جاؤ۔ انگریزوں کا طریق ہمیشہ دوستی اور خیرخواہی کا رہا ہے اور انہوں نے کبھی معاملات خالصہ میں دخل نہیں دیا ہے"۔ راجہ لعل سنگھ نے جواب دیا" بھائی صاحب میں کیا کر سکتا ہوں فوج نے میرا گلا دبا رکھا ہے" مگر جہاں تک اس سے ہوسکا اس نے بھائی کی صلاح پر عمل کیا اور چونکہ وہ خود بزدل تھا اسلئے اس نے جرنیلوں کو اپنے آگے آگے خطرے کے موقع پر بھیجا۔ سبھراؤں کی لڑائی کے بعد بھائی رام سنگھ مع راجہ گلاب سنگھ اور دیوان دینا ناتھ کے بمقام للیانی جو لاہور کی سڑک پر واقع ہے نواب گورنر جنرل کی خدمت میں اس غرض سے بھیجے گئے کہ مفید شرائط عہدنامہ کے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

نویں مارچ ۱۸۴۶ء کے عہدنامہ کے بعد بھائی رام سنگھ کونسل میں رہا اور اگرچہ بیماری کے باعث وہ دربار میں برابر نہ جاسکتا تھا مگر اس کی صلاح کے بغیر کوئی بڑا کام نہیں کیا جاتا تھا۔ بھائی رام سنگھ بالعموم راجہ لعل سنگھ وزیر کا مخالف تھا اور ملتان کی نظامت کے باب میں جو تکرار ہوا اس میں وہ دیوان مولراج کا حامی تھا۔ یہ بات اسی کی صلاح سے ہوئی تھی کہ راجہ لعل سنگھ نے سب سرداروں سے اس راضی نامے پر دستخط کرائے تھے جس میں یہ ذکر تھا کہ انتظام ریاست حال سے ہم سب راضی ہیں اگرچہ یہ بات مشہور تھی کہ اس انتظام سے بہت آدمی ناراض تھے۔

بھائی رام سنگھ نومبر ۱۸۴۶ء میں مرگیا اور اس کی جگہ کونسل میں اس کا بھتیجا اور بھائی کاہن سنگھ کا بیٹا بھائی ندہان سنگھ مقرر ہوا۔ بھائی کاہن سنگھ ۱۸۴۳ء میں مرچکا تھا۔ بھائی گوبند رام نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد معاملات

ریاست میں بہت دخل نہیں دیا۔ کئی سال سے وہ دائم المریض چلا آتا تھا اور ۱۸۴۸ء میں مر گیا۔
ندہان سنگھ دربار میں خاموش رہا کرتا تھا سو ۱۹ دسمبر ۱۸۴۶ء کو کونسل آف ریجنسی میں مامور ہوا اور
الحاق تک اِسی منصب پر ممتاز رہا۔ ۱۸۴۵ء میں کوٹ پنڈیداس کے زمینداروں
نے جو بھائیوں کے خاندان کی جاگیر میں تھا سرکار انگریزی کی فوج کو جو اُس
راہ سے گذر رہی تھی رسد دینے میں کوتاہی کی تھی اِس واسطے وہ گاؤں ضبط
کیا گیا مگر بعد ازاں آٹھ سو روپئے جرمانہ سے کر واگذار کر دیا گیا اگرچہ الحاق کے بعد
رام سنگھ کی اور ذاتی جاگیروں کے ساتھ یہ بھی ضبط کیا گیا۔

الحاق کے وقت اِس خاندان کی جاگیر ۴۹۰۰۰ روپئے کی تھی۔ اس میں سے
۲۲۴۴۷ کی جاگیر واگذار رہی جس میں ۹۷۲۹ کی جاگیر تین مساوی حصّوں
میں دوام کے لئے ہر بھِراسے کے تین بیٹوں کی اولاد کے لئے واگذار ہوئی اور
باقی ۱۲۷۱۸ روپئے کی جاگیر ندہان سنگھ کیسرا سنگھ چرن جیت سنگھ اور نند گوپال سنگھ
کے حینِ حیات بحال رہی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ترن تارن کے مندر کے
اخراجات کے لئے تین ہزار روپئے کی جاگیر بشرط نیک چلینی اُن کو عطا کی تھی
وہ بھی بحال رکھی گئی اور اُس کا انتظام اِن تینوں خاندانوں کے سپرد ہے ہر ایک
خاندان اپنا ایک نائب منتخب کرتا ہے۔ بھائی ندہان سنگھ کا مواجب بابت کونسل
جو بقدر چھ ہزار روپئے کے تھا اُس کے حینِ حیات واگذار رہا۔ یہ ۱۸۵۶ء میں فوت
ہو گیا۔

بھائی چرنجیت سنگھ ۱۸۶۱ء میں چار بیٹے چھوڑ کر جن کے نام شجرہ نسب میں درج
ہیں فوت ہو گیا۔ بھائی چرنجیت سنگھ کو انگریزی فارسی سنسکرت اور گورمکھی
میں اچھی لیاقت تھی اور تعلیمی معاملات میں اُسے زیادہ دلچسپی تھی۔ تعلیم نسوان
کے معاملہ میں اور خصوصاً اِستری سیکھشا سبھا کی قائمی کے بارے میں جو اُس نے

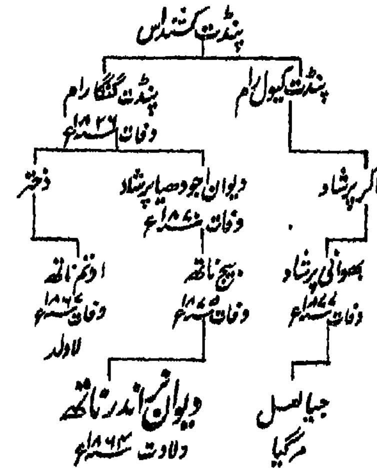
کوشش کی تھی اُس کو گورنمنٹ نے خلعت مع سند عطا فرما کر تسلیم کیا اور ۱۸۶۸ء
میں اپنی زبان میں تحقیقات کرنے کے لحاظ سے دربار عام میں اُسے ایک
جلد آدگرنتھ ترجمہ ڈاکٹر ٹرمپ صاحب بطور ہدیہ دی گئی - ۱۸۷۹ء میں
وہ لاہور میں آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا - بھائی چرنجیت سنگھ کی وفات پر اُس کی
چار ہزار روپئے سالانہ کی جاگیر ضبط کی گئی اور اُس کی بجاے اُس کے چار
بیٹوں کا دوام کے لئے ۳۳۳۱ سالانہ نقد مقرر کیا گیا - بھائی چرنجیت سنگھ کی وفات
کے وقت اُس کے چاروں بیٹے نابالغ تھے اِس لئے وہ راجہ ہربنس سنگھ کی سر
پرستی میں رکھے گئے - بھائی چرنجیت سنگھ کا سب سے بڑا بیٹا بھائی گوردت سنگھ
اب بالغ ہے اور اپنی جائداد کی نگرانی کرتا ہے - اُس کے دوسرے بیٹے بھائی
وان سنگھ کی شادی ۱۸۸۲ء میں سردار سہاے سنگھ ملازم سرکار پٹیالہ کی بیٹی سے
ہوئی اور تیسرے بیٹے بھائی سیوا سنگھ کی شادی اُسی سال سردار جوالا سنگھ انسپکٹر
جنرل پولیس پٹیالہ کی لڑکی سے ہوئی - سیوا سنگھ ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پا رہا
ہے - وان سنگھ یونیورسٹی کے امتحان داخلہ کے لئے تیاری کر رہا ہے
بھائی میہاں سنگھ آنریری مجسٹریٹ اور لاہور میونسپل کمیٹی ... وہ دیوان مولراج ... کا مخالف تھا ...
جاگیر ۱۶۲۵ روپئے سالانہ کی ہے *
... عمل سنگھ نے سب سردار ...
بھائی کیسرا سنگھ مارچ ۱۸۷۱ء میں فوت ہوا - اُسے ... ذکر تھا کہ انتظام ریاست ...
اور دیگر عام انجمنوں سے زیادہ شوق تھا اور مقامی حکام ... انتظام سے بہت آدمی ...
اُس کے دو بیٹے زندہ ہیں اور وہ ۱۶۲۵ روپئے سالانہ کی جاگیروں ،
پر بالاشتراک قابض ہیں - اِن میں سے سب سے بڑا بھائی تارا سنگھ ... کا بھتیجا
کا تحصیلدار ہے - اور حال میں اُس کی عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کے لئے ۱۸۸۱ء
سفارش ہوئی ہے - یہ دونوں بھائی تحصیل لاہور کے مختلف دیہات میں ... معاملات

ایکڑ زمین کے بالاشتراک مالک ہیں +

بھائی نندگوپال جو اسوقت اِس خاندان کا بزرگ ہے لاہور میں رہتا ہے - یہ وائسریگل درباری ہے - یہ خاندان ذات کا اروڑا ہے اور اس کا گوت گورسی ہے +

اِس خاندان میں بھائی بیہاں سنگھ - بھائی گوردت سنگھ اور بھائی تارا سنگھ بھی وائسریگل درباری ہیں +

دیوان نراندر ناتھ



دیوان نراندر ناتھ کا خاندان ذات کا برہمن ہے اور ابتدا میں کشمیر سے آیا ہے اِس خاندان کا گوت سوامن گوتم ہے اور ایک مشہور رکھی گوتم کی نسل میں سے ہے جو سنہ ۲۰ قبل از مسیح میں زیرین گنگا کی جانب پیدا ہوا تھا۔ اِس خاندان کا لقب تِجّہ بلی اِس سبب سے ہے کہ اِس خاندان کی پہلے بود و باش تِجّہ بل میں تھی جو کشمیر کا ایک محلّہ ہے ❖

مسلمانوں کا مذہب کشمیر میں ۱۳۲۶ع میں شمس الدین شاہ نے قائم کیا تھا۔ قریباً ایک سو برس تک ہندؤں پر کچھ سختی نہیں کی جاتی تھی مگر جب سکندر معروف مبت شکن بادشاہ ہوا تو برہمن پنڈتوں کو اپنے مذہب اور اپنی جانوں کے محفوظ رکھنے میں نہایت مشکل ہوئی۔ اجودھیا پرشاد کے بزرگوں نے مصلحت سمجھکر فارسی پڑھنی شروع کی اور کشمیر میں ۱۷۵۲ع تک جب احمد شاہ ابدالی نے اُسے فتح کیا امن وامان سے رہے۔ اُس زمانے میں

ہندؤں پر دائمی ظلم اور تعدی ہوتی رہی چنانچہ بہت سے ویران ہو کر ہندوستان اور پنجاب کو چلے گئے۔ اُن لوگوں میں جو باہر نکلے اجودھیا پرشاد کا دادا پنڈت کشن داس بھی تھا۔ یہ پنڈت ایک عالم آدمی تھا اور اُس کو بلا دقت شاہان دہلی کی ملازمت میں ایک عہدہ مل گیا جس پر مرتے دم تک وہ مامور رہا ✤

اُس کا بیٹا گنگارام جو رام پور میں بنارس کے متصل پیدا ہوا تھا مہاراجہ گوالیار کا ملازم ہوا اور کرنیل لوئی برکین کے ساتھ جو سندھیہ کے ایک فرانسیسی افسروں میں سے تھا جنرل پیرون کے زیر حکم مامور کیا گیا یہاں اِس نوجوان نے اپنی ایمان داری اور لیاقت کے سبب فروغ پایا اور اُس کو بہت سے اہم ملکی امور میں شریک کیا گیا۔ جب پچھلی صدی کے آخر میں مرہٹوں نے وسط ہند پر یورش کی اور مالوہ اور علاقہ دہلی کو تاراج کیا تو گنگارام کرنیل برکین کے ماتحت خراج وصول کرنے اور ریاستہاے ماتحت اور متحد کے ساتھ عہدناموں کے لکھنے لکھانے کے کام میں مصروف ہوا۔ جب برکین صاحب کو پٹپڑ گنج واقع لب دریاے جمنا پر لارڈ لیک نے ستمبر ۱۸۰۳ع میں شکست دی تو گنگارام دہلی چلا گیا اور برابر دس سال تک وہیں رہا۔ گنگارام نے جو ریاست ہاے علاقہ ایں روے ستلج کے حالات گذشتہ اور اُن کے عہدناموں اور تعلقات باہمی دیگر ریاست ہاے سے بخوبی واقف تھا ۱۸۰۹ع میں جنرل اختر لونی کو اُن ریاستوں اور سرکار انگریزی میں باہمی تعلقات کے تجویز کرنے میں بہت مدد دی ✤

مارچ ۱۸۱۳ع میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جس نے گنگارام کی لیاقت کی تعریف سنی تھی بھائی لعل سنگھ اور سردار ہمت سنگھ جلہ والیہ کی سفارش سے اُس کو لاہور طلب کیا۔ گنگارام نے آنا منظور کر لیا اور ایک ظرف گنگا جل کا

مہاراجہ کی نذر کے واسطے لے کر لاہور میں آپہنچا چنانچہ مہاراجہ نے اُس کی بہت مدارات کی اور اُس کو فوج کے دفتر کا سردفتر مقرر کیا اور مہر اُس کے سپرد کی۔ بعد ازاں گنگارام غیر آئین فوج میں جس کا اعلیٰ افسر بھوانیداس تھا بخشی اعلیٰ مامور ہوا اور روز بروز مورد الطاف مہاراجہ ہوتا گیا کیونکہ مہاراجہ نے دیکھا کہ فوج کے حساب کے انتظام میں اُس نے بہت ترقی کی۔ گنگارام اپنی ہمراہ ہندوستان سے کئی دوست اور رشتہ دار لایا تھا جن کو دربار میں عمدہ عہدے مل گئے۔ سب اُن میں محض قسمت آزمائی کرنے ہی نہ آئے تھے بلکہ بہت سے کام میں مشاق اور لائق آدمی تھے۔ مثلاً راجہ دینا ناتھ پنڈت دیارام جنہوں نے یکے بعد دیگرے علاقہ رام گڈھیا اور جھنگ پر حکمرانی کی۔ پنڈت ہیرارام والد شنکر ناتھ آنریری مجسٹریٹ لاہور۔ پنڈت گوپی ناتھ پنڈت رام کشن پنڈت گنگا بشن اور پنڈت لچھمن پرشاد۔

دیوان گنگارام اور لچھمن پرشاد کا باپ اور بخت مل ہمزلف تھے۔ گنگارام کے کوئی بیٹا پیدا نہیں ہوا اسلئے اُس نے اپنی زوجہ کے بھانجے اجودھیا پرشاد برادر لچھمن پرشاد کو متبنے کر لیا۔ دینا ناتھ جو پیچھے راجہ ہوا بخت مل کا بیٹا تھا اور اجودھیا پرشاد کا خالہ زاد بھائی تھا بعد میں گنگارام کی دوسری زوجہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا بیٹا اوتم ناتھ لاہور میں ۱۸۶۷ء میں لاولد مرگیا۔

اِس طرح ذاتی لیاقت کے سبب اور اِس سبب سے کہ دیوان موصوف نے اپنے خاندان کا لاہور میں نقشہ جمالیا تھا دیوان گنگارام کو بہت اختیار حاصل ہوگیا تھا چنانچہ ۱۸۲۱ء میں اُس کو علاقہ گجرات کی حکومت سپرد ہوئی۔ اِس ضلع میں جو اُس کے ماتحت دو برس تک رہا کیمی کلیچ پور وغیرہ دیہات علاقہ کرمالی میں اُسکو جاگیر میں ملے۔ آبکاری کا سلسلہ جس کو بعد

ازاں مصر رلیا رام نے خوب ترقی دی پہلے دیوان گنگا رام نے ہی نکالا تھا +

دیوان گنگا رام نے ۱۸۲۶ء میں انتقال کیا اور اُس کی جگہ دفتر فوج میں دینا ناتھ مامور ہوا اور اُس کو مُہر بھی سپرد کی گئی - دیوان گنگا رام نے دینا ناتھ کی بہت غور و پرداخت سے تربیت کی تھی تھوڑے ہی عرصے میں دینا ناتھ نے اپنی عمدہ اور اعلےٰ لیاقتوں کے سبب ملکی انتظام میں بڑا نام پایا +

اجودھیا پرشاد ریا اجودھیا ناتھ) کو اُس کے باپ نے لاہور میں ۱۸۱۶ء میں بلا لیا تھا اُس زمانہ میں اُسکی عمر ۱۵ سال کی تھی مگر اُس کو آتے ہی مہاراجہ کی نوکری اُس کے باپ نے نہیں کرنے دی - دو برس تک وہ پڑھتا رہا اور اُس کے بعد اپنے وطن کشمیر کو بھیجا گیا جہاں وہ دفتر فوج میں ہزار روپئے سالانہ تنخواہ پر ملازم ہوا - چھ مہینے کے بعد اُس کو پھر لاہور میں طلب کر لیا - ۱۸۱۹ء میں جنرل ونتورا اور ایلارڈ صاحب ایران اور خراسان کے راہ سے ملک یوروپ سے پنجاب میں آئے اور اُنہوں نے مہاراجہ کی ملازمت اختیار کی - اِن کو فوج خاص جو فوج خالصے سے راجب سے اول رتبہ کی تھی سپرد ہوئی اور اجودھیا پرشاد اُن کے ماتحت عہدہ کا حکم ہوا ری پر مقرر ہوا اور نیز یہ کام اُس کے سپرد ہوا کہ مہاراجہ اور کمان افسروں کے درمیان جو خط و کتابت ہو وہ اُس کی وساطت سے ہو - فوج خاص میں ایک وقت ایزادی ہو کر پانچ پیادہ پلٹنیں اور تین رجمنٹ سوار و نکی کی گئی تھیں مگر جنرل ونتورا کی درخواست پر اُس کی تعداد میں پھر کمی کی گئی اور چار پیادہ پلٹنیں اور دو رجمنٹ سواروں کی رکھی گئیں +

اُس کے باپ کے مرنے کے بعد مہاراجہ نے اجودھیا پرشاد کو حکم دیا کہ فوج آئین اور توپ خانہ کا دفتر سنبھال لے مگر فرانسیسی جرنیلوں سے اُس کی موافقت تھی اِس لئے اُس نے درخواست کی کہ میں اپنے ہی عہدہ پر قائم رہنا

چاہتا ہوں اسلئے خالی عہدہ اُس وقت بیج سنگھ کو دیا گیا - اجودھیا پرشاد کو خطاب دیوانی ملا اور اُسکے باپ کی جاگیر میں سے موضع نین سکھ اُس کے پاس بحال رہا - وہ فوج خاص میں تعینات رہا اور جب کبھی جنرل ونتورا رخصت پر جاتا تو دیوان اجودھیا پرشاد ساری فوج کا کمان افسر ہوتا تھا - یہ کام اُس نے ایسی لیاقت سے کیا کہ جنرل ونتورا صاحب نے اُس کی نسبت یہ الفاظ لکھے" دو مرتبہ جب میں فرانس کو رخصت لے کر گیا ہوں اجودھیا پرشاد مہاراجہ کی لائف گارڈ کا افسر رہا ہے مجھے اُس کو اپنا نائب مقرر کرنے کا کوئی افسوس نہیں ہوا کیونکہ جب میں فرانس سے واپس آیا تو میں نے فوج کو ایسی اچھی حالت میں پایا گویا خود میں ہی موجود تھا" سنہ ۱۸۳۱ء میں اجودھیا پرشاد پنجاب کی سرحد پر لفٹننٹ برنس صاحب سے ملنے کو بھیجا گیا تھا جو بمبئی سے براہ سندھ گاڑی کے گھوڑوں کی جوکڑی - ایک سانڈ اسپ اور چار گھوڑیاں لے کر آیا تھا جو شاہ انگلستان نے مہاراجہ کے واسطے تحفہ میں بھیجی تھیں - اجودھیا پرشاد برنس صاحب سے ملتان سے ذرا نیچے جا کر ملا اور جب تک برنس صا[illegible] جولائی کو لاہور میں پہنچے اُن کی ہمراہ رہا ۔

مہاراجہ کی وفات کے وقت اجودھیا پرشاد اپنی برگڈ کے ساتھ پشاور میں تھا یہ برگڈ وہاں دو برس سے مقیم تھی مگر اب مہاراجہ کھڑک سنگھ نے اُس کو لاہور طلب کر لیا - سنہ ۱۸۳۹ء کے اخیر میں دیوان اجودھیا پرشاد کو سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کے ہمراہ فوج سندھ کے ساتھ جانے کا حکم ہوا جو زیر حکم سر جان کین صاحب کے اٹک سے فیروز پور جاتی تھی - یہ فوج فیروز پور میں ۳۱ دسمبر سنہ ۱۸۳۹ء کو پہنچی تھی اور دیوان نے جو خدمت کی اور جنرل صاحب کی خواہش کے مطابق عمل کیا اس کا صاحب موصوف نے گرمجوشی سے شکریہ ادا کیا ۔

اپریل اور مئی سنہ ۱۸۴۰ء میں برگڈ فوج خاص مع جنرل ونتورا اور اجودھیا پرشاد کے کاہن سنگھ بیدی پر بھیجا گیا تھا جس نے اپنے برادرزادہ کو مار کر اُس کے قلعہ واقع ملسیاں علاقہ دوآب جالندھر پر تصرف کر لیا تھا اور اُس کے عیال وغیرہ کو قید کر لیا تھا۔ نونہال سنگھ نے بیدی کی بزرگی کا کچھ خیال نہ کیا ہر چند سب لوگ اِس کام سے ناراض ہوئے لیکن شہزادہ موصوف نے قلعہ دکھنی پر فوج بھیجکر قبضہ کر لیا۔ آخرکار جب بیدی موصوف نے اپنے بھتیجے کا قلعہ ملسیاں اُس کے خاندان کو واپس کر دیا اور ۲۰ ہزار روپیہ جرمانہ سرکار میں دیا تو یہ قلعہ پھر اُس کو واپس دیدیا گیا۔

اُسی سال کچھ عرصہ بعد یہ برگڈ والئے منڈی پر بھیجا گیا تھا جس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد خراج نہیں بھیجا تھا اور نئے مہاراجہ کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ منڈی میں علاوہ مضبوط قلعہ کملاگڈھ کے جابجا گڑھیاں تھیں اور کہتے ہیں کہ اِس ملک میں سب چھوٹے بڑے ۲۳۲ قلعے تھے مگر جو فوج اُس کے اوپر بھیجی گئی اُس سے راجہ خوف کھا گیا اور اُس نے اطاعت قبول کی اور اُس کو لاہور پہنچنے کا حکم ہوا۔ شہر منڈی پر تصرف کیا گیا اور قلعوں میں سے اکثر مسمار کر دئیے گئے۔ مگر قلعہ کملاگڈھ محاصرہ کا مقابلہ کرتا رہا۔ اِسی اثناء میں مہاراجہ کھڑک سنگھ اور کنور نونہال سنگھ کی وفات کی خبر پہنچی۔ اِس خبر سے محصورین کو کسی قدر دلیری ہو گئی مگر محاصرہ مستعدی اور زور کے ساتھ کیا گیا اور آخرکار ۲۹ نومبر کو قلعہ سر ہو گیا اور جنرل ونتورا فوج کا ایک دستہ وہاں چھوڑ کر کلو میں جہاں کچھ فساد ہو گیا تھا اُس کے فرو کرنے کو روانہ ہوا۔ سردار اجیت سنگھ سندھانوالیہ جو منڈی کو بھیجا گیا تھا کملاگڈھ کے سر ہونے سے پہلے لاہور کو واپس چلا آیا تھا۔ جنرل ونتورا شروع جنوری میں لاہور کی طرف

روانہ ہوا کیونکہ راجہ دھیان سنگھ نے اُسے اِس واسطے بلایا تھا کہ راجہ موصوف کو شہزادہ شیر سنگھ کے دعوی سلطنت کے واسطے جنرل کی مدد کی ضرورت تھی لہٰذا اجودھیا پرشاد کے ماتحت کل برگیڈ رہا۔ لاہور سے کمک کالو کو بھیجی گئی اور جب یہ فوج پہنچی تو فوج خاص نے سنا کہ لاہور کی فوجوں کو شیر سنگھ نے بہت انعام علاوہ چار مہینے کی تنخواہ کے بخشا اور اُسے فقط دو مہینے کی تنخواہ ملی تھی اسلیئے وہ سرکش ہوگئی جو خزانہ لشکر میں تھا اُس کو فوج نے لوٹ لیا اور کئی اپنے افسر مار ڈالے۔ اجودھیا پرشاد نے جس کو اپنی فوج پر بہت اقتدار حاصل تھا انتظام کر لیا اور وعدہ کیا کہ جتنا کچھ لاہور کی فوج کو ملا تھا اُس قدر انعام تم کو بھی دلایا جائیگا +

جنرل ونتورا مارچ سنہ۱۸۴۱ء میں پنجاب سے رخصت لے کر چلا گیا اور جب برگیڈ لاہور میں پہنچا تو اجودھیا پرشاد ہی کمان افسر رہا اگرچہ برائے نام خوردسال پرتاب سنگھ کے نام افسری فوج کی گئی۔ پہلا ہی کام اِس فوج کو یہ پڑا کہ یہ جوالا سنگھ[1] کے خلاف بھیجی گئی جو مہاراجہ کا کارندہ تھا۔ جب اس کا آقا تخت نشین ہوا تو اس کو وزیر ہونے کی امید تھی اور اِس عہدہ کا شیر سنگھ نے اُس سے وعدہ کر لیا تھا مگر راجہ دھیان سنگھ کا منشاء وزارت سے دست بردار ہونے کا ہرگز نہیں تھا مہاراجہ سے اُس نے جوالا سنگھ کی وفاداری کی نسبت شبہ ظاہر کیا اور جوالا سنگھ کے دل میں مہاراجہ کی طرف سے غبار بھرتا رہا آخر کار یہ

[1] اگرچہ جوالا سنگھ کی نیت شیر سنگھ کے خلاف نہ تھی مگر وزیر کے خلاف ضرور اُس نے منصوبہ باندھا تھا۔ وہ سندھانوالیوں کی جاگیر کے ضبط کرنے کے واسطے بھیجا گیا تھا اور جب اس کام سے مع سرداران سندھانوالیہ واپس آرہا تھا تو اُنہوں نے مل کر سازش کی کہ راجہ دھیان سنگھ کو وزارت سے برطرف کریں اور لاہور کو جاتے ہوئے امرتسر کے دربار صاحب میں گئے اور سب نے قسم کھائی کہ جب تک اپنی مراد پوری نہ کرلیں اس کام میں جستجو کرتے رہینگے۔ دھیان سنگھ کو ضرور اس سازش کی خبر پہنچی ہوگی اور وہ اُس کا بدلا نکالنے سے نہ چوکا +

کمبخت آدمی نمک حرام ہو گیا اور شالامار باغ کے متصل چار یار کی ڈیرہ میں پانچ ہزار سوار غیر آئین لے کر جوالا سنگھ خیمہ زن ہوا۔ اُس نے مہاراجہ کا حکم جو اُسے لاہور میں آنے کے لئے تھا نہ مانا۔ شیر سنگھ اُس کے اوپر چڑھائی کر کے گیا اور اجودھیا پرشاد کو مع فوج خاص اور توپ خانہ کے آگے جانے کا حکم دیا۔ اِس مہیب فوج کو دیکھ کر جوالا سنگھ نے اطاعت[1] اختیار کر لی بعد ازاں وہ شیخوپورہ میں قید میں بسبب بدسلوکی و فاقہ کشی مر گیا اور یہ راجہ دھیان سنگھ کے ہاتھوں کے ظلم رسیدہ اشخاص میں سے ایک تھا ۔

فوج خاص کو جو انعام کا کُلّو میں اجودھیا پرشاد نے وعدہ دیا تھا وہ انعام مہاراجہ نے عنایت کیا اور خود دیوان موصوف کو بھی بیش بہا خلعت دئے۔ راجہ منڈی کو پہاڑ میں واپس جانے کی اجازت مل گئی اور دیوی کی پرتما جو ٹھوس چاندی کی تھی اور بہت قیمتی اور متبرک شے تھی ساتھ لے جانے کی اجازت ہوئی جس کو سکھ فوج کملا گڈھ سے لے آئی تھی ۔

سنہ ۱۸۴۲ء میں جنرل ونتورا یورپ سے واپس آیا اور اپنے برگڈ کی کمان لی۔ شیر سنگھ کی قتل کے بعد راجہ ہیرا سنگھ وزیر نے اُس کو اِس غرض سے خفیہ طور پر لدھیانہ کو بھیجا کہ کرنیل رچمنڈ رزیڈنٹ سرکار انگریزی کے ساتھ تجویز کر کے سرکار انگریزی کے ساتھ دوستی کو زیادہ وثوق اور استحکام دے مگر سنہ ۱۸۴۳ء کے اخیر میں فوج کی سرکشی سے نفرت کھا کر اور صاف یہ دیکھ کر کہ ملک پر تباہی آنے والی ہے وہ ہمیشہ کے لئے پنجاب کو چھوڑ کر چلا گیا جہاں کہ اُس نے ۲۴ برس تک خدمات کیں تھیں۔ اب دیوان اجودھیا پرشاد کو

[1] اس زمانہ میں جیسی فوج مطلق العنان اور زور آور تھی اس کا یہ عمدہ ثبوت ہے کہ اُنہی چار یاری سواروں اور کالیوں نے جنہوں نے یکم مئی کو جوالا سنگھ کی حمایت سرکشی اور نمک حرامی میں کی تھی شیر سنگھ سے دوسری تاریخ کو تیس ہزار روپیہ طلب کیا اور مہاراجہ نے دیا کیونکہ اُنہوں نے جوالا سنگھ کو مہاراجہ کے ساتھ لڑنے کو مجبور نہیں کیا تھا ۔

برگیڈ کی کمان افسری ملی اور ستلج کی لڑائی کے اخیر تک یہ اسی کے پاس رہی۔ ستلج کی لڑائی سے پہلے ۱۸۴۵ء میں ۳۱۷۶ پیادگان آئین ۱۶۶۷ سواران غیر آئین اور ۸۵۵ توپ خانہ کے سپاہی یعنی کل ۵۶۹۸ آدمی اور ۳۴ توپیں اس برگیڈ میں تھیں۔ پیادہ فوج میں خاص پلٹن ۸۲۰ آدمیوں کی جمعیت کی ایک گورکھہ پلٹن ۷۰۷ آدمیوں کی اور دیوا سنگھ کی پلٹن ۸۳۹ آدمیوں کی اور شام سنگھ کی پلٹن ۸۱۰ آدمیوں کی داخل تھیں۔ سواروں میں ایک رجمنٹ گرانڈیلوں کی ۷۳۰ آدمیوں کی ایک رجمنٹ ڈریگوں ۷۵۰ آدمیوں کی اور ایک ٹرپ اردلی خاص کا داخل تھا جس میں ۱۸۷ آدمی تھے۔ توپ خانہ اس خاص برگیڈ کا الٰہی بخش کا توپ خانہ مشہور تھا اور اس کا کمان افسر جنرل الٰہی بخش تھا جو فوج سکھ میں سب سے عمدہ توپ خانہ کا افسر تھا۔ کل برگیڈ کا مواجب ۹۶۰۶۷ روپیہ ماہوار تھا ؞

دیگر برگیڈوں کی جمعیت اور ترتیب کا حال بہت کچھ اس بیان سے ظاہر ہو سکتا ہے جو اس برگیڈ فوج سکھ کے بارے میں لکھا گیا ہے جو سب میں سربرآوردہ تھی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد بہت کچھ انقلاب ہو گیا تھا۔ مہاراجہ کے قوی بازو کے خوف سے سرکشی اور شکوہ و شکایت دبی رہتی تھی اگرچہ ایک مرتبہ اُن کی بھی یہ نوبت پہنچی تھی کہ اپنی گورکھہ رجمنٹ کی غضب ناک سرکشی کے خوف سے گوبندگڈھ کے قلعے کے اندر پناہ لینی پڑی تھی اس پلٹن کی سرکشی کا یہ باعث تھا کہ بقایا تنخواہ اُس کو نہیں ملتی تھی مگر مہاراجہ کے جانشین اپنی جان اور حکومت کے تلف ہونے کے خوف سے تعداد اور مواجب فوج کا بڑھاتے رہتے تاوقتیکہ ریاست پر ایسا بھاری بوجھ فوج کا آپڑا کہ وہ اُٹھا نہ سکی اور غیر ریاستوں کے واسطے ہر وقت ایک دھمکی سی ہو گئی تھی ؞

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے وقت فوج آئین میں پیادہ سوار اور توپخانہ ملاکر ۲۹۱۶۸ آدمی تھے اور ۱۹۲ توپیں تھیں اور خرچ ماہوار ۳۸۲۰۰۰ روپئے تھا۔ مہاراجہ شیر سنگھ کے عہد میں فوج آئین میں ۵۰۰۶۵ آدمی اور ۲۳۲ توپیں اور خرچ ماہوار ۵۴۸۶۰۳ روپئے تھا۔ راجہ ہیرا سنگھ کے عہد میں فوج آئین کی جمعیت ۵۰۸۰۵ آدمیوں کی تھی اور ۲۸۲ توپیں اور خرچ ماہوار ۶۸۲۹۸۴ روپئے تھا۔ سردار جواہر سنگھ کے عہد میں فوج آئین کی جمعیت ۷۲۳۷۰ آدمیوں کی تھی اور ۳۸۱ توپیں اور ماہواری خرچ ۸۵۲۶۹۶ روپئے تھا۔ سردار جواہر سنگھ کے عہد میں توپوں کی تعداد میں افزونی برائے نام تھی نئی توپیں بہت کم ڈھالی گئیں تھیں مگر بہت سے پرانی توپیں قلعوں میں سے نکال کر صاف کردی گئیں اور توپ گاڑیوں پر چڑھا دی گئیں تھیں۔ فوج غیر آئین کی تعداد کا اُس اندازہ پر بڑھنا نہیں معلوم ہوتا ہے جیسے فوج آئین کی تعداد بڑھتی تھی۔ جب انگریزوں سے لڑائی ہوئی تو اُس کے شروع میں فوج غیر آئین کی جمعیت ۱۶۲۹۲ آدمیوں کی تھی۔ جب ۱۸۴۵ء میں ستلج کی لڑائی شروع ہوئی تو فوج سکھ کل پنجاب میں حسب تفصیل ذیل تھی۔

فوج پیادہ آئین	۵۳۷۵۶
رسالجات آئین	۶۲۳۵
رسالجات غیر آئین	۱۶۲۹۲
توپخانجات	۱۰۹۶۸
شتری زنبورے	۵۸۴
متفرق	۸۲۷

توپیں میدان میں جانے والی ۳۸۱۔ قلعوں کے کام کی ۱۰۴۔ اور اونٹوں کے

زنبور سے ۳۰۸ تھے ۔

غیر آئین فوجی دستے اور جاگیرداروں کی کنٹنجنٹ کی سپاہ کی تعداد جو تفصیل
بالا میں شامل نہیں صحت سے نہیں دریافت ہو سکتی ہے مگر تیس ہزار
آدمی کی جمعیت کا واجبی اندازہ ہو سکتا ہے ۔

راجہ ہیرا سنگھ کی پُر آشوب حکومت کے عہد میں اجودھیا پرشاد کی بر گیڈ
میں جو مہر سنہ ونتورا صاحب کے ماتحت کام دینے کی عادی تھی مثل اور
فوج کی نہ بدنظمی ہوئی اور نہ وہ برگیڈ مثل اور فوج کے قطعی سرکش ہوئی جب
راجہ ہیرا سنگھ لاہور سے بھاگا اور سردار جواہر سنگھ اور افواج خالصہ نے اُس
کا تعاقب کیا تو فوج خاص کمسن مہاراجہ کی حفاظت کے واسطے قلعہ کے نیچے
میدان میں رہی۔ جواہر سنگھ نے اجودھیا پرشاد کی تنخواہ میں تین ہزار روپئے
سال کا اضافہ کیا اور علاوہ ازیں اُس کو مواضعات موضع خان۔ گنگ۔
شادیان۔ مرادی اور کاٹھیاں والہ علاقہ حافظ آباد میں عطا کئے ۔

جواہر سنگھ کی قتل کے بعد تیج سنگھ جس سے فوج کو کمال نفرت تھی فوج
آئین کا سپہ سالار مقرر ہوا اور راجہ لعل سنگھ فوج غیر آئین کا سپہ سالار ہوا اور
جب فوج خاص کو پشاور جانے کا حکم ہوا تو اُس نے صاف انکار کر دیا۔
اُس کے بعد ستلج کی لڑائی ہوئی اُس لڑائی کے ختم ہونے کے بعد دیوان
اجودھیا پرشاد نے استعفا دیا جو منظور ہوا اور دیوان موصوف اُس برگیڈ
سے جس میں اُس نے ۲۶ برس نوکری کی تھی کنارہ کش ہوا ۔

سولھویں مارچ ۱۸۴۶ء کے عہد نامہ کے بعد جس کے رُو سے پہاڑی ملک
مابین راوی اور دریائے سندھ کے مہاراجہ گلاب سنگھ کو ملا تھا اجودھیا پرشاد
کپتان ایبٹ کے ساتھ لاہور اور جموں کے علاقہ کی حد براری کے لئے کمشنر

مقرر ہوا۔ اِس کام میں جو کسی طرح آسان نہ تھا دو برس گذر گئے اور دیوان موصوف مئی سنہ ۱۸۴۷ء تک لاہور میں واپس نہ آسکا۔ اِس تمام عرصے میں اُس کے کل برتاؤ سے حکام نہایت خوش اور مطمئن رہے اور بغیر اپنی سرکار کے حقوق کو نظر انداز کرنے کے دیوان موصوف کپتان ایبٹ صاحب کے ساتھ جو سرکار انگریزی کی طرف سے مامور ہوئے تھے نہایت شرافت اور اخلاق سے پیش آتا رہا۔ ۲۶ نومبر ۱۸۴۷ء کو دیوان کو خطاب ممتاز الدولہ ملا اور علاوہ ازیں تنخواہ میں معقول اضافہ ہوا۔ الحاق کے وقت دیوان اجودھیا پرشاد کو پانچ ہزار روپیہ سال نقد ملتا تھا اور علاوہ اس نقد مواجب کے دیہات نین سُکھ۔ بابو سابو۔ جھگیاں۔ کوٹ نو۔ خان پورہ۔ کاٹھیاں والہ شادمان گِنگ اور مرادی جھی ۱۹ ہزار روپئے سالانہ آسکی جاگیر میں تھے۔ اپریل ۱۸۴۹ء میں الحاق پنجاب کے بعد ہی دیوان کو ڈاکٹر لوگن صاحب کے ساتھ خورد سال مہاراجہ دلیپ سنگھ کا اہتمام دیا گیا اور اُسی سال وہ مہاراجہ کے ہمراہ فتح گڈھ گیا اور وہاں ستمبر ۱۸۵۱ء تک رہا۔ جب مہاراجہ انگلستان جانے کو طیار ہوئے تو دیوان اجودھیا پرشاد پنجاب کو واپس آیا اور ملازمت ترک کر دی۔ ڈاکٹر لوگن صاحب نے دیوان کے طریق راست بازی اور شرافت کی جب کہ وہ مہاراجہ کے ساتھ فتح گڈھ میں رہا نہایت تعریف کی ہے *

الحاق پنجاب پر دیوان موصوف کی جاگیرات ضبط ہو گئی تھیں مگر اُس کو ساڑھے سات ہزار روپئے سال کی پنشن ملی اور ۱۸۵۲ء میں گورنمنٹ عالیہ نے اُس میں سے ایک ہزار روپئے کی جاگیر دوام کے لئے منظور کی *

۱۸۶۲ء میں دیوان اجودھیا پرشاد لاہور کا آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا اس نے اپنے فرائض منصبی کو قابل تعریف انجام دیا اور مرتے دم تک بہ درعایتی اور

انصاف میں نیکنام رہا۔ جنوری ۱۸۶۵ء میں سر رابرٹ منٹگمری لفٹنٹ گورنر پنجاب کے حکم سے دیوان اجودھیا پرشاد کو اُسکی گزشتہ خدمات کے صلے میں حقوق ملکیت رکھ ہنگروال واقع ضلع لاہور جس کا رقبہ ۱۲۰۰ ایکڑ کا تھا بالغ بارہ سو روپئے نذرانہ عطا ہوئے اور ۲۴۰۰ روپئے اسکی مالگذاری تشخیص ہوئی۔ یہاں دیوان نے ایک گاؤں آباد کیا اور اپنے نام پر اُس کا نام اجودھیاپور رکھا۔ علاوہ اسکے اُسے اور اُسکے بیٹے بیجناتھ کو خلعت بھی عطا ہوئے بیجناتھ اچھا تربیت یافتہ اور لائق آدمی تھا اُس نے ۱۸۵۳ء میں میجر ایبٹ صاحب ڈپٹی کمشنر ہزارہ کے محکمہ میں سرکاری کام سیکھنا شروع کیا اور ۱۸۵۸ء میں وہ تحصیلدار مقرر کیا گیا اور اُس کے چار سال بعد لاہور میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہوا۔ ۱۸۶۶ء میں دیوان بیج ناتھ نے اپنے والد کے کہنے سے ملازمت سے استعفا دیدیا اور مستقل طور پر اپنی سکونت لاہور میں اختیار کی جہاں اُسے آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کے اختیارات تفویض رہے *

دیوان اجودھیا پرشاد نے ۱۸۷۰ء میں انتقال کیا۔ اُسکی ۶۰۰۰ روپئے سالانہ کی حین حیات پنشن میں سے نصف اُسکے بیٹے دیوان بیجناتھ کو عطا ہوئی۔ اُسوقت اِس خاندان کی جائداد پر ۲۴۰۰۰ روپئے کے قرضہ کا بار تھا جو بیجناتھ کے وقت میں ۴۰۰۰۰ روپئے تک بڑھ گیا۔ ۱۸۷۰ء میں دیوان بیج ناتھ کی خدمات ریاست کپورتھلہ سے تفویض ہوئیں۔ کیونکہ وہاں بوجہ دائمی علالت طبع راجہ کھڑک سنگھ والئے ریاست کے کونسل انتظامی مقرر ہوئی تھی اور بیج ناتھ اُس کا ایک ممبر مقرر کیا گیا۔ ۱۸۷۵ء کے شروع میں بیج ناتھ وہاں سے علیحدہ ہوا کیونکہ ریاست میں بجائے کونسل کے ایک یوروپین سپرنٹنڈنٹ کا تقرر ضروری معلوم ہوا۔ دیوان بیج ناتھ کپورتھلہ سے علیحدہ ہوکر کانگڑے کی طرف تیرتھ کے لئے چلا گیا اور جب وہاں سے لاہور کو واپس آرہا تھا تو راستے میں مرض ہیضہ میں

مبتلا ہو کر ۱۸- اگست ۱۸۷۵ء کو فوت ہو گیا*

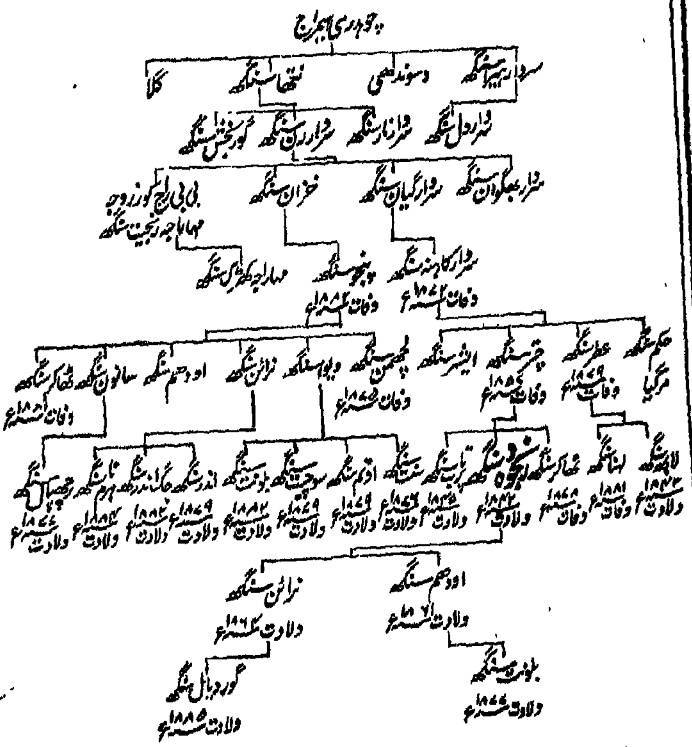
دیوان بیج ناتھ نے تین شادیاں کیں - صرف دوسری شادی سے ایک لڑکا دیوان نراندر ناتھ ۱۸۶۴ء میں پیدا ہوا جو اب خاندان کا سرکردہ ہے - دیوان کی تیسری زوجہ سے جس سے ۱۸۷۱ء میں شادی ہوئی تھی دو لڑکیاں پیدا ہوئیں جو ۱۸۸۳ء میں بیاہی گئیں - دیوان بیج ناتھ کے نابالغ لڑکے کی جائداد کا انتظام ڈسٹرکٹ کورٹ آف وارڈس لاہور کے سپرد ہوا - بعض سخت تقاضوں کے ادا کرنے کے لئے گورنمنٹ نے بیس ہزار روپئے قرض دینا منظور کیا - نراندر ناتھ کے واسطے حین حیات کے لئے ۱۲۰۵ روپئے سالانہ کی ایک پنشن منظور ہوئی جو علاوہ آمدنی موضع اجودھیا پور کے ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے - عمدہ انتظام سے نراندر ناتھ کے باپ کے وقت کا قرضہ ادا ہو چکا ہے اور اب جائداد سبکدوش ہے*

۱۸۷۹ء میں نراندر ناتھ کی شادی پنڈت بشمبر ناتھ کول حال اسسٹنٹ ٹریفک منیجر نارتھ ویسٹرن ریلوے کی لڑکی سے ہوئی - ۱۸۸۶ء میں نراندر ناتھ نے امتحان ایم - اے پاس کیا اور سال آئندہ میں وہ پنجاب یونیورسٹی کا فیلو نامزد ہوا - شروع ۱۸۸۸ء میں وہ قواعد سٹیٹوری سول سروس کے مطابق عہدہ اسسٹنٹ کمشنری کے واسطے منتخب ہوا اور ضلع گورداسپور میں تعینات کیا گیا*

پنڈت نراندر ناتھ کی سالانہ آمدنی جاگیر کے آٹھ دیہات اور منافع مواضعات اجودھیاپور وامیرپور واقع تحصیل لاہور اور پنشن متذکرہ بالا اور تنخواہ ملاکر سولہ ہزار روپئے کی ہے*

پنڈت کیول رام کا پوتا پنڈت بھوانی پرشاد ۱۸۷۷ء میں لاولد فوت ہوا*

سردار رنجودھ سنگھ مجیٹھیہ بھڑوال



۱۵۹۵ء کے قریب سکھوں کے گورو ارجن ضلع لاہور میں چند ہمراہیوں کے ساتھ سفر کر رہے تھے اور اثناء سفر میں ایک چھوٹے سے قصبہ بھڑوال میں پہنچے جو چند سال پہلے ایک شخص قوم اڑوڑہ بھڑ نامی نے آباد کیا تھا۔ اس قصبہ میں گورو صاحب کی کچھ خاطرداری نہ ہوئی اور وہ موضع جمبر کو چلے گئے جو قریب تھا۔ وہ تھکے ہوئے تھے اور ان کے پیر دکھتے تھے انہوں نے ایک چارپائی مانگی اور ایک درخت کے نیچے سایہ میں سو گئے ہیمراج نے جو

سندھو جاٹ اور بھڑوال کا چودھری تھا گاؤں میں آکر سب سرگذشت سنی اور اُس کو اِس بات سے بہت شرم آئی کہ گاؤں کے آدمیوں نے گورو کی خاطرمدارات نہ کی۔ ہیمراج جمبر کو اس غرض سے روانہ ہوا کہ وہ گورو کو اگر ہوسکے تو واپس لائے۔ جب وہ گاؤں میں پہنچا تو اُس نے گورو کو سویا ہوا پایا پس حیران ہوا کہ کیا کرنا چاہئے۔ جگانے کی اُسے جرأت نہ پڑی کیونکہ اُس کو معلوم نہ تھا کہ گورو کیس مزاج کا آدمی ہے اور نہ اُس کو جمبر میں زیادہ دیر تک رہنے دینا گوارا تھا پس چونکہ آدمی باہمت تھا اور جسم میں بھی اُس کے اچھی طاقت تھی اُس نے چارپائی اور گورو دونو کو اپنے سر پر اُٹھا لیا اور بھڑوال کو لے گیا ✦

جب گورو ارجن بیدار ہوئے تو وہ ہیمراج کی خدمت سے بہت خوش ہوئے اور پینے کے واسطے پانی مانگا۔ لوگوں نے کہا کہ ایک ہی کنواں اس گاؤں میں ہے اور اُس کا پانی کھارہی ہے۔ گورو نے ہیمراج کو کہا کہ کوئیں میں تھوڑا سا گڑ ڈال دو اور جب گڑ ڈالا گیا تو پانی فوراً شیریں اور صاف ہو گیا۔ گورو نے ہیمراج کو دعا دی کہ تمہارے ہاں ایک بیٹا ہیرا سنگھ نامی پیدا ہوگا اور وہ بڑا زبردست سردار ہوگا ✦

غرضکہ اِس طرح روایت ہے اور بھڑوال میں آجتک اِس روایت پر یقین ہے اور کہتے ہیں کہ اُس چاہ کا پانی جس کا نام بُڈھی والہ ہے آجتک شیریں اور صاف ہے۔ اگر یہ روایت ہیمراج کے باپ آلم یا اُس کے دادا مہناں کی نسبت ہی جاتی تو زیادہ مناسب ہوتی کیونکہ ہیرا سنگھ جو حقیقت میں اِس خاندان میں پہلا ہی نامی آدمی ہوا تھا گورو ارجن کی وفات سے جو سنہ ۱۶۰۶ء میں واقع ہوئی کوئی سو برس بعد پیدا ہوا تھا ✦

پچھلی صدی کے وسط کے قریب جب سکھ قوم کو اقتدار حاصل ہوا تو ہیرا سنگھ نے علاقہ نکہ پر جو لاہور اور گوگیرہ کے بیچ میں واقع ہے تصرف کر لیا اور اس علاقہ کے نام سے ہیرا سنگھ کے خاندان کا اور اس مسل کا جس کا وہ سردار تھا نکئی نام پڑ گیا۔ اُس نے افغانوں سے قصبہ چونیاں چھین لیا اور سلطنت مغلیہ پر جسے زوال آ رہا تھا حملے کرنے میں کنہیوں اور بھنگیوں کے ساتھ شامل رہا +

جب ہیرا سنگھ شیخ سُجان[1] چشتی پاک پٹن والہ کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا تو اُس کا بیٹا دل سنگھ نابالغ تھا اسلئے اُس کا بھتیجا نار سنگھ اُس کے بعد مسل کا سردار ہوا۔ نار سنگھ اُس لڑائی میں جو کوٹ کمالیہ میں ۱۷۶۸ء میں ہوئی تھی مارا گیا اور اُس کا بھائی[2] رن سنگھ اس کا جانشین ہوا۔ اِس سردار کے وقت میں اِس مسل کو کچھ زور اور عظمت حاصل ہوئی۔ بعض اور سکھوں کے مسلوں کے مقابلے میں یہ مسل کبھی طاقت ور نہ تھی مگر میدان جنگ میں یہ مسل اپنے ساتھ قریب دو ہزار سوار مع شتری زنبوروں اور چند توپوں کے لا سکتی تھی۔ نکہ کے علاقے کے جاٹ مضبوط اور جری ہیں اور یہ چھوٹی سی مسل افغان اور اور ہمسایوں سے خوب لڑتی رہی تا وقتیکہ ایک علاقہ جمعی نو لاکھ روپیہ کا سردار رن سنگھ اور اُس کے ماتحت مسلداروں کے قبضے میں آ گیا۔ اِن کے تصرف میں چونیاں کچھ حصے قصور۔ شرقپور و گوگیرہ کے پرگنوں کے اور ایک زمانہ میں کوٹ کمالیہ بھی جو صدر مقام قوم کھرل کا تھا آ گئے تھے +

سید والہ کا رئیس کمر سنگھ رن سنگھ کا حریف تھا اور چند سال تک وہ آپس میں لڑتے رہے کبھی ایک فریق غالب ہو جاتا تھا کبھی دوسرا آخر کار رن سنگھ قطعی سبقت لے گیا اور اُس نے سید والہ پر قبضہ کر لیا۔ سردار رن سنگھ ۱۷۸۱ء میں مر گیا۔ اُس کا بڑا بیٹا بھگوان سنگھ اُس ملک کو جو اُس کے باپ نے حاصل

[1] جلد انگریزی میں غلطی سے شجاع چھپا ہے [2] صحیح نام رن سنگھ ہے نہ رام سنگھ۔ اور رن سنگھ نار سنگھ کا بھائی ہوتا نہ بیٹا جلد انگریزی میں بغلط چھپا ہے۔ دیکھو شجرہ۔ مترجم

کیا تھا تھام نہ سکا۔ وزیر سنگھ برادر کرم سنگھ نے سید والہ کو پھر چھین لیا بلکہ اُس نے کچھ نکہ کے دیہات بھی لے لئے جو بعد میں چھوڑ دئے۔ بھگوان سنگھ نے اب دیکھا کہ اگر میرے زبردست دوست نہ ہوں گے تو غالباً کل ملک ہاتھ سے جاتا رہیگا پس اُس نے اپنی ہمشیرہ نکائن المعروف راجکوراں کی نسبت مہان سنگھ سکرچکیہ کے فرزند رنجیت سنگھ کے ساتھ کردی مہان سنگھ اُس زمانے میں پنجاب کے رئیسوں میں نہایت زبردست تھا۔ وزیر سنگھ نے بڑی کوشش کی کہ یہ نسبت ٹوٹ جائے کیونکہ اُس کے واسطے اِس نسبت کے ہونے سے آثار اچھے نہ تھے مگر یہ بات نہ ہو سکی۔ تھوڑے عرصے کے بعد ۱۷۸۵ء میں مہان سنگھ نے بھگوان سنگھ اور وزیر سنگھ دونوں کو امرتسر میں بلایا تاکہ جے سنگھ کنھیہ کے مقابلے میں اُسے امداد دیں۔ یہ دونو حریف سردار حسب الطلب شامل ہوئے مگر جب جے سنگھ کو شکست ہوئی تو اُنہوں نے آپس میں فساد کرنا شروع کیا کیونکہ مہان سنگھ نے بھگوان سنگھ کی نسبت وزیر سنگھ کی زیادہ توقیر کی تھی اسلئے بھگوان سنگھ کو رشک پیدا ہوا۔ مہان سنگھ نے بمشکل اُن میں صلح کرادی مگر یہ اتفاق دیر تک قائم نہ رہا اور فساد پہلے سے زیادہ سختی سے پھوٹ نکلا اور لڑائی تک نوبت پہنچی جس میں بھگوان سنگھ مارا گیا۔ ۱۷۸۹ء میں اُس کا بھائی گیان سنگھ اُس کا جانشین ہوا۔ اُسکے خاندان کے پرانے دشمن وزیر سنگھ کو تھوڑے عرصے کے بعد دل سنگھ پسر سردار ہیرا سنگھ نے مار ڈالا اور دل سنگھ نے بھڑوال میں پناہ لی مگر وزیر سنگھ کا ایک نوکر جس نے اپنے آقا کے قتل کا بدلہ لینے پر بیڑہ اُٹھا لیا تھا دل سنگھ کی گھات میں رہا اور آخرکار اُس نے اُس کو قتل کر ڈالا۔ مہان سنگھ ۱۷۹۲ء میں مر گیا اور ۱۷۹۸ء میں گیان سنگھ نے اپنی ہمشیرہ کی جس کی نسبت کچھ عرصہ

پہلے ہو چکی تھی رنجیت سنگھ کے ساتھ شادی کردی۔ سنہ ۱۸۰۲ء میں اس شادی سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا یعنے مہاراجہ کھڑک سنگھ۔ خاندان نکئی کو رنجیت سنگھ کے ساتھ اِس رشتہ سے کچھ بہت فائدہ نہیں ہوا۔ رنجیت سنگھ جو بہت حریص تھا اپنے رشتہ داروں کے ملک چھین لینے کے لئے طمع کے ہاتھ ہمیشہ دراز رکھتا تھا چنانچہ اُس نے اِس باب میں بہت کوشش کی کہ سردار کاہن سنگھ جو گیان سنگھ کی وفات کے بعد جو سنہ ۱۸۰۱ء میں واقع ہوئی تھی اپنے خاندان کا رئیس ہو گیا تھا دربار لاہور میں حاضر رہا کرے مگر یہ سردار لاہور میں رہنے سے برابر انکار کرتا رہا اور سنہ ۱۸۱۰ء میں مہاراجہ نے اِس خاندان کا سب مُلک دبا لیا۔ انھوں نے کچھ مقابلہ نہیں کیا کیونکہ یہ لاحاصل تھا۔ مہاراجہ نے بعد ازاں کاہن سنگھ کو بھڑوال کے نواح میں ایک جاگیر جمعی ۱۵ ہزار روپئے کی دی اور خزان سنگھ کو ایک جاگیر نان کوٹ میں عطا کی ٭

سردار کاہن سنگھ کو سنہ ۱۸۶۰ء میں منصب جاگیردار مجسٹریٹ ملا یہ سردار ہمیشہ بھڑوال میں جو چھوٹا سا قصبہ سڑک کلاں سے فاصلہ پر واقع ہے رہتا رہا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد اُس نے کاروبار مُلکی میں دخل نہیں دیا۔ سنہ ۱۸۴۸ء میں اُس کی سپاہ مع اُس کے فرزند دوم عطر سنگھ کے جو سپاہ مذکور کے ساتھ ملتان میں تھا مفسدوں کے ساتھ شامل ہو گئی۔ کاہن سنگھ پر جو اُس زمانہ میں ضعیف العمر آدمی تھا اپنے بیٹے کی بغاوت میں شریک ہونے کا اشتباہ نہیں ہوا اُسے ۳۸۴۰ روپئے سالانہ کی حین حیات پنشن علاوہ ۱۱۹۸۰ روپئے سالانہ کی جاگیر کے ملتی تھی اُس کا بڑا بیٹا چتر سنگھ جو نمک حلال رہا تھا سنہ ۱۸۵۸ء میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑ کر مر گیا ٭

کاہن سنگھ سنہ ۱۸۷۴ء میں فوت ہوگیا۔ اُس کا پوتا سردار رنجودھ سنگھ جو سردار چتر سنگھ کا سب سے بڑا بیٹا تھا اُس کی جگہ خاندان کا سرکردہ ہوا۔ مختلف دیہات اضلاع لاہور و منٹگمری میں اِس کی مالکی کی اراضی قریب چودہ سو گھماؤ کے ہے۔ سردار کاہن سنگھ کی بارہ ہزار کی جاگیر میں سے ۷۰۴۰ روپئے سالانہ خاندان کے لئے بحصص ذیل برقرار رکھے گئے ✤

رنجودھ سنگھ	بسبیل علی الدوام	۲۰۰۰
سردار عطر سنگھ	حین حیات	۲۴۰
ایشر سنگھ	حین حیات	۱۲۰۰
ٹھاکر سنگھ۔ پرتاب سنگھ۔ لہنا سنگھ ہر ایک کو	حین حیات	۶۰۰
بیوہ سردار کاہن سنگھ	حین حیات	۶۰۰

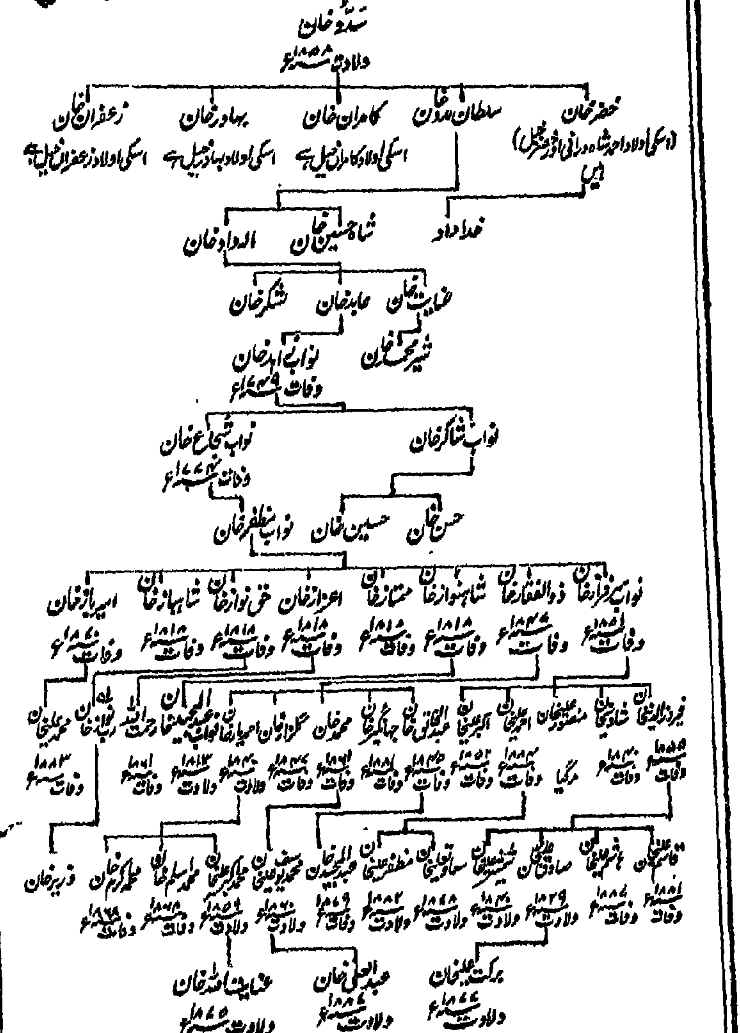
مذکورہ بالا وظائف بیوہ۔ عطر سنگھ ٹھاکر سنگھ اور لہنا سنگھ کے اُن کی وفات پر ضبط سرکار ہوچکے ہیں ✤

سردار رنجودھ سنگھ کا دوسرا بیٹا نرائن سنگھ ڈپٹی کمشنر لاہور کے محکمہ میں ملازم ہے اور عہدہ نائب تحصیلداری کے امیدواران میں اُس کا نام درج ہے ✤

سردار لابھ سنگھ ذیلدار موضع بھڑوال ہے اور دو ہزار گھماؤں سے زیادہ اراضی کا مالک ہے۔ سردار لہنا سنگھ اور ایشر سنگھ (عرف عبدالعزیز) دونوں مسلمان ہوگئے ہیں موخرالذکر اپنے چچازاد بھائی پرتاب سنگھ کے ساتھ موضع کجا میں رہتا ہے جہاں اِس خاندان کی زمینداری ہے کجا موضع بھڑوال سے جہاں رنجودھ سنگھ رہتا ہے چھ میل کے فاصلے پر دریائے راوی پر واقع ہے۔ علاوہ پنشن کے ایشر سنگھ (عرف عبدالعزیز) کو قریب چار ہزار گھماؤ اراضی کے حقوق مالکانہ کی آمدنی ہے ✤

سردار ساون سنگھ پسر پنجو سنگھ ضلع لاہور میں ڈپٹی انسپکٹر پولیس ہے ✤

نواب عبدالمجید خان سدوزائی سی ایس آئی



سدو خاں قوم افغان سدوزائی کا اور نوابان ملتان اور احمد شاہ ابدالی کا مورث قندہار کا باشندہ تھا جہانکہ وہ ۱۵۵۸ء میں پیدا ہوا تھا۔ وہ اپنے باپ کی جگہ قوم حبیب زائی کا سردار ہوا مگر وہ ایسا شجاع اور لائق تھا کہ اُس کو اقوام ابدالی نے جو قندہار اور ہرات کے بیچ میں رہتی تھیں انتخاب

ملہ شجرہ انگریزی میں اسکی اور اس کے بیٹے کی ولادت کا سال غلط درج ہوا ہے مترجم

رئیس بنا لیا یہ ماجرا ۱۵۹۰ء کا ہے ❖

شادی خاں جو شاہنشاہ اکبر کا قندہار میں ناظم تھا سدو خاں کا دشمن تھا اس سبب سے سدو خاں شاہ عباس شاہ ایران کی طرف ہو گیا۔ قندہار شاہ عباس کے ہاتھ سے ۱۵۹۴ء میں جا رہا تھا اور شاہ موصوف اُس کے واپس لینے کے فکر اور تدبیر میں تھا۔ چنانچہ اکبر کی وفات کے بعد شاہ عباس نے قندہار کو ابدالیوں کی مدد سے ۱۶۲۱ء میں واپس لے لیا۔ سدو خاں ۱۶۲۶ء میں پانچ بیٹے چھوڑ کر مر گیا جن کی اولاد سے کئی مشہور و معروف گھرانے موجود ہیں۔ سدو خاں کی اولاد بنام سدوزائی[۱] نامزد ہے اور ایک شاخ اس خاندان کی جس میں احمد[۲] شاہ۔ تیمور شاہ۔ زمان شاہ اور شاہ شجاع تھے کابل میں بہت سال تک حکمران رہی ❖

خضر خاں جو اپنے باپ کے بعد رئیس ہوا نرم طبیعت کا آدمی تھا اور بے لگام قوم افغان کی حکمرانی کے قابل نہیں تھا۔ اُس کی حکومت کو اس قوم نے نہیں مانا اور آخر کار جب اُس نے دیکھا کہ میرا حکم یہ قوم نہیں مانتی تو اُس نے یہ دقیق اعزاز اپنے بھائی مدو خاں کو دے دیا جو آدمی با حوصلہ تھا اور اُس سے ابدالی خائف رہتے تھے۔ خضر خاں ۱۶۲۶ء میں مر گیا اور مدو خاں اُس کی وفات کے بعد سترہ سال تک حکمران رہا۔ مدو خاں مقام صفا میں رہتا تھا جو قندہار سے

[۱] ایک شاخ نیازی قوم کی جس کو سدوزائی کہتے ہیں موضع دودہ واقع برلب دریائے سندھ میں رہتی ہے لیکن یہ قوم سدو خاں کی اولاد میں سے نہیں ہے ❖

[۲] احمد شاہ نے صرف اپنی قوم کا نام دُرّانی ۱۷۴۷ء میں رکھا تھا مگر اس سے پیشتر اُس کو ہمیشہ ابدالی کہتے رہے تھے۔ افغانوں کی روایت کے بموجب شریف دین کے پانچ بیٹے تھے۔ عثمان۔ ترین۔ بریک۔ رواوک اور ابدال۔ ابدال کو یہ نام ایک پیر خواجہ عبدالاحمد سے ملا تھا جس کا وہ کئی سال تک مرید رہا

شمال اور مشرق میں پچاس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ قندہار میں اُسوقت علی مردان خاں ناظم تھا۔ اِس لائق اور روشن ضمیر آدمی کے ساتھ مددخاں ہمیشہ اتحاد رکھتا تھا۔ ۱۶۳۸ء میں علی مردان خاں نے جس سے اُس کا آقا شاہ ایران خوش نہ تھا قندہار محمد سعید خاں کو دے دیا جو شاہ جہان کی طرف سے کابل میں صوبہ تھا اور خود دہلی کو چلا گیا جہاں اُس کی بہت عزت ہوئی۔

مددخاں چھ برس بعد ایک خانہ جنگی میں مارا گیا۔ اُس کا جانشین شاہ حسین خاں ہوا مگر خداداد خاں نے مخالفت کی اور ریاست کا دعوی اپنے باپ خضر خاں کے استحقاق پر کیا۔ دونوں میں صفا کے متصل ایک لڑائی ہوئی جس میں حسین خاں کو شکست ہوئی مگر حسین خاں قندہار کو بھاگ گیا اور وہاں کے ناظم خاص خاں کی مدد سے اُس نے ایک بڑی فوج جمع کی اور پھر لڑائی کا سامان کیا۔ خداداد خاں اُس کا مقابلہ نہ کر سکا اور اصفہان کو بھاگ گیا وہاں شاہ عباس دوم نے اُس کی عزت کی اور ۱۶۴۸ء میں خداداد خاں شاہ کے ساتھ قندہار میں آیا جس کو پیشتر اِس کے کہ شاہ جہان کی فوج بچاؤ کے لئے پہنچے شاہ عباس نے فتح کر لیا۔ بعد ازاں شاہ عباس ہرات کو چلا گیا اور قندہار میں محراب خاں قزلباش کو ناظم مقرر کر گیا اور بیرونی علاقہ خداداد خاں کو سپرد ہوا۔

اب حسین خاں کا دشمن طاقتور تھا اور جب حسین خاں نے چند ماہ بعد سلطنت مغلیہ کی فوج اورنگ زیب اور سعد اللہ کے زیر حکم آتے دیکھی تو وہ بہت خوش ہوا۔ حسین خاں فوج حملہ آور کے ساتھ شامل ہو گیا لیکن ایران کی سپاہ مقیم قندہار نے ایسی بہادری اور خوبی سے مقابلہ کیا کہ شروع موسم سرما ۱۶۴۹ء میں اورنگ زیب کو مجبوراً محاصرہ اُٹھا لینا پڑا اور وہ ہندوستان کو واپس چلا گیا۔ حسین خاں اور اُس کا خاندان اورنگ زیب کے ساتھ چلے گئے کیونکہ

اب وہ افغانستان میں محفوظ نہیں رہ سکتے تھے ٭

پہلے شاہ حسین کو پرگنہ سیالکوٹ جاگیر میں ملا اور بعد ازاں اُس کے عوض میں اُس کو رنگ پور دیا گیا جو دائیں کنارے دریائے چناب پر دریائے راوی اور چناب کے اتصال سے دس میل نیچے کی طرف واقع ہے۔ ۱۶۵۳ء میں شاہ حسین شہزادہ داراشکوہ فرزند اکبر شاہ جہان کے ساتھ مہم قندہار پر گیا۔ اِس مہم میں جو مغلیہ سلطنت کی جانب سے اخیری مہم تھی مغلوں کو ناکامی ہوئی۔ دوسرے سال شاہ حسین اورنگ زیب کے ساتھ دکن کو گیا جہاں اورنگ زیب صوبہ تھا مگر ۱۶۵۵ء میں وہ دہلی واپس آیا اور علیمردان خاں کی سفارش سے اُس کو سات سو اور اُس کے بھائی کو دو سو سوار بھرتی کرنے کی اجازت مل گئی ٭

جب اورنگ زیب ۱۶۵۸ء میں تخت نشین ہوا تو حسین خاں کی جاگیر میں اضافہ ہوا مگر اپنی تند خوئی کے سبب تھوڑے ہی عرصے میں اُسے ذلت اٹھانی پڑی۔ ایک منحوس دن بادشاہ بعض گھوڑوں کو دیکھ رہا تھا جو نذر میں آئے تھے۔ ایک گھوڑے کی طرف اشارہ کرکے بادشاہ نے حسین خاں سے پوچھا کہ اِس کی کیا نسل ہے۔ حسین خاں نے تامل کیا اور ایک خوش رُو پٹھان نے جو پاس ہی کھڑا تھا بادشاہ کے سوال کا جواب دیدیا۔ حسین خاں نے غضب میں آکر کہا "غلام جب بادشاہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو تُو بولنے والا کون"۔ پٹھان نے جواب دیا کہ "غلام کمینی صورت سے معلوم ہو جاتے ہیں" حسین خاں پست قد اور بہت سیاہ فام تھا۔ اِس جواب سے وہ ایسا غضب میں آیا کہ اُس نے اپنا خنجر نکال کر اُس پٹھان کو مار ڈالا۔ اِس جرم کے سبب جو بادشاہ کے حضور میں سرزد ہوا تھا حسین خاں قید کیا گیا اور اگرچہ تھوڑے عرصے

کے بعد وہ رہا کر دیا گیا لیکن وہ دربار سے ہمیشہ کیلئے خارج کیا گیا۔ چونکہ بادشاہ کی اُس نے بہت خدمات کی تھیں صرف اِس سبب سے وہ قتل ہونے سے بچ رہا۔ رنگ پور کو واپس آنے کے تھوڑے عرصے کے بعد وہ لاولد فوت ہو گیا۔

اُس کا بھائی الہ داد خاں چند ماہ پیشتر مر چکا تھا مگر اُس کے چھ بیٹے تھے جن میں سے عنایت خاں جو سب سے بڑا تھا اپنے چچا کا وارث بنا۔ جب محمد معزالدین خاں بہادر فرزند شاہزادہ محمد معظم اور نبیرہ اورنگ زیب شکار پور اور سندھ کو جاتا ہوا ملتان میں وارد ہوا تو عنایت خاں اُس کی خدمت میں حاضر ہوا اور کُل لڑائی میں شریک رہا۔ بختیار خاں جو افغان سندوں کا سرغنہ تھا مطیع ہو گیا اور عنایت خاں کی سفارش پر بچ گیا۔

عنایت خاں کے بعد اُس کا سب سے بڑا بیٹا شیر محمد خاں وارث ہوا لیکن وہ کم عقل تھا اِس لئے اُس کا چچا عابد خاں کُل انتظام ریاست کرتا رہا۔ عابد خاں کی وفات پر خاندان میں بڑے فساد پیدا ہوئے۔ عابد خاں کے بھائی لشکر خاں نے ریاست کا دعوے اپنی بزرگی کے سبب سے کیا اور اصغر خاں برادر شیر محمد خاں نے اپنے باپ اور بھائی کے حق کی بناء پر کچھ افغان ایک طرف ہو گئے اور کچھ دوسری طرف۔ مگر یہ صرف حیات خاں ناظم کے رُعب داب کے سبب سے تھا کہ خوں ریزی نہ ہونے پائی۔ اُس نے سب سے اقرار کرا لیا کہ جو میں فیصلہ کرونگا وہ قبول ہوگا اور پھر اُس نے زاہد خاں کو رئیس مقرر کر دیا۔ حیات خاں کا انتخاب اچھا تھا اور سب نے اُس کو پسند کیا۔

زاہد خاں لائق اور شریف آدمی تھا اور اُس کو علمیت بھی اچھی تھی۔ یہ قمرالدین وزیر دہلی کا بڑا دوست تھا اور جب نادر شاہ نے ہندوستان پر حملہ

گیا اور مغلوں کی طاقت دور کے صوبجات میں کم ہوتی گئی تو زاہد خاں دہلی بلایا گیا اور قمر الدین کی سعی سے ملتان کا نواب مقرر کیا گیا۔ یہ ۱۷۳۸ء کا ماجرا ہے۔ زاہد خاں نے اپنے تقرر کے بعد اپنے فرزند شاکر خاں کو لکھا کہ منصب نوابی سے لیوے مگر اسحاق خاں نے جو صوبہ تھا نہ مانا آخر سخت لڑائی کے بعد بے دخل کیا گیا۔ ۱۷۴۷ء میں احمد شاہ دُرّانی نے ہندوستان پر حملہ کیا اور جب شاہ نواز خاں صوبہ لاہور اُس سے ہزیمت کھا کر بھاگ گیا تو احمد شاہ ملتان کی طرف گیا اور وہاں اُس نے زاہد خاں کو اُس کے منصب پر بحال رکھا۔ اِس سے دربار دہلی کو یقین ہوگیا کہ زاہد خاں نے ہم سے دغا کی اور دشمن سے مل گیا اسلئے شاہ نواز خاں اُس کی جگہہ ملتان کا صوبہ مقرر کیا گیا اور وزیر قمر الدین کا بیٹا میر منّو لاہور کا صوبہ مقرر ہوا۔ زاہد خاں نے اوّل اوّل نئے ناظم کا مقابلہ نہیں کیا مگر بیساکھی کے میلہ پر ایک سپاہی نے جو شاہ نواز خاں کا ایک ملازم تھا ایک افغان عورت پر ایک گاؤں میں جو شہر کے متصل ہی تھا حملہ کیا اور اِس سبب سے بلوہ عام ہوگیا جس میں دیوان لکھپت رائے کے ایک رشتہ دار کا ہاتھ کٹ گیا۔ اُس وقت زاہد خاں نے اپنے افغان جمع کئے اور شاہنواز خاں کی سپاہ پر حملہ کیا شاہ نواز خاں کو شکست ہوئی اور اُس نے مجبور ہو کر میر منّو صوبہ لاہور سے کمک مانگی۔ مگر لاہور کا صوبہ شاہنواز خاں سے بہت عداوت رکھتا تھا چنانچہ کمک بھیجنے کے بجائے اُس کے برخلاف ایک فوج کوڑامل کے زیر حکم بھیجی جس کو اُس نے ملتان میں اپنا نائب مقرر کیا اور اُس کو راجہ کا خطاب دیا۔ شاہنواز خاں نے اِس فوج کا ملتان سے چالیس میل کے فاصلہ پر مقابلہ کیا مگر چند روز کی لڑائی کے بعد اُس کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔

اِس کے بعد راجہ کوڑا مل بحیثیت ناظم ملتان میں داخل ہوا۔ وہ پیشتر اِس صوبہ میں دیوان رہ چکا تھا۔ زاہد خاں نے نئے ناظم کی اطاعت میں اپنی ہتک سمجھی اور سیت پور کو چلا گیا۔ کوڑا مل نے ارادہ کیا تھا کہ بذریعہ فوج کشی زاہد خاں کو مطیع کرے لیکن احمد شاہ نے ایک اور حملہ کیا اور کوڑا مل مجبور ہو کر لاہور کو واپس چلا گیا اور ملتان زاہد خاں کے بیٹے شاکر خاں کے قبضہ میں رہا۔ بارہ اپریل ۱۷۵۲ء کو میر منو اور کوڑا مل نے احمد شاہ کا لاہور میں مقابلہ کیا مگر اُن کو شکست ہوئی اور کوڑا مل مارا گیا۔ میر منو نے صلح کر لی اور منصب نظامت پر بحال کیا گیا اور اُسکے ماتحت ایک افغان عہدہ دار علی محمد خاں نامی ملتان کا ناظم مقرر ہوا۔ زاہد خاں ۱۷۴۹ء میں فوت ہو چکا تھا۔ اُسکے بیٹے شاکر خاں نے نظامت چھوڑ دی اور نئے ناظم کا دوست بنا رہا۔

۱۷۵۸ء میں مرہٹوں نے پنجاب پر یورش کی۔ راگھوبا پیشوا کے بھائی نے لاہور پر قبضہ کر لیا اور دو سردار مرہٹوں کے صالح بیگ اور سنجلی بیگ نامی ملتان کی طرف بھیجے گئے جنہوں نے بلا مزاحمت ملتان پر قبضہ کر لیا اور علی محمد خاں فرار ہو گیا۔ مرہٹوں کی حکومت نہایت ظالمانہ تھی اس لئے وہ بہت دن تک نہیں رہی اور اُس کے بعد احمد شاہ نے خواجہ یعقوب کو ملتان کا ناظم مقرر کیا۔ علی محمد خاں نے اوّل حکم بادشاہی کی متابعت کی لیکن بعد ازاں اُس نے دیکھا کہ خواجہ یعقوب کمزور ناظم ہے اِس لئے اُس نے اُس کو نکال دیا اور پھر خود نواب بن گیا۔

شاکر خاں مر چکا تھا اور اُس کا سب سے بڑا بیٹا کسی لائق نہیں تھا اِس لئے احمد شاہ نے شجاع خاں فرزند ثانی زاہد خاں کو نواب مقرر کیا۔ شجاع خاں نے اپنے افغان اکٹھے کئے اور چونکہ علی محمد خاں کے پاس کوئی فوج اُس کے مقابلہ کے قابل نہیں تھی اِس لئے اُس نے متابعت اختیار کر لی۔ اب شجاع خاں

ناظم ہوگیا اور اُس نے قلعہ شجاع آباد ملتان سے ۲۳ میل کے فاصلے پر تعمیر کیا۔ علی محمد خاں نے جو فتنہ انگیز تھا پھر اُس کا مقابلہ کیا اور شجاع خاں جس سے رعایا ناراض ہوگئی تھی شکست کھاکر مقید ہوا اور علی محمد خاں نے پھر حکومت سنبھال لی۔ اِس واقعہ سے شاہ دُرّانی نہایت غضب ناک ہوا اور جب احمد شاہ ۱۷۶۷ء میں ملتان میں وارد ہوا تو علی محمد خاں نے ایسی جرأت کی کہ دربار میں چلا گیا مگر شاہ نے اُس کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ بادشاہ کے حکم سے علی محمد خاں اور اُس کے فرزند دونوں کے شکم چاک کئے گئے اور اُن کی لاشیں اونٹوں پر ڈال کر شہر میں پھیری گئیں اور ساتھ ہی یہ منادی کی گئی کہ جو کوئی سدوزائی کی توہین کریگا اُس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جائیگا۔ بعدہٗ شجاع خاں ملتان کی حکومت پر پھر مامور کیا گیا اور احمد شاہ کابل کو واپس چلا گیا ؃

۱۷۷۱ء میں سکھوں نے جو بہت طاقتور ہوگئے تھے اور جنہوں نے ۱۷۶۶ء میں جھنڈا سنگھ کے ماتحت علاقہ ملتان پر یورش کی تھی ملتان پر حملہ کیا اور ڈیڑھ مہینے تک قلعہ کا محاصرہ کیا مگر جہان خاں قلعہ کی کمک پر آیا اور سکھوں کو مجبوراً ہٹنا پڑا۔ بعدہٗ حاجی شریف خاں سدوزائی کو تیمور شاہ نے ملتان کا ناظم مقرر کیا اور شجاع خاں پھر اپنے قلعہ شجاع آباد کو چلا گیا لیکن جب اُسکو ناظم نے حکم دیا کہ اپنی زمینداری کی مالگذاری سرکار میں ادا کرے تو شجاع خاں نے انکار کیا اور کھلے طور پر ناظم کا مقابلہ کیا۔ اس پر ایک اور حاجی شریف خاں تکلو معروف مرزا شریف بیگ بہ شمولیت ایک تاجر دھرمداس نامی کے ناظم مقرر کیا گیا جس نے شجاع خاں کے ساتھ سلوک رکھا جب عبدالکریم خاں بامزائی نے ملتان پر حملہ کیا تو مرزا نے سکھوں کو اپنی مدد کے واسطے بلایا۔ تیمور شاہ نے یہ سُنکر

کہ مرزا نے سیرسے نہایت سخت دشمنوں سے دوستی کی ہے اس کو برطرف کردیا
اور ایک شخص مددخاں کو ناظم مقرر کرکے بھیجا۔ شریف بیگ نے نئے ناظم
کی مزاحمت کی مگر شجاع خاں نے اس کی مدد کی اور ان دونوں نے قلعہ
میں شریف بیگ کا محاصرہ کیا مگر وہ قلعہ نہ لے سکے اور مددخاں قندہار کو طلب
کیا گیا۔ اب تیمور شاہ نے رئیس بہاولپور کو حکم دیا کہ باغی ناظم کو مطیع کرے۔
چنانچہ رئیس بہاولپور اپنے اڈرپوترہ سے کر ملتان پر چڑھ آیا اور اس کے
ساتھ شجاع خاں کا فرزند مظفر خاں بھی تھا۔ قلعہ کا محاصرہ کیا گیا اور اٹھارہ
دن میں سر کیا گیا مگر یہ کامیابی چند روزہ تھی۔ شریف بیگ نے اپنی مدد
کے واسطے جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ سرداران بھنگی کو بلایا تھا اور یہ دونوں
سردار بڑی فوج لے کر آپہنچے۔ انھوں نے بہاولپور کی فوج کو شکست دی اور
حملہ کرکے قلعہ خود لے لیا۔ اس پر مرزا تلمبہ کو بھاگ گیا اور وہاں سے خیرپور
تنوین کو چلا گیا اور تھوڑے عرصے کے بعد وہیں مر گیا۔

اس کے بعد سکھوں نے شجاع آباد پر حملہ کرکے اس کو اپنے قبضہ میں کرلیا
اور شجاع خاں بمشکل جان بر ہو کر بہاولپور میں پناہ گزین ہوا۔ سردار جھنڈا سنگھ
نے ملتان دیوان سنگھ چھاچھووالیہ کے سپرد کرکے جو اس کا ایک مثلدار تھا
امرتسر کی طرف مراجعت کی۔ یہ واقعہ ۱۷۷۲ء کا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد شجاع
خاں مر گیا اور ۱۷۷۵ء میں اس کے بیٹے مظفر خاں نے بہاول خاں رئیس
بہاولپور کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ایک بار پھر ملتان لینے کی کوشش کرے۔
چنانچہ بہاول خاں نے قلعہ پر حملہ کیا اور اول اول کامیاب ہوا مگر بعد محاصرہ
۲۲ یوم کے بہاول خاں کو نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ مظفر خاں نے پھر
کابل سے مدد مانگی۔ اس پر سردار مددخاں ایک بڑی فوج کے ساتھ بھیجا

گیا مگر وہ ملتان میں سال آئندہ سے پیشتر نہ پہنچ سکا۔ اس وقت کابل کی سلطنت
کی مصلحت اور طرح بدل گئی تھی اور اس کی خدمات کی کابل میں ضرورت
تھی اسلئے وہ واپس بلایا گیا اور ملتان میں وہ کچھ کارروائی نہ کرسکا۔ اس کے
بعد مظفر خاں اوچ کو چلا گیا جہاں وہ مشہور و معروف مخدوم صاحب شیخ حمید
کی حمایت میں ۱۷۷۹ء تک رہا۔ اسی سال تیمور شاہ بادشاہ کابل ایک بڑی
فوج لے کر ملتان کو آیا اور چالیس دن کے محاصرے کے بعد ملتان کو سکھوں
سے لے لیا۔ سکھوں کو بے آزار چلے جانے کی اجازت مل گئی اور مظفر خاں
کو خطاب رکن الدولہ کا عطا ہوا اور وہ ملتان کا صوبہ مقرر کیا گیا۔ نیا ناظم لائق اور
ہمت کا آدمی تھا اور اپنے زمانۂ دراز کی حکومت میں اس نے اس صوبہ
میں بہت ترقی کی تھی مگر اسکو امن اور آسایش کے کاموں میں مصروف ہونے کو بہت
وقت نہیں ملا کیونکہ وہ ۱۷۷۹ء سے لیکر ۱۸۱۸ء یعنی اپنی وفات کے سال تک برابر لڑائی
میں مصروف رہا۔ پہلے بھنگی مسل کے سرداروں اور بعد ازاں صاحب خاں سیال اور سردار
کرم سنگھ بھنگی نے ملکر اس پر حملہ کیا اس پچھلی یورش سے بڑی مشکل سے نجات ہوئی ۔

۱۷۹۰ء میں مظفر خاں ملتان کو محمد خاں بہادر خیل کے سپرد کرکے کابل
کی طرف روانہ ہوا اور دو سال تک غیر حاضر رہا۔ جب زمان شاہ تخت نشین
ہوا تو مظفر خاں منصب نظامت پر بحال کیا گیا اور ۱۷۹۷ء میں جب زمان
شاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا اور سکھوں کا زور تھوڑے عرصے کے واسطے
ٹوٹ گیا مظفر خاں نے ان کو کوٹ کمالیہ سے نکال دیا اور اسے اس
کے موروثی رئیس سعادت یار خاں کھرل کے حوالہ کر دیا ۔

بڑا دشمن مظفر خاں کا ملتان میں عبدالصمد خاں ایک سدوزائی رئیس تھا۔ اس
شخص نے دربار لاہور اور کابل میں مظفر خاں کو اذیت پہنچانے میں

کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا تھا ایک دفعہ شاہ زمان نے عبدالصمد خاں کو ملتان کا صوبہ بھی مقرر کیا تھا۔ آخرکار عبدالصمد خاں کو شکست ہوئی اور اُس کا قلعہ اُس سے چھین لیا گیا اور اُس کی جاگیرات ضبط کی گئیں +

سنہ ۱۸۰۲ء میں مظفر خاں نے اوّل مرتبہ نوجوان مہاراجہ رنجیت سنگھ کو دیکھا جو ملتان کی طرف ملک دیکھنے کے واسطے گیا تھا۔ نواب شہر سے تیس۳۰ میل پر رنجیت سنگھ سے ملنے آیا طرفین سے تحائف لئے دئے گئے اور دونوں دوست بن کر علیحدہ ہوئے۔ سنہ ۱۸۰۶ء میں رنجیت سنگھ نے جھنگ کو زیر کر کے پھر ملتان کی طرف کوچ کیا اور شہر سے شمال کی طرف بیس۲۰ میل کے فاصلے پر مقام مہتم میں وارد ہوا نواب کو اِس سکھ سردار سے لڑنے کی خواہش نہ تھی اِس لئے اُس نے رنجیت سنگھ کو ستّر ہزار روپیہ دے کر رخصت کیا۔ رنجیت سنگھ نے بیش بہا خلعت نواب کو دئے اور مراجعت کی۔ احمد خاں سیال رئیس جھنگ نے جس کو رنجیت سنگھ نے تھوڑے ہی دن ہوئے کہ ریاست سے بیدخل کر دیا تھا ملتان میں پناہ لی اور مظفر خاں نے اُس کو آدمیوں اور روپئے کی مدد دی جس کے ذریعے احمد خاں نے اپنا بہت سا علاقہ پھر لے لیا اگرچہ وہ سردار فتح سنگھ کالیاں والہ کو جو قابض تھا بالکل نکال نہیں سکا۔ عبدالصمد خاں رئیس سدوزائی نے جو شکست خوردہ تھا اور جس نے لاہور میں پناہ لی تھی رنجیت سنگھ کو سنہ ۱۸۰۷ء میں ملتان پر فوج کثیر سے یورش کرنے کی ترغیب دی۔ شہر کے کسی قدر حصّہ پر تصرف کیا گیا اور سکھوں نے ہر طرح سے جدوجہد کی مگر وہ قلعہ نہ لے سکے اور فتح سنگھ کالیانوالہ کی معرفت ایک عہد کیا گیا جس کی رُو سے مہاراجہ بہت سا روپیہ لے کر واپس چلا آیا +

اِس سال مظفر خاں نے جو ہمیشہ کے جنگ وجدل سے تھک گیا تھا

نوابی اپنے بیٹے سرفراز خاں کو دے دی اور خود حج کو مکہ چلا گیا۔ اس سفر میں مظفر خاں کو بہت مشکلات پیش آئیں۔ عربوں نے اس کے جلوس کی شان و شوکت دیکھ کر جماعۂ کثیر سے حملہ کیا اور مظفر خاں نے بمشکل تمام مخلصی حاصل کی۔ مظفر خاں چودہ ماہ باہر رہا۔ ۱۸۰۸ء کے آخیر میں مظفر خاں کی مراجعت کے تھوڑے عرصے بعد مسٹر الفنسٹن صاحب ملتان میں وارد ہوئے جبکہ وہ شاہ شجاع الملک کی خدمت میں پشاور کو جاتے تھے۔ نواب مسٹر الفنسٹن سے بہت مہماں نوازی سے پیش آیا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ سرکار انگریزی اس کو اپنی حمایت میں لے لے مگر سفیر انگلشیہ کو نواب کی اطاعت قبول کرنے کا اختیار نہیں تھا اس لئے مظفر خاں نے نواب گورنر جنرل سے کلکتہ میں خط و کتابت شروع کی اور سرکار انگریزی سے موافقت رکھنے کی خواہش ظاہر کی۔

۱۸۱۰ء کے شروع میں رنجیت سنگھ نے پھر ملتان کی طرف کوچ کیا۔ اس نے تھوڑا عرصہ پیشتر خوشاب میں شاہ شجاع سے ملاقات کی تھی اور جلاوطن شدہ شاہ شجاع نے سکھوں سے یہ درخواست کی تھی کہ ملتان کو فتح کر کے اس کو دے دیں۔ ۱۸۰۳ء میں شاہ کی سپاہ کو مظفر خاں نے شکست دی تھی اور شاہ سے آشتی کی امید میں کئی بار یہ پیام بھیجا تھا کہ ملتان میں سکونت پذیر ہو مگر شاہ شجاع کی یہ خواہش تھی کہ شہر اور صوبہ ملتان کو فتح کر کے اپنے قبضہ میں لائے۔ مہاراجہ نے شاہ کی جو کم حوصلہ تھا نہایت عزت اور تعظیم کی لیکن چونکہ شاہ سے کچھ روپیہ اسے حاصل نہ ہوا اسلئے مہاراجہ نے عزم کیا کہ ملتان کو خود لے لے چنانچہ ۲۴ فروری ۱۸۱۰ء کو مہاراجہ شہر کے سامنے وارد ہوا اور دوسرے روز شہر پر تصرف کر لیا۔

قرب و جوار کے رئیس مہاراجہ کی اِس کارروائی سے بہت گھبرا گئے۔ محمد خاں رئیس لیہ اور بھکر نے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ اپنے علاقہ کے بچانے کے واسطے دیا اور صادق محمد خاں رئیس بہاولپور نے اسی غرض سے ایک لاکھ روپیہ دینا چاہا لیکن اُس کی درخواست منظور نہیں کیگئی اور اگرچہ مظفر خاں رئیس بہاولپور کا دوست تھا تاہم رنجیت سنگھ نے بہاولپور کے رئیس کو مجبور کرکے پانچ سو سواروں کی اُس سے کمک لی۔ کچھ عرصے تک قلعہ پر لاحاصل گولہ باری ہوتی رہی اور پھر سرنگ لگائی گئی مگر محصورین نے بھی سرنگ کے مقابلے میں کامیابی سے سرنگ لگائی اور عطر سنگھ دھاڑی کے توپ خانہ کو اُڑا دیا اور عطر سنگھ مع بارہ آدمیوں کے مارا گیا اور بہت سے سخت زخمی ہوئے جن میں سردار نہال سنگھ اٹاریوالہ اور نوجوان ہری سنگھ نلوہ بھی شامل تھے۔ یہ توپ خانہ قلعہ کے ایسا پاس تھا کہ سکھ اپنے مُردوں کو نہ اُٹھا سکے اور مُردوں کی لاشیں محصورین نے بھیجدیں عطر سنگھ کی لاش پر ایک جوڑہ دوشالہ کا ڈالا گیا تھا۔

دیوان محکم چند شجاع آباد سر کرنے کو بھیجا گیا مگر یہ قلعہ بہت مضبوط تھا لیا نہ جاسکا۔ ۱۲ مارچ کو عام حملہ کر دینے کا حکم دیا گیا مگر سکھوں کو ہزیمت ہوئی اور انھوں نے بہت نقصان اُٹھایا اب سکھ بے دل ہو گئے۔ سامان رسد لشکر میں بہت گراں ہو گیا تھا۔ دیوان محکم چند سخت بیمار تھا اور اُس کی زندگی کا اندیشہ تھا نیز کئی سردار مارے گئے تھے حالانکہ قلعے پر کچھ بھی اثر نہیں ہوا تھا۔ ۲۵ مارچ کو پھر حملہ کیا گیا مگر نتیجہ پہلے جیسا رہا۔ لاچار محاصرہ اُٹھانا پڑا اور رنجیت سنگھ نے نہایت تپاک کے ساتھ

مظفر خاں کی وہ شرائط جو کئی دفعہ پہلے وہ نامنظور کر چکا تھا آخر کار منظور کر لیں یعنے ڈھائی لاکھ روپئے اور بیس جنگی گھوڑے یک لخت اور آئندہ جنگ کے وقت کمک کے واسطے سپاہ کا دینا بذمہ مظفر خاں قرار پایا۔ تیس ہزار روپئے سردست منجملہ زر معہودہ کے رنجیت سنگھ نے ملتان سے ۱۴۔ اپریل کو مراجعت کی۔ رنجیت سنگھ نے یہ دیکھ کر کہ میری طاقت ملتان کے فتح کرنے کے واسطے کافی نہیں ہے نواب گورنر جنرل کو لکھا کہ انگریزی فوج سے مدد دیں مگر رنجیت سنگھ کی درخواست کی طرف توجہ نہیں ہوئی خصوصاً اس واسطے کہ رنجیت سنگھ نے یہ تجویز کیا تھا کہ فوج انگریزی پنجاب میں سے نہ جائے بلکہ ستلج کے جنوب کی طرف جو ملک غیر آباد تھا اُس راہ سے جائے۔ شاہ شجاع نے بطور خود ملتان پر یورش کرنے کی تیاری کی تھی مگر اُس نے دانشمندی کی کہ اپنا ارادہ خود ترک کر دیا کیونکہ کامیابی کی کچھ بھی امید نہیں ہو سکتی تھی ٭

اب نواب ملتان صادق خاں رئیس بہاولپور سے برسر فساد ہوا جس نے اُسکے دشمنوں کو پچھلی لڑائی میں مدد دی تھی۔ بہاولپور میں ایک قومی گروہ رئیس کا مخالف تھا جس کے سرغنہ فتح محمد غوری اور احمد خاں تھے۔ انہوں نے اپنے آقا کو قتل کرنے کا قصد کیا تھا مگر ناکامیاب رہے آخر انہوں نے علاقہ ملتان میں پناہ لی۔ رئیس بہاولپور نے نواب سے اِس کا گلہ کیا مگر مظفر خاں نے جس کا غصہ کم نہیں ہوا تھا سرکشوں کی حمایت کی اور جب اُس نے دیکھا کہ سرکش مغلوب ہو جائینگے تو خود رئیس بہاولپور سے جنگ کی ٹھہرا دی۔ نواب ملتان خود شجاع آباد کو گیا اور اپنی فوج کو بہاولپور کے جنرل یعقوب محمد خاں کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی چونکہ داؤد پوتروں کی جمعیت زیادہ تھی

اور اُن کا توپ خانہ بھی اچھا تھا اِس لئے بہاولپور کی فوج کو فتح ہوئی اور فوج افغان شجاع آباد کو واپس چلی گئی ۔ ۱۸۱۱ء میں مظفر خاں مہر جب سے جو راج باہان قبیلہ سے تھا لڑا یہ اُس کے تابعین میں سے تھا مگر سرکش تھا۔ مظفر خاں نے اِس کو شکست دے کر اُس کا قلعہ مسمار کر دیا اور اُسی جگہ قلعہ فیروزگڈھ تعمیر کیا۔

فروری ۱۸۱۶ء میں سکھوں نے ملتان پر ایک بے ڈھنگا حملہ کیا۔ بہاولپور اور ملتان کو ایک قومی جمعیت سپاہ کی خراج لینے کو بھیجی گئی تھی۔ مظفر خاں کی طرف سے کچھ توقف ہوا اور پھولا سنگھ اکالی نے بھنگ کے نشہ میں مدہوش ہو کر اور اپنے ہمراہیوں کو لے کر جو شل اُس کی بھنگ سے مخبوط تھے شہر پر حملہ کیا اور حملہ ایسے جوش سے کیا کہ قلعے کی بعض پناہات پر قبضہ کر لیا۔ مگر فقیر عزیزالدین نے مناسب عذر کیا اور نواب نے باج جلدی سے دیدیا اور سکھ سپاہ منکیرہ کی طرف کوچ کر گئی۔ ۱۸۱۷ء میں کچھ سکھ سپاہ نے دیوان چند کے ماتحت ملتان کی طرف کوچ کیا اور قلعہ پر حملہ کیا مگر اِس سپاہ کو ہزیمت ہوئی اور یہ دس ہزار روپئے لے کر واپس چلی گئی۔ یہ حملے تن دہی کے ساتھ نہیں ہوئے تھے۔ مہاراجہ اپنی فوج کو جمع کر رہا تھا کہ ایک بار بہت زور کے ساتھ یورش کی جائے اور اُس نے قسم کھائی تھی کہ ملتان کو جہاں کئی بار وہ ناکامیاب رہا تھا ضرور لے کر رہونگا۔ ۱۸۱۷ء کے موسم سرما میں مہاراجہ ہر طرف سے رسد اور فوج جمع کر رہا تھا اور جنوری ۱۸۱۸ء میں پچیس ہزار فوج جو برائے نام شہزادہ کھڑک سنگھ کے زیر حکم مگر واقعی مصر دیوان چند کے ماتحت تھی لاہور سے روانہ ہوئی۔ راستے میں ملتان کو جاتے ہوئے خان گڈھ اور مظفر گڈھ کے قلعے لئے گئے۔ اوائل فروری میں

شہر پر تصرف کر لیا گیا اور قلعہ پر گولہ باری شروع ہوئی۔ نواب کے پاس قلعہ
میں فقط دو ہزار سپاہ تھی اور قلعہ میں محاصرے کے قابل رسد جمع نہیں
تھی مگر اس نے قلعہ کو اس طرح بچایا کہ سکھوں نے پہلے ایسا مقابلہ
کبھی نہیں دیکھا تھا۔ دوسری جون تک برابر گولہ باری ہوتی رہی اور قلعہ
کی دیواروں میں دو بڑے رخنہ ہو گئے۔ بڑی بھنگی توپ یعنی احمد شاہ دُرّانی کی
زمزم لاہور سے لائی گئی اور چار بار چلائی گئی جس نے سخت مار کی۔ سکھوں
نے کئی حملے کئے مگر پس پا ہوتے رہے اور ایک حملہ میں اُن کے اٹھارہ سو
آدمی تلف ہوئے۔ دروازے قلعے کے اُڑا دئے گئے مگر محصورین نے اِن
کے پیچھے مٹی کے دمدمے بنائے اور اُن پر دست بدست سکھوں سے لڑتے
رہے۔ آخر کار قلعہ میں لڑنے والے دو تین سو کے اندر رہ گئے اور اُن میں اکثر
مظفر خاں کی قوم یا خاندان کے آدمی تھے۔ باقی مارے گئے تھے یا دشمن کی
طرف جا ملے تھے کیونکہ سکھوں نے اِن کو اپنے آقا کو چھوڑ دینے کی خاطر
بہت طمع دی اور اُن میں سے بہت طمع میں آ گئے۔ آخر کار دوسری جون
کو ایک اکالی نے جس کا نام سادھو سنگھ تھا ارادہ کر لیا کہ سنہ ۱۸۱۶ء میں جو کچھ
پھولا سنگھ نے کیا تھا اُس سے میں بڑھ کر کروں۔ چنانچہ چند نڈر ساتھی لے کر
قلعے کے ایک بیرونی جانب بڑے جوش سے افغانوں پر ناگاہ جا پڑا اور اُس
پر اپنا قبضہ کر لیا۔ سکھ فوج نے یہ کامیابی دیکھ کر حملہ کر دیا اور خضری دروازے
پر جو رخنہ ہو گیا تھا اُس پر جا چڑھے۔ اِس جگہ بڈھا نواب مع اپنے آٹھ بیٹوں
اور قلعے کی جمعیت کے جو بچ رہی تھی شمشیر بدست کھڑا ہوا تھا تاکہ دم واپسی
تک لڑے افغانوں کی تلواروں سے اِتنے آدمی قتل ہوئے کہ سکھ پیچھے ہٹے
اور افغانوں کی چھوٹی سی جمعیت پر توڑے دار بندوقیں چلانی شروع کیں۔

افغانوں نے پکارا کہ مردوں کی طرح آگے آؤ اور سامنے ہو کر لڑو مگر سکھ ایسی باتوں کی پرواہ کرتے تھے[1] اُسی جگہ سفید ریش مظفر خاں قتل ہوا مگر پناہ لینی منظور نہ کی اور اُسی جگہ اُس کے پانچ بیٹے شاہ نواز خاں ممتاز خاں اعزاز خاں حق نواز خاں اور شاہ باز خاں قتل ہوئے مظفر خاں کے فرزند دوم ذوالفقار خاں کے چہرے پر سخت زخم آئے باقی دو بیٹے سرفراز خاں اور امیر باز خاں نے پناہ مانگی اور وہ بچ رہے۔ دیوان رام دیال نے سرفراز خاں کو اپنے ہاتھی پر بٹھالیا اور بعزت تمام اُس کو اپنے خیمہ کو لے گیا۔ قلعہ والی فوج کے بہت ہی کم آدمی جاں بر ہوگئے[2] اور تمام شہر لوٹا گیا۔ قلعہ شجاع آباد بھی فتح کیا گیا اور اُس میں سے پانچ توپیں لے لی گئیں۔ بعد ازاں ملتان کی دیواروں کی مرمت کی گئی اور چھ سو سپاہی زیر حکم سردار جودھ سنگھ کلاسیہ اور دل سنگھ نہرنہ کے قلعے میں تعینات کئے گئے اور سکھ فوج لاہور کو واپس گئی*

ملتان کی نسبت خیال کیا جاتا تھا کہ اُس میں بہت دولت تھی اور جب مہاراجہ کا حصہ لوٹ کا فقط دو لاکھ روپیہ نکلا تو اُنہوں نے حکم دیا کہ سب افسر اور سپاہی اپنی اپنی لوٹ سرکار میں داخل کریں اور اگر بعد ایک تاریخ مقررہ کے کسی کے پاس سے لوٹ کا مال نکلیگا تو وہ قتل کیا جائیگا۔ اِس حکم کے جاری ہونے پر قریب پانچ لاکھ روپیہ کے خزانہ سرکاری میں داخل کیا گیا مگر ملتان کی لوٹ[3] قریب دو کروڑ روپئے کے اندازہ کی گئی تھی*

نواب مظفر خاں مع اپنے فرزند شاہ نواز کے بہاؤالدین کے مقبرہ کے پاس باعزاز تمام دفن کیا گیا تھا۔ اُس کا فرزند اکبر سرفراز خاں چند سال سے نواب تھا کیونکہ

[1] سطر مورکرافٹ صاحب کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کہا تھا کہ پانچ سو آدمیوں کی جان بچائی گئی مگر یہ بات دروغ تھی۔
[2] جب آخری حملہ ہوا تو اُس قلعہ میں تین سو لڑنے والے بھی نہیں تھے اور اُن میں سے اکثر اُس جگہ مارے گئے جہاں دیوار میں رخنہ ہوگیا تھا*
[3] ملتان کی لوٹ کی بابت بہت سی روایتیں ہیں یہ لوٹ کسی کو پہلی تھیں۔ کوئی بڑا امیر ہوگیا کوئی کنگال۔ بعد کوٹی افلاس کی

اُس کے باپ نے دربار کابل سے اُس کی جانشینی کی منظوری حاصل کر لی تھی ۔ دیوان چند اُس کو اسیر کر کے لاہور لے گیا اور مہاراجہ اُس کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے اور اُس کو شرقپور اور نولکھا میں جاگیر دی جو بعد میں نقد پنشن سے مبدل کی گئی ۔ ذوالفقار خاں کو بھی پنشن ملی ۔ پہلے پہل سرفراز خاں کی لاہور میں سخت حراست رہی مگر جب مہاراجہ کا زور ملتان میں بخوبی قائم ہو گیا تو سرفراز خاں کو پوری آزادی مل گئی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ ہمیشہ اُس کا لحاظ اور اُس سے دوستانہ سلوک کرتے رہے ۔ ۱۸۴۸ء میں سرفراز خاں کا رسوخ سرکار انگریزی کے واسطے اِس طرح مفید ہوا کہ ملتانی پٹھانوں نے دیوان مولراج کا ساتھ نہ دیا ۔ اگرچہ پٹھانوں کو بہت دباؤ کی ضرورت نہ تھی ۔ الحاق کے وقت نواب سرفراز خاں کے پاس گیارہ سو روپئے کی جاگیر موضع چوہوسا میں تھی اور اُسے چودہ ہزار سات سو بیس روپئے کی نقد پنشن ملتی تھی ۔ یہ پنشن اُس کے حین حیات کے لئے تھی اور جاگیر کی نسبت یہ حکم ہوا کہ اُس کے بعد اُس کے بیٹے فیروزالدین کے نام واگذار رہیگی ۔ سرفراز خاں ۱۲ مارچ ۱۸۵۱ء کو آٹھ بیٹے اور سات بیٹیاں چھوڑ کر مر گیا اور فیروزالدین ۱۸۵۵ء میں فوت ہوا ۔ فیروزالدین کے مرنے پر جاگیر سرکار میں ضبط ہو گئی ٭

عبدالمجید خاں شاہ نواز خاں کا اکلوتا بیٹا ہے ۔ اُس کی ماں قبیلہ بامانزائی سے تھی اور عبدالکریم خاں کی بیٹی تھی جو کسی وقت ڈیرہ جات کا ناظم تھا اور وہ وزیر شاہ ولی خاں احمد شاہ درانی کے وزیر کا بھائی تھا ۔ عبدالمجید خاں لاہور میں بہت معزز آدمی ہے اور وہ میونسپل کمیٹی کا ممبر اور آنریری مجسٹریٹ ہے ۔ شہر کی بہبودی کے واسطے جو تجویزیں کی جاتی ہیں اُن میں وہ بہت

توجہ اور مستعدی سے مصروف رہتا ہے اور اُس کے فیصلوں سے لوگ اُس سے بہت راضی ہیں +

عبدالمجید خاں عالم آدمی ہے اور طب میں بہت دخل رکھتا ہے۔ ۱۸۶۵ء میں گورنمنٹ عالیہ نے اِس کو نوابی کا خطاب عطا فرمایا۔ ۱۸۶۹ء میں وہ پنجاب یونیورسٹی کا فیلو نامزد کیا گیا اور چند سال میونسپل کمیٹی لاہور کا وائس پریزیڈنٹ رہا۔ ۱۸۷۷ء میں وہ اسسٹنٹ کمشنر ہوا اور ۱۸۸۷ء میں اُسے سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب ملا۔ نواب عبدالمجید خاں نے ہمیشہ اپنے آپ کو وفادار رعایا حضور قیصر ہند ثابت کیا ہے۔ پنجاب کے اعلےٰ حکام کی بہت سی اسناد اِس کے پاس ہیں جس سے اس کا برتاؤ اعلےٰ درجہ کا ثابت ہوتا ہے۔ نواب کی راجہ صاحب حال والئے کپورتھلہ کے دادا راجہ رندھیر سنگھ سے بڑی دوستی تھی۔ عبدالمجید خاں تھوڑا عرصہ اُس ریاست میں رہا۔ بالخصوص راجہ کھڑک سنگھ کے ایام علالت میں اُس کی خدمات بہت کام کی تھیں۔ کئی سال تک اُسے ۲۷۰۰ روپئے سالانہ ریاست سے ملتا رہا۔ اب نواب عبدالمجید خاں بیماری سے بہت کمزور ہو گیا ہے اور قریباً ہمیشہ بستر پر ہی رہتا ہے۔ یہ لاولد ہے +

نواب سرفراز خاں کے بیٹے احمد علیخاں نے ۱۸۸۴ء میں انتقال کیا۔ اِسے بارہ سو روپئے سالانہ پنشن سرکار انگریزی سے ملتی تھی اور ریاست کپورتھلہ سے بھی اُسے ایک وظیفہ ۴۸۰ روپئے سالانہ کا ملا کرتا تھا۔ وہ اور اُس کا چچا زاد بھائی اعظم علی خاں بعض چاہی قطعات واقع موضع باغبانپور میں نصفا نصف کے مالک ہیں۔ باغبانپور لاہور کے پاس ہے اور یہ قطعات برائے نام اُس کے والد کی قبر کے اخراجات کے لئے علیحدہ رکھے گئے تھے۔ علاوہ ازیں اُسکے

قبضے میں تین سو بگیہ سے زیادہ اراضی موضع چورا تحصیل شرقپور ضلع لاہور میں تھی۔ امیر باز خاں برادر سرفراز خاں ریاست بہاولپور سے ۸۰۰ روپے سالانہ پنشن پاتا تھا۔ اُس کے بیٹے محمد علیخاں کو بھی جس کا انتقال ۱۸۵۳ء میں ہوا ریاست بہاولپور سے اُسی قدر پنشن ملتی تھی +

ذوالفقار خاں کے بیٹوں میں سے محمد جہانگیر خاں جسے ۱۶۲۰ روپئے سالانہ پنشن ملتی تھی ۱۸۸۱ء میں فوت ہوگیا۔ وہ کئی برس تک لاہور کی میونسپل کمیٹی کا ممبر رہا۔ احمد یار خاں قسمت لاہور میں عہدہ نائب تحصیلدار پر مامور ہے۔ اِس کی دوسری بیوی دوست محمد خاں سابق امیر کابل کی بھتیجی ہے ۱۸۷۰ء تک اُسے کابل کے امیروں سے ایک ہزار روپیہ سالانہ پنشن ملتی رہی اور پھر اِس وجہ سے کہ اُس نے ملازمت سرکار اختیار کرلی وہ پنشن بند کی گئی۔ احمد یار خاں کو خاندانی پنشن ۱۴۴۰ روپئے سالانہ کی ملتی ہے اور وہ وائسریگل درباری ہے +

فیروزالدین خاں کے بیٹوں میں سے قاسم علی نے ملازمت ریاست بہاولپور اختیار کی اور وہاں عہدہ رسالداری پر متقرر ہوا۔ گورنمنٹ انگریزی سے اُسے ۱۲۰۰ روپئے سالانہ کی پنشن ملتی تھی۔ وہ ۱۸۸۱ء میں فوت ہوا۔ اِس کا بھائی ہاشم خاں ریاست بہاولپور میں ملازم تھا اور سرکار انگریزی کا وظیفہ خوار بھی تھا۔ وہ ۱۸۸۲ء میں فوت ہوا۔ صادق علی اور شمشیر علی زندہ ہیں اور بہت جزوی پنشن پاتے ہیں۔ اِس خاندان کے اور کئی آدمی ریاست بہاولپور میں ملازم ہیں +

[illegible] خاں ملتانی کا حال بھی اِس جگہ قابل ذکر ہے۔ یہ پراونشل درباری ہے نصر خیل کا سردار ہے۔ اِس کا والد مبازرالدین خاں ۱۸۸۶ء

میں مرا۔ اِس وقت صرف ایک جزوی جاگیر اِس خاندان کے پاس موضع طرف اسمٰعیل ضلع ملتان میں بسبیل علے الدوام رہ گئی ہے۔ نور محمد خاں کے چچا بہرام خاں کے پاس ۱۲۰۰ روپئے کی جاگیر عطیہ مہاراجہ رنجیت سنگھ تھی جو بعد الحاق پنجاب نصف ضبط کی گئی۔ چند سال وہ تحصیلدار رہا اور ۱۸۵۷ء میں جب ملتان میں سپاہیوں کی رجمنٹ باغی ہوگئی تو وہ وفادار رہا۔ آخرکار اُس نے مکہ میں بود و باش اختیار کر لی اور وہاں ۱۸۷۰ء میں فوت ہوگیا۔ نقد انعام جو اُسے مفسدہ کی حسن خدمات کے صلے میں عطا ہوا تھا وہ اُس کے تینوں بیٹوں کے نام بحال رہا۔

[1] نواب عبدالمجید خاں لاہور میں ۲۰ فروری ۱۸۸۰ء کو فوت ہوا۔

سردار سروپ سنگھ ملوئی

مل سنگھ
|
سردار دھنّا سنگھ
وفات سنہ ۱۸۳۴ء
|
سردار چیت سنگھ — سردار عالم سنگھ
وفات سنہ ۱۸۴۲ء
|
سردار گوپال سنگھ
وفات سنہ ۱۸۵۹ء
|
سردار سروپ سنگھ
ولادت سنہ ۱۸۵۵ء

سردار سروپ سنگھ ایک معزز خاندان مانجھ کا جاٹ ہے جو پہلے موراں کلاں علاقہ نابھہ میں تھا۔ مل سنگھ جو اِس خاندان میں پہلے ہی سِکھ ہوا تھا کہتے ہیں کہ قریب سنہ ۱۷۶۰ء کے نابھہ چھوڑ کر پنجاب کو گیا اور سردار چڑت سنگھ سوکر چکیہ کے سواروں میں ملازم ہو گیا مگر دھنّی کی لڑائی میں چند سال کے بعد مارا گیا۔ اُس کا بیٹا دھنّا سنگھ سنہ ۱۸۰۰ء کے قریب سردار فتح سنگھ کالیانوالہ کی فوج میں سواروں کے زمرے میں بھرتی ہوا مگر تھوڑے ہی عرصے میں مورد عنایات سردار موصوف ہوا اور اُس کو کمان افسری کا عہدہ مل گیا۔ بھٹّی اور قصور کی لڑائی میں وہ کالیاں والہ کی فوج کے ساتھ لڑتا رہا۔ جب سنہ ۱۸۰۷ء میں سردار فتح سنگھ بمقام نرائن گڈھ مارا گیا تو دھنّا سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ملازمت اختیار کی اور مہاراجہ نے اُس کو بلاسور متّصل ترن تارن میں دو ہزار روپیہ کی جاگیر بخشی۔ جو اہلکار مہاراجہ نے وزیر فتح خاں کابل والے کے پاس اُس ملاقات کے انتظام کرنے کے واسطے بھیجے تھے جو جہلم میں یکم دسمبر سنہ ۱۸۱۲ء کو ہوئی اُن میں دھنّا سنگھ بھی ایک تھا۔ اِس زمانے میں دھنّا سنگھ کو بلہ گنگ

سردار سروپ سنگھ ملوئی

مل سنگھ
... سنگھ
...اء
... ہم سنگھ ... اء
سردار ... سنگھ
وفات
سردار سر...
ولادت ...

سردار سروپ سنگھ ایک معزز خاندان مانجھہ کا جاٹ ... دراں کلاں
علاقہ نابھہ میں تھا۔ مل سنگھ جو اس خاندان میں پہلے ... ہوا تھا کہتے
ہیں کہ قریب سنہ ۱۷۶۰ء کے نابھہ چھوڑ کر پنجاب کو گیا اور سردار پرنت سنگھ
سوکر چکیہ کے سواروں میں ملازم ہو گیا مگر دھنّی کی لڑائی میں چند سال کے
بعد مارا گیا۔ اس کا بیٹا دھنّا سنگھ سنہ ۱۸۰۱ء کے قریب سردار فتح سنگھ کالیانوالہ
کی فوج میں سواروں کے زمرے میں بھرتی ہوا مگر تھوڑے ہی عرصے میں
مورد عنایات سردار موصوف ہوا اور اس کو کمان افسری کا عہدہ مل گیا۔ بھٹّی
اور قصور کی لڑائی میں وہ کالیاں والہ کی فوج کے ساتھ لڑتا رہا۔ جب سنہ ۱۸۰۷ء
میں سردار فتح سنگھ بمقام نرائن گڑھ مارا گیا تو دھنّا سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ
کی ملازمت اختیار کی اور مہاراجہ نے اس کو بلاسور متصل ترن تارن میں دو ہزار
روپئے کی جاگیر بخشی۔ جو اہلکار مہاراجہ نے وزیر فتح خاں کابل والے کے پاس
اس ملاقات کے انتظام کرنے کے واسطے بھیجے تھے جو جہلم میں یکم دسمبر سنہ ۱۸۱۲ء
کو ہوئی اُن میں دھنّا سنگھ بھی ایک تھا۔ اس زمانے میں دھنّا سنگھ کو بلہ کنگ

اُس موقع پر راجہ انرودھ چند ستلج کے پار اِس غرض سے بھاگ گیا تھا کہ راجہ دھیان سنگھ کے ساتھ جو لاہور میں وزیر تھا رشتہ نہ کرنا پڑے۔ جب پشاور پر فوج سکھ کا قبضہ ہوگیا تو بچتر سنگھ شب قدر میں مامور ہوا۔ شب قدر میں ایک نئی چھاؤنی ڈالی گئی تھی اور سردار چتر سنگھ اٹاریوالہ نے وہاں ایک قلعہ بنایا تھا۔ جب اپریل ۱۸۳۷ء میں افغانوں نے شبقدر اور جمرود پر حملہ کیا تو بچتر سنگھ شب قدر میں موجود تھا۔ دھنا سنگھ نے سکھوں کی فوج کے شکست اور ہری سنگھ نلوہ کے مارے جانے کی خبر اُس وقت سُنی جب وہ پشاور کی طرف کُوچ کر رہا تھا۔ دھنا سنگھ کو حکم ملا تھا کہ جو فوج راجہ دھیان سنگھ کے ساتھ

وفات دھنا سنگھ ۱۸۴۳ء

ج کی کمک کے واسطے جاتی ہے اُس کے ساتھ شامل ہو جائے کیونکہ اُس وقت فوج کو افغانوں نے گھیر رکھا تھا اور وہ نہایت پریشان حالت میں تھی ؁

جنوری ۱۸۳۹ء میں سردار بچتر سنگھ اور سردار حکم سنگھ اُس سکھ فوج کے ساتھ بھیجے گئے جو شہزادہ تیمور شاہ شجاع کے فرزند کے ساتھ پشاور بھیجی گئی تھی۔ چند ماہ بعد حکم سنگھ شہزادہ نونہال سنگھ کے ساتھ لاہور کو واپس آیا کیونکہ شہزادہ موصوف نے اپنے دادا رنجیت سنگھ کی وفات کی خبر سُنتے ہی لاہور کو کوچ کر دیا تھا ؁

۱۸۴۱ء میں جب مہاراجہ شیر سنگھ تخت نشین ہوئے تو حکم سنگھ بدھ سنگھ مہرہ کے ساتھ کالو کو اِس واسطے بھیجا گیا تھا کہ سردار لہنا سنگھ اور کھڑک سنگھ سندھانوالیوں کو قید کر کے لاہور لے آئے۔ چنانچہ یہ خدمت اُس نے اچھی طرح انجام دی اور اُس کی جاگیر میں آٹھ ہزار روپئے کا اضافہ ہوا اور کشمیر کے محاصل میں سے دو ہزار کا وظیفہ عطا ہوا۔ بچتر سنگھ ۱۸۴۰ء میں مر گیا اور اُس کا باپ دھنا سنگھ مئی ۱۸۴۳ء میں فوت ہوا۔ دھنا سنگھ کی وفات سے

کسی قدر رنجش سکھ دربار کو سرکار انگریزی سے ہوئی۔ تفصیل اِس احوال کی یوں ہے کہ دھنّا سنگھ کا وطن جیسا بیان ہو چکا ہے علاقہ نابھہ میں موراں تھا۔ ملتان کی مہم کے بعد جب دھنّا سنگھ پر رنجیت سنگھ کی بہت نظر عنایت تھی تو دھنّا سنگھ نے درخواست کی کہ موراں مجھے جاگیر میں لے دی جائے۔ اِس پر مہاراجہ نے راجہ نابھہ کو لکھا اور مئی ۱۸۱۹ء میں راجہ نابھہ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو وہ موضع دے دیا اور اُس کے عوض میں چند دیہات مہاراجہ رنجیت سنگھ نے رئیس نابھہ کی بہن کو تا حین حیات عطا کئے۔ جب موضع موراں مہاراجہ کو مل گیا تو رنجیت سنگھ نے وہ سردار دھنّا سنگھ کو جاگیر میں دے دیا اور سردار مذکور اپنی وفات تک اُس گاؤں پر قابض رہا اور اگرچہ وہ خود دربار میں حاضر رہتا تھا مگر اپنا کنبہ اور بہت سا مال اُس گاؤں میں رکھا کرتا تھا۔ راجہ نابھہ نے سردار دھنّا سنگھ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے گاؤں ضبط کر لینا چاہا تھا کیونکہ دھنّا سنگھ نہ تو راجہ نابھہ کا حکم مانتا تھا نہ کسی طرح کی اطاعت کرتا تھا لیکن حکّام انگریزی جن کو ایسے عُمدہ مسن سردار کا لحاظ تھا اُس کی طرف سے سعی سفارش کرتے رہتے تھے۔ جب دھنّا سنگھ مر گیا تو راجہ دیواندر سنگھ والئے نابھہ نے سر جارج کلارک کے ایک خط کی بناء پر جس میں راجہ موصوف کا حق نسبت دیہہ مذکور تسلیم کیا گیا تھا اور نیز مہاراجہ کھڑک سنگھ کے خط کی بناء پر جس میں دیہہ مذکور کے ضبط کر لینے کی اجازت دی گئی تھی کچھ سپاہ اُس گاؤں پر چڑھا کر اُسے بزور لے لیا اس معرکہ میں بعض ملازم سردار دھنّا سنگھ کے مارے گئے اور زخمی ہوئے اور کچھ مال سردار متوفی کے بیٹے حکم سنگھ کا ضبط کیا گیا۔ حکم سنگھ نے اِس سلوک کی نسبت داد فریاد کی قبل ازیں کہ کوئی سرکار اِس معاملہ پر توجہ کرے مہاراجہ

شیر سنگھ قتل ہوگئے اور لاہور میں ہر شخص اپنے اپنے فکر میں اس قدر محو تھا کہ موضع موراں کا معاملہ کسی کو یاد بھی نہ رہا +

لیکن جب پھر امن ہوگیا تو سرکار لاہور نے اس موضع کا دعوے اس بنیاد پر کیا کہ راجہ جسونت سنگھ والئے نابھہ نے دیہہ مذکور مہاراجہ رنجیت سنگھ کو دے دیا تھا۔ حکام انگریزی کو معاملہ کی یہ صورت نئی معلوم ہوئی۔ جنرل اختر لونی۔ سر جارج کلارک اور کرنل رچمنڈ صاحب کو کبھی یہ بات معلوم نہ ہوئی تھی کہ گاؤں مذکور مہاراجہ کو دیا گیا تھا بلکہ اُن کے خیال میں یہ بات تھی کہ ریاست نابھہ کی طرف سے دیہہ مذکور دھنا سنگھ کو جاگیر میں ملا تھا۔ حقیقت میں یہ انتقال (سردار دھنا وفات ۳۳ء) تھا کیونکہ ریاست مطیع الحکم کو یہ اختیار نہ تھا کہ بلا مرضی سرکار بالادست کسی گاؤں ایک مطلق العنان ریاست کو منتقل کردے۔ علاوہ اسکے وہ خط جو راجہ نابھہ نے مہاراجہ کھڑک سنگھ کی جانب سے ظاہر کیا تھا جس میں گاؤں کے ضبط کر لینے کی اجازت تھی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ایک نقل کی نقل تھی۔ ممکن ہے کہ مہاراجہ کھڑک سنگھ نے جو ضعیف العقل تھے ایسے خط کا مسودہ لکھایا ہو اور راجہ نابھہ نے خفیہ طور پر اُس کی نقل حاصل کر لی ہو مگر راجہ دھیان سنگھ نے جو لاہور میں وزیر تھا کبھی اُس خط کو منظور نہیں کیا تھا اور اُس کی صداقت میں نہایت شبہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ موضع موراں نہ ریاست لاہور کو واپس ملا نہ حکم سنگھ کو اور راجہ نابھہ کو اس طریق کے سبب جو مبنی بر راستی نہ تھا بہت تنبیہ ہوئی۔ اس معاملہ کی اس قدر تفصیل اس موقع پر ضرور نہ ہوتی اگر سرکار انگریزی کے اس فیصلے سے سکھ قوم جوش میں نہ آتی۔ اس میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا ہے کہ سرکار انگریزی کا طریق اس معاملے میں نہایت منصفانہ تھا اور ضرور تھا

کہ ایسا ہی ہو مگر سکھ اِس زمانہ میں بڑی براگندگی کی حالت میں تھے۔ جو کچھ احتیاط سرکار انگریزی کو مجبوراً اِس سبب سے کرنی پڑتی تھی کہ فوج سکھ مطلق العنان ہوگئی تھی قوم سکھ یہ سمجھتی تھی کہ سرکار انگریزی ہماری مخالفت کے واسطے کرتی ہے اور اگرچہ اوّل مرتبہ موضع موراں خفیہ طور پر منتقل ہوا تھا اسلئے ناجائز تھا لیکن جب یہ تجویز ہوئی کہ سرکار لاہور کو واپس نہ دیا جائے تو اِس تجویز کو سکھوں نے یہ سمجھ لیا کہ سرکار انگریزی نے عمداً سوچ سمجھ کر سرکار لاہور کی توہین کی +

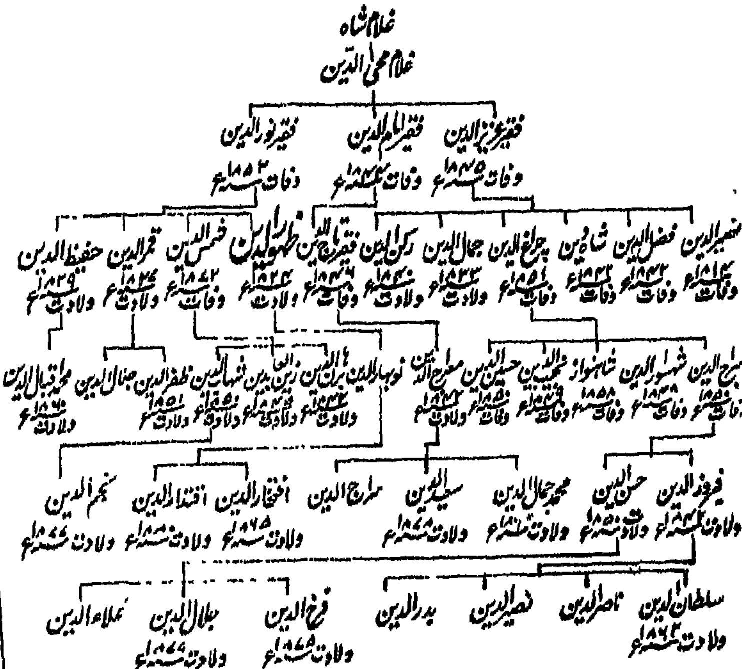
جو جاگیر حکم سنگھ کے باپ کی موضع موراں کے علاوہ تھی اُس پر حکم سنگھ قابض ہوا اور جو جاگیر مہاراجہ شیر سنگھ نے خاص حکم سنگھ کو دی تھی اُس کو ملاکر اُس کی جاگیر ۵ ۷ ہزار روپئے سال کی تھی۔ جب سندھانوالیوں نے مہاراجہ شیر سنگھ کو باغ شاہ بلاول میں قتل کیا تو حکم سنگھ وہاں موجود تھا اور جو فساد بعد میں ہوا اُس میں حکم سنگھ کے شانہ میں سخت زخم آیا تھا۔ دو سال بعد کا حکم سنگھ کا کچھ حال معلوم نہیں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ گوشہ گزین رہا فروری ۱۸۴۶ء میں سبراؤں کی لڑائی میں حکم سنگھ مارا گیا تھا اور اُس کے مرنے کے بعد راجہ لعل سنگھ نے اُس کی جاگیر گھٹا کر ۵ ۲ ہزار روپئے کی کر دی اور یہ جاگیر بشرط ادائے خدمات ۲۰ سواروں کے سردار کرپال سنگھ کے نام مقرر ہوئی +

۱۸۴۸ء میں کرپال سنگھ ملتان میں راجہ شیر سنگھ کے ہمراہ تھا جب راجہ شیر سنگھ کی فوج باغی ہوگئی تو کرپال سنگھ اُس سے علٰحدہ ہوگیا اور چند سوار لیکر میجر اڈورڈس صاحب کے لشکر میں چلا گیا۔ اُن کے ساتھ سردار موصوف نے پہلے بنّوں میں کام کیا تھا۔ الحاق پر اُسکی گیارہ ہزار روپئے سال کی جاگیر اُس کے حین حیات واگذار ہوئی اور ایک نئی جاگیر ۵ ہزار روپئے کی معرکہ ملتان میں نمک حلالی کے انعام میں دوام کے لئے عطا ہوئی اِس جاگیر میں

یہ شرط تھی کہ چند کور بیوہ حکم سنگھ کو اُس میں سے ۱۵ اسو روپئے سالانہ ملا کریگا۔ چند کور ۱۸۶۳ء میں فوت ہوگئی ✤

سردار کرپال سنگھ نے ۱۸۵۷ء میں کچھ سپاہی بھرتی کئے اور سرکار انگریزی کی خیر خواہی ظاہر کی اور اُس کو ایک خلعت قیمتی پانچ سو روپیہ اور ایک سند نیکنامی عطا ہوئی۔ یہ سردار ۱۸۵۹ء میں مرگیا اُس کا اکلوتا بیٹا سردار سروپ سنگھ ہے جس نے لاہور کے سرکاری مدرسہ میں تعلیم پائی ہے۔ سردار کرپال سنگھ کی بیوہ کو ۲۰۰ روپئے سالانہ گذارہ ملتا ہے۔ اب سروپ سنگھ کے قبضہ میں ۱۶۹۷ روپئے سال کی جاگیر ہے جو اُس کی اولاد کو بھی واگذار رہیگی۔ اِس جاگیر میں گیارہ مواضعات واقع تحصیلات شرقپور چونیاں، ور لاہور کی مالگذاری شامل ہے۔ یہ کسی قدر اراضی کا موضع بھاکھال ضلع لاہور اور موضع نوزمان آباد ضلع فیروزپور میں مالک ہے ✤

فقیر ظہور الدین بخاری



سید غلام محی الدین عزیز الدین امام الدین اور نور الدین کا باپ غلام شاہ کا بیٹا تھا۔ غلام شاہ نواب عبد الصمد خاں اور نواب ذکریا خاں صوبہ داران لاہور کی سرکار میں کسی ماتحت عہدہ پر ملازم تھا۔ غلام شاہ کا خاندان شریف تھا اور قریب ۱۸۵۰ء سے چونیاں ضلع لاہور میں سکونت پذیر تھا۔ اس سے پہلے مقام اوچ علاقہ بہاولپور میں آباد تھا۔ اس خاندان کے مورث اعلےٰ کا نام جلال الدین تھا جو عرب کا متوطن تھا۔ یہ شخص ساتویں صدی ہجری کے آخر میں ہلاکو خاں والئے بخارا کے دربار میں حاضر ہوا۔ جلال الدین کچھ عرصہ تک مکہ مدینہ اور نجف شریف میں مجاور رہا تھا اور بغداد میں اس نے سلیمان اور غوث الاعظم کی مزاروں کی زیارت کی تھی اور مرتاض مشہور تھا۔ بخارا میں اس کے بہت سے آدمی مرید ہو گئے

مگر ہلاکو خاں جو بُت پرست اور ظالم تھا اُس سے متنفر ہو گیا کیونکہ جلال الدین نے دلیرانہ اُس کی بے رحمی اور ظلم چھوڑانے کے لئے پند و نصائح کئے آخر وہ بادشاہ کے حکم سے گرفتار ہوا اور اُسے جلتے تنور میں ڈالا گیا۔ مگر مثل تینوں یہودی بزرگوں کے اُس کے جسم کو آگ سے گزند نہ پہنچا اور آگ میں سے صحیح و سالم نکل آیا۔ ہلاکو خاں نے جب یہ حال دیکھا تو اُس کا معتقد ہو گیا اور دین اسلام اختیار کر لیا۔ اُس کی رعایا میں سے بہت سے مسلمان ہو گئے اور اُس نے اپنی بیٹی کا جلال الدین سے نکاح کر دیا۔ جلال الدین کئی سال تک بخارا میں سکونت پذیر رہا اور وہاں اُسکی بہت سی اولاد اب تک موجود ہے۔ جلال الدین کے بخارا میں رہنے سے اِس خاندان کا نام بخاری ہو گیا ہے۔ بعد ازاں جلال الدین پھر سیاحی کو روانہ ہوا اور اپنے خورد سال پوتے بہاؤ الدین کو اپنے ساتھ لیگیا۔ راستے میں جب بچہ کو پیاس لگتی تھی تو ہرنیاں خود بخود آکر اُسکو دودھ پلا جاتی تھیں۔ آخر بہت سے سفر کی صعوبتیں اُٹھا کر وہ پنجاب میں پہنچے۔ پنجاب میں جلال الدین نے بہت سے مرید کئے اور آخر کار اوچ میں جسے پہلے دیوگڈھ کہتے تھے سکونت اختیار کی۔ سنہ ۱۲۹۱ء میں جلال الدین فیروز خلجی کے عہد سلطنت میں فوت ہوا[1]۔

[1] ممکن ہے کہ اِس خاندان کا بیان کہ ہم بخاری سیدوں کی اولاد میں صحیح ہو۔ مگر بہت سے آدمیوں کا قول ہے کہ یہ بات صرف اُسوقت ہوئی جب فقیر عزیز الدین کو ثروت حاصل ہوئی اور اُسوقت اُس نے اپنے آپ کو سید ظاہر کیا اور ایک دلچسپ روایت شجرہ نسب بنانے اور مشہور کرنے کی مشہور ہے۔ یہ بات تو تحقیق ہے کہ مہاراجہ شیر سنگھ کے زمانہ تک اِس خاندان کے لوگ اپنے آپ کو انصاری کہتے تھے اور سرکاری تحریروں میں بھی انصاری لکھے جاتے تھے مگر سنہ ۱۸۴۹ء کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو بخاری قرار دیا۔ لیکن اسکے مقابلہ میں یہ بھی ہے کہ فقیر عزیز الدین ایسا سچا آدمی تھا کہ یہ بات یقین کرنی ممکن نہیں کہ وہ ایسے فریب کرنے میں ساعی ہوا ہو اور اُسکو راجا اور لقب کی طرف سے ایسے بے پروائی تھی کہ اُس کو لقب سید یا انصاری یا بخاری سب برابر تھے۔ دراصل نہ تو اُسکو لباس اور لقب فقیری دربار لاہور میں جہاں سازش اور بے ایمانی کا زور تھا اُسکے واسطے نہایت محکم سند تھی اور مہاراجہ جو اُسے خطاب اور اعزاز بخشنا چاہتے تھے وہ اُس نے کبھی منظور نہیں کئے۔

غلام محی الدین دریائے بیاس پر بمقام رہیلا پیدا ہوا تھا۔ جب وہ تین مہینے کا ہوا تو اُس کا باپ غلام شاہ مرگیا اور اُس کی بیوہ ماں جو بہت مفلوک تھی لاہور میں اپنے شوہر کے دوستوں سے استمداد کو آئی۔ عبداللہ انصاری نے جو لاہور میں ایک مشہور طبیب تھا اور احمد شاہ کے عہد سلطنت میں کشمیر میں عدالتی رہا تھا اور جس کے باپ نے ایک کتاب علم طب میں مسمے بہ تذکرہ اسحاقیہ لکھی تھی جو اب بھی مستند ہے اُس پر رحم کھایا اور اُس کی اور اُس کے بیٹے کی پرورش کرتا رہا۔ اُس نے غلام محی الدین کو اچھی تعلیم دی اور جب وہ بالغ ہوا تو اُس نے اپنی بھتیجی یعنی اپنے بھائی خدا بخش کی بیٹی کے ساتھ اُس کا نکاح کردیا۔ غلام محی الدین طبیب اور کتب فروش تھا اور کتب فروشی کے لئے اکثر مقامات پنجاب میں اُس نے سفر کیا۔ وہ فقیر امانت شاہ قادری کا مرید ہوگیا اور اُس نے خود لقب فقیر اختیار کیا اور اُس کے مرید لاہور اور بہاولپور میں اب بھی موجود ہیں ✤

غلام محی الدین کے تین فرزند تھے عزیز الدین امام الدین اور نور الدین۔ ان میں سب سے بڑا عزیز الدین لالہ حاکم رائے کا جو لاہور میں اعلےٰ طبیب تھا شاگرد تھا۔ رنجیت سنگھ کو بعد فتح لاہور ۱۷۹۹ء میں آنکھوں کا سخت عارضہ ہوگیا تھا۔ لالہ حاکم رائے نے عزیز الدین کو علاج کے واسطے بھیجا اور اُس کی ہوشیاری اور توجہ کے سبب رنجیت سنگھ اُس سے بہت خوش ہوئے اور اُسے مواضعات بدو اور شرقپور جاگیر میں عطا کئے اور علاوہ ازیں اُس کی نقد تنخواہ دیوان حکما سنگھ تھمن کے ذمہ ہوئی۔ جس طرح امرتسر کے پرمٹ کا ٹھیکہ رامانند کے پاس اُس زمانے میں تھا لاہور کے پرمٹ کا ٹھیکہ حکما سنگھ کے پاس تھا۔ رنجیت سنگھ نے عزیز الدین کو اپنا طبیب مقرر کیا اور جیسے

رنجیت سنگھ کا ملک بڑھتا گیا عزیزالدین کی جاگیر میں بھی افزونی ہوتی گئی ٭

۱۸۰۸ء میں جب مسٹر مٹکاف صاحب لاہور کو اس غرض سے بھیجے گئے کہ ایک عہدنامہ ایسا تجویز کریں جس کے رُو سے رنجیت سنگھ کی حکومت ستلج کے شمال کی جانب محدود رہے اور ۱۸۰۹ء میں جب سرکار انگریزی کی فوج اُس دریا تک بڑھی تو رنجیت سنگھ نے اپنے سرداروں کے کہنے پر انگریزوں کے ساتھ لڑنے کا ارادہ کر ہی لیا تھا مگر عزیزالدین نے رنجیت سنگھ کو سمجھا کر اس حرکت سے باز رکھا اور رنجیت سنگھ نے عزیزالدین کی صلاح کو مان لیا۔ رنجیت سنگھ فقیر عزیزالدین کی دور اندیشی اور عقلمندی کی قدر کرتے تھے اور جملہ معاملات میں اُس کی صلاح لیتے تھے اور اُس زمانہ سے اپنی سلطنت کے آخر تک کوئی کارِ عظیم خلاف صلاح عزیزالدین کے نہیں کیا۔ جملہ معاملات میں جس میں اہل یوروپ اور سرکار انگریزی کا تعلق ہوتا تھا عزیزالدین سے خصوصاً کام لیا جاتا تھا اور مہاراجہ کی ایک عرصہ دراز کی حکمرانی میں جو سرکار انگریزی کے ساتھ اتحاد واثق رہا اُس کا باعث فقیر عزیزالدین کی دانشمندی اور نیک صلاح تھی۔ مہاراجہ کو سرکار انگریزی کی ایمانداری پہ اس قدر پختہ اعتماد تھا کہ اپنی کُل فوج کو لے کہ دور و دراز مہموں پر چلا جاتا تھا اور لاہور میں فقط عزیزالدین کو چند اردلیوں کے ساتھ چھوڑ جاتا تھا ٭

عزیزالدین کئی مرتبہ جنگی خدمات پر مامور ہوا۔ ۱۸۱۰ء میں وہ صاحب سنگھ بھنگی کے گجرات کے علاقہ کے الحاق کرنے کو بھیجا گیا تھا اور ۱۸۱۳ء میں جب جہانداد خاں نے اٹک مہاراج کو دے دیا تو عزیزالدین دیوان دینا اس سکھ دیال اور سردار موتا سنگھ کے ساتھ قلعہ کو مضبوط کرنے اور ضلع کا انتظام

کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ سنہ ۱۸۱۹ء میں عزیزالدین بہاولپور کو سفیر مقرر کر کے بھیجا گیا تھا اور وہاں اُس کا بہت اعزاز ہوا۔ مہم کانگڑہ پر جو فوج گئی تھی اُس کے ہمراہ عزیزالدین بھی گیا تھا اور سنہ ۱۸۲۶ء میں جب دیوان کرپارام مورد عتاب ہوا تو فقیر عزیزالدین اُس سے قلعہ پھلور کا دخل لینے کو بھیجا گیا اور اس قلعہ پر عزیزالدین تاوقتیکہ قلعہ مذکور سردار دیساسنگھ مجیٹھیہ کے تحت میں کیا گیا مامور رہا۔ کچھ عرصہ اس سے پہلے عزیزالدین نے کپورتھلہ۔ جنڈیالہ اور ہوشیارپور اور دیگر علاقہ فتح سنگھ آہلووالیہ واقع آرپار دریائے ستلج پر قبضہ کر لیا کہ فتح سنگھ ستلج پار سرکار انگریزی کی حمایت لینے کے لئے بھاگ گیا تھا۔ اپریل سنہ ۱۸۳۱ء میں عزیزالدین مع سردار ہری سنگھ نلوہ اور دیوان موتی رام کے شملے کو لارڈ ولیم بینٹنک صاحب گورنر جنرل سے استدعاء ملاقات کے واسطے بھیجا گیا[1] اُن سفیروں کا بہت اعزاز ہوا اور مہاراجہ اور گورنر جنرل کے درمیان ملاقات کا انتظام کیا گیا چنانچہ یہ ملاقات اکتوبر میں اُسی سال بمقام روپڑ ہوئی تھی ۔

مئی سنہ ۱۸۳۵ء میں جب امیر دوست محمد خاں فوج کثیر کابل سے لے کر اس ارادے پر آیا کہ سکھوں سے پشاور پھیر لے تو اُس وقت فقیر عزیزالدین پشاور کے علاقہ میں موجود تھا۔ فقیر عزیزالدین کو خاص سفیر کر کے افغانوں کے لشکر میں بھیجا گیا اور اُس نے امیر کو یہاں تک دم دلاسے میں رکھا کہ اثنائے نامہ و پیام میں افغانوں کو فوج سکھ نے بالکل گھیر لیا اور امیر کابل اپنے ملک کو بہ عجلت تمام واپس چلا گیا۔ مہاراجہ صاحب فقیر کی اس موقع پر چالاکی سے ایسے خوش ہوئے کہ جس وقت فقیر لشکر کو واپس آیا تو اُس کی

[1] اِس موقع پر ایک انگریز نے فقیر عزیزالدین سے دریافت کیا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی کونسی آنکھ کانی ہے جناب موصوف کو فقیر عزیزالدین نے یہ جواب دیا کہ مہاراجہ کے چہرے کا جلال ایسا ہے کہ میں اس امر کو کبھی معلوم نہیں کر سکتا ۔

سلامی لینے کا حکم دیا گیا ۔

نومبر ۱۸۳۸ء میں جب سرکار انگریزی کی فوج کابل کی مہم کے واسطے جمع ہو رہی تھی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لارڈ اوکلنڈ گورنر جنرل سے بمقام فیروزپور ملاقات کی۔ ۱۸۳۱ء میں جو ملاقات روپڑ میں ہوئی تھی اور جس کی تزک و شان اور رونق نہایت اعلےٰ درجہ کی تھی یہ ملاقات اُس سے بھی بڑھ کر ہوئی۔ تھوڑے عرصے کے بعد لارڈ اوکلنڈ مہاراجہ کی ملاقات بازدید کے لیئے لاہور اور امرتسر میں تشریف لائے اور اِن دونوں موقعوں پر فقیر عزیز الدین خاطر و مدارات میں نہایت مصروف رہا اور اپنے آقا کی طرف سے جن کی صحت خراب ہوتی جاتی تھی نہایت خوش اسلوبی سے رسوم مہمان داری ادا کرتا رہا۔

۲۷ جون ۱۸۳۹ء کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے وفات پائی۔ عزیز الدین جو اُن کے ملازموں میں سے نہایت خیر خواہ اور اُن کے رفیقوں میں نہایت جاں نثار تھا دم واپسیں تک مہاراجہ کے پاس رہا اور دوا اپنے ہاتھ سے اُن کو دیتا تھا اور مختلف مقامات کی خبریں سناتا تھا جن کے سننے کے مہاراجہ بہت شائق تھے۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ کی مسند نشینی کے بعد عزیز الدین مع سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ واسطے تجدید عہود کے جو سرکار انگریزی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ میں باہم قرار پائے تھے شملہ کو بھیجا گیا تھا۔ ہنوز یہ شملہ ہی میں تھے کہ سردار چیت سنگھ کے جو وزیر اور رفیق مہاراجہ کھڑک سنگھ کا تھا قتل کئے جانے اور شہزادہ نونہال سنگھ کے عنان حکومت سنبھالنے کی خبر انہیں پہنچی۔ اِس خبر سے شملہ میں کچھ تامل ہوا مگر عہدنامہ از سرِ نو لکھا گیا اور سفیر لاہور کو واپس گئے ۔

کھڑک سنگھ کے عہد سلطنت میں بھی عزیز الدین کا رسوخ ظاہرا دربار میں کچھ

کم نہیں ہوا۔ مئی سنہ ۱۸۳۸ء میں عزیز الدین فیروز پور کو مسٹر کلارک صاحب
کی ملاقات کے انتظام کے واسطے بھیجا گیا تھا اور اُس نے ایسا بندوبست
کیا کہ کلارک صاحب اُسی مہینے میں مہاراجہ کی ملاقات کے واسطے لاہور
میں آئے۔ اُسی سال ماہ ستمبر میں عزیز الدین مع رائے گوبند جس پھر مسٹر
کلارک صاحب کی خدمت میں ایک کار عظیم کے بندوبست کے واسطے
بھیجا گیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ خلزئی اور بارکزئی سرداروں کے ساتھ
کیا بندوبست کیا جائے اور ۱۸۳۸ء میں جو ایک عہدنامہ بین والیان ملک
میں ہوا تھا اُس کی شرط اول کے منشاء کی تنقیح ہو جائے۔ کیونکہ اُس
شرط کو سکھوں نے سوات اور یوسف زائی میں دخل دینے سے کسی قدر
توڑ دیا تھا۔

کھڑک سنگھ اور نونہال سنگھ کی وفات کے بعد جو سازشیں ہوتی رہیں اُن
میں فقیر عزیز الدین شامل نہیں رہا۔ البتہ راجہ میان سنگھ اُس کے ساتھ
ہمیشہ صلاح اور مشورہ کرتا رہتا تھا اور اِس ... ہیں کہ نونہال سنگھ کی
بیوہ صاحب کور کے ایام حمل میں مائی چند ... بشا رہے دونو دھیان سنگھ
اور عزیز الدین شریک تھے۔ عزیز الدین خو ... تھا کہ یہ انتظام ناکام رہیگا
اور اُس کا میل خاطر شہزادہ شیر سنگھ کی طرف ...
میں تھا اور امور خانگی میں اِس زمانے میں وہ و ... کو خاص سفیر کرنے
ظاہر کرتا تھا۔

جب شیر سنگھ تخت نشین ہوا تو وہ فقیر عزیز الدین سے نہایت
پیش آتا رہا اور مارچ سنہ ۱۸۴۱ء میں مہاراجہ شیر سنگھ نے عزیز الدین کو کلا
صاحب کی خدمت میں لدھیانے کو اِس غرض سے بھیجا کہ وہ رُخ دریافت

ہے کہ آیا سرکار انگریزی مہاراجہ کو فوج کے مطیع کرنے میں مدد دے سکتی
ہے یا نہیں۔ کلارک صاحب اِس امر کے خلاف نہ تھے۔ ستلج کی لڑائی سے
پہلے سکھ میدان جنگ میں ایسے بہادر نہ سمجھے جاتے تھے کہ اُن سے خوف
ہو اور کلارک صاحب کا یہ خیال تھا کہ بارہ ہزار سپاہ کے ذریعہ سے پنجاب
کے کُل میدانی ملک میں فوج کو مطیع کر لینا آسان ہے اور اگر فوج مذکور
مقابلہ کرے تو اُس کو منتشر کر دینا اور شیر سنگھ کو استحکام سے تخت پر بٹھا
نا ممکن ہے۔ مگر سرکار انگریزی کی اِس امداد کی شرط یہ تھی کہ دریائے ستلج
کے جنوب کی طرف جو ملک سکھوں کا تھا وہ سرکار انگریزی کو دیدیا جائے
اور خرچ مہم کی بابت چالیس لاکھ روپیہ سرکار انگریزی کو ادا کریں۔ فقیر
عزیز الدین مع اپنے شریک منشی دین محمد کے ایسے کار عظیم کو بھگتانے
کے لئے مجاز نہ تھا چنانچہ اُس نے اِس وجہ سے کہ یہ نامہ و پیام کا کام
ہے لاہور کو واپس جانے کی اجازت چاہی تاکہ مہاراجہ صاحب سے مشورہ
کرے اور آٹھ یوم ... واپس آنے کا اقرار کیا۔ مگر فقیر عزیز الدین پھر لودھیانہ
میں نہیں گیا ... اصلی نیت میں بھی واپس جانا نہ تھا۔ مہاراجہ اپنی فوج
کی نسبت سرکار ... ی کی فوج کا زیادہ خوف کرتا تھا اور باوجودیکہ سندھی
... فوج ... ہی تھی مگر اُس نے صاحب ایجنٹ کو یہی لکھا کہ بغاوت
... سنگھ میں باہم ... ہے اور فوج سکھ مطیع اور نمک حلال ہے اور سرکار انگریزی
... کہ سردار اجیت سنگھ ...
... سے خلاف لڑنے کو مستعد اور تیار رہے ❖
... مہاراجہ کو یہ خوف تھا کہ سرکار انگریزی کی فوج جب ایک مرتبہ لاہور پر دخل
کریگی تو پھر وہاں سے نہیں ہلیگی۔ فقیر عزیز الدین جو سرکار انگریزی کی

گورنمنٹ عالیہ کشور ہند نے کلارک صاحب کی منتہی رائے منظور نہیں کی اور حکم دیا کہ تاوقتیکہ معاملات پنجاب کی ایسی صورت نہ ہو جائے کہ فوج سرکار انگریزی کی مداخلت کے بغیر گریز نہ ہو تب تک مداخلت سے باز رہا جائیگا ❖

مصلحت سے بہ نسبت مہاراجہ شیر سنگھ کے زیادہ واقفیت رکھتا تھا یہی کہتا رہا کہ مداخلت سرکار انگریزی ہونی بہتر ہے اور اپنے فرزند شاہ دین کو جو دربار لاہور کی طرف سے بطور وکیل صاحب ایجنٹ کے پاس لودھیانہ میں مامور تھا عزیز الدین نے لکھا کہ کلارک صاحب سے عرض کرے کہ اس معاملہ کی پھر سلسلہ جنبانی کی جائے اور بابا بیھاں سنگھ کو جو مہاراجہ کا معتمد تھا نامہ و پیام کے لئے طلب کیا جائے مگر کلارک صاحب پھر اپنی طرف سے پہلے تحریک کرنی مصلحت نہ سمجھے اور دانشمندی ہوئی کہ یہ تجویز ترک کر دی گئی +

اسی اثناء میں فقیر عزیز الدین کو ایک اتفاقیہ صدمہ پہنچا جس سے اس کی جان کا اندیشہ ہو گیا تھا۔ شاہ بلاول میں فقیر عزیز الدین دربار میں دیوان کشن سنگھ کے برابر بیٹھا ہوا تھا کشن سنگھ جو اٹھنے لگا تو اس کی تلوار سے اتفاقیہ فقیر عزیز الدین کی ٹانگ میں سخت زخم پہنچا۔ خون بہت بہ جانے کے سبب اس کو غش آ گیا اور گذر جانے کا اندیشہ تھا مگر تھوڑے عرصے میں افاقہ ہو گیا اور اس حادثہ کے سبب اس کو دربار میں کم حاضر ہونے کا عذر مل گیا کیونکہ وہ مع دیگر وزراء کے فوج کی دشنام دہی اور زیادتیوں سے ڈرتا تھا +

فروری سنہ ۱۸۴۲ء میں مہاراجہ نے عزیز الدین کو ستلج کے جنوب کی طرف بمقام لکھو کلارک صاحب کے استقبال کے واسطے بھیجا۔ کلارک صاحب اس وقت لاہور کو مہاراجہ شیر سنگھ کی مسند نشینی کی مبارک باد اور مہاراجہ کھڑک سنگھ کی وفات کی تعزیت کے واسطے آئے تھے +

دسمبر سنہ ۱۸۴۲ء میں سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کو دربار لاہور نے لارڈ ایلن برا صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کو بھیجا جو اس وقت سرکار انگریزی کی فوج میں فیروزپور

تشریف رکھتے تھے۔ کسی غلط فہمی کے سبب سردار لہنا سنگھ کو یہ امید تھی کہ ایجنٹ گورنر جنرل آکر اس کو انگریزی لشکر میں لے جائیگا اور اس خیال سے وہ اپنے خیمہ میں ہی بیٹھا رہا اور حصول باریابی نواب گورنر جنرل بہادر سے قطعی محروم رہا۔ لارڈ النبرا نے یہ سمجھ کر کہ سردار نے عمداً یہ حرکت ناشایستہ کی کیفیت طلب کی۔ چنانچہ اس پر فقیر عزیزالدین مع شاہزادہ پرتاب سنگھ راجہ ہیرا سنگھ اور دیگر سرداروں کے فیروز پور کو گیا اور وہاں دربار عالی منعقد ہوا اور سکھ اور انگریزی فوج دونوں کی قواعد ہوئی۔ عزیزالدین نے اس بدوضعی کا جو ظاہرا سرزد ہوئی تھی معقول عذر کیا اور اس طرح گورنر جنرل کو ایسا خوش کیا کہ نواب محتشم الدولہ نے سر دربار فقیر کو فرمایا کہ فقیر جامع استحاد جانبین ہے اور جیب خاص سے ایک گھڑی طلائی نکال کر فقیر کو عطا فرمائی یہ گھڑی جسکی قدر اور سب خلعتوں سے زیادہ کی جاتی ہے اب فقیر جمال الدین کے پاس ہے ۔

مہاراجہ شیر سنگھ کی سلطنت کے آخری سال میں فقیر عزیزالدین پر تلطف کم ہو گیا تھا اس کی نسبت یہ شبہ تھا کہ وہ راجگان جموں سے ملا ہوا ہے جن سے مہاراجہ کو سخت نفرت تھی گو اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ راجہ دھیان سنگھ جانتا تھا کہ فقیر عزیزالدین کی لیاقت کے بغیر اس کا کام نہ چلیگا اور بلاشبہ لاہور میں جو وزیر ہوتا عزیزالدین کے بغیر کام نہ کرسکتا۔ عزیزالدین نے راجہ دھیان سنگھ کو سردار چیت سنگھ کے قتل کے لئے بڑی مشکل سے معاف کیا تھا کیونکہ سردار مذکور عزیزالدین کا بڑا دوست تھا مگر آخرکار معلوم ہوتا ہے کہ فقیر عزیزالدین کو یقین ہو گیا تھا کہ فقط راجگان ڈوگرہ ہی ملک کی برہمی بچا سکتے ہیں اور اس یقین کے سبب فقیر اُن کے

ساتھ شامل ہو گیا تھا۔

مہاراجہ شیر سنگھ کی وفات کے بعد فقیر عزیز الدین نے معاملات ملکی میں دخل دینا کم کر دیا۔ اُس کی تندرستی میں فرق آگیا تھا بینائی اُس کی گھٹتی جاتی تھی اور جیسے فوج کا زور بڑھتا جاتا تھا اور وہ بیہودہ اور سرکش ہوتی جاتی تھی ویسے ہی فقیر عزیز الدین کا اقتدار کم ہوتا جاتا تھا۔ وہ خوب دیکھتا تھا کہ فوج کے بد اعمال اُس کی تباہی کی طرف اُس کو لئے جاتے ہیں اُس نے جواہر سنگھ اور لعل سنگھ کی مہلک حکمت عملی کے خلاف اپنی صدا بلند کی مگر بدقسمتی سے اُس کی کوشش بے سود رہی۔ سب سے آخری کام اُس نے یہ کیا کہ جو فوج سرکار انگریزی کے خلاف ستلج کی طرف کوچ کر گئی تھی اُس کے واپس بُلانے کے واسطے اصرار کرتا رہا اور سوم دسمبر ۱۸۴۵ء کو قبل ازیں کہ وہ ریاست جس کی اُس نے مدت تک نمک حلالی سے خدمت کی تھی تباہ ہو مر گیا۔

رنجیت سنگھ کے مشیروں میں فقیر عزیز الدین سب سے لائق اور بالتحقیق سب سے زیادہ دیانت دار تھا۔ رنجیت سنگھ کو اپنے وزراء کے انتخاب کرنے کی بڑی لیاقت تھی اور اپنے تمام عہد سلطنت میں مہاراجہ کی نوازش اور عنایت فقیر عزیز الدین کی طرف سے کم نہ ہوئی کیونکہ فقیر کی طرف سے کبھی فریب یا بد اعتدالی نہیں ہوئی تھی۔ ایسا کم ہوتا تھا کہ کسی معاملہ بیرونی یا اندرونی میں مہاراجہ اُس کی صلاح نہ لیتے ہوں اور سرکار انگریزی کے ساتھ جتنے معاملے پڑتے تھے وہ تقریباً اُسی کے اوپر چھوڑے جاتے تھے اور اِس میں شک نہیں کہ یہ بات بہت کچھ فقیر عزیز الدین کی ہی دانائی اور تدبیر سے حاصل ہوئی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سلطنت کے

اختتام تک سرکار انگریزی اور سرکار لاہور میں نہایت دلی اتحاد بنا رہا ٭

فقیر عزیز الدین ایسا خوشخو آدمی تھا اور اُس کا طریق ایسے کامل درباریوں کا سا تھا کہ اُس کا ظاہرا دشمن کوئی نہ تھا ہر چند کہ اُس کے رسوخ کے سبب بہت آدمیوں کو اُس کا رشک تھا۔ ایک وجہ اُس کی ہر دل عزیزی کی باوجودیکہ ہندو دربار میں وہ مسلمان وزیر تھا یہ تھی کہ اُس کا عقیدہ تعصب آمیز نہ تھا۔ فقیر عزیز الدین صوفی تھا اس فرقے کو پکے مسلمان تو کافر جانتے ہیں مگر مشرق کے سب سے اچھے حکیم اور شاعر اسی فرقے[1] کے تھے۔ قرآن کے خشک مسائل سے اُس کو لگاؤ نہ تھا بلکہ وہ سب مذہبوں کو یکساں واجب التعظیم سمجھتا تھا۔ ایک مرتبہ رنجیت سنگھ نے اُس سے یہ سوال کیا کہ تم کو ہندوؤں کا مذہب اچھا معلوم ہوتا ہے یا کہ مسلمانوں کا۔ اس نے جواب دیا کہ "میں ایک دریا سے زخار میں بہہ رہا ہوں زمین کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہوں مگر دونوں کناروں میں فرق نہیں نظر آتا"٭

فقیر عزیز الدین اپنے زمانے میں نہایت فصیح شخص مشہور تھا اور جیسا خوش تقریر تھا ویسا ہی منشی بھی تھا۔ سرکاری کاغذات جو اُس نے اور اُس کے بھائی نور الدین نے تحریر کئے تھے مشرقی انداز سے اگر دیکھے جائیں تو اعلےٰ فصاحت اور مذاق کے نمونہ ہیں۔ فقیر عزیز الدین جملہ فروع علوم میں جو مشرق میں مروج ہیں کامل دستگاہ رکھتا تھا اور

[1] فرقہ صوفی مسلمانوں میں ایک فرقہ فقراء کا ہے جن کے مسائل مخفی ہیں۔ ممالک مشرقی میں ہر جگہ کم و بیش فرقہ صوفی پایا جاتا ہے۔ ایران کئی سو برس سے فرقہ صوفیہ کا صدر مقام رہا ہے مگر پنجاب میں ظاہرا پکے صوفی کم یاب ہیں مگر صوفیوں کے تصوف کے مسائل ہر جگہ ایک سے ہیں۔ ہندوؤں کے ویدانت کے مسائل اور مسائل تصوف میں فقط نام ہی کا فرق ہے اور وہ اصول جن پر گورو نانک نے مذہب سکھ کی بنیاد رکھی تھی بالکل ویسے ہیں جو محمود اور حافظ یا خود فقیر عزیز الدین کی تصانیف خاص صوفیہ میں پائے جاتے ہیں ٭

پورا علم دوست تھا لاہور میں اُس نے اپنے خرچ سے ایک مدرسہ فارسی اور عربی کی تعلیم کے واسطے جاری کیا تھا اور پنجاب کے بہت سے عربی دانوں نے اسی مدرسے میں تعلیم پائی تھی +

شعرا میں عزیزالدین کو نامی شاعر سمجھنا چاہیئے اُس کے فارسی اشعار جو تصوف میں ہیں اور جس سے صوفی متاثر ہوتے ہیں نہایت عمدہ ہیں اور ساتھ ہی نہایت سلیس اور اعلےٰ درجے کے ہیں۔ چنانچہ اُس کی تصنیف میں سے چند اشعار اِس غرض سے یہاں لکھے جاتے ہیں کہ صوفیوں کی مذہبی نظم کی کیفیت کسی قدر معلوم ہو جائے + اشعار

چوں سایۂ درخت ندارد جہاں قرار	اے دل اگر نگاہ نمائی بہ اعتبار
در عالمِ خیال ترا اضطرار چیست	در کارہائے خویش نداری چو اختیار
بگذار کار خود بہ خداوندگار خویش	خود را بہ پرورندۂ خود ہم ز دل سپار
تا وقت فیض مے رسد صبر پیشہ کن	بر نعمتے کہ دست دہد شکر کن ہزار
دستے بگوش کردہ ز اندیشہ ہائے دہر	آزاد باش در کرم حق امیدوار

دیگر

گویم اگر سن از سرِ غفلت کہ من منم	نزدیک اہل معرفت آید ہمیں صنم
در دین سالکانِ طریقت بود گناہ	داند اگر کسے بمثل ایں چنیں منم
آخر بنا بر آب بود گرچہ در جہاں	گوئی کہ زال و رستم و سہراب و برزنم
بیہودہ دعوے است کہ چوں تار عنکبوت	بر خود روی ہر آنچہ خیالات بر تنم
چوں جملہ کارہا متعلق بہ فضل اوست	بہتر کہ بعد ازیں دم آزادگی زنم

فقیر عزیزالدین کے چھہ بیٹوں میں سے اب صرف ایک زندہ ہے۔ شاہدین جو ۱۸۴۴ء میں فوت ہوا ۱۸۴۳ء میں سرکار انگریزی کے پولیٹیکل افسر

مقیم لودھیانہ کا ایجنٹ مقرر ہوا۔ دو سال کے بعد وہ فیروز پور میں بعہدہ وکالت تعینات کیا گیا۔ فقیر چراغدین ۱۸۳۰ء میں جسروٹہ کا ناظم مقرر ہوا تھا اور تھوڑے عرصے کے بعد شاہزادہ کھڑک سنگھ کی خدمت میں مامور ہوا۔ ۱۸۴۲ء میں وہ اپنے بھائی کی جگہ فیروز پور میں وکیل مقرر ہوا اور بعد ازاں کونسل آف ریجنسی میں بھی اسی عہدہ پر مامور رہا۔ فقیر جمال الدین سرکار انگریزی کی ملازمت میں پہلے حافظ آباد کا تحصیلدار ہوا۔ ازاں بعد اسکی تبدیلی گوجرانوالہ ہو گئی اور ۱۸۶۴ء میں وہ عہدہ میر منشی گورنمنٹ پنجاب پر مامور ہوا ؀

نصیر الدین جو فقیر عزیز الدین کا سب سے بڑا بیٹا تھا ۱۸۱۴ء میں جب کہ وہ کم سن ہی تھا قتل ہوا۔ ایک پوربیہ سپاہی نے جس کو فقیر امام الدین نے کسی قصور کے سبب موقوف کر دیا تھا بدلہ لینے کا ارادہ کر لیا اور غلام محی الدین کی دوکان پر لاہور میں آکر اس نے کسی بیماری کا بہانہ کر کے علاج کی درخواست کی۔ نوعمر نصیر الدین جو اپنے دادا کی دوکان کے کام میں مدد کیا کرتا تھا سپاہی کو ایک اندر کے کمرے میں لے گیا اور وہاں سپاہی نے تلوار کھینچ کر اس کو گھایل کر ڈالا۔ غلام محی الدین اپنے پوتے کا شور سن کر دوڑا مگر مکان اندر سے بند کیا ہوا تھا اس نے دروازے کو کلہاڑی سے توڑا اور قاتل کے اوپر جا پڑا اور اس کی تلوار چھین کر اس کو دریچے میں سے نیچے بازار میں پھینک دیا جہاں لوگوں نے جوش میں آکر اس کو مار ڈالا اس کشمکش میں غلام محی الدین خود بھی سخت زخمی ہوا تھا۔ آخر نصیر الدین چند روز تکلیف اٹھا کر جاں بحق ہوا ؀

عزیز الدین کے بیٹوں میں سے فقط چراغ الدین کے اولاد ہوئی اور چراغ الدین

کے سب سے بڑے بیٹے سراج الدین کی موت بھی ایسی ہی دردناک ہوئی جیسی نصیر الدین کی۔ نوجوان سراج الدین بہاول خاں نواب بہاولپور کے ہاں ملازم تھا اور بہاول خاں کے بعد اُس کا چاہتا بیٹا صادق محمد خاں مسند نشین ہوا۔ نئے نواب نے اپنے بھائی حاجی خاں کو جو قید میں تھا قتل کرنا چاہا مگر سراج الدین اور داؤد پوتروں نے حاجی خاں کے طرفدار ہوکے ایک فساد برانگیختہ کیا اور اُس کو مسند پر بٹھا دیا۔ اِس احسان کے عوض حاجی خاں نے سراج الدین کو اپنا وزیر بنالیا اور اُس کے بھائی شہنواز خاں کو سپہ سالار مقرر کیا مگر کچھ عرصے کے بعد سراج الدین کی نواب کے ماموں آزاد خاں کے ساتھ تکرار ہوگئی اور نواب نے اپنے رشتہ داری کی طرفداری کی اسپر سراج الدین نے بہاولپور سے قطع تعلق کرنے کی تیاری کی۔ مگر نواب نے کئی سید اُس کے پاس بھیجے اور ان سیدوں نے قرآن پر قسم کھائی کہ نواب کی نیت میں کسی طرح کا اُسے نقصان پہنچانا نہیں ہے۔ اِس پر سراج الدین نے بہاولپور میں رہنے کی نیت کرلی۔ مگر دو تین دن کے بعد سراج الدین کے مکان کو فوج نے گھیر لیا اور سراج الدین کو کہا گیا کہ تم قیدی ہو اور بیڑیاں پہنو۔ اُس نے کہا کہ بزور جو چاہے سو کرو مگر ویسے میں نہ مانونگا۔ آخرکار مکان پر فوج چڑھ گئی دونوں بھائی خوب مردانہ وار لڑے مگر وہ بے ہتیار تھے۔ فوج کے بڑے افسر کو سراج الدین نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور پھر خود گولی سے مارا گیا۔ شہنواز خاں سخت زخمی ہوکر گرفتار ہوگیا اور بعد ازاں مقید کیا گیا اور آٹھ مہینے کے بعد اُس کے باپ نے اسی ہزار روپیہ دے کر اُس کو چھوڑا لیا۔

فقیر عزیز الدین کی حیات میں اُس کے بھائی کمتر درجہ پر رہے مگر ان بھائیوں کا اِس جگہ کچھ حال بیان کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ بھی معزز تھے۔ فقیر امام الدین رنجیت سنگھ کے عہد سلطنت میں عرصہ تک گوبندگڈھ[1] کا قلعدار رہا اور جو علاقہ اُس کے متّصل تھا اُس کا ناظم تھا۔ اس کے علاوہ میگزین اور سلاح خانہ اور اصطبل بادشاہی اُس کے سپرد تھا۔ اِسے امرتسر کے کام کے باعث میدان جنگ میں خدمت کرنے کی بہت کم مہلت ملی مگر مائی سدا کور اور کنھیئوں کے قلعے کے سر کرنے کے واسطے جو فوج بھیجی گئی تھی اُس میں امام الدین بھی شامل تھا اور ایک دو اور چھوٹے چھوٹے معرکوں میں بھی وہ شریک رہا تھا۔ فقیر امام الدین ۱۸۴۴ء میں مر گیا اُس کے بعد اُسکا ایک بیٹا تاج الدین زندہ رہا جو اُس کے ساتھ گوبندگڈھ میں قلعدار تھا۔ تاج الدین اپنے باپ کے بعد صرف دو برس جیا۔

فقیر نور الدین نہ اپنے بھائی عزیز الدین کی سی لیاقت رکھتا تھا نہ جرأت۔ مگر اپنے بھائی سے بہت باتوں میں مشابہ تھا۔ ابتدائی عمر اُس نے عبادت میں صرف کی مگر ۱۸۱۰ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جو عزیز الدین پر نہایت مہربانی کرتے تھے نور الدین کو بلوایا اور دھنّی کا علاقہ اُس کے سپرد کیا۔ وہاں اُس نے عمدہ خدمت کی اور بعد ازاں وہ گجرات بھیجا گیا جہاں کہ اُسے چبّوں کے مطیع رکھنے میں کچھ مشکل پیش آئی ۱۸۱۲ء

[1] پہلا قلعدار گوبندگڈھ کا سردار شمیر سنگھ ساکن ٹھیپر تھا۔ اُس نے رنجیت سنگھ کے حکم سے قلعہ کی عمارت بہت سی از سر نو بنوائی۔ شمیر سنگھ کے بعد فقیر امام الدین کو قلعداری ملی اور فقیر امام الدین اور اُس کا بیٹا تاج الدین مہاراجہ شیر سنگھ کی سلطنت کے زمانہ تک قلعدار رہے۔ اُس کے بعد سودھا سنگھ باگڑیانوالہ قلعدار مقرر ہوا اور ۱۸۴۲ء تک اِس منصب پر مامور رہا۔ اُس کے بعد سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کا ایک بھائی مقرر ہوا۔ اِس شخص نے دریا خاں ایک سرکاری قیدی کو بھگا دیا۔ اِس سبب سے اُسکی جگہ فقیر نور الدین کا بیٹا شمس الدین ۱۸۴۷ء میں مقرر ہوا۔

میں جالندھر کا علاقہ اُس کے ماتحت کیا گیا اور دوسرے سال سیالکوٹ۔ ڈسکہ۔ ہلووال اور وزیرآباد کا علاقہ اُس کو ملا۔ ۱۸۱۸ء میں وہ لاہور بلایا گیا اور اُس کے بعد اُس کی خدمات اکثر دربار سے ہی متعلق رہیں۔ یہ خدمات کئی طرح کی تھیں متعدد تھیں اور بڑی ہی ذمہ واری کی تھیں قلعہ میں جو سلح خانہ تھا وہ اُس کے سپرد تھا اور محلات اور باغات شاہی بھی اُسی کے سپرد تھے مہاراجہ کی جیب خاص کا خرچ اُس کے پاس رہتا تھا اور شاہی انعام واکرام مستحقین کو یہی تقسیم کرتا تھا۔ موتی مندر یعنے خزانہ بادشاہی کی ایک کُنجی نورالدین کے پاس رہتی تھی اور باقی دو کُنجیاں بصر بیلی رام اور دیوان حکماں سنگھ کے پاس رہتی تھیں *

۱۸۲۶ء میں فقیر نورالدین پنڈدادن خاں کے گردونواح کے ملک کو زیر کرنے کے واسطے بھیجا گیا تھا اور ۱۸۳۱ء میں وہ سید پور اور مکھڈ کو گیا تا کہ راجہ گلاب سنگھ کو اُس علاقے کے انتظام میں مدد دے۔ سرکار انگریزی کے ساتھ جو نامہ وپیام ہوتے تھے اُن میں فقیر نورالدین اپنے بھائی فقیر عزیزالدین کے ساتھ شامل رہتا تھا۔ دونوں کو انگریزوں کے ساتھ اُنس تھا اور دونوں کی دلی خواہش تھی کہ سرکار انگریزی اور سرکار لاہور میں آپس میں ہمیشہ پکّی دوستی بنی رہی۔ ۱۹ ستمبر ۱۸۴۶ء کو جب خالصہ کی فوج سرکش ہو گئی تھی اور فوج نے یہ درخواست کی تھی کہ رانی اپنے بھائی کو اور شہزادہ پشورا سنگھ کے قاتلوں کو فوج کے حوالہ کردے تاکہ وہ بدلہ لے لے تو فقیر نورالدین مع دیوان دینا ناتھ اور سردار عطر سنگھ کالیانوالہ کے فوج کو منانے کے واسطے بھیجے گئے تھے۔ مگر اُس سفارت سے کچھ فائدہ نہیں ہوا اور جو آدمی پیغام لے کر گئے تھے اُن میں فقیر نورالدین ہی کو فوج نے بلا لعنت ملامت لاہور

واپس آنے دیا۔ ستلج کی لڑائی کے بعد نورالدین کے دستخط ۹ مارچ کے عہدنامہ پر دربار لاہور کی جانب سے ہوئے اور دسمبر ۱۸۴۶ء میں جب وزیر راجہ لعل سنگھ منصب وزارت سے بسبب مفسدہ پردازی کے معزول ہوا تھا تو نورالدین کونسل آف ریجنسی میں داخل کیا گیا تاکہ ایام بلوغت مہاراجہ دلیپ سنگھ تک کاروبار سلطنت انجام دے ٭

فقیر نورالدین کونسل آف ریجنسی میں بہت کام نہیں کرتا تھا مگر ان میں سے ایک تھا جو سب سے زیادہ بے غرض تھے اور اس کی صلاح اکثر معقول اور سنجیدہ ہوتی تھی۔ وہ اپنی سرکار کا پورا وفادار رہکر سرکار انگریزی کے رزیڈنٹ کے معاملات میں سہولتیں بہم پہنچانے کو طیار رہتا تھا۔ ۱۸۴۹ء میں گورنمنٹ عالیہ نے اس کی جاگیر اور وظائف تعدادی ۲۰۰۵۵ روپئے سالانہ اس کے حین حیات بحال رکھے۔ اس کے دو بڑے بیٹوں ظہورالدین اور شمس الدین کو ایک ہزار اور ۷۲۰ روپئے سالانہ کی پنشن عطا ہوئی اور چھوٹے بیٹوں کو ہر ایک کو ۴۸۰ روپئے سالانہ پنشن ملی۔ ۱۸۵۲ء میں ان کے باپ نورالدین کی وفات پر یہ پنشن بڑھا کر بتدریج ۱۲۰۰ و ۴۸۰۰ اور ایک ہزار اسّی روپئے مقرر کر دی گئی ٭

فقیر ظہورالدین مہاراجہ دلیپ سنگھ کا اتالیق مقرر رہا۔ یہ مہاراجہ کے ہمراہ فتحگڈھ گیا اور جس طریق سے اس نے اس منصب کی خدمت کو انجام دیا وہ ہر طرح قابل اطمینان تھا۔ ۱۸۵۱ء کے اخیر میں وہ پنجاب کو واپس آیا اور ۱۸۵۵ء میں تحصیلدار چونیاں مقرر ہوا اور بعدہٗ اس کی تبدیلی سوگا اور لاہور کو ہوئی۔ ۱۸۶۳ء میں اس کی ترقی عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری پر ہو گئی ٭

فقیر نورالدین کا دوسرا بیٹا فقیر شمس الدین دوسری سکھوں کی لڑائی کے ایام میں گوبندگڑھ میں تھانہ دار تھا۔ اس منصب میں اُس نے بہت وفاداری سے خدمات کو انجام دیا اور قلعہ کو سرکار انگریزی کی فوج کے حوالہ ایسے وقت میں کردیا کہ اگر کچھ بھی وہ تامل کرتا تو نازک نتیجہ نکلتا۔ سنہ ۱۸۵۸ء میں وہ تحصیلدار شاہدرہ مقرر رہا مگر دوسرے سال بسبب بیماری کے اُس نے استعفا دیدیا۔ سنہ ۱۸۶۲ء میں شمس الدین شہر لاہور کا آنریری مجسٹریٹ اور ممبر میونسپل کمیٹی کا مقرر ہوا۔ شمس الدین بہت ذی ہمت اور فیض رساں شخص تھا اور خود عالم تھا اور اپنے ہموطنوں کی ترقی تعلیم کے لئے ہر طرح سے مدد دینے کو طیار رہتا تھا۔ تعلیم مستورات کی ترقی بہت کچھ اسکے سبب لاہور میں ہوئی اور انجمن پنجاب کے انعقاد میں اُسنے بہت مدد کی جس سے بڑے بڑے فوائد کی توقع ہے +

عزیزالدین کا چھٹا بیٹا رکن الدین سنہ ۱۸۸۱ء میں لاولد فوت ہوا۔ اس کی ایک ہزار روپیہ سالانہ کی پنشن ضبط ہوگئی صرف پچاس روپئے ماہوار اُس کی دو بیوگان کے گذارے کے لئے مقرر کئے گئے +

فقیر عزیزالدین کے بیٹوں میں سے اسوقت صرف فقیر سید جمال الدین زندہ ہے۔ جسے سنہ ۱۸۸۰ء میں عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹی پر ترقی ملی۔ صحت کے خراب ہونے کے باعث سنہ ۱۸۸۳ء میں اُس نے ایک سو روپیہ ماہوار پنشن پر ملازمت سے کنارہ کشی کی۔ اِس کو علاوہ پنشن ایک ہزار روپیہ سالانہ پولیٹیکل الاؤنس بھی ملتا ہے۔ لاہور میں سب رجسٹرار کی خدمات کے عوض اسے دو ہزار روپیہ سالانہ مواجب ملتا ہے۔ یہ عہدہ اِسے سنہ ۱۸۸۱ء میں ملا اور اِس سے ایک سال بعد وہ باختیارات کامل آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوا۔ فقیر جمال الدین پنجاب یونیورسٹی کا فیلو بھی ہے۔ یہ لاولد ہے +

تاج الدین کے اکلوتے بیٹے معراج الدین کی شادی سیّد قاسم شاہ متوطن لاہور کی بیٹی سے ہوئی جس سے ایک لڑکا سعید الدین سنہ ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوا۔ اِسے پانچسو روپیہ سالانہ وظیفہ ملتا ہے اور اِس کی ماں کو حین حیات کے لئے ۲۴۰ روپئے سالانہ پنشن ملتی ہے دیگر وظائف تعدادی ۱۶۸۰ روپئے اِس خاندان کی اور مستورات کو ملتے تھے رفتہ رفتہ بند ہو گئے۔

فقیر ظہور الدین نے ستائیس برس کی خدمات کے بعد سنہ ۱۸۸۳ء میں ۱۳۵ ماہوار پنشن لے کر ملازمت سے علیحدگی اختیار کی۔ اِس کے علاوہ اُسے ۱۲۰۰ روپئے سالانہ خاندانی وظیفہ ملتا ہے۔ سنہ ۱۸۷۷ء میں اُسے گوجرانوالہ میں پانچسو ایکڑ زمین عطا ہوئی۔ اُس کا اکلوتا بیٹا نو بہار الدین جو تحصیلدار تھا سنہ ۱۸۸۰ء میں بعمر ۳۵ سال فوت ہو گیا۔ فقیر ظہور الدین کی بیٹی کی شادی سنہ ۱۸۷۷ء میں فقیر قمر الدین کے بیٹے سیّد ظفر الدین سے ہوئی جو پنجاب میں ڈپٹی انسپکٹر پولیس ہے۔

فقیر نو بہار الدین دو بیٹے چھوڑ مرا یعنے فقیر افتخار الدین جو سنہ ۱۸۶۵ء میں پیدا ہوا اور فقیر اقتدار الدین جو سنہ ۱۸۷۲ء میں تولد ہوا۔

فقیر شمس الدین سنہ ۱۸۷۲ء میں تین بیٹے چھوڑ کر مر گیا۔ سب سے بڑے بیٹے فقیر برہان الدین نے سنہ ۱۸۶۶ء میں وکالت کا کام شروع کیا اور دوسرے سال عہدہ نائب تحصیلداری پر مقرر ہوا۔ تھوڑے ہی عرصے میں یہ عہدہ تحصیلداری و سپرنٹنڈنٹ بندوبست پر ترقی یاب ہوا۔ سنہ ۱۸۸۲ء میں وہ عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری پر ممتاز ہوا۔ اِس سے چار سال بعد اُس کی خدمات ریاست بھوپال کے تفویض کی گئیں اور وہاں وہ بمشاہرہ پانسو روپیہ ماہوار عہدہ نائب وزیر پر مامور ہوا۔ اور اُس کی حسن خدمات کے صلے میں جنوری سنہ ۱۸۸۸ء میں

بذریعہ سند حضور وایسرائے اُسے خطاب خان بہادر عطا فرمایا گیا۔ اُس کے باپ کی وفات کے بعد قریب نوسو ایکڑ اراضی واقع رکھ راسے ونڈ قدیم تحصیل لاہور کے حقوق جاگیر دوام کے لئے اُسے دئے گئے اور ۱۸۸۳ء میں اس رقبہ میں حقوق مالکی بھی باضابطہ طور سے گورنمنٹ کی جانب سے اُسے عطا ہوئے۔ اب وہ پنجاب میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے۔ برہان الدین کے کوئی اولاد نہیں ہے۔ اُس نے سید نجیب علی بخاری ساکن کنگا گل تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور کی بیٹی سے شادی کی ہے ⁂

فقیر شمس الدین کے دوسرے بیٹے فقیر زین العابدین نے ۱۸۶۶ء میں وکالت کا کام شروع کیا۔ اُس کی شادی دو مرتبہ ہوئی جس میں سے ایک شیخ شبراتی کی بیٹی ہے جو لاہور میں ایک سوداگر تھا مگر اُس کی کوئی اولاد زندہ نہیں ہے۔ شمس الدین کا تیسرا بیٹا فقیر شہاب الدین عہدہ نائب تحصیلداری پر مامور ہے۔ پہلے تھوڑا عرصہ وہ لاہور میں ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور داروغہ گذر ریلوے راوی بھی رہ چکا ہے ⁂

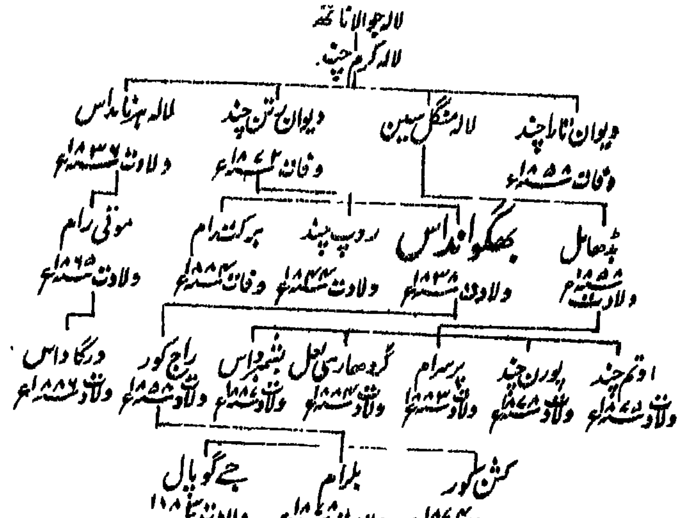
فقیر نور الدین کا تیسرا بیٹا فقیر قمر الدین لاہور میں آنریری مجسٹریٹ ہے۔ اُہ منصب اور نیز اور کاموں میں اُس نے عمدہ خدمات کی ہیں۔ ۱۸۸۲ء میں سر رابرٹ اجرٹن لفٹننٹ گورنر پنجاب نے اُسے پانچسو روپئے کا خلعت دیا اور اُسی سال اُسے سات سو گھماؤ اراضی واقع تحصیل لاہور میں حقوق ملکیت عطا ہوئے۔ اِس زمین میں اِس نے ایک گاؤں آباد کیا اور اُس کا نام جلال آباد اپنے دوسرے بیٹے کے نام پر رکھا۔ اِس موضع کے حقوق ایک اُسے ۱۸۸۳ء میں عطا ہوئے اور یہ حقوق اُس کے بعد اُس کے۔ فقیر جلال الدین کو ملینگے۔ فقیر قمر الدین لاہور کی میونسپل کمیٹی اور ڈسٹرکٹ

کا ممبر ہے۔ ۱۸۸۷ء میں بموقعہ جشن جوبلی حضرت قیصر ہند اِس کو خطاب خان بہادر مرحمت ہوا۔ اُس کا بیٹا ظفرالدین گجرات میں پولیس انسپکٹر ہے۔ اِس کا دوسرا بیٹا جلال الدین ایچیسن کالج میں تعلیم پاتا ہے۔ سر چارلس ایچیسن صاحب نے خود اُسے کالج میں داخل کیا تھا اور تین سو روپے سالانہ کا وظیفہ اِس کالج کو دیا تھا ✤

فقیر نورالدین کا چوتھا بیٹا فقیر حفیظ الدین اب پنشن خوار ہے۔ وہ پنجاب میں کئی سال تک عہدہ تحصیلداری پر رہ کر ۱۸۸۶ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوا۔ اُس کا اکلوتا بیٹا اقبال الدین ۱۸۸۱ء میں فوت ہو گیا ✤

چراغ الدین کے پانچ بیٹوں میں سے صرف سراج الدین کے دو بیٹے فیروزالدین و حسن الدین ہیں ✤

لالہ بھگوانداس داہڑیوالہ



رتن چند داہڑیوالہ کا خاندان ابتدا میں موضع پایل سے آیا تھا جو لدھیانہ اور پٹیالہ کے بیچ میں واقع ہے۔ اِس خاندان کے آدمی محکمہ مال کے مختلف عہدوں پر شاہانِ اسلام کے عہد میں مامور رہے۔ جب سکھوں کو فروغ ہوا تو جوالاناتھ سردار چڑت سنگھ سوکرچکیہ کے ہاں منشی ہوا اور وہ چڑت سنگھ اور اُس کے بیٹے مہان سنگھ کی ملازمت اُن کی وفات تک کرتا رہا۔ کرم چند کو پہلے سردار بشن سنگھ کلال معتمد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے نوکری دی تھی۔ سردار بشن سنگھ ۱۸۱۳ء میں بنارس چلا گیا اور وہیں مرگیا۔ بعد ازاں کرم چند مہاراجہ کے اعتباری عہدوں پر مامور رہا۔ ۱۸۰۵ء میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ خفیہ طور پر ہردوار گئے تھے تو کرم چند اُن کا ایک ساتھی تھا اور دوسرے سال جب دربار لاہور اور جنوبی ستلج کے سکھ رؤسا کے درمیان آپس میں بندوبست ہوا تو اُس معاملے میں کرم چند

شریک تھا۔ ۲۵-اپریل ۱۸۰۹ء میں جو عہدنامہ سرکار انگریزی کے ساتھ ہوا
اُس کے تیار کرنے میں بھی کرمچند شریک تھا۔ اُس سے کچھ عرصہ پہلے کرمچند
دفتر لاہور کا سر دفتر مقرر ہوا یہ صرف نام کو ہی دفتر تھا کیونکہ اُس زمانے
میں حساب وکتاب باقاعدہ نہیں رکھا جاتا تھا۔ بھوانی داس نے پہلے
پہل ۱۸۰۹ء میں باقاعدہ حساب وکتاب کا ڈھنگ ڈالا پھر اُسوقت
سے کرم چند اُس کے ماتحت کام کرتا رہا اور ۱۸۳۶ء یعنے اپنی وفات تک
اُسی دفتر میں ملازم رہا +

اُس کا سب سے بڑا بیٹا تاراچند چھوٹی عمر میں سرکار کا نوکر ہوگیا تھا اور پہلے
ہی وہ ۱۸۲۲ء میں دیوان کرپارام کے ماتحت پشاور میں مامور ہوا۔ دوسرے
سال وہ کانگڑہ کو تحصیل مالگذاری کے لئے بھیجا گیا اور ملکی اور جنگی اختیارات
اُس کو دئے گئے۔ ۱۸۳۲ء میں وہ فیروزپور میں مامور ہوا تاکہ اُس ضلع
کے شورہ پشت باشندوں کا انتظام کرے اور ڈکیتی کا جو بہت عام ہو گئی
تھی انسداد کرے بعد ازاں تاراچند کو خطاب دیوانی ملا اور علاقجات بنّوں۔
ٹانک اور ڈیرہ اسمعیل خاں اُس کے سپرد ہوئے یہاں اُس سے انتظام
بہت اچھا نہیں ہوسکا۔ رئیسان سرحد میں سے دلاسہ خاں بنّوں والے سے
کوئی زیادہ مخالف سکھوں کا نہیں تھا۔ دیوان تاراچند نے جس کے
پاس بہادر سکھوں میں سے چیدہ چیدہ سردار مثل سرداران اٹاری مجیٹھہ۔
لگہ اور بوتالہ تھے اپنی آٹھ ہزار فوج اور بارہ اتواپ سے دلاسہ خاں کے چھوٹے
سے قلعے پر حملہ کیا مگر بہت بری طرح اُنہیں مار کر پیچھے ہٹا دیا گیا۔ ان کے
ہن سو آدمی مارے گئے جن میں نوجوان جے سنگھ اٹاری والہ بھی تھا اور
پچسو آدمی زخمی ہوئے۔ جب مہاراجہ نے ہزیمت کی خبر سُنی تو نہایت

غضبناک ہوا اور دیوان تاراچند پر سات ہزار روپئے جرمانہ کیا۔ تاراچند کی راجہ سوچیت سنگھ سے بھی تکرار ہوگئی تھی جو اُسوقت ڈیرہ جات کا حاکم تھا وہ دیوان تاراچند کی مطلق العنانی برداشت نہ کرسکا پس تاراچند نے مصلحت وقت سے بیماری کا عذر رکھ کر تیرتھ جاترا کا ارادہ کیا چنانچہ ۱۸۳۶ء میں پنجاب کو چھوڑ کر بنارس چلا گیا جہاں وہ ۱۸۵۸ء میں مرگیا۔

کرم چند کا دوسرا بیٹا منگل سین دربار کے ماتحت سواروں کی ایک رجمنٹ کا کمان افسر تھا الحاق کے بعد اُس کو ۴۸۰ روپئے سالانہ پنشن ملی منگل سین نومبر ۱۸۶۴ء میں ایک بیٹا بدھامل نامی چھوڑ کر فوت ہوگیا۔

رتن چند پر مہاراجہ رنجیت سنگھ بہت مہربان تھے اور ابھی وہ لڑکا ہی تھا کہ دربار میں ہمیشہ حاضر رہتا تھا۔ جب اُس کے سبزہ آغاز ہونے لگا تو رنجیت سنگھ نے اُس کا نام داڑھی والہ رکھ دیا تاکہ اُس کی رتن چند دوگل سے جو اس سے چار سال چھوٹا تھا اور تاحال بے ریش تھا تمیز ہوسکے۔ ۱۸۲۹ء میں رتن چند دوسو روپئے ماہوار پر محکمہ ڈاک میں ملازم ہوا اور علاقہ پشاور اور ہزارے کی مالگذاری سے بھی کچھ اس کا وظیفہ مقرر ہوگیا۔ رتن چند اس محکمہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ اور اُس کے جانشینوں کے عہد میں متعین رہا اور دربار کے ماتحت اُس کو ۱۰۲۶۱ روپیہ نقد ملتا تھا اور ۱۳۶۰۰ روپئے کی جاگیر اُس کے پاس وینانگر۔ خانووال۔ ٹون۔ بھبینڈن یحییٰ نگر۔ ہزارہ اور پشاور میں تھی۔ جب سرداران سندھانوالیہ نے قلعہ لاہور پر تصرف کیا تو رتن چند اتفاق سے قلعے میں تھا چنانچہ راجہ ہیرا سنگھ نے اُس کو سندھانوالیوں کا شریک سمجھ کر اُس پر تیس ہزار روپیہ جرمانہ کیا مگر سردار جواہر سنگھ نے ہیرا سنگھ کی وفات کے بعد یہ روپیہ واپس کردیا۔ ستلج کی لڑائی کے

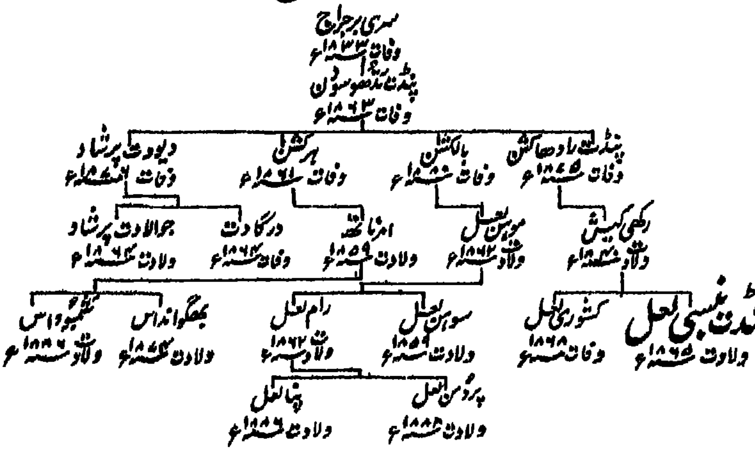
بعد رتن چند پنجاب کا پوسٹ ماسٹر جنرل مقرر ہوا۔ اور ۴۹-۱۸۴۸ء کے مفسدہ میں اُس نے بہت عمدہ خدمات انجام دیں۔ اِس زمانے میں اُس کے محکمہ کو بہت سی مشکلات درپیش تھیں مگر اُس نے اپنی مستعدی اور لیاقت سے ایسی سب مشکلات کو حل کر لیا۔ بلحاظ پر اُس کی جاگیر تعدادی ۶۰۰۰ روپئے اُس کے حین حیات بلا شرائط خدمت واگذار ہوئی اور ایک باغ جمعی دو سو روپیہ متصل شاہ عالمی دروازہ لاہور اُس کے نرینہ ورثا کے نام دوام کے لئے برقرار رکھا گیا۔ رتن چند ۱۸۶۲ء میں شہر لاہور کا آنریری مجسٹریٹ اور ممبر میونسپل کمیٹی مقرر ہوا تھا۔ آنریری مجسٹریٹوں میں رتن چند بہت چالاک اور عقیل تھا اور اُس کی فراخدلی کے سبب شہر لاہور کو بہت رونق ہوئی۔ عمارات رفاہ عام جو رتن چند نے بنوائی ہیں اُن میں سرائے اور تالاب جو شاہ عالمی دروازے کے قریب ہیں بہت عمدہ ہیں۔ شہر لاہور کے گرد جو باغات بنے ہیں اُن کے بنانے میں بھی رتن چند نے بہت حصہ لیا اور جب کبھی کسی رفاہ عام کے کام کے واسطے روپئے کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ نہایت فیاضی دکھلاتا تھا۔ رتن چند کو جنوری ۱۸۶۵ء میں گورنمنٹ عالیہ ہند کی طرف سے خطاب دیوانی عطا ہوا اور وہ ۱۸۶۷ء میں فوت ہو گیا۔

اُس کے سب سے بڑے بیٹے لالہ بھگوان داس کو بذریعہ سند مورخہ ۷ جنوری ۱۸۶۷ء کے ۲۰۰۵ روپئے کی جاگیر ملی۔ لالہ بھگوان داس لاہور میں آنریری مجسٹریٹ ہے اور میونسپل کمیٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر ہے۔ کئی موقعوں پر گورنمنٹ نے اُس کی خدمات کا شکریہ ادا کیا ہے۔ یہ روشن دماغ آدمی ہے اور رفاہ عام کے کاموں اور شہر کی بہبودی میں بہت ہی دلچسپی ظاہر کرتا ہے۔ اِس نے کئی عمارات بنوائی ہیں اور ایک ٹھاکر دوارہ اُس عمدہ تالاب

کے کنارے پر بنوایا ہے جو اُس کے والد نے لگایا تھا ؞

دیوان رتن چند کا چھوٹا بھائی ضلع فیروزپور میں منصف ہے۔ اِس کا نام فہرست امیدواران منظور شدہ عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری میں درج ہے اِس کے بیٹے موتی رام نے پنجاب یونیورسٹی کا امتحان انٹرنس پاس کر لیا ہے ؞

پنڈت بنسی لال



اِس برہمن خاندان کا پتا ۱۲۴۴ء تک لگتا ہے جبکہ علاوالدین مسعود دہلی کا بادشاہ تھا۔ اِس سال مسلمانوں کے ظلم اور تشدد کے سبب سارا خاندان مع اور اہل ہنود کے متھرا سے جو متبرک مقام ہے اوچ کو چلے گئے جو ملتان کے پاس ہے۔ تعجب ہے کہ اِس جگہ یہ خاندان اُس زمانے میں جا کر کیوں رہا۔ متھرا کی نسبت وہاں کچھ زیادہ آسایش نہ ہوگی کیونکہ فرشتہ لکھتا ہے کہ اُس زمانے میں قندھار کی ایک مغلوں کی فوج نے اُسے تاخت و تاراج کر ڈالا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد یہ خاندان لاہور میں آ بسا مگر جب کچھ اچھا زمانہ آگیا تو پھر یہ اپنے وطن متھرا کو واپس چلا گیا۔ رادھاکشن کا ایک بزرگ نرائن داس اپنی لیاقت اور تقوے کے سبب مشہور تھا اور نابھاجی کے بھگت مال میں اُس کا ذکر ہے۔ جہانگیر بادشاہ کے ایک فرمان کے رُو سے نرائن داس کے پوتے کشن لعل کو متھرا میں ۴۴ بیگھہ اراضی اِس واسطے عطا ہوئی کہ پوجن کے واسطے اُس میں پھول کے پودے لگائے جائیں چنانچہ اِس فرمان کی اب تک تعمیل ہوتی ہے۔ اِس کاغذ کے اصلی ہونے میں کوئی شک نہیں یہ

سنہ ۱۶۱۰ء کا لکھا ہوا ہے *
کشوری لعل کا بیٹا برج بھوکن برہمنوں میں دیو جانس ثانی تھا۔ شاہ جہان بادشاہ اُس کے زہد و تقوٰے کا حال سن کر اس کی ملاقات کے واسطے گیا بادشاہ نے اُس سے ہندو کی وجہ تسمیہ دریافت کی اور اُس نے یہ بتایا کہ ہن۔ ہنسا لفظ سنسکرت کا مخفف ہے جس کے معنے گناہ ہیں اور دُو سنسکرت و ور کا مخفف ہے یعنے ہندو کے معنے گناہ سے دور کے ہیں بادشاہ اسے سن کر ایسا خوش ہوا کہ اُس سے کہا جو تم کو مانگنا ہو مانگو میں دونگا برج بھوکن نے جواب دیا کہ میں یہی مانگتا ہوں کہ "پھر آپ میرے پاس کبھی نہ آئیں" *
اورنگ زیب کے عہد میں برج بھوکن کا سب سے چھوٹا بیٹا کول نین راجہ جے سنگھ اوّل کی طلبی پر جے پور گیا اور وہاں ایک سند مع جاگیر اُسے ملا چنانچہ وہ جاگیر اب تک اُس کی اولاد کے پاس ہے۔ اُس کا پوتا منسی دھر بہت متقی آدمی تھا اور اُس کے معتقدوں میں سورج مل بھرت پور کا مشہور راجہ تھا *
برج راج یا جیسا کہ وہ برج لعل کے نام سے مشہور تھا گزشتہ صدی کے وسط میں لاہور میں آ کر آباد ہوا۔ بھنگی سردار اُس کی بہت تعظیم کرتے تھے جو اُس زمانے میں لاہور کے حاکم تھے اور جب رنجیت سنگھ کو عروج ہوا تو اُس نے برج لعل کو پنڈت بنایا اور سنسکرت کی متبرک کتابوں کو بالتشریح سنانے کا کام اُس کے ذمہ لگایا گیا۔ اِس منصب پر برج لعل اپنی وفات تک جو سنہ ۱۸۳۳ء میں ہوئی مامور رہا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ اُس پر نہایت مہربانی کرتے رہے۔
شل اپنے باپ کی پنڈت مدھو سودن سنسکرت میں بہت دخل رکھتا تھا اور لاہور میں اُس کے برابر کوئی پنڈت نہیں تھا۔ سنہ ۱۸۴۰ء میں پنڈت مدھو سودن
دان دکش یعنے افسر دھرم ارتھ اور دربار کا علمی پنڈت مقرر ہوا اور ان دونوں

منصبوں پر وہ الحاق تک ممتاز رہا۔ مدہوسودن کی شادی مصر ٹالیہ امرتسر کے بڑے صراف کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ پنڈت مدہوسودن پر مہاراجہ رنجیت سنگھ نہایت مہربان تھے چنانچہ ۱۸۲۴ء میں مہاراجہ نے اس کے بیٹے پنڈت رادھاکشن کو راجہ ہیرا سنگھ کا اتالیق مقرر کیا۔ راجہ ہیرا سنگھ اپنی جوانی کے عالم میں کمینہ بدوضع اور عیاش اور جھوٹا رہا اس سے اس کی تربیت کی کچھ تعریف نہیں ہوسکتی ہے؛

رادھاکشن جوشل اپنے باپ کے دربار میں پنڈت تھا ۱۸۴۶ء میں مہاراجہ دلیپ سنگھ کی تعلیم کی نگرانی کے واسطے مقرر ہوا؛

سکھوں کے عہد میں پنڈت مدہوسودن کے پاس ۹۹۲۵ روپئے کی جاگیر تھی۔ ایک گاؤں بنام قلعہ گوجر سنگھ رنجیت سنگھ نے برج لعل اور اس کے وارثوں کو دوام کے لئے "دھرم ارتھ" دیا ہوا تھا اور دیگر دیہات جو اس جاگیر میں تھے وہ پنڈت مدہوسودن کی ذات کے لئے عطا ہوئے تھے۔ ۱۸۵۱ء میں یہ گاؤں حین حیات واگذار ہوئے اور دو باغ ایک لاہور میں اور دوسرا دینانگر میں دوام کے لئے عطا ہوئے؛

پنڈت مدہوسودن ۱۸۶۳ء میں فوت ہوا۔ اپنے تینوں بڑے بیٹوں سے اس کا سخت تنازعہ ہوگیا اس سبب سے اس نے اپنی کل جائداد مع جاگیر دوامی کے دیودیت پرشاد اپنے چوتھے بیٹے کو جو دوسری زوجہ سے تھا دیدی۔ اس ترکے کی بابت عدالت میں مقدمہ دائر رہا۔ آخرکار یہ معاملہ آپس میں طے ہوگیا۔ دیودت پرشاد نے کل جائداد سوا اسے جاگیر کے محاصل کے لے لی اور جاگیر سب بیٹوں میں بحصص مساوی تقسیم ہوگئی۔ ۱۶۰۵ روپئے سالانہ کی جاگیر ہر ایک کے حصہ میں آئی؛

ہرکشن اپنے باپ کی حیات میں ہی ایک بیٹا امرناتھ چھوڑ کر سنہ ۱۸۶۱ء میں فوت ہو گیا۔ اُس کی نو سو روپئے کی جاگیر اُس کی وفات پر ضبط ہو گئی اور ۱۴۰ روپئے سالانہ کی حین حیات پنشن اُس کی بیوہ کو عطا ہوئی۔

پنڈت رادہاکشن کی جاگیر جمعی ۵۲۷۰ روپئے کی تھی جس میں سے ۴۷۰۰ کی جاگیر اُس کے حین حیات واگذار رہی اور ایک باغ سو روپئے کا دوام کے لئے بحال رکھا گیا ہے۔

رادہاکشن سنہ ۱۸۷۵ء میں فوت ہوا۔ وہ مشہور آدمی تھا اور اُس کی بہت عزت ہوتی تھی۔ تعلیم کے باب میں وہ بڑا ساعی رہتا تھا۔ تعلیم نسوان کے رواج دینے میں پنڈت رادہاکشن ابتدا سے حامی رہا اور جب امریکا کے پادریوں نے لاہور میں انگریزی تعلیم کا مدرسہ جاری کیا تو رادہاکشن نے اوّل اوّل اپنے بیٹوں کو وہاں تعلیم کے لئے بھیجا۔ اِسی طرح اُس نے اپنا ایک بیٹا لاہور مڈیکل کالج میں اُسوقت بھیجا جب کہ اِس کی نسبت لوگوں کو نہایت تعصب تھا۔ پنڈت رادہاکشن اعلےٰ درجہ کا سنسکرت دان تھا اور دھرم شاستر میں اُس کو خوب دخل تھا۔ جبکہ پنجاب میں اوّل ہی اوّل پنجاب یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئی تو پنڈت رادہاکشن ریاست ہائے پنجاب میں خود جا کر اُس کے فوائد اور خوبیوں کا اظہار کرتا رہا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رؤسا نے اِس میں بڑے بڑے عطیئے دئے۔ بلحاظ اِن خدمات کے اور بنظر اُس کی اعلےٰ علمیّت کے وہ سینٹ کا ممبر بنایا گیا اور نیز سنسکرت کے ممتحنان کے بورڈ میں شامل کیا گیا اور لندن کی سنسکرت ٹیکسٹ سوسائٹی نے بھی اُسے اپنی ممبری کا اعزاز دیا۔ اُس نے ایک سنسکرت کا صرف نحو بنایا اور ایک رسالہ ہندی طب کا اور کئی ایک اور مفید رسالے لکھے۔ سر ڈانلڈ مکلوڈ صاحب پنڈت رادہاکشن کی بہت توقیر

کرتے تھے چنانچہ ۱۸۶۸ء کی ایک چٹھی میں حسب ذیل لکھا۔

"آپ یقین کریں کہ پنجاب میں سب سے بڑھ کر مجھے ہمیشہ آپ کی بہبودی اور بہتری کا خیال رہتا ہے بلحاظ آپ کی یکجہتی وفاداری ہمت اور معاملات رفاہ عام میں دلی کوششوں کے میں آپ کو سب سے زیادہ مستحق عنایات گورنمنٹ خیال کرتا ہوں"

سر ڈانلڈ مکلوڈ صاحب کا سرٹیفکیٹ مورخہ ۲۲۔ اگست ۱۸۸۱ء جس میں پنڈت رادھا کشن کے اوصاف لکھے ہیں قابل اندراج ہے۔

"پنڈت رادھا کشن لاہور کے رؤسا میں بڑا لائق اور معزز اور قابل قدر آدمی ہے۔ وہ عالم آدمی ہے اور علوم مشرقی کی ترقی میں اس نے سعی بلیغ کی ہے۔ اس نے جو چٹھی بحضور وائسرائے بھیجی اسی پر گورنمنٹ نے پرانے قلمی نسخوں کی فراہمی اور ان کے محفوظ رکھنے کا عمدہ اور باقاعدہ طریقہ جاری کیا۔ اس کی پروفیسر گولڈ سٹکر صاحب سے خط وکتابت ہے اور پروفیسر گولڈ سٹکر کے ہی ذریعہ اس نے بہت سی بیش قیمت پرانی کتابیں سنسکرت ٹکسٹ سوسائٹی میں بھیجی ہیں پنجاب یونیورسٹی کالج کی تحریک کا وہ دل وجان سے حامی رہا۔ تعلیمی معاملات میں اس نے ہمیشہ گورنمنٹ کے افسران کو معقول امداد دی ہے اور تعلیم نسوان میں اس نے بہت سرگرمی وستعدی سے کام کیا ہے اور رفاہ عام کے کاموں میں امداد دینے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔"

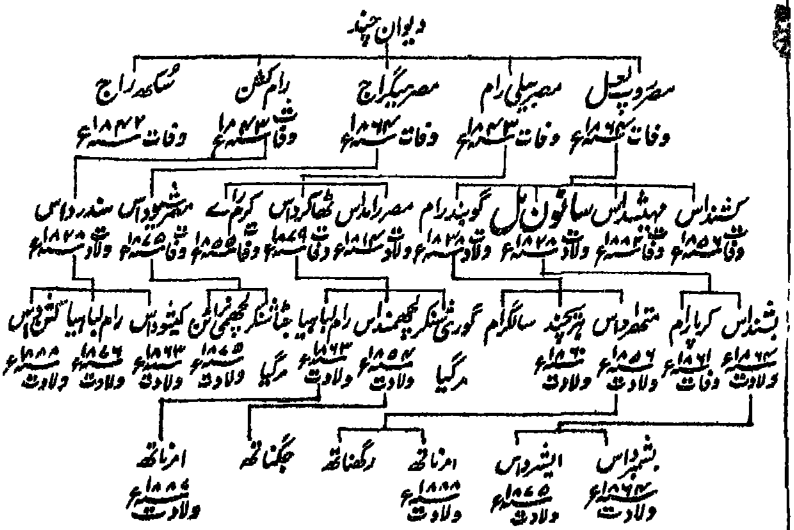
پروفیسر گولڈ سٹکر کے پاس جب پنڈت رادھا کشن کے کتب خانے کی فہرست

پہنچی تو وہ فہرست میں ایسی اعلےٰ اور قیمتی کتابیں دیکھ کر حیران ہو گیا کیونکہ بعض کتابیں مندرجہ فہرست ایسی تھیں کہ جن کا یورپ میں علم بھی نہ تھا۔ ۱۸۶۴ء میں لوکل گورنمنٹ نے اُس کے بیٹے رکھی کیش کو دو ہزار ایکڑ اراضی واقع تحصیل چونیاں میں حقوق ملکیت عطا فرمائے کیونکہ اُسنے اس شرط کو پورا کر دیا تھا کہ حقوق ملنے کے دن سے ۱۵ سال کے اندر نصف رقبہ آباد کر دے۔ پنڈت رکھی کیش نے اِس موضع میں جس کا نام کوٹ رادھاکشن ہے اور لاہور اور ملتان ریلوے لائن پر واقع ہے ایک باغ لگوایا ہے اور ایک نفیس بنگلہ مع مکانات شاگرد پیشہ بنوایا ہے اور ہر طرح سے اپنی جائداد کو بڑا کرم سے رونق دی ہے۔ پنڈت رکھی کیش کے واسطے تاحیات اُس کے بارہ سو روپئے کی جاگیر واگذار کی گئی مابقی پنڈت رادھاکشن کے انتقال پر ضبط سرکار ہو گئی۔ جاگیر کے علاوہ اُس کے قبضہ میں کوٹ رادھاکشن تھا جس کی آمدنی چھ ہزار سالانہ کی تھی ٭

۱۸۷۸ء میں پنڈت رکھی کیش لاہور کا آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا اس سے پہلے ۱۸۷۳ء میں وہ ممبر میونسپل کمیٹی ہوا اور اِسی سال اپنے باپ کی جگہ پنجاب یونیورسٹی کے سینٹ کا ممبر بنا۔ اُس کے وقت کا بڑا حصہ عامہ خلائق کے کاموں میں صرف ہوتا تھا اور بہت سی سندات اس خاندان کے قبضہ میں ہیں جن میں گورنمنٹ نے اُس کی خدمات کا مختلف اوقات میں اعتراف کیا ہے۔ پنڈت رکھی کیش نے ۱۸۸۸ء میں انتقال کیا اور ہر ایک فرقہ کے لوگوں کو اسکا دلی رنج ہوا ٭

اِس کا سب سے بڑا بیٹا پنڈت منبی لعل بلاشبہ خاندان کی ناموری کو قائم رکھیگا۔ اُسکے والد کی جاگیر بحیثیت حیات تھی آئندہ کی واگذاری کا معاملہ ابھی زیر تجویز ہے ٭

رسالدار ساون مل



مصر روپ لعل کا خاندان قوم کا برہمن ہے اور اِس خاندان کا اصل وطن موضع دلوال ضلع جہلم ہے۔ دیوان چند اپنے بیٹوں کو ۱۸۰۹ء میں لاہور لیکر آیا اور اپنے چچا بستی رام کے رسوخ سے جو رنجیت سنگھ کا خزانچی تھا اور جسے مہاراجہ بہت قدر کرتے تھے اُس کو ایک ہزار روپئے کی جاگیر کیہوں ضلع جہلم میں ملی اور اُس کے دونوں بڑے بیٹے روپ لعل اور بیلی رام اپنے دادا بستی رام کے ماتحت خزانہ میں اُس کے نائب ہو گئے۔ بیلی رام پر تھوڑے ہی عرصے میں مہاراجہ نہایت مہربانی کرنے لگے اور ۱۸۱۶ء میں جب بستی رام کا انتقال ہوا تو باوجودیکہ راجہ دھیان سنگھ وزیر اُس کے برخلاف اور اُس کے تقرر کا مزاحم تھا وہ توشے خانہ مقرر ہوا۔ راجہ دھیان سنگھ اپنے آوردہ جیا مصر کو کرانا چاہتا تھا جو لعل سنگھ کا باپ تھا۔ لعل سنگھ بعد میں راجہ

لہ جیا مصر کو بستی رام نے پہلے پانچ روپئے مہینے پر خزانہ میں محرر کیا تھا۔ رفتہ رفتہ اُسکی ترقی ہوتی گئی بعد ازاں وہ راجہ دھیان سنگھ کی طفیل خزانہ کشمیر کا خزانچی ہو گیا اور یہی باعث اُس کے ڈوگرہ فریق کے ساتھ شامل ہو جانے

کے لقب سے ملقب ہوا۔ اسی زمانہ میں مصر میگھراج کی تحویل میں گوبند گڈھ کا خزانہ ہوا اور یہ تحویل اُسکے پاس مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات تک رہی۔ رامکشن نے ۱۸۲۶ء میں ملازمت اختیار کی اور مہاراجہ کا ڈیوڑھی دار مقرر ہوا اور مہاراجہ اُس پر خاص نظر عنایت رکھتے تھے ۔

۱۸۳۲ء میں روپ لعل دوآبہ جالندھر کا ناظم مقرر ہوا۔ یہ زرخیز علاقہ جب سے اسے رنجیت سنگھ نے فتح کیا تھا دیوان محکم چند اور اُسکے فرزند موتی رام اور اُسکے پوتے کرپا رام کے سپرد رہا۔ ۱۸۳۱ء میں جب دیوان موتی رام وہاں سے علیحدہ ہوا تو شیخ غلام محی الدین جو دیوان کرپا رام کا ایک رفیق تھا اور ظالم و بیدادی آدمی تھا ہوشیارپور اور اُس کے گرد و نواح کے اضلاع کا ناظم مقرر کر کے بھیجا گیا۔ دوآبہ کی رعایا نے غلام محی الدین کے ظلم کی ایسی سخت شکایت کی کہ وہ ۱۸۳۲ء میں وہاں سے واپس بُلایا گیا اور مصر روپ لعل اُس کی جگہ ناظم مقرر کیا گیا۔ یہ نیا ناظم اور طبیعت اور ڈھنگ کا آدمی تھا۔ چونکہ وہ خود متموّل تھا اِس لئے وہ رعایا پر ظلم کرنا نہیں چاہتا تھا اور چونکہ اُس کی جالندھر میں ایک خاندان سے رشتہ داری بھی اِسلئے اُس ضلع کی سرسبزی کا وہ بدل خواہاں تھا۔ اُس کی تشخیص مالگذاری ایسی نرم اور منصفانہ تھی کہ ۱۸۳۳ء جیسے خشک سال میں بھی بہت ہی کم معاملہ بقایا میں رہا۔ مصر روپ لعل نذر کے طور پر کبھی تھوڑی سی چیز بھی نہیں لیتا تھا اور جو اہلکار اُس کے ماتحت تھے اُن کی بڑی احتیاط سے نگرانی رکھتا تھا۔ سِکھ سرکار کے ناظم اکثر ایسے ہوتے تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ رعایا اُن کے خاص ذاتی نفع کے واسطے پیدا ہوئی ہے جہاں کثرت ایسے ناظموں کی ہو وہاں مصر روپ لعل جیسے خوش معاملہ اور منصف شخص کا دم غنیمت تھا۔ اُس کا نام آج تک وہاں کے لوگ تعظیم اور محبت سے یاد کرتے ہیں۔ روپ لعل ۱۸۳۹ء تک

جالندھر کا ناظم رہا مگر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے چند ماہ بعد وہ وہاں
سے بلا لیا گیا تھا اور دوآبہ کا پرانا ظالم شیخ غلام محی الدین وہاں پھر ناظم مقرر
کر کے بھیجا گیا۔ شہزادہ نونہال سنگھ نے اِس بات سے غصہ کھا کر مصر
بیلی رام نے اُس کے باپ کے مورد الطاف چیت سنگھ کا ساتھ دیا تھا
بیلی رام اور اُس کے بھائیوں کو قید کر دیا۔ وہ سب چھ مہینے قید رہنے کے
بعد مہاراجہ کھڑک سنگھ کی شفاعت سے رہا ہوئے۔ بیلی رام شہزادہ شیر سنگھ
کا سرگرم حامی تھا اور جب مہاراجہ شیر سنگھ مسند نشین ہوئے تو اُنھوں نے
مصر بیلی رام کو پھر توشہ خانیہ بنا دیا۔ روپ لعل کو مہاراجہ نے کلانور اور علاقہ
لاہور کا جو ستلج کے جنوب میں واقع تھا ناظم بنایا اور حکم دیا کہ جمعدار خوشحال سنگھ
کا قلعہ اور علاقہ بھرت پور ضبط کرے۔ مصر سکھراج پھر گوبند گڈھ کے قلعے کو
بعہدہ خزانچی واپس گیا۔ بیلی رام پر مہاراجہ شیر سنگھ کو بہت اعتبار تھا اور
اُس نے اپنے دوست بھائی گورمکھ سنگھ کے ساتھ شامل ہو کر راجہ دھیان سنگھ
ڈوگرہ وزیر کے مقابلے میں جس سے اُسے نفرت تھی ایک فریق بنا لیا۔ اِن
سازشوں کے سبب اُس کی جان ضایع ہوئی کیونکہ جب راجہ ہیرا سنگھ
اپنے مقتول والد کے بعد وزیر ہوا تو سب سے پہلے اُس نے بھائی گورمکھ سنگھ
بیلی رام اور اُس کے بھائیوں کو قید کیا۔ مصر رُوپ لعل اور سکھراج اُن کے
بڑا نے دشمن مصر لعل سنگھ کے سپرد ہوئے اور بھائی گورمکھ سنگھ مصر بیلی رام
اور رام کشن شیخ امام الدین کے حوالہ ہوئے جسنے اُنکو اپنے طویلہ میں اپنے
مکان کے متصل مقید رکھا۔ بہت عرصہ تک اُن کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا
مگر پیچھے معلوم ہوا کہ شیخ نے اُن کو پوشیدہ طور پر راجہ ہیرا سنگھ کے حکم سے
مروا ڈالا۔ روپ لعل اور سکھراج بچے رہے اور دسمبر ۱۸۴۴ء میں جب راجہ

ہیرا سنگھ مارا گیا تو وہ رہا ہوگئے اور روپ لعل کو وزیر جواہر سنگھ نے جسروٹہ کا ناظم مقرر کیا۔ بیلی رام کے بیٹے اپنے باپ کے قید ہونے پر سرکار انگریزی کی پناہ میں لدھیانے کو بھاگ گئے تھے اور ۱۸۴۵ء تک وہیں رہے اور اُس سال پنجاب کو واپس آ گئے ٭

۱۸۴۶ء میں جب کہ وہ علاقہ راجہ گلاب سنگھ کو بموجب عہدنامہ ۱۶ مارچ کے دے دیا گیا تھا تو روپ لعل جسروٹہ میں تھا۔ راجہ گلاب سنگھ نے اُس پر بڑے زور سے باغی ہونے کا الزام لگایا کیونکہ اُس نے فریب سے بموجب شرائط عہدنامہ کے پہاڑی قلعے[1] اُس کے حوالہ نہیں کئے۔ چنانچہ اس سبب سے دربار نے جسروٹہ سے روپ لعل کو بُلا لیا اور اُس کو علاقہ رہتاس اور جہلم پر مامور کیا۔ جب مفسدہ ہوا تو روپ لعل اِسی علاقے میں تھا۔ روپ لعل سردار چتر سنگھ کے لشکر میں شامل ہو گیا وہ خود تو کہتا ہے کہ مجبوری کے باعث ایسا ہوا مگر حقیقت میں وہ مفسدوں کا جانب دار تھا اور بوجوہ یقین ہوتا ہے کہ اُس نے مفسدوں کو روپئے سے بھی مدد دی۔ اِس نازک وقت میں اُس کے بیٹے بھی لاہور چھوڑ کر اپنے باپ کے پاس چلے گئے۔ اِس سبب سے اُس کی جاگیر اور مال جو لاہور میں تھا ضبط کیا گیا۔ روپ لعل ستمبر ۱۸۶۵ء میں ۸۰ برس سے زیادہ عمر کا ہو کر دلوال ضلع جہلم میں فوت ہو گیا۔ اُس کا بیٹا ساون مل پہلے سکھ رسالے میں رسالدار تھا۔ اِس نے اودھ اور چین میں قابل تعریف خدمات کیں اور ۱۸۶۱ء میں اُس کو چار سَو روپئے کی جاگیر ملی جس میں سے دو سَو روپئے کی جاگیر اُس کے وارثوں کے نام ایک پشت تک واگزار رہنے کا حکم دیا گیا۔ اِس جاگیر کی جمع (جس میں مواضعات جہلو۔ کارا ڈھوگرا اور ریکھی پور واقع تحصیل لاہور ہیں) حال میں بڑھکر ۱۸۱ روپئے

[1] جلد انگریزی میں غلطی چھاپہ سے پہاڑی جنگلات درج ہوئے ہیں۔ مترجم

سالانہ ہوگئی ہے۔ علاوہ ازیں ساون مل کو تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں ایک ہزار گھماؤں اراضی باخذ ۲۷۵۰ روپئے نذرانہ عطا کی گئی۔ سردار ساون مل اِس وقت گیارھویں بنگال رسالہ میں ملازم ہے۔ چونکہ یہ مرحوم مصر روپ لعل کے پس ماندہ بیٹوں میں سب سے بڑا ہے اِسلئے یہ خاندان کا بزرگ شمار کیا جاتا ہے۔ اُس کے بیٹوں میں سے بشن داس کچھ عرصہ تک اپنے باپ کی رجمنٹ میں وفعدار رہا مگر بیماری کی وجہ سے اُسے مجبوراً استعفا دینا پڑا ✤

مصر سندر داس کو جو دو برس تک مہاراجہ دلیپ سنگھ کا بیلہ بردار رہا الحاق کے بعد ایک ہزار روپیہ کا عطیہ ملا۔ اِس کی پندرہ سو روپئے کی جاگیر جو تھوڑا ہی عرصہ پہلے راجہ لعل سنگھ نے دی تھی ضبط کی گئی ✤

سردار ساون مل کا بڑا بھائی مصر مہیش داس چند سال تک نائب تحصیلدار رہکر ۱۸۵۲ء میں بمقام لاہور لاولد مرگیا۔ ساون مل کا چھوٹا بھائی گوبند رام اضلاع شاہپور و گجرات کا خزانچی ہے اور گوبند رام کا سب سے بڑا لڑکا متھراداس صاحب ڈپٹی کمشنر شاہپور کے انگریزی دفتر میں کلرک ہے ✤

مصر رام داس کو حین حیات کے لئے دو ہزار روپئے سالانہ پنشن ملتی ہے۔ اُسکا بھائی ٹھاکر داس ضلع راولپنڈی۔ جہلم۔ گوجرانوالہ۔ لاہور۔ امرتسر۔ سیالکوٹ اور گورداسپور کا خزانچی تھا۔ ۱۸۷۹ء میں وہ مرگیا اور اُس کی ۱۳۸۷ روپئے کی جاگیر اُس کے تینوں بیٹوں کو ملی۔ ۱۸۸۲ء تک اضلاع راولپنڈی اور جہلم کے خزانے اُس کے بڑے بیٹے لچھمن داس کی تفویض میں رہے۔ اُس نے بشمولیت اپنے بھائی رام لبھایا کے ۲۵۸۸ گھماؤں اراضی واقع موضع چک کوٹ میانہ تحصیل بھیرہ ضلع شاہپور میں اجارے پر لی جس کی بابت اب گورنمنٹ

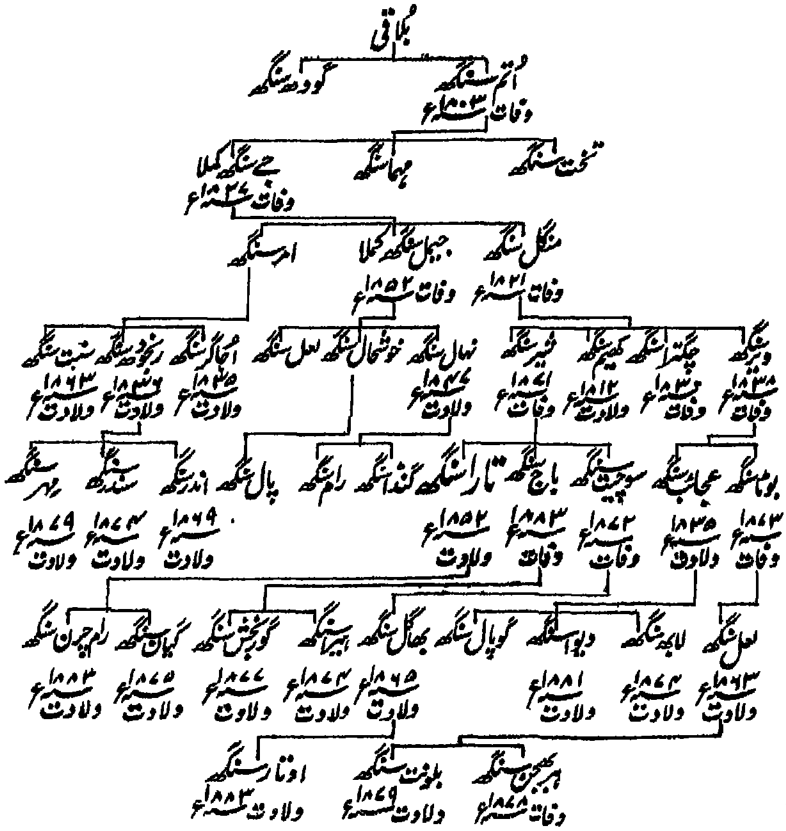
میں درخواست پیش ہے کہ تمام نہیں اُس کے حقوق ملکیت دوام کے لئے عطا کئے جائیں۔ ٹھاکر داس کے بیٹے گوری شنکر کا حصہ جاگیر ۱۸۷۴ء میں اسکی وفات پر ضبط ہوگیا۔ اِسی طرح جو پنشن ۱۳۸۷ روپئے کی مصرانی گلاب دیوی بیوہ بیلی رام کی حیات تک منظور ہوئی تھی وہ ۱۸۸۵ء میں ضبط ہوگئی بیلی رام کی دوسری بیوہ مصرانی بیگم تاحال زندہ ہے اور اُسے ۱۳۸۷ روپئے سالانہ کی پنشن ملتی ہے *

ستلج کی لڑائی کے بعد مصر میگراج دربار کا خزانچی مقرر ہوا اور بموقعہ تشریف آوری جناب نواب گورنر جنرل بہادر بمقام لاہور اُسے راے بہادر کا خطاب عطا ہوا۔ ۱۸۴۹ء میں وہ قسمت لاہور کا خزانچی بنایا گیا اور اِسی عہدہ پر وہ اپنی تاریخ وفات یعنے یکم اگست ۱۸۶۴ء تک مامور رہا۔ ۱۸۶۲ء میں مصر میگراج لاہور کا آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا جہاں اُس کی نہایت قدر و منزلت رہی۔ ۲۸۰۲۵ روپئے سالانہ کی جاگیر اِسے ملی ہوئی تھی مگر اُس کی وفات پر صرف ۴۸۰۵ روپئے کی جاگیر دوام کے لئے اُس کے نرینہ ورثا کے نام درج ہوئی *

مصر میگراج کی جگہ اُس کا اکلوتا بیٹا شیو داس پانچ اضلاع پنجاب کا خزانچی مقرر کیا گیا اور علاوہ ۴۸۰۵ روپئے کی دوامی جاگیر کے اُسے پانچہزار روپئے سالانہ تاحین حیات ملتا رہا۔ ۱۸۷۵ء میں اُس کے انتقال پر خزانوں کا اہتمام خاندان کے اور شخصوں کے تفویض ہوا۔ دوامی جاگیر اُس کے نابالغ بیٹوں جٹا شنکر اور لچھمی نرائن کو ملی *

اِس خاندان میں سے مصر رام داس اور مصر سندر داس ڈسٹرکٹ درباری ہیں *

سردار تارا سنگھ کملا



گودہ سنگھ منہالہ کے ایک چودھری کا بیٹا تھا جو سردار ہری سنگھ بھنگی کا نوکر تھا۔ اُس نے چالیس ہزار روپئے کا علاقہ پیدا کر لیا تھا۔ ایکبار اُس کو اور اُس کے بھائی اوتم سنگھ کو ایک چھوٹے سے قلعے میں جو سیالکوٹ کے متصل تھا راجہ رنجیت دیو والئے جموں کے تین سو سواروں نے گھیر لیا۔ محصورین کے گھوڑے قلعے کے باہر اصطبل میں بندھے ہوئے تھے۔ گودہ سنگھ نے اِس اندیشے سے کہ گھوڑے دشمن کے ہاتھ نہ آجائیں حملہ کر کے انہیں چلنے سے ناقابل کر دیا۔ راجپوتوں نے یہ خیال کر کے کہ اب ہمارے اوپر حملہ ہوگا اور محصورین کی ایسی

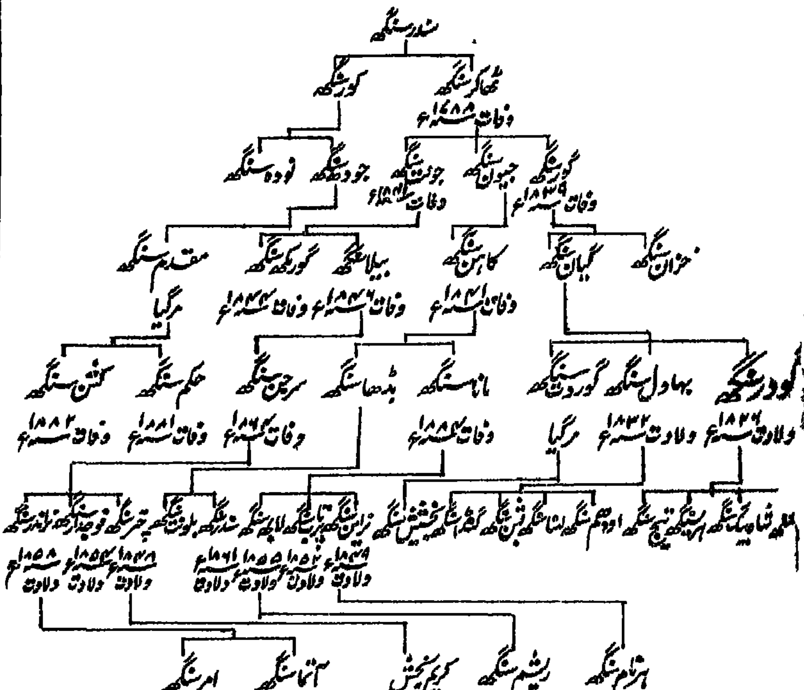
جرأت دیکھ کر بھاگ گئے۔ سردار ہری سنگھ نے جب ناحق گھوڑوں کے ضائع کئے جانے کا حال سُنا تو یہ کہا کہ گودھ سنگھ بالکل کملا یعنے بے وقوف ہے" اور یہ ناشائستہ لقب اب تک اِس خاندان میں چلا آتا ہے۔
گودھ سنگھ اور اُس کا بھائی سرداران بھنگی کے ماتحت رنجیت دیو سنسار چند کٹوچ اور سوکرچکیوں سے لڑتے رہے اور جب گودھ سنگھ لاولد مرگیا تو اُتم سنگھ اُس کے علاقے پر قابض ہوا مگر وہ اور اُس کے دو بڑے بیٹے تھوڑے عرصے بعد مرگئے اور جے سنگھ خاندان کا سرگروہ ہوا۔ سردار گلاب سنگھ بھنگی نے اُسکی جاگیر بڑھا کر پچاس ہزار روپئے کی کردی اور جب گلاب سنگھ سنہ ۱۸۰۰ء میں مرگیا تو جے سنگھ رنجیت سنگھ کے ساتھ ہوگیا جس نے کچھ عرصہ پہلے لاہور کو فتح کرلیا تھا۔ جے سنگھ اچھا سپاہی تھا اور وہ کئی مہموں میں بہادری سے لڑا اور اُس کو اپنی پُرانی جاگیر کے علاوہ چالیس ہزار روپئے کی جاگیر شیخوپور۔ سدھنی اور بھاؤوال میں ملی۔ سنہ ۱۸۱۷ء میں جب وہ بہت ضعیف ہوگیا اور نوکری کے قابل نہ رہا تو مہاراجہ نے اُس کو امرتسر میں عدالتی کردیا اور سوائے ۱۶ ہزار روپئے کی جاگیر کے اور سب اُس کی جاگیر ضبط کرلی اور آٹھ ہزار روپئے نقد مواجب کردیا۔ جے سنگھ سنہ ۱۸۲۲ء میں مرگیا۔ اُس کے بیٹوں میں سے سنگل سنگھ منکیرہ میں سنہ ۱۸۲۱ء میں مارا گیا تھا اور اُس کی جاگیر ۹ ہزار روپئے کی اُس کے بیٹے ویر سنگھ کو ملی تھی۔ اُس کے دوسرے بیٹے جے مل سنگھ کو ایک علحدہ جاگیر آٹھ ہزار روپئے کی ملی مگر اُس کے باپ کے مرنے پر یہ اور اُس کے بھتیجے کی جاگیر ہردو ضبط ہوگئیں اور اُس کے عوض مہاراجہ نے اُن کو جے سنگھ والی جاگیر سوائے موضع رسول پور کے جو اہیرو سے دریائے ستلج واقع ہے اور جو تین ہزار روپئے کا تھا اُس کو عطا کی۔ جے سنگھ کے

تیسرے بیٹے ارسنگھ کو آٹھ سو روپئے سال ملا اور منگل سنگھ کے تین چھوٹے بیٹوں کے واسطے یہ تجویز ہوئی کہ چگتر اسنگھ جنرل ونتورا صاحب کے بریگیڈ میں رسالدار کیا گیا اور کھیم سنگھ اور شیر سنگھ کو موضع پٹی ضلع سیالکوٹ ملا اور نقد سوا جب بھی عطا ہوا۔ جب ویر سنگھ ۱۸۳۹ء میں مرگیا تو نصف جاگیر اُس کی ضبط ہوگئی اور باقی اُس کے بھائی اور اُس کے بیٹے بوٹا سنگھ میں تقسیم ہوگئی۔ جے مل سنگھ چاریاری سواروں میں کمان افسر تھا اور وہ سرحد اور اور مقامات پر راجہ سوچیت سنگھ کے ماتحت لڑتا رہا۔ الحاق پر دو ہزار روپئے کی جاگیر اُس کے نام حین حیات کے لئے واگذار ہوئی۔ شیر سنگھ اور بوٹا سنگھ ۱۸۴۸ء میں مفسدوں کے ساتھ شامل ہوگئے اسلئے اُن کی جاگیریں ضبط ہوئیں اور کھیم سنگھ کی جاگیر چار ہزار روپئے کی جس کے طریق کی نسبت شبہ تھا گھٹا کر ایک ہزار روپئے کی کردی گئی۔ جے مل سنگھ کے مرنے کے بعد اس کے بیٹوں کو ۶۶۶ روپئے کی پنشن ملی جو وہ اب تک لیتے ہیں ؂

سردار بوٹا سنگھ کو تاحیات ۲۴۰ روپئے سالانہ پنشن ملتی رہی۔ ۱۸۷۴ء میں اُس نے انتقال کیا وہ اپنے علاقے میں ذیلدار تھا۔ اُس کی بیوہ اب تک زندہ ہے اور اُسے پچاس روپئے سالانہ وظیفہ ملتا ہے۔ بوٹا سنگھ کے تین بیٹوں میں سے دو تو اُس کی زندگی میں مرگئے تھے۔ تیسرا بیٹا لعل سنگھ پرانے سولھویں بنگال رسالہ میں دفعدار رہا لیکن تھوڑے عرصے بعد رجمنٹ کے ٹوٹ جانے کے باعث وہ ملازمت سے علیحدہ ہوگیا۔ اب وہ منہالہ میں رہتا ہے اور قصور کے لوکل بورڈ کا ممبر ہے۔ اُس نے خاندان بھاگوالیہ ضلع گورداسپور میں شادی کی ہے۔ سردار شیر سنگھ ۱۸۵۷ء میں حیدرآباد کنٹنجنٹ میں کرنل وائل صاحب کے رسالہ میں نائب رسالدار ہوا اور اودھ کے تمام مفسدے میں اُس نے بہادری

سے خدمت کی اِس کے صلے میں اُس کو عہدہ رسالداری مع خطاب سردار بہادر مرحمت ہوا اور علاوہ ازیں اُس کو ضلع بھڑائچ میں تین ہزار روپئے سالانہ کی جاگیر ملی۔ جب پھر امن قائم ہو گیا تو وہ نوکری چھوڑ کر انگلستان کی سیر کے واسطے گیا۔ سردار شیر سنگھ سنہ ۱۸۷۱ء میں فوت ہوا۔ اُس کا بیٹا سردار تارا سنگھ تیسرے بنگال رسالہ حیدر آباد کنٹنجنٹ میں جمعدار تھا اور افغانستان کی تمام لڑائی میں خدمات کرتا رہا ۔ یہ اب خاندان کا بزرگ ہے اور موضع کالہ ضلع لاہور میں رہتا ہے ✤

سردار گودر سنگھ موکل



ان موکل کو جو قوم کا سندھو جٹ ہے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سلطنت میں بہت اقتدار حاصل ہوا سکھ امرا میں یہ خاندان نیا گِنا جاتا ہے اور ان کو زمین اور دولت زیادہ تر طاقت اور لڑائی میں بہادری کے باعث ملی نہ کہ عیاری کے باعث ۔

سندر سنگھ ایک جٹ گنوار تھا اور سات بیٹوں کا باپ تھا ان میں سے فقط دو بیٹوں کی اولاد کا شجرہ لکھا گیا ہے کیونکہ ان میں سے صرف دو ہی نامور ہوئے ہیں۔ اس کی ایک ہی بیٹی گوراں نامی تھی جس کی شادی اس نے سردار لعل سنگھ سے کی تھی جو پاک پٹن میں ایک جاگیر دار تھا۔ لعل سنگھ نے اپنے سالوں کو نوکر رکھ لیا اور وہ سب اس کے پیچھے قزاقی کی مہموں میں ہمراہ

جاتے تھے بعد ازاں اُن کی بہن نے اپنے شوہر کے اقتدار کے رشک سے
اُن کو نکلوا دیا۔ جونت سنگھ اپنے چچازاد بھائیوں کے ساتھ لاہور میں آیا اور
رنجیت سنگھ کا نوکر ہو گیا۔ کچھ عرصے تک اُن کو فروغ نہیں ہوا مگر ببیہ کی خونریز
لڑائی میں جو جولائی ۱۸۱۳ء میں اٹک کے پاس ہوئی تھی اور جس میں دیوان
محکم چند افغان وزیر کے ساتھ لڑا تھا یہ سب چچازاد بھائی جن میں سے چھ
لڑائی میں شریک تھے ایسے نمایاں کام کرتے رہے اور ایسی بہادری اور
شجاعت اُن سے ظہور میں آئی کہ مہاراجہ نے اُن کو رنگیل پور کی جاگیر جمعی
ڈھائی ہزار روپئے کی دے دی اور جونت سنگھ کو جس نے خصوصاً نمایاں
کام کئے تھے ضلع گجرات میں پانچ گاؤں جمعی تیس ہزار روپیہ ۱۵۰ سواروں
کی نوکری کی شرط پر دئے اور اُس کے بھائی اُس کے ماتحت مامور کئے گئے۔
۱۸۱۸ء میں وہ ملتان میں خدمات انجام دیتا رہا اور دوسرے سال کشمیر میں
رہا جہاں برچھی سے اُس کے پہلو میں سخت زخم لگا۔ اِس زخم کے باعث اُس کو
کشمیر کے محاصل میں سے ڈہائی ہزار روپیہ ملتا رہا۔ ایک دفعہ اِس خاندان کی
جاگیر ایک لاکھ پینتیس ہزار روپئے کی ہو گئی جس میں دو ہزار روپئے کی سردار
لعل سنگھ کے علاقے میں سے تھی جو اُن کا نامہربان رشتہ دار تھا۔
مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد جو ۱۸۳۹ء میں وقوع میں آئی اور
جونت سنگھ کی وفات کے بعد جو ۱۸۴۱ء میں ہوئی خاندان سوکل کی جاگیر
برابر قائم رہی۔ جو جاگیر خاص جونت سنگھ کے نام تھی وہ اُس کے دو بیٹوں
بیلا سنگھ اور گورمکھ سنگھ کے نام واگذار رہی کیونکہ ۱۸۳۶ء میں علاقہ آپس
میں تقسیم ہو گیا تھا۔ اُن سے ڈھائی سو سواروں کے عوض تین سو سواروں کی
خدمت لی جاتی مقرر ہوئی اور دونوں بھائی شہزادہ نونہال سنگھ کے ماتحت

کہلائے گئے۔ اُن میں آپس میں نبھاؤ نہیں ہوا بڑے بھائی کو چھوٹے کی نسبت یہ شبہ ہوا کہ وہ صرف جاگیر میں سے ہی بڑا حصہ لینا نہیں چاہتا ہے بلکہ سرداری کا بھی خواستگار ہے۔ راجہ ہیرا سنگھ اُس زمانے میں وزیر تھا اور سردار بیلا سنگھ نے جب بیس۲۰ ہزار روپئے نذرانہ دیا تو راجہ نے اُس کو سرداری اور جاگیر پر قائم رکھا اِس سے گورمکھ سنگھ کو ایسا غم ہوا کہ وہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد ۱۸۴۵ء میں کُڑھ کُڑھ کر مر گیا۔ جب پہلی پنجاب کی لڑائی ہوئی تو سُورجن سنگھ اور بیلا سنگھ دو سو سوارے کر فوج کے ساتھ شامل ہوئے اور جو فوج سو ضلع مُدکی اور فیروزشہر کی طرف آگے بڑھی اُس کے ساتھ شامل تھے۔ دونوں شہراؤں میں موجود تھے اور بیلا سنگھ زخم کاری کھاتے ہی اِس بیہودہ ارادے سے کہ گو کشتیوں کا پُل ٹوٹ گیا ہے پایاب اُتر جاؤنگا۔ ستلج میں ڈوب کر مر گیا۔ کئی دن تک اُس کے نوکر اُس کی لاش کو ڈھونڈتے رہے مگر وہ نہیں ملی۔ جب راجہ لعل سنگھ لاہور میں پختہ طور پر وزیر ہو گیا تو قریب نصف کے بیلا سنگھ کی جاگیر ضبط ہو گئی مگر پھر بھی سورجن سنگھ کے پاس ۶۳۸۰۰ روپئے کی جاگیر رہی جس میں ۴۹۸۰۰ کی جاگیر کے ساتھ ۱۶۳ سواروں کی نوکری کی شرط لگی ہوئی تھی۔ سورجن سنگھ کے قبضہ میں یہ جاگیر ۱۸۴۹ء تک رہی مگر اُس سال جب وہ اپنے چچازاد بھائی خزان سنگھ کے ساتھ مفسدوں سے جا ملا تو اُس کی جاگیر بھی ضبط ہو گئی اور صرف رنگیل پور کی جاگیر جو بھی ایک ہزار روپیہ جو سردار گورمکھ سنگھ کے مرنے پر اُس کی بیوہ اور اُس کی بیٹی کے نام گذارے کے واسطے مقرر ہوئی تھی رہنے دیگئی اور یہ اندر کور کے نام واگذار ہوئی۔ خزان سنگھ کو ۴۸۰ روپئے کی پنشن ملی اور مقدم سنگھ کو ۷۲ روپئے کی جو اب تک اُن کو ملتی ہے۔ سردار سورجن سنگھ کی ۱۲ سو روپئے کی پنشن مارچ ۱۸۶۴ء میں

اس کی وفات پر ضبط ہوگئی۔ اس کا بیٹا چتر سنگھ جو اس کے بعد نمبردار ہوا ۱۸۷۹ء میں مسلمان ہوگیا اور اس نے نام فتح دین رکھا۔ اس کے لڑکے کا نام جو اس کی مسلمان بیوی سے ہے کریم بخش ہے۔ جونت سنگھ کے خاندان کی دو نو شاخوں میں ان بن رہتی ہے کیونکہ یہ یقین کیا جاتا ہے کہ سردار گورمکھ سنگھ اپنے بڑے بھائی کے جادو کرانے سے مرا ہے۔

۱۸۵۸ء میں ماناسنگھ باندہ کی پانچویں جنگی پولس میں رسالدار مقرر ہوا اور اس رسالہ میں وہ ۱۸۶۱ء تک رہا۔ ستمبر ۱۸۵۹ء میں اس نے اس لئے ناموری حاصل کی کہ اپنے ترپ کو اپنے غنیم کے اوپر چڑھا کر بہت خوش اسلوبی سے لے گیا حالانکہ تعداد میں دشمن کی سپاہ بہت تھی۔ اس موقع پر اس کے سر میں زخم آیا اور اس کا گھوڑا بھی اس کے زیر ران زخمی ہوا مگر وہ ایک اور گھوڑے پر سوار ہوکر پھر معرکہ آرائی اور دشمن کے تعاقب میں سب سے آگے رہا۔ ۱۸۶۱ء میں جب تخفیف پولیس کے وقت وہ برطرف کیا گیا تو وہ موکل کے گرد و نواح کے ۴۲ دیہات کا ذیلدار یعنے اعزازی افسر پولیس مقرر ہوا اور ۱۸۶۲ء میں اس کو ۲۰۷ ایکڑ زمین رکھ سود کی میں چونیاں کے متصل ملی۔ گودر سنگھ ہاڈسن صاحب کے رسالہ کے چوتھے ترپ کا رسالدار تھا اور دو برس سے زیادہ اس رسالہ میں قابل تعریف خدمات انجام دیتا رہا۔ جب مارچ ۱۸۶۰ء میں اس کے ترپ سے ہتھیار لے لئے گئے تو وہ بھی برخاست ہوا۔ جب چین کی لڑائی شروع ہوئی تو گودر سنگھ نے اپنی خدمات پیش کیں مگر اس وقت فین صاحب کے رسالہ میں کوئی جگہ خالی نہ تھی اسلئے انکار کیا گیا۔ اس کو سود کی کی رکھ میں ح ایکڑ اراضی اسکے چچا زاد بھائی ماناسنگھ کے ساتھ ہی ملی تھی وہ ۱۸۸۸ء جاو کی تحصیل چونیاں ضلع لاہور میں

ذیلدار ہے اور ۱۸۸۴ء میں بجائے ماناسنگھ کے اُس کا نام درج فہرست پراونشل درباریاں کیا گیا۔ مقدم سنگھ بھی رسالدار رہا اور جب ملازمت سے علیحدہ ہوا تو اُسے ایک سو ایکڑ زمین ملی اور سلطانکی ضلع لاہور میں ذیلدار کیا گیا۔ اُس کے دونوں بیٹے فوت ہو گئے ہیں۔ منجملہ اُن کے کشن سنگھ گیارھویں بنگال رسالہ میں دفعدار تھا ؛

ماناسنگھ ۱۸۸۴ء میں فوت ہوا۔ اُس کا بیٹا نرائن سنگھ بجائے اُسکے ذیلدار اور اعلےٰ نمبردار ہوا۔ وہ لوکل بورڈ کا بھی ممبر ہے۔ ماناسنگھ کے دو اور بیٹے پرتاب سنگھ اور لعل سنگھ مسلمان ہو گئے ہیں۔ پرتاب سنگھ محکمہ نہر میں ذیلدار ہے۔ گوورسنگھ کا بیٹا سردار تیج سنگھ بھی مسلمان ہو گیا ہے اور اب اُس کا نام عبدالرحمن ہے۔ وہ غربی نہر جمن پر داروغہ ہے ؛

ماناسنگھ کا بھائی بُڈھا سنگھ باندہ پولیس میں دفعدار تھا اور جب ۱۸۶۱ء میں وہ تخفیف میں آئی تو وہ بھی برطرف ہو گیا۔ اِس خاندان کے لوگ موضع ہوکل ضلع لاہور میں رہتے ہیں اور نصف دیہ میں اُن کی ملکیت ہے۔ علاوہ اِسکے قلعہ جسونت سنگھ میں وہ تین حصوں کے مالک ہیں اور سلطانکی میں بھی ۲۰۰ ایکڑ اراضی اُن کی ملکیت میں ہے ؛

شمشیر سنگھ تھیپوریہ

سردار ملکا سنگھ
وفات سنہ ۱۸۰۴ء

سردار جیون سنگھ
وفات سنہ ۱۸۱۵ء

سردار انند سنگھ — وفات سنہ ۱۸۳۱ء
سردار گورمکھ سنگھ — وفات سنہ ۱۸۴۰ء
سردار رام سنگھ — وفات سنہ ۱۸۱۶ء

سردار فتح سنگھ

شمشیر سنگھ — ولادت سنہ ۱۸۴۳ء
دھیان سنگھ — ولادت سنہ ۱۸۵۵ء
کلیان سنگھ — ولادت سنہ ۱۸۵۶ء

بی بی نہال کور وفات سنہ ۱۸۸۷ء
سردار کیسرا سنگھ سے شادی ہوئی

انوپ سنگھ
ولادت سنہ ۱۸۷۸ء
(سردار فتح سنگھ نے متبنے کیا)

سردار ملکھا سنگھ اُن زبردست سِکھ سرداروں میں سے ایک تھا جو پچھلی صدی کے آخری نصف حصّہ میں موجود تھے۔ اُس کا وطن موضع کالیکی ہیں تھا جو قصور کے متصل واقع ہے مگر اِس کو چھوڑ کر اُس نے موضع تھپور آباد کیا اور نرور۔ جندھیڑ۔ ڈھالن اور دیگر دیہات پر قبضہ کر لیا جو بعض ضلع لاہور میں تھپور کے متصل ہیں اور بعض گوجرانوالہ اور گجرات کے ضلع میں ہیں۔ اِس علاقہ پر قناعت نہ کر کے وہ شمال کی طرف گیا اور راولپنڈی پر جو اُس زمانے میں ایک چھوٹی سی جگہ تھی اور راول فقیر اُس میں آباد تھے اُس نے تصرف کر لیا۔ ملکھا سنگھ نے دیکھا کہ راولپنڈی نہایت اچھے موقع پر واقع ہے اور اُس کو اپنا دارالحکومت بنا لیا۔ وہاں اُس نے نئے مکان بنائے اور شہر کی لڑائی کے لئے قلعبندی کر لی۔ اِس زمانے میں راولپنڈی

ایسی جگہ نہ تھی کہ اس کے قبضے کی کسی کو خواہش ہو۔ یہ جگہ ہندوستان کے برسرِ راہ تھی حملہ آوروں کی زد میں تھی اور اس کے گردو نواح میں جنگ جو قومیں آباد تھیں مگر ملکھا سنگھ اپنی جگہ بنا رہا۔ اُس نے راولپنڈی کے گرد تین لاکھ روپئے کا ملک فتح کرلیا اور ہزارے کی اقوام بھی اُس کے نام اور طاقت کا پاس ادب رکھتی تھیں۔ اُس نے اپنے گاؤں تھپور سے جس کو اُس نے آباد کیا تھا اپنا لقب تھپوریہ اختیار کیا مگر شمال میں اُس کا نام ملکھا سنگھ پنڈی والہ مشہور تھا چنانچہ یہ نام اِس خاندان کا اب تک مشہور ہے۔

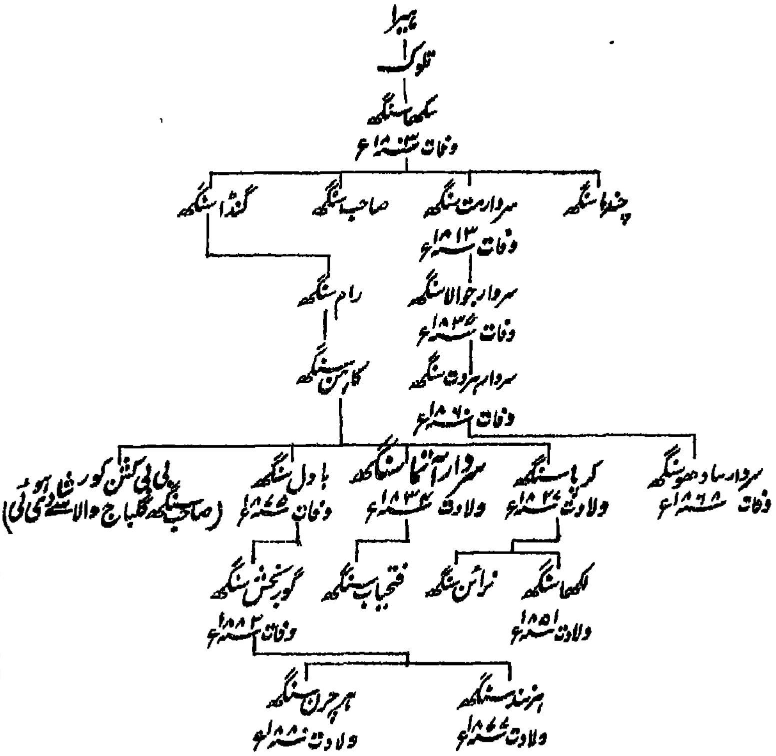
ملکھا سنگھ ۱۸۰۴ء میں مرگیا۔ رنجیت سنگھ جس کے ساتھ ملکھا سنگھ کئی مہموں پر گیا تھا اپنے میں اتنی طاقت نہیں دیکھتا تھا کہ ملکھا سنگھ کے علاقہ پر قبضہ کرلے جس کو وہ بابا یعنے دادا کہا کرتا تھا آخر مجبور ہو کر اُس نے ملکھا سنگھ کے اکلوتے بیٹے جیون سنگھ کے نام علاقہ مذکور واگذار کر دیا۔ اِس سردار کا حال کچھ معلوم نہیں ہے۔ وہ مہم اول کشمیر میں ۱۸۱۴ء میں لڑا تھا اور دوسرے سال مرگیا۔

جیون سنگھ کے تین بیٹوں میں سے سب سے بڑا انند سنگھ تھا اور یہ اپنے باپ کی جاگیر کے کچھ حصہ پر قابض ہوا۔ مہاراجہ نے ۲۹۰۰۰ روپئے کا علاقہ ضبط کرلیا اور آٹھ ہزار روپئے کی جاگیر پُرانے علاقہ میں سے واگذار رکھی اور ۴۲۰۰۰ روپئے کی نئی جاگیر ضلع فیروزپور میں ظفروال کے متصل بشرط ادائے خدمات ایک سو سواروں کے عطا کی۔ رام سنگھ کو جو اپنے باپ کے بعد صرف ایک برس زندہ رہا ہزارے میں جاگیر ملی اور گورکھ سنگھ کو سلطانی اور کلرہی بھی ۲۰۰۰ روپئے کی جاگیر ضلع گورداسپور میں عطا ہوئی تھی جو فوج سردار ملکھا سنگھ اور جیون سنگھ کی تھی وہ سرکار میں منتقل ہوگئی اور سردار عطر سنگھ

سند ماڑالیہ کے ماتحت کی گئی اِس فوج کا نام ڈیرہ پنڈیوالہ رکھا گیا اور گورمکھ سنگھ کو اُس میں جگہ ملی۔ سنہ ۱۸۴۰ء میں اُس زمانے کے تھوڑے ہی عرصے بعد جب کہ جنرل ونتورا نے قلعہ کملاگڑھ منڈی میں فتح کیا تھا کلو میں فساد ہوگیا اور مفسدوں نے ڈیرہ پنڈی والی کی چار کمپنیوں کو تہ تیغ کر دیا اور گورمکھ سنگھ جو ڈیرہ مذکور کا کمان افسر تھا مارا گیا۔ انند سنگھ سنہ ۱۸۳۱ء میں مرگیا۔ اُس کا اکلوتا بیٹا فتح سنگھ اُس زمانے میں آٹھ برس کا لڑکا تھا اور سنہ ۱۸۳۶ء میں مہاراجہ نے اُس کی جاگیر گھٹا کر ۱۳ ہزار روپئے کی کر دی اور بیس سواروں کی نوکری اُس کے ذمہ مقرر ہوئی۔ جو دیہات اُس کے پاس رہے تعداد میں دس تھے یعنے نتھپور قلعہ سردار ڈھالو کی اور کالے کی ضلع لاہور میں کھلے اور راجہ تال امرتسر میں ترلی۔ توہڑے اور دونے سیالکوٹ میں اور کسوکے اور تمبو بالا گوجرانوالہ میں۔ الحاق پنجاب پر فتح سنگھ کی ذاتی جاگیر جسمی تین ہزار روپیہ اُس کے حین حیات واگذار ہوئی اور حکم ہوا کہ چہارم اُس میں سے اُس کے بیٹوں کے نام واگذار رہیگی۔ ۱۰۰۵ روپیہ انند سنگھ کی دو بیوگان اور گورمکھ سنگھ اور جیون سنگھ کی بیوگان کے نام واگذار رہا۔ اِن سب بیوگان کے مرنے پر اُن کی پنشن ضبط سرکار ہوگئی ۔

سردار فتح سنگھ نے سنہ ۱۸۶۰ء میں انتقال کیا۔ اِس کی جاگیر کا چوتھا حصہ اُسکے تین بیٹوں شمشیر سنگھ۔ وصیان سنگھ و کلیان سنگھ کے نام واگذار رہا۔ اِس خاندان میں سے اب کوئی شخص درباری نہیں ہے ۔

سردار آتما سنگھ پڈھانیہ



ماںجھ کے بڑے جٹ خاندانوں میں سے ایک خاندان سندھو ہے اور سردار آتما سنگھ اسی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بانی سندھو ابتدا میں راجپوت تھا مگر تیرھویں صدی میں غزنی سے جو افغانستان میں ہے ماںجھ کو آیا اور وہاں اپنا گھر بار لے کر آباد ہو گیا۔ یہ بات تحقیق نہیں کہ اس کے بزرگ پہلے افغانستان میں کس طرح جا کر آباد ہوئے مگر غالباً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمود جو بہت سے قیدی ہندوستان کی مہموں سے اپنے ساتھ لے گیا تھا اُسوقت اس خاندان کے بزرگ بھی گئے ہونگے۔ سلطان محمود نے اپنے نئے اور خوب صورت دار السلطنت میں ہند کے بہت سے

قید ہی بسائے تھے۔ بعض سندھو جٹ کہتے ہیں کہ اُن کے بزرگ غزنی واقع جنوبی ہندوستان سے آئے تھے مگر یہ روایت قرین قیاس نہیں معلوم ہوتی اور نہ کچھ اس کا ثبوت ملتا ہے۔

چھانگا جو سندھو سے تیرھویں پشت میں تھا بارسوخ چودھری تھا اور اُس نے لاہور سے قریب ۱۵ میل کے فاصلے پر جنوب اور مشرق کی طرف موضع ٹپیانیہ آباد کیا تھا جہاں یہ خاندان اب بھی رہتا ہے۔ یہ شخص اُن تیس جٹ چودھریوں کا سرگروہ تھا جو شاہنشاہ اکبر کی بیرمتا دھاڑیوال زمیندار دولا کانگرہ کی بیٹی سے شادی کے بندوبست کے واسطے گئے تھے۔ دولا کانگرہ ضلع فیروزپور میں وڈنی کے متصل واقع ہے۔ اکبر بادشاہ نے پہلے اُس لڑکی کو اُس کے گاؤں میں ایک کنوئیں کے پاس دیکھا تھا اور وہ لڑکی بہت حسین تھی۔ اُس کے سر پر ایک گھڑا پانی کا تھا مگر ایک بچھڑا جو بھاگا جاتا تھا اُس نے اُس کی رسی پر پاؤں رکھ دیا اور جب تک اُس کا مالک نہ آپہنچا اُس کو ہلنے نہ دیا۔ اکبر اِس طاقت اور حکمت کے کام سے ایسا خوش ہوا کہ اُس نے اِس لڑکی سے شادی کرنی چاہی مگر اُس کے باپ نے بلا رضامندی اپنی ذات کے یہ اعزاز قبول نہ کیا۔ اُس نے ایک پنچایت ۱۷ نمبرداروں اور چودھریوں کی جمع کی تاکہ اِس معاملہ کو طے کریں جس میں ۳۵ جٹ تھے اور ۳۶ راجپوت۔ راجپوتوں نے کہا کہ یہ شادی بے حرمتی کی ہے مگر جٹوں نے جن کا افسر چھانگا تھا اُسکو پسند کیا چنانچہ شادی ہوگئی۔ اکبر نے ان ۳۵ آدمیوں کو زمین اور خطاب دئے اور یہی ۳۵ آدمی پنجاب کے کل معزز جٹ خاندانوں کے بزرگ تھے چنانچہ اِسی سبب سے آجتک اعلےٰ جٹ خاندان پینتی (پینتیس) اور راجپوت اعلےٰ خاندان چھتی (چھتیس) کہلاتے ہیں۔ چھانگا جس کے پہلے

کاہناہوں سے یہ توقع تھی کہ وہ ۳۳ میں شامل ہوگا مگر برخلاف اس کے وہ
جٹوں میں سے پایا گیا۔ اُسکا خاندان اتنی مدت سے کاشتکار تھا کہ اُن کے
راجپوتوں کے تعصبات دور ہوگئے تھے۔ شل اس کے اس کا بیٹا بھی صاحب
اقتدار رہا مگر اس کا پوتا ڈیا جہانگیر کے عہد سلطنت میں ایک خون کے مقدمہ
میں چودھری کے منصب سے معزول ہوگیا ❖

جب سکھوں کو عروج حاصل ہوا تو شنکھا سنگھ جو اُس زمانے میں خاندان
کا رئیس تھا مع اپنے دو بیٹوں مت سنگھ اور صاحب سنگھ کے سکھ ہوگیا مت سنگھ
سردار مہاں سنگھ سوکرچکیہ کا نوکر ہوا اور صاحب سنگھ سردار گوجر سنگھ لاہور
والے کا۔ مت سنگھ کو رئیس سوکرچکیہ نے ۱۲ ہزار روپئے کی جاگیر دی اور
جب مہاں سنگھ مرگیا تو مت سنگھ نوجوان رنجیت سنگھ کے نیک و بد میں
شامل رہا اور ۱۷۹۹ء میں لاہور کی فتح میں اُس کے ساتھ شامل تھا۔

بعد ازاں وہ مہم قصور میں موجود تھا اور اپنے آقا کا روز بروز مورد الطاف
ہوتا گیا اور اس کو بہت سا علاقہ ملا۔ ۱۸۱۴ء میں جب فوج مہم کشمیر سے
واپس آتی تھی تو وہ عقب کی سپاہ کا افسر تھا۔ کشمیر کی فوجیں بہت زور
شور سے آپڑیں اور مت سنگھ کی فوج کی خوب خبر لی اور خود سردار ایسا مجروح ہوا
کہ جانبر نہو سکا۔ رنجیت سنگھ کو اُس کے مرنے کا بہت غم ہوا اور اُس نے قسم
کھائی کہ اُس کے فرزند جوالا سنگھ کے ساتھ مشفقانہ سلوک رکھونگا چنانچہ اُس کے
نام اُس کے باپ کا کُل علاقہ واگذار کردیا اور اُس کے علاوہ سوا لاکھ کی نئی
جاگیر اُس کو ہری پور گلیر ضلع کانگڑہ میں مرحمت فرمائی ❖

سردار جوالا سنگھ بہادر اور لائق آدمی تھا۔ ۱۸۱۸ء میں ملتان کی فتح میں
وہ شریک تھا اور منکیرہ کوٹ کپورہ ٹیری اور کشمیر میں اُس نے نمایاں خدمات

کیں اور ایک مرتبہ جب اٹک کا قلعہ دار تھا تو چند صد سواروں سے کُل فوج افغان کا خاطر خواہ مقابلہ کیا۔ ۱۸۲۹ء میں جوالا سنگھ کو فالج ہو گیا اور اگرچہ وہ ۱۸۳۵ء تک زندہ رہا مگر نہ میدان جنگ میں خدمت کے قابل رہا نہ دربار میں حاضر ہو سکتا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ بیماری اُس کو اِس طرح سے ہوئی تھی کہ کانگڑے کے قلعے کی فوج باغی ہو گئی تھی اور مہاراجہ نے جوالا سنگھ کو جس کو فوج بہت عزیز رکھتی تھی اِسواسطے بھیجا کہ اُس کو سمجھا کر راہ راست پر لائے۔ قلعہ بہت مضبوط تھا اور بزور فتح نہ ہو سکتا تھا اسلئے جوالا سنگھ مجبور ہو کر دلائل سے کام لیتا رہا اور آخر کار معافی کا پکا وعدہ دے کر باغیوں کو مطیع کیا مگر مہاراجہ نے جوالا سنگھ کے وعدہ پر کچھ لحاظ نہیں کیا اور سرغنوں کو قتل کروا ڈالا اور دوسرے باغیوں کو جرمانہ اور بے عزت کیا۔ مہاراجہ کے اِس عمل سے جوالا سنگھ کو اتنا غم ہوا اور اُس نے اپنی ایسی بے حرمتی سمجھی کہ اُس کے سبب سے وہ بیمار ہو گیا جس سے وہ جاں بر نہ ہو سکا۔

سکھ سرداروں میں سے ایسا کوئی نہیں جس کا نام فیاضی اور بخشش میں جوالا سنگھ کی نسبت زیادہ مشہور ہو۔ اُس نے اپنے چچا زاد بھائی کاہن سنگھ کی لڑکی کو جو تنگ حال میں مرا تھا گود لے لیا تھا۔ اُس کو اُس نے زر کثیر جہیز میں دیا اور کہتے ہیں کہ اُس کی شادی پر اُس نے ایک لاکھ روپئے سے زیادہ خرچ کیا۔ اپنی اخیر بیماری کے شروع میں بھی اُس نے فقیروں اور برہمنوں کو قریب ایک لاکھ روپیہ کے خیرات کیا تھا۔ ایک کہانی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے خاندان کے علاوہ غیروں سے بھی کچھ کم فیاضی سے سلوک نہیں کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب شہزادہ شیر سنگھ کا انتظام کشمیر میں نہایت ناقص ثابت ہوا تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کو تلاش ہوئی کہ کس شخص پر اِس ناکامی

کا غصہ نکال لیئے۔ اور آدمیوں کے ساتھ دیوان بیسا کھا سنگھ چمیاریوالہ بھی جو
شہزادہ کا اعلےٰ کارندہ تھا لاہور میں بُلایا گیا۔ اُس کا حساب بناوٹی قرار دیا گیا اور
اُس پر سوا لاکھ روپیہ بِلا تحقیقات اور بِلا ثبوت مانگے جرمانہ کیا گیا۔ اِس میں شک
نہیں ہے کہ یہ جرمانہ واجبی تھا کیونکہ اُس زمانے میں سکھوں کے عہدہ دار
کشمیر کو بھیڑوں کا گلہ بھیڑیوں کی حفاظت میں سمجھتے تھے۔ مگر دیوان نے
کہا کہ مجھے استطاعت ادائے جرمانہ کی نہیں ہے۔ مہاراجہ نے حکم دیا کہ جب
تک بسا کھا سنگھ اپنی دولت کا پتانہ بتائے تازیانہ لگائے جائیں۔ چنانچہ یہ
شخص دربار سے کھینچکر باہر نکالا گیا اور ڈیوڑھی سے آگے بڑھا جہاں راجہ
دھیان سنگھ جوالا سنگھ اور اَور سردار بیٹھے تھے جب دیوان بیسا کھا سنگھ نے
اُن کو دیکھا تو گڑگڑا کر کہا کہ مہاراجہ سے سفارش کرو اور کہا کہ میں تمہاری گئو
ہوں مجھے بچاؤ مگر کسی نے سوائے سردار جوالا سنگھ کے اُس کی طرف ذرا
بھی توجہ نہ کی۔ جوالا سنگھ نے سب قصہ سنا اور جرأت کر کے مہاراجہ کے سامنے
گیا اور کہا کہ بسا کھا سنگھ کو معاف کیا جائے اُس کے جرمانے کا روپیہ میں
دونگا۔ رنجیت سنگھ راضی ہو گئے اور چونکہ اُن کو فیاضی اور شرافت کے کام
کی بالکل قدر نہ تھی جوالا سنگھ سے ایک ایک روپیہ اُس جرمانہ کا بھر لیا اور اُسے
جیسی توقع ہو سکتی تھی دیوان نے کبھی ایک پیسہ نہیں دیا۔ ایک اور بات
اُس کی فیاضی کی یہ ہے کہ موضع پڑہانہ میں اُس نے اپنی قوم یعنے سندھوؤں
سے کبھی معاملہ وصول نہیں کیا تھا۔

جوالا سنگھ کی وفات پر مہاراجہ نے اُس کی جاگیر کا بڑا حصہ ضبط کر لیا کیونکہ اُس
کا اکلوتا بیٹا ہربھونت سنگھ کم عقل تھا اور اگرچہ وہ دربار میں حاضر ہوتا تھا مگر بطور
خود کسی فوج کا کمان افسر ہونے کے قابل نہیں تھا۔ اُس کے نام ۲۵۴۴۶ ہزار روپیہ

کی جاگیر بشرط ادائے خدمات سو سواروں کے بحال رہی۔ ۱۸۴۸ء میں یہ کنٹنجنٹ سردار چتر سنگھ اٹاریوالہ کے ساتھ ہزارے میں تھی جب کہ وہ مفسد ہوا تھا۔ اکثر آدمی اِس کے سرکار کے خیر خواہ رہے اور الحاق پنجاب پر ہردت سنگھ اور اُس کی ماں کے نام ۹ ہزار روپئے کی جاگیر واگذار رہی ✤

سنہ ۱۸۹۰ء میں ہردت سنگھ اپنا اکلوتا بیٹا ساوھو سنگھ چھوڑ کر مرگیا۔ یہ اُس وقت پندرہ برس کا تھا اور ابھی لاہور کالج میں تعلیم ہی پاتا تھا کہ فوت ہوگیا۔ اِس وقت اِس خاندان کا بزرگ سردار کاہن سنگھ کا بیٹا سردار اتما سنگھ ہے۔ وہ پڈھانیہ میں رہتا ہے اور ۲۰ دیہات میں اُسے اختیارات آنریری مجسٹریٹی حاصل ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا اُسے سند حضور وائسرائے کے رُو سے خطاب سرداری کا عطا ہوا ہے۔ ضلع لاہور میں وہ مشہور ہے اور اُسے لوگ عزیز رکھتے ہیں۔ اِس خاندان کے نام اب کوئی جاگیر نہیں ہے مگر چار مواضعات میں سردار کو حقوق ملکیت حاصل ہیں اور وہ آسودہ حالت میں ہے ✤

سردار اتما سنگھ کا بھتیجا گوربخش سنگھ جو نائب تحصیلدار تھا ۱۸۸۴ء میں مرگیا۔ اُس کے بیٹے ہرنند سنگھ کی نسبت مرحوم سردار اجیت سنگھ اٹاریوالہ کی بیٹی سے ہوئی ہے۔ خوش قسمتی سے اِس خاندان کے لڑکے لڑکیاں اچھے اچھے خاندانوں میں منسوب ہوئے ہیں جس سے مانجھے کے اعلےٰ گھرانوں کے ساتھ اُن کا رشتہ ناطہ ہوگیا ہے ✤

پنڈت شِونا تھ

پنڈت رگھناتھ کول

پنڈت ہر رام

دیوان شنکر ناتھ
وفات ۱۸۶۷ء

شِونا تھ	پریم ناتھ مر گیا

گوپی ناتھ	وشمبر ناتھ	کاشی ناتھ	دوارکا ناتھ
وفات ۱۸۵۵ء	ولادت ۱۸۵۹ء	وفات ۱۸۶۶ء	وفات ۱۸۸۱ء

پنڈت رادھا ناتھ
ولادت ۱۸۶۶ء
(متبنّٰے کیا گیا یہ شِوناتھ کا بیٹا تھا)

دیوان شنکر ناتھ کے بزرگ کشمیر کے باشندے تھے۔ اِس خاندان کے بزرگوں میں سے کشمیر سے پہلے لعل چند کول آیا تھا جو شاہ جہان کے عہد میں دہلی کو گیا اور وہاں علی مردان خاں لائق فائق وزیر شاہ جہان کی ملازمت میں داخل ہوا۔ یہاں اُس نے خوب دولت پیدا کی اور کچھ عرصے کے بعد وہ کشمیر کو واپس گیا۔ اُس کی کامیابی کے سبب اُس کے خاندان کے اور کئی آدمی دہلی کو گئے چنانچہ اُن میں سے رگھناتھ کول بھی تھا جو فیض آباد میں جاکر آباد ہوا اور وہیں اُس کا بیٹا ہر رام پیدا ہوا۔ رگھناتھ کول نے مہاراجہ گوالیار کی ملازمت اختیار کی اور کرنیل نوبیس بریکن صاحب کا جو فوج مرہٹہ میں ایک افسر تھا میر منشی ہوا۔ اُس کا بیٹا ہر رام اپنے باپ کے ماتحت کام کرتا رہا تاوقتیکہ مرہٹوں کی ریاست کے درہم برہم ہونے سے دونوں باپ اور بیٹے بیکار ہو گئے۔

تھوڑے عرصے کے بعد دیوان گنگارام نے جو اُن کا رشتہ دار تھا اور جس نے سنہ ۱۸۱۳ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی نوکری کرلی تھی اور معزز اور اعتبار کے عہدوں پر مامور تھا ہریرام کو لاہور بلایا۔ ہریرام اس کے حسب الطلب لاہور کو چلا گیا اور چونکہ وہ ایک لائق منشی تھا اسلئے دیوان گنگارام کا سر دفتر مقرر ہوا۔ سنہ ۱۸۱۸ء میں ہریرام خاص مہاراجہ کی خدمت میں منشی مقرر ہوا اور سنہ ۱۸۱۸ء میں شاہزادہ کھڑک سنگھ کے پاس اسی عہدہ پر کام دیتا رہا اور اُن کی جاگیر کا حساب اسی کے سپرد رہا۔

شنکر ناتھ جو دہلی میں سنہ ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوا تھا اپنے باپ کے ساتھ سنہ ۱۸۲۰ء میں لاہور آیا اور شاہزادہ کھڑک سنگھ کے خزانے کے دفتر میں ملازم ہوا۔ بعد ازاں وہ صدر دفتر میں تبدیل کیا گیا جہاں وہ الحاق پنجاب تک مامور رہا۔ راجہ دینا ناتھ کی ہمشیرہ کے ساتھ اس کی شادی ہو جانے کے باعث شنکر ناتھ کو بہت اقتدار حاصل ہوگیا اور اس کے علاوہ وہ اپنی لیاقت اور پوری دیانت داری کے باعث مشہور تھا۔ رزیڈنسی کے زمانہ میں جو سنہ ۱۸۴۶ء سے سنہ ۱۸۴۹ء تک رہا شنکر ناتھ پورنگ صاحب کوکس صاحب۔ ڈوربرن صاحب اور میجر میگریگر صاحب کے پاس اعتبار کے کاموں پر رہا اور سب نے تصدیق کیا ہے کہ اس نے قابل قدر خدمات کیں اور اس کا چال چلن عمدہ رہا۔ چونکہ وہ راجہ دینا ناتھ کے دفتر کا میر منشی تھا اس لئے مال کا بہت سا کام اس کے سپرد ہوتا تھا چنانچہ اس نے بذات خود آٹھ ہزار مقدمات سے زیادہ فیصل کئے۔ سنہ ۱۸۴۹ء تک شنکر ناتھ کے قبضے میں ۶۵۰۰ روپیہ کی مالیت کی جاگیر رہی اور علاوہ ازیں اس کو ۱۳۶۰ اور ۱۴۱۲ روپئے نقد اس کے عملے کے واسطے ملا کرتے تھے۔ شیخوپورہ اور گجرات میں جو اس کی جاگیر تھی وہ ضبط کیگئی اور ۲۶۲۰ روپئے سالانہ کی نقد پنشن اس کے حین حیات مقرر ہوئی۔ سنہ ۱۸۹۱ء

میں شنکر ناتھ شہر لاہور کا آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا اور اِس منصب میں اُس نے اپنی ہوشیاری اور بلا رو رعایت کام کرنے سے حکام کو بہت خوش رکھا۔ وہ رسم شناسی میں اُس کو خوب دخل تھا اور پیچیدہ مقدمات متعلقہ رواج۔ ترکہ اور مذہب میں یوروپین مجسٹریٹ لاہور اُس کی رائے کو معتبر خیال کرتے تھے۔ ۱۸۶۵ء میں گورنمنٹ ہند نے اُس کو خطاب دیوانی عطا فرمایا۔ کئی برس تک وہ میونسپل کمیٹی لاہور کا ممبر رہا۔ ۱۸۷۶ء میں اُس نے انتقال کیا جس کا افسوس ہر فرقے کے لوگوں کو ہوا۔ اسکا بڑا بیٹا پریم ناتھ جو محکمہ صاحب ڈپٹی کمشنر لاہور کا ناظر تھا اپنے باپ کی جگہ خاندان کا بزرگ ہوا۔ دیوان شنکر ناتھ کی وفادارانہ و متدین خدمات کے صلے میں ۱۸۷۸ء میں اُس کے بیٹے پریم ناتھ کو ایک ہزار ایکڑ اراضی رکھ بلیل بیجو کی تحصیل چونیاں ضلع لاہور میں بیس سال کے واسطے کم شرح پر ملی۔ اِس میں پریم ناتھ نے ایک گاؤں پریم نگر آباد کیا۔ ریل کی سڑک جو لاہور سے ملتان کو جاتی ہے اُس پر رائے ونڈ کے اسٹیشن سے چار میل کے فاصلہ پر یہ گاؤں واقع ہے۔ پریم ناتھ تیس سال کی ملازمت کے بعد ۱۸۸۴ء میں پنشنیاب ہوا اور ۱۸۸۹ء میں انتقال کر گیا۔ اُس کو لفٹنٹ گورنر کے دربار میں کرسی ملتی تھی اُس کا بڑا بیٹا دوارکا ناتھ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھا مگر اپنے باپ کے بعد وہ صرف دو برس تک زندہ رہا ✣

دیوان شنکر ناتھ کا دوسرا بیٹا پنڈت شیو ناتھ اٹھارہ سال سے مہاراجہ جموں کے درباریوں میں بمشاہرہ عـ۵ ماہوار ملازم ہے مگر کوئی خاص کام اُس کے سپرد نہیں۔ اب خاندان میں یہی شخص بزرگ خیال کیا جاتا ہے۔ یہ درباری نہیں ہے ✣

دلباغ رائے

بیساکھی رام

مہر چند وفات ۱۸۴۰ء | بھگت رام وفات ۱۸۶۵ء | نہال چند مر گیا | ہردیال وفات ۱۸۵۵ء

جمعیت رائے (پسر بھگت رام) ولادت ۱۸۳۰ء

حکم چند | دلباغ رائے

لابھا مل | گنیش داس (پسران حکم چند)

بخشی بھگت رام کا باپ بیساکھی رام شہر لاہور میں ایک چھوٹا سا متصدی تھا۔ ۱۸۱۸ء میں جب کہ بھگت رام ۱۹ برس کی عمر کا تھا تو اس کو خزانہ کے دفتر میں مصر بیلی رام افسر توشہ خانہ نے ساٹھ روپئے ماہوار پر نوکر رکھ لیا تھا۔ ۱۸۲۴ء میں بھگت رام جیب خاص کے حساب کی تحریر کے واسطے نائب محاسب مقرر ہوا اور پچاس روپئے ماہوار اس کی تنخواہ میں اضافہ ہوا۔ ۱۸۳۱ء میں بھگت رام شاہزادہ شیر سنگھ کے ساتھ علاقہ کوہستان دوآبہ جالندھر میں۔ شیرہ اور سوجانپور کی مال گذاری اور منڈی اور سکیت اور کلو سے خراج وصول کرنے کے واسطے بھیجا گیا تھا۔ دوسرے سال بھگت رام لاہور کو واپس آیا اور پچاس پیادہ پلٹنوں و سواروں کی رجمنٹوں اور ۲۰۰ توپ خانوں کا ۲۵۰۰ روپئے سالانہ مواجب پر بخشی مقرر ہوا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ اور کھڑک سنگھ کے عہد سلطنت تک برابر اس عہدہ پر ممتاز رہا۔ ۱۸۴۱ء میں مہاراجہ شیر سنگھ نے علاوہ اس کے نقد مواجب کے امبالہ اور سوراپور میں اس کو تین ہزار روپئے کی جاگیر عطا کی ❖

بخشی بھگت رام سے فوج نہایت خوش تھی اور مہاراجہ شیر سنگھ کے مارے جانے کے بعد اُس کا فوج میں بہت اقتدار ہو گیا تھا۔ متصدیوں کے ایک فریق کا بھگت رام سرگروہ تھا اور دوسرے فریق میں جس میں چالاک اور بیباک کشمیری پنڈت تھے دیوان دینا ناتھ ذی اقتدار تھا۔ جب ۲۱ دسمبر ۱۸۴۴ء کو راجہ ہیرا سنگھ اور پنڈت جلا مارے گئے تو یہ تجویز ہوئی کہ سلطنت کا کاروبار ایک کونسل کے سپرد ہو جس میں سردار جواہر سنگھ راجہ لعل سنگھ۔ دیوان دینا ناتھ۔ سردار عطر سنگھ کالیانوالہ شام سنگھ اٹاریوالہ اور بخشی بھگت رام ممبر ہوں مگر تھوڑے عرصے کے بعد اصلی اختیار صرف جواہر سنگھ اور لعل سنگھ کے ہاتھوں میں آگیا۔

مارچ ۱۸۴۵ء میں بخشی بھگت رام راجہ گلاب سنگھ کے خلاف جو فوج بھیجی گئی تھی اُس کے ساتھ گیا تھا اور چونکہ بخشی بھگت رام کا فوج پر بہت زور تھا اسلئے راجہ گلاب سنگھ نے اُس کو زر خطیر بطور نذرانہ دیا۔ مگر بعد میں یہ سب مال بخشی بھگت رام کے ہاتھوں سے جاتے جاتے بچا کیونکہ جب فوج راجہ گلاب سنگھ کو لاہور لے آئی تو اُس نے کہا کہ میں فوج کی تنخواہ کی شرح کا اضافہ کر دینے پر راضی ہوں بشرطیکہ سب سردار اپنی اپنی گنجائش کے مطابق روپیہ دیں اور بخشی کے ذمہ راجہ گلاب سنگھ نے پانچ لاکھ روپیہ تجویز کیا جو حقیقت میں اُس سے کم تھا جو اُس کو جموں میں ملا تھا۔

جون ۱۸۴۵ء میں جب فوج۔ جواہر سنگھ وزیر کی ناقابلیت سے تنگ آگئی تو اُس نے درخواست کی کہ وزیر موصوف معزول کیا جائے اور اُس کی جگہ دیوان دینا ناتھ یا بھگت رام یا راجہ لعل سنگھ یا تینوں بشمولیت وزارت کے منصب پر مامور ہوں۔ مگر رانی نے کسی تدبیر سے اپنے بھائی جواہر سنگھ اور اپنے آشنا لعل سنگھ میں صفائی کرادی اور یہی نالائق وزیر سلطنت کا کام کرتا رہا تاوقتیکہ وہ تین

مہینے بعد قتل کیا گیا ❊

مہاراجہ دلیپ سنگھ نے بخشی بھگت رام کو دتارپور دوآبہ جالندھر میں ایک نئی جاگیر ۸ ہزار روپئے کی عطا کی تھی۔ جب یہ دوآبہ بموجب عہدنامہ ۹۔ مارچ ۱۸۴۶ء کے سرکار انگریزی کو دے دیا گیا تو بھگت رام کی یہ جاگیر ضبط ہوگئی۔ مگر اُس کے عوض ایک اور جاگیر اسی قدر جمع کی پرگنہ تلونڈی ضلع امرتسر میں اُس کو ملی۔ اُس کا نقد مواجب گھٹکر ۱۳۰۰ سو روپئے رہ گیا اور دوسرے سال اُس کو دھرم کوٹ بھی جاگیر میں ملا جس کی جمع دو ہزار روپئے تھی۔ اِس زمانے میں اُس کا مواجب نقد اور جاگیر ملاکر بقدر ۱۴۳۰۰ کے تھا ❊

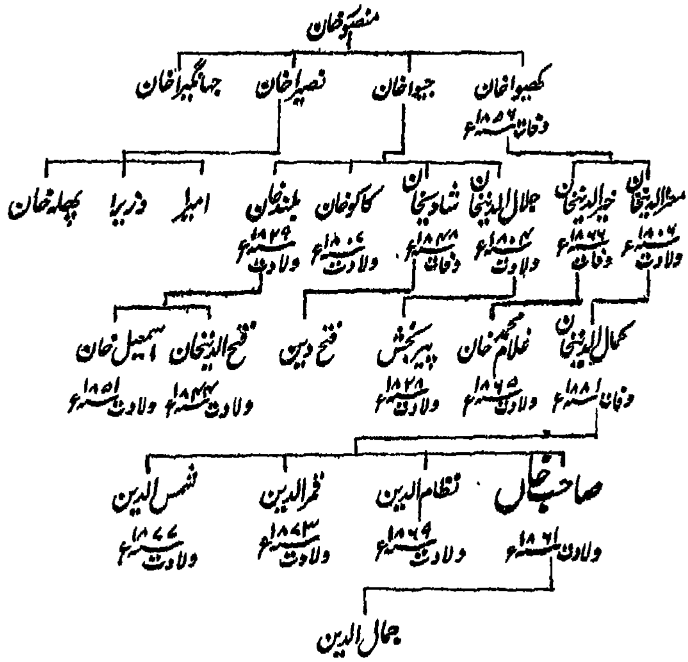
جب ۱۸۴۷ء کے خاتمہ کے قریب جان لارنس صاحب قائمقام رزیڈنٹ دربار لاہور کے انتظام میں کچھ ترتیب اور قاعدہ قایم کرنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ تو بخشی بھگت رام کو حکم ہوا کہ فوج کا حساب دے جو کئی سال سے اُس نے نہیں دیا تھا۔ جب متواتر فہمایش سے اُس نے حساب نہیں دیا تو وہ عہدے سے معطل کیا گیا اور اُس کی جگہ چار بخشی مقرر ہوئے اور حساب کی تحریر اور جانچنے کے واسطے ایک قاعدہ مناسب قرار دیا گیا۔ جب اِس پر بھی اُس نے حساب نہیں دیا تو بخشی بھگت رام کی جاگیر ضبط کی گئی۔ آخرکار حساب پیش کیا گیا اور اُسکے ذمے قریب ساڑھے پانچ لاکھ روپئے کے نکلا مگر اِس میں سے رقم کثیر چھوڑ دی گئی۔ کچھ روپیہ تو اُس میں سے مختلف افسران کے ذمہ تھا اور جب باقی بھگت رام نے ادا کر دیا تو دربار نے حساب کو منظور کر لیا۔ چندماہ کے بعد دربار نے بخشی بھگت رام کی جاگیر واگذار کرانی چاہی مگر سر فریڈرک کری صاحب نے اِس درخواست کو منظور نہیں کیا پس جب پنجاب کا الحاق ہوا تو گو کہ سرکار پر بخشی بھگت رام کا کچھ دعوے نہ تھا لیکن تاہم صاحب چیف کمشنر کی سفارش پر

۱۸۵۳ء میں بارہ سو روپیہ سالانہ اُس کی پنشن مقرر ہوئی ٭

بھگت رام پر کبھی زرِ سرکاری کے تغلب کرنے کا الزام نہیں لگا اور اُس کی تہیدستی درحالیکہ اُس کو دولتمند بن جانے کا بہت موقع تھا اُس کی دیانتداری کا ثبوت ہے۔ لیکن اگرچہ اُس نے خود سرکار کا روپیہ نہیں کھایا مگر اُس نے اوروں کو مال مارنے سے نہیں روکا۔ جنگی بخشی خانہ میں جو لوگ اُس کے ماتحت تھے وہ نہایت حریص اور بے ایمان شخص تھے۔ فوج کو لوٹ لوٹ کر اُنھوں نے دولت جمع کی تھی اور خاص و عام اُن لوگوں سے نفرت کرتے تھے۔ اگر بھگت رام بہت نرم مزاج نہ ہوتا اور زیادہ مستعدی سے کام لیتا تو وہ بہت عمدہ سرکاری ملازم ہوتا ٭

۱۸۶۵ء میں بخشی بھگت رام کی وفات پر اُس کی حین حیات پنشن میں سے جو سو روپیہ ماہوار تھی ایک ثلث اُس کی بیوہ کو جو فوت ہو چکی ہے ملتا رہا۔ اُسکا بیٹا جمعیت رائے ضلع جالندھر میں نائب تحصیلدار تھا مگر ۱۸۷۳ء میں وہ ملازمت سے برخاست کیا گیا۔ وہ بنارس میں رہتا ہے۔ اُس کا بیٹا دل باغ رائے محکمہ ڈاک میں محرر ہے۔ یہ خاندان اب بالکل گمنام ہو گیا ہے اور آئندہ پنجاب کے معزز خاندانوں میں شمار نہیں ہو سکتا ٭

ملک صاحب خاں قصوریہ



ملک صاحب خاں کے بزرگ بھٹی راجپوت تھے اور ضلع سرسہ کے باشندہ تھے۔ ۱۵۲۰ء کے قریب لگو اور نولو اس خاندان کے دو آدمیوں کو ابراہیم لودی نے تیس ہزار ایکڑ بنجر اراضی علاقہ قصور میں دی تھی۔ دونوں بھائی اپنے عیال و اطفال سمیت وہاں چلے گئے اور کئی گاؤں آباد کئے جن کے نام ہر بکے بیٹو اور ہر دو نول تھے اسی عرصے میں یہ دونوں بھائی معلوم نہیں اعتقاد سے یا زمین ملنے کی وجہ سے مسلمان ہو گئے۔ جب اٹھارھویں صدی کے وسط کے قریب سکھوں کو عروج ہوا تو قصور پر جس میں اکثر پٹھان اور نو مسلم آباد تھے سرداران

بھنگی نے تصرف کر لیا اور قصور اُن کے قبضہ میں ۱۷۹۴ء تک رہا اُس سال نظام الدین پٹھان سردار نے سکھوں کو نکال دیا اور کئی سال تک باوجودیکہ اُسکا سخت مقابلہ کیا گیا اُس نے اپنا قبضہ بحال رکھا۔ ۱۸۰۲ء میں نظام الدین خاں کو اُس کے چند رشتہ داروں نے مار ڈالا اور اُس کے بعد اُس کا بھائی قطب الدین خاں قصور کا رئیس ہوا۔ قطب الدین خاں نے کھیوا خاں کی ایک بیٹی سے شادی کی اور اُس نے اپنے خسر کو سوائے اُس کے جدی دیہات کے دس ہزار روپئے کی جاگیر عطا کی۔ ۱۸۰۷ء میں رنجیت سنگھ نے قصور کو فتح کیا اور اُس نے قطب الدین خاں کے پاس ممدوٹ رہنے دیا جو ستلج کے جنوب کی طرف ہے اور قطب الدین خاں ممدوٹ چلا گیا۔ کھیوا خاں بھی اُس کے ساتھ گیا اور جتنی جاگیر اُس کی قصور کے علاقے میں تھی اُس کے عوض اُتنی ہی ممدوٹ کے علاقے میں بشرط ادائے خدمات چند سواران اُسے ملی۔ کھیوا خاں کئی سال تک قطب الدین اور اُس کے جانشین جمال الدین کے عہد میں جنگی خدمات کرتا رہا اور جب وہ بوڑھا ہوا تو خیر الدین بسر کردگی سواران کام انجام دیتا رہا۔ اول جنگ افغانستان میں خیر الدین ممدوٹ کے سو سواروں کی کمان پر پشاور میں مامور ہوا اور جب افغانستان کی پہلی غلانگر لڑائی ختم ہوئی تو خیر الدین دوسری فوج کے ساتھ زیر حکم جنرل پولک ممدوٹ کے سوار اور سو آدمی موکل اور اُٹھاریوالوں کی سپاہ کے لے کر کابل کو گیا تھا۔ خیر الدین نے ایسے وقت میں جبکہ سکھوں کی فوج علانیہ مخالف تھی اور اُس نے آگے بڑھنے سے انکار کیا تھا بہت قدر کے لائق خدمات کیں اور جب وہ پنجاب کو واپس آیا تو جنرل پولک اور میجر سکین نے مہاراجہ شیر سنگھ سے اُس کی سفارش کی اور مہاراجہ صاحب نے اُس کی جاگیر بڑھا دینے کا وعدہ کیا مگر ہنوز اِس وعدے کا ایفا نہیں ہوا تھا کہ مہاراجہ

شیر سنگھ قتل کئے گئے۔اِس اثناء میں جمال الدین خان رئیس ممدوٹ نے کھیوا خاں کی جاگیر ضبط کر لی اور کھیوا خاں موضع بٹیو کو چلا گیا جو اُس کا جدّی گاؤں تھا اور بڑی عمر کو پہنچکر ۱۸۵۶ء میں مرگیا۔اِس ممدوٹ کی جاگیر کے عوض مہاراجہ دلیپ سنگھ نے خیر الدین خاں کو ۱۸۴۴ء میں چھ گاؤں قصور کے متصل جمعی چھ ہزار روپئے کے مرحمت کئے۔ستلج کی لڑائی کے آخری وقت خیر الدین خاں سرکار انگریزی کی فوج کے ساتھ ہوکر لڑا اور اپنے گھر بار کوٹ کر وہ فیروزشہر کی لڑائی کے بعد ستلج کے پار چلا گیا اور وہاں سرکار انگریزی کے لشکر میں جاکر داخل ہوگیا۔راجہ لعل سنگھ کی معزولی کے بعد جو تخفیفیں کی گئیں اُن میں خیر الدین کی جاگیر بھی گھٹ کر چار ہزار روپئے کی رہ گئی اور تھوڑے عرصہ کے بعد دو اور گاؤں اُس سے چھین لئے گئے کیونکہ کارداروں نے یہ رپورٹ کی کہ دونوں گاؤں بٹیو اور متران جو اُس کے پاس تھے اُن سے پورا چار ہزار روپیہ وصول ہوتا ہے۔ملتان کے مفسدے کے وقت خیر الدین کپتان ٹیلر صاحب کے ماتحت ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں تھا۔اُسے بنّوں بھیجا گیا تاکہ فتح خاں ٹوانہ کی جو دلیپ گڈھ میں گھرا ہوا تھا مدد کرے مگر اُس کے وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی فتح خاں مارا گیا تھا اور قلعہ فتح ہوچکا تھا۔اِس کے بعد خیر الدین خاں عیسےٰ خیل سے دو سو سوار اور پانسو پیادوں کی جمعیت کے ساتھ پنڈی گھیپ کو روانہ کیا گیا تاکہ چتر سنگھ کے باغی کاردار گوہر سنگھ کو دق کرے اور اٹک کے قلعے کے اندر کی سپاہ کی حوصلہ افزائی کرے۔یہ خدمت خیر الدین نے قابل اطمینان طور پر انجام دی۔گوہر سنگھ کے دو تین معرکوں کے بعد پاؤں اُکھڑ گئے۔چنانچہ اُسے مجبوراً اِس علاقہ سے بھاگنا پڑا اور جینک سکھ فوج دریائے جہلم کے بائیں کنارے پر مقیم رہی خیر الدین نمک کے پہاڑ کے شمال کی طرف جما رہا۔۱۸۵۱ء میں صاحب

چیف کمشنر کے حکم سے خیر الدین نے سو سوار بھرتی کیئے اور اپنے بھتیجوں کو لے کر جنرل وین کورٹلینڈ صاحب کے ماتحت حصار کو گیا۔

اِس مہم میں اُس کا بھتیجا اور متبنے بیٹا کمال الدین رسالدار بنایا گیا اور اُس نے نمایاں خدمات کیں۔ خیر الدین خاں نے بھی احمد خاں کھرل باغی کے مقابلہ میں ضلع گوگیرہ میں عمدہ کام انجام دیا۔ خیر الدین پانچ مہموں میں سرکار انگریزی کی عمدہ خدمت کر کے ۱۸۶۶ء میں فوت ہو گیا۔ اُس نے اپنے آپ کو قابل اعتماد ثابت کیا۔ اُس کی ۲۵۰۰ روپئے کی جاگیر جواب دریا کے صدمہ سے صرف ۱۸۰۰ روپئے کی رہ گئی تھی اُس کے بھتیجے کمال الدین کو ملی جو ۱۸۸۱ء تک یعنے اپنی زندگی تک اس پر قابض رہا۔ کمال الدین کا بڑا بیٹا صاحب خاں پراونشل درباری اور قصور کے لوکل بورڈ کا ممبر ہے وہ اپنے تینوں بھائیوں کے ساتھ خاندانی جاگیر پر بالاشتراک قابض ہے۔ اِس کے علاوہ اُنہیں قریب ۲۵۰۰ روپئے کی آمدنی پانچ مواضعات واقع اضلاع لاہور و فیروزپور کے حقوق ملکیت سے ہوتی ہے۔ اِس وقت اِس خاندان میں سے کوئی سرکاری ملازم نہیں ہے۔

کو پناہ دینے کا وعدہ ہوا تھا مگر راستے میں لاہور تھا اور وہاں پہنچکر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ترغیب اور اپنے بھائی کی توقیر دیکھکر وہ لاہور میں ہی رہ گیا ۔ دیویداس خزانہ کے محکمہ میں اپنے بھائی بھوانی داس کے ساتھ شامل ہوا اور اِس طرح پر کہ دونوں میں سے کوئی کسی کا ماتحت نہیں تھا اِن دونوں میں باہمی اچھا سلوک رہا۔ دیویداس بھی بھوانی داس جیسا لائق تھا بلکہ ایمانداری میں اُس سے بڑھکر تھا مگر وہ اپنے بھائی کی طرح نامور نہیں ہوا کیونکہ اُس کی طبیعت تنہائی پسند تھی ؀

سنہ ۱۸۱۳ء میں جب سنسار چند نے قلعہ کانگڑہ رنجیت سنگھ کو دے دیا اور رئیسان کوہستانی مطیع ہوگئے تو اُس کے بعد بھوانی داس راجگان منڈی اور سکیت سے خراج لینے کو بھیجا گیا تھا۔ سنہ ۱۸۱۶ء میں وہ شہزادہ کھڑک سنگھ کا خاص دیوان مقرر ہوا اور امرتسر اور گورداسپور کے گردونواح کے علاقہ کے فتح کرنے کے واسطے جو رام گڈھیہ سرداروں کے قبضہ میں تھا مامور ہوا دوسرے سال وہ جموں کو اِس واسطے بھیجا گیا کہ اُس علاقہ کا انتظام کر کے گلاب سنگھ کے حوالے کر دے جس کو تھوڑا ہی عرصہ خطاب راجگی ملے ہوا تھا۔ ملتان کے محاصرے میں وہ موجود تھا اور پشاور اور یوسف زائی کی مہموں میں شامل تھا۔ گو بھوانی داس بہت سے عہدوں پر مامور ہوا اور اُس کو فائدہ بھی بہت ہوا مگر اُس کی اصل جگہ خزانہ کی افسری تھی - ایک مرتبہ اُس کو بہت ذلت اُٹھانی پڑی اُس کی مصر بیلی رام کے ساتھ تکرار ہوگئی اور بیلی رام نے مہاراجہ سے بیان کیا کہ بھوانی داس نے تغلب کیا ہے۔ یہ جرم ثابت سمجھا گیا اور رنجیت سنگھ نے غصہ میں آکر دربار عام میں میان سمیت تلوار اُس پر ماری اور ایک لاکھ روپیہ جرمانہ[1] کیا اُس کے بعد دیوان بھوانی داس پہاڑ میں کسی خدمت پر بھیجا گیا مگر اُس کی خدمتیں ایسی نہیں تھیں کہ بغیر اُس کے

[1] عموماً مشہور ہے کہ فیاض سردار جوالا سنگھ پڈہانیہ نے جو بھوانی داس کا دوست تھا یہ جرمانہ ادا کیا مگر دیوان حکم چند اس روایت کو تسلیم نہیں کرتا ؀

کام چلا جاتا چنانچہ چند ہی ماہ کے بعد وہ لاہور کو واپس بلایا گیا اور اپنی وفات
تک جو ۱۸۳۴ء میں ہوئی وزیر خزانہ رہا۔ اُس کے بعد لالہ دینا ناتھ اُس منصب
پر مقرر ہوا۔ دیویداس چار برس پہلے ۱۸۳۰ء میں مر چکا تھا +

حکم چند ۱۸۳۶ء میں شاہزادہ کھڑک سنگھ کی سرکار میں دفتری مقرر ہوا اور دوسرے
سال سنگھرہ کا سو روپیہ مشاہرہ پر کاردار مقرر ہوا اور اُس علاقہ کا انتظام اُس
نے بہت لیاقت سے کیا۔ ۱۸۴۰ء میں حکم چند راجہ سوچیت سنگھ کے ماتحت
بنّوں کو بھیجا گیا تھا تاکہ جیسا کہ اُس زمانہ میں اکثر ہوا کرتا تھا بزور شمشیر مالگذاری
وصول کرے۔ مہاراجہ شیر سنگھ نے اُس کو دیوانی کا خطاب دیا۔ ۱۸۴۷-۴۸ء میں
حکم چند کو لفٹننٹ ایڈورڈس صاحب کے ساتھ بنّوں جانے کا حکم ہوا اور وہاں
وہ صاحب موصوف کے ماتحت ملتان کی بغاوت تک رہا۔ اُس نے علاقہ آنروے
دریائے سندھ کے بندوبست میں قابل قدر امداد دی۔ سرکار انگریزی کی فوج کے
ساتھ وہ ملتان کو گیا اور وہاں اُس کا طریق عمل بہت اچھا رہا۔ الحاق پنجاب سے
پیشتر اُس کی آمدنی چھ ہزار سات سو روپیہ سال کی تھی اور ۱۸۵۰ء میں ۲۴۰۰ کی
جاگیر ضلع پاک پٹن میں اُس کے نام واگذار کی گئی اور علاوہ ازیں اُس کو تیرہ سو
روپئے کی پنشن ملی۔ ۱۸۵۵ء میں وہ پسرور ضلع سیالکوٹ کا تحصیلدار مقرر ہوا
تھا مگر حکام اُس سے مطمئن نہیں رہے اسلئے ۱۸۵۸ء میں اُسے استعفا دینے
کی اجازت مل گئی۔ حکم چند ۱۸۶۹ء میں مر گیا۔ اُس کا بیٹا بشمبر داس جو ضلع
راولپنڈی میں منصف تھا ۱۸۸۰ء میں لاولد فوت ہوا۔ اُس کا بھتیجا تارا چند
محکمہ پولیس میں ڈپٹی انسپکٹر ہے اور اُس کا دوسرا بھتیجا ترکتا سہائے ضلع ہزارہ
کے فارسی دفتر کا سپرنٹنڈنٹ ہے۔ دیوان حکم چند کی وفات پر اُس کی جاگیر جو
ضلع منٹگمری میں تھی ضبط ہو گئی +

دیوان حکم چند کا بھائی شنکرداس اپنے باپ کے دفتر میں منشی تھا۔ اُس کو اور اُسکے بھائی گنگا بشن کو دوسو چالیس روپئے سال کی پنشن ملتی تھی ‌۔

ٹھاکرداس کا چوتھا بیٹا نرائن داس امرتسر، کانگڑہ، جموں اور جسوال کا نوبت بنوبت کاردار رہا۔ وہ ۱۸۲۵ء میں مصر بیلی رام کے ماتحت موتی مندر والے خزانہ کا دفتری مقرر ہوا۔ اُسکو کارداری لاہور کا عہدہ بھی ملا جس پر وہ ۱۸۳۳ء تک لاہور رہا۔ ۱۸۳۸ء میں وہ کابل کو چلا گیا۔ جہاں اسے فوج میں کمان افسری ملی مگر تھوڑے ہی عرصے بعد وہ مرگیا۔ اسکا بیٹا اور پوتا ابتک افغانستان میں رہتے ہیں۔ راجکور اپنے بھائی دیوی داس کے ہمراہ لاہور میں آیا اور تسخیر منکیرہ کے بعد وہ اس علاقہ کا کاردار مقرر کیا گیا اور سردار فتح سنگھ مان اِس علاقہ کا کمان افسر تھا۔ جب ۱۸۱۹ء میں بھوانی داس خاص خدمت پر کشمیر بھیجا گیا تو راجکور بطور قائمقام اُس کا کام کرتا رہا ‌۔

۱۸۶۷ء میں لالہ رامداس کی وفات پر اُس کا وظیفہ بارہ سو روپئے سال کا بند ہو گیا اور بجائے اُس کے دوسو چالیس روپئے سال کی پنشن اُس کے بیٹے جواہرمل کے لئے منظور ہوئی۔ جواہرمل ۱۸۷۰ء میں فوت ہوا۔ جواہرمل کا بھتیجا ستیاداس کچھ عرصہ تک مہاراجہ اندور کے مصاحبوں میں رہا ‌۔

اب یہ خاندان گمنامی کی حالت میں ہے ستیاداس کا بھائی نندلعل اِس وقت بزرگ خاندان خیال کیا جا سکتا ہے جو چیف کورٹ لاہور میں پچاس روپئے ماہوار کا محافظ دفتر ہے ‌۔

سردار جگت سنگھ کنہیہ

- خوشحالی
  - جے سنگھ — وفات ۱۷۸۹ء
    - گوربخش سنگھ — وفات ۱۷۸۵ء
      - بی بی مہتاب کور دختر (مہاراجہ رنجیت سنگھ سے شادی ہوئی) وفات ۱۸۱۳ء
    - بھاگ سنگھ
    - ندھان سنگھ
    - بھاگ سنگھ
  - جھنڈا سنگھ — وفات ۱۷۵۹ء
  - سنگھا
    - ہیم سنگھ
      - موہر سنگھ
        - انوپ سنگھ
        - سروپ سنگھ — وفات ۱۸۳۳ء
          - جیت سنگھ — وفات ۱۸۸۳ء
            - جگت سنگھ — ولادت ۱۸۴۳ء
              - ہیرا سنگھ — ولادت ۱۸۷۵ء
              - چندا سنگھ — ولادت ۱۸۸۴ء
            - شام سنگھ — ولادت ۱۸۴۵ء
              - شیر سنگھ — ولادت ۱۸۶۱ء
              - نابا سنگھ — ولادت ۱۸۶۴ء
              - جواہر سنگھ — ولادت ۱۸۷۷ء
              - بھولا سنگھ — ولادت ۱۸۸۶ء
            - رام سنگھ — ولادت ۱۸۴۷ء
            - نرائن سنگھ — ولادت ۱۸۴۹ء
          - گوردت سنگھ — ولادت ۱۸۲۰ء
        - عطر سنگھ
          - مہتاب سنگھ — مرگیا
          - مہیلہ سنگھ

ایک زمانہ میں ستلج کے شمال کی طرف کنہیوں کی مثل تمام سکھوں کی مثلوں میں سب سے زیادہ طاقتور تھی۔ اس کا پہلا سردار جے سنگھ تھا جو ایک سندھو جٹ زمیندار خوشحالی نامی کا بیٹا تھا اور موضع کاہنا میں رہتا تھا جس کو اس کی قوم کے ایک شخص نے آباد کیا تھا۔ یہ گاؤں لاہور سے قریب پندرہ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس مثل نے اپنے سردار کے گاؤں کے نام پر اپنی مثل کا نام رکھا[1]۔

[1] بعض دیسی بھاٹ ایک اور روایت بیان کرتے ہیں کہ جب جے سنگھ چھوٹی عمر میں امرتسر پوہل لینے گیا تو جو سردار وہاں جمع ہوئے تھے وہ اسکی خوبصورتی کو دیکھ کر دنگ رہ گئے انہوں نے اس سے پوچھا کہ تم کس گاؤں سے آئے ہو اس نے کہا کہ میرا گاؤں کاہنا ہے انہوں نے کہا کہ ضرور تمہارے گاؤں کا نام کاہنا واجبی ہے کیونکہ تم خود کنہیا ہو۔ کنہیا حسین کرشن جی کا نام ہے جو وشن کا اوتار تھا۔

جے سنگھ اور اُس کا بھائی جھنڈا سنگھ ۱۷۴۹ء میں کپور سنگھ کی مثل میں جس کو فیض اللہ پوریہ فیضا سعد پوریا سنگھ پوریہ کہتے تھے جا کر شامل ہوئے تھے۔ اِس سردار کی وفات کے بعد دونوں بھائی سوہیاں کو چلے گئے جو جے سنگھ کے خسر کا گاؤں تھا اور امرتسر سے قریب نو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں اُنہوں نے چار سو سوار اکٹھے کر لئے اور گرد و نواح کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ جھنڈا سنگھ اِس سے پانچ برس بعد راول کوٹلی میں ندہان سنگھ رندھاوہ کے ساتھ ایک لڑائی میں مارا گیا تھا اور اُس کا بھائی اُس کے علاقہ پر قابض ہو گیا اور اُس کی بیوہ کے ساتھ چادر ڈال کر شادی کر لی۔ جے سنگھ تھوڑے ہی عرصے کے بعد ذی اقتدار سردار بن گیا اور ناگ۔ موکیریاں۔ حاجی۔ کروٹ۔ اوتھیان اور اوانوں کے اور دیہات پر اُس نے قبضہ کر لیا اور جو لوگ اُس کے ماتحت اور رفیق تھے اُنہوں نے علیحدہ علیحدہ اپنے واسطے جاگیریں پیدا کر لیں۔ جے سنگھ کے ہمراہیوں میں بہت سے مشہور آدمی تھے۔ امر سنگھ اور جھنڈا سنگھ لگا۔ لکھا سنگھ کاتھو والہ۔ امر سنگھ کنگرہ۔ بُدھ سنگھ دھرم کوٹیہ۔ جھنڈا سنگھ کروہ وغیرہ وغیرہ۔

۱۷۵۹ء میں جھنڈا سنگھ کی بیوہ اور جے سنگھ کی زوجہ سماۃ دیباں کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام گوربخش رکھا گیا اور ۹ برس کی عمر میں اُس کی شادی دسوندا سنگھ الکول والے کی بیٹی سدا کور سے ہوئی۔

کنہیہ مثل کی ایک بڑی شاخ کا سردار حقیقت سنگھ سنگت پوریہ تھا جو جے سنگھ کا حریف تھا لیکن باوجود حریف ہونے کے اُس کا دوست تھا اور اُس کے ساتھ بہت مہموں میں شریک رہا تھا۔ ۱۷۶۳ء میں جب احمد شاہ نے لدھیانہ کے متصل سکھوں کو شکست فاش دی اور امرتسر کے متبرک مندر کو تباہ کر کے پنجاب سے واپس چلا گیا تو ان سرداروں نے جسا سنگھ آہلووالیہ۔ ہری سنگھ بھنگی اور جسا سنگھ

رام گڈھیہ کے ساتھ شامل ہو کر قصور پر جو پٹھانوں کا شہر تھا حملہ کیا۔ اُس کو اُنہوں نے ایک مہینے کے محاصرے کے بعد فتح کر لیا اور لوُٹا۔ اس کے تھوڑے عرصے کے بعد جے سنگھ ہری سنگھ بھنگی سے لڑ پڑا اور ایمن آباد کے پاس اُن میں لڑائی ہوئی۔ دونوں میں سے کسی فریق کو فتح کا دعوے نہیں ہو سکتا تھا۔ جے سنگھ اُس کے بعد سرہند کو کوچ کر گیا اور راستے میں ملک کو تباہ کرتا چلا گیا اور وہ اُس جنگ عظیم میں موجود تھا جس میں زین خاں کو شکست ہوئی تھی اور وہ قتل کیا گیا تھا اور اِس لڑائی سے سکھ اپنے قومی وجود کا شمار کرتے ہیں۔

۱۷۷۴ء میں راجہ رنجیت دیو والئے جموں کا جو جھنڈا سنگھ بھنگی کا باجگزار تھا اپنے بڑے بیٹے برج راج دیو سے تنازع ہو گیا جس کو وہ ورثہ سے خارج کرنا چاہتا تھا اور اُس کے عوض اپنے سب سے چھوٹے بیٹے میاں دلیل سنگھ کو راج دینا چاہتا تھا۔ برج راج دیو نے اپنی مدد کے واسطے جے سنگھ اور حقیقت سنگھ کنہیہ اور چڑت سنگھ سوکرچکیہ کو بلایا اور راجہ نے جھنڈا سنگھ اور جملہ بھنگی سرداروں کو طلب کیا۔ دونوں طرف کی فوجیں بسنتی کے دونوں کناروں پر آجمیں اور کئی مہینے تک لڑتی رہیں کبھی ایک فتح مند ہو جاتا تھا کبھی دوسرا۔ مگر چڑت سنگھ کے توپ کے پھٹنے سے مارے جانے پر بھنگی سردار زور پکڑ گئے اور کنہیہ سرداروں نے اُس وقت جھنڈا سنگھ کو قتل کرنے کی نیت کر لی۔ اُنہوں نے ایک مذہبی خاکروب کو بہت سا روپیہ بطور رشوت دیا اور جب جھنڈا سنگھ لشکر میں سے صرف تین سواروں کے ساتھ جا رہا تھا تو اُس خاکروب نے اُس کو گولی سے مار ڈالا۔ جھنڈا سنگھ کے مرنے سے جھگڑا ختم ہو گیا۔ دونوں فوجیں جموں سے ہٹ گئیں اور جموں کا راجہ حقیقت سنگھ کا باجگزار ہو گیا۔

دوسرے سال جے سنگھ اور حقیقت سنگھ نے امرتسر میں ایک کٹرہ تعمیر کرایا جو اب

بنام کٹرہ کنہیاں مشہور ہے۔ اُس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد جے سنگھ ایک فوج کثیر لے کر چڑت سنگھ کے بیٹے نوجوان مہاں سنگھ کے ساتھ بڈرکھان کو گیا جہاں اُس کی گجپت سنگھ والئے جیند کی بیٹی سے شادی ہوئی ٭

سنہ ۱۷۸۴ء میں نواب سیف علیخاں مسلمان ناظم کانگڑہ کی وفات پر راجہ سنسار چند کٹوچ نے اُس مشہور قلعہ کا محاصرہ کیا مگر اُس کو فتح نہ کر سکا پھر اُس نے سردار جے سنگھ سے مدد مانگی اِس پر گوربخش سنگھ کو جے سنگھ نے سردار گھبیل سنگھ کے ساتھ بڑی فوج دے کر بھیجا مگر گوربخش سنگھ نے تھوڑے ہی عرصے میں دیکھ لیا کہ جس شخص کے پاس کانگڑے کا قلعہ ہوگا اُس کے تحت میں سب کوہستان کا علاقہ رہیگا اِس لئے اُس نے اِس قلعہ کو اپنے واسطے فتح کرنا چاہا۔ اُس نے راجہ کو ترغیب دی کہ محصورین کو رعایتی شرائط پیش کرے ان کا قصور معاف کر دے اور روپیہ اور زمین دینے کا وعدہ کرے اور محصورین کو یہ اشارہ کیا کہ راجہ دغابازی کریگا۔ گوربخش سنگھ نے محصورین کو یہ ترغیب دی کہ میری فوج کو قلعے کے اندر دخل کر لینے دو تاکہ راجہ کو لازمی طور پر اپنا وعدہ پورا کرنا پڑے۔ اِس طرح اس نے دونوں فریق کو احمق بنایا۔ گوربخش سنگھ نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور سنسار چند لاچار ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ اِس سے پہلے کچھ کوہستانی علاقے کے رئیس سردار حقیقت سنگھ کو خراج دیتے تھے مگر اب جے سنگھ سب پر حاوی ہو گیا سرداران کوہستان نے اُس کے ساتھ اتحاد پیدا کر لیا ٭

پہلے زمانہ میں رام گڈھیہ اور کنہیہ سرداروں میں بہت دوستی تھی مگر جے سنگھ کا جسا سنگھ کے ساتھ قصور کی لوٹ کی نسبت آپس میں تکرار ہو گئی تھی جس کے نتیجہ میں آہلووالیہ اور بھنگی سرداروں کے ساتھ جسا سنگھ کو پنجاب سے نکال دیا۔ اس سے شامل ہو گیا۔ راجہ رنجیت دیو سنہ ۱۷۸۱ء میں فوت ہوا اور اُس کا بڑا لڑکا برج بلسنگھ

اِس کا جانشین ہوا۔ نئے راجہ نے سرداران بھنگی سے کچھ علاقہ اپنے موروثی ملک کا چھین لینا چاہا اِسلیئے اُس نے حقیقت سنگھ سے مدد مانگی۔ نہ تو حقیقت سنگھ اور نہ جے سنگھ اِس کام کو پسند کرتے تھے کیونکہ بھنگی سردار اُنکے دوست تھے اور جے سنگھ نے اُسی عرصے میں بھنگی سردار کی بیٹی سے شادی کی تھی تاہم وہ کڑیا نوالہ کو کوچ کر گئے اور اُس پر تھوڑی سی لڑائی کے بعد راجہ نے تصرف کر لیا۔ مگر سرداران کنہیہ نے اپنے نئے دوست کو چھوڑ دیا اور سرداران بھنگی کی طرف ہو گئے اور حقیقت سنگھ نے گوجر سنگھ اور بھاگ سنگھ آہلووالیہ کے ساتھ اتفاق کر کے کڑیانوالہ پر پھر قبضہ کر لیا اور جموں پر حملہ کیا۔ سردار مہاںسنگھ سوکر چکیہ جو اپنے آپ کو برج راجدیو کا بڑا دوست ظاہر کرتا تھا اور جس کے ساتھ اُس نے دستار بدلی ہوئی تھی رام نگر میں چٹوں سے لڑ رہا تھا وہ فوراً رام نگر سے کوچ کر گیا اور حقیقت سنگھ کے لشکر پر اُس نے حملہ کیا مگر شکست کھائی اور نقصان اُٹھایا۔ اُس کے بعد اُس نے راجہ کے ساتھ اتفاق کر کے جے سنگھ اور جسّا سنگھ آہلووالیہ کو مدد کے واسطے بلایا۔ یہ سردار آئے اور اُنہوں نے کچھ شرائط طے کرنی چاہیں مگر جب مایوسی نظر آئے تو وہ امرتسر کو واپس چلے گئے۔ اب مہاں سنگھ کو مطیع ہونا پڑا اور راجہ نے تیس۳۰ ہزار روپئے خراج حقیقت سنگھ کو دینا منظور کر لیا۔ چھ مہینے بعد جب حقیقت سنگھ نے دیکھا کہ راجہ باج کے دینے میں لیت و لعل کرتا ہے تو اُس نے مہاں سنگھ سے درخواست کی کہ بالاتفاق جموں پر حملہ کریں اور جو لوٹ ہاتھ آئے وہ آپس میں بانٹ لینگے۔ سردار سوکر چکیہ نے پُرانی محبت اور پگڑی بدلنے کو فراموش کر کے فوراً اِس بات کو قبول کر لیا۔ وہ چپرال کو کوچ کر گیا اور حقیقت سنگھ ظفروال کے راہ سے گیا۔ مگر مہاں سنگھ نے کسی کا ساتھ نہ دیا اور اُس نے یہ دیکھ کر کہ راجہ بھاگ گیا ہے

اور میں تنہا لڑ سکتا ہوں اُس نے شہر جموں کو لوٹا اور قلعہ کو جلا دیا اور بہت سامال غنیمت لے کر لوٹ آیا۔ حقیقت سنگھ نے اس دغابازی کا عوض لینے کا ارادہ کیا تھا مگر تھوڑے عرصے کے بعد وہ بیمار ہو کر مرگیا۔

جب جے سنگھ نے جموں کے لٹنے اور حقیقت سنگھ کی وفات کا حال سُنا تو وہ بہت غضبناک ہوا۔ اس نے حقیقت سنگھ کے بیٹے جے مل سنگھ کو گوجرانوالہ جانے سے روکا جہاں اُس کو مہاں سنگھ نے بلایا تھا اور سردار سوکر چکیہ کو انتقام لینے کی دھمکی دی اور ۱۷۸۳ء میں جنڈیالہ کی طرف کوچ کیا اور رسول پور اور منڈیالہ کو لوٹا بعد ازاں وزیر سنگھ اور بھگوان سنگھ سرداران نکئی کے جو مہاں سنگھ کے رشتہ دار تھے علاقوں پر حملہ کیا اور اُن کو اطاعت قبول کرنی پڑی۔ ۱۷۸۴ء کی دیوالی میں مہاں سنگھ امرتسر گیا اور جے سنگھ سے صلح کی بہت کوشش کی مگر پیش نہ گئی۔ جے سنگھ نے اس کو دھمکایا کہ اگر جموں کی لُوٹ واپس نہ کر دیگا تو قید کر دونگا اور اس کے ساتھ ایسی سختی سے پیش آیا کہ وہ امرتسر سے بھاگ گیا اور اس نے بدلہ لینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اُسکے ساتھ بہت سے سردار کنہیہ سرداروں پر حملہ کرنے کو مستعد تھے ان میں سے اعلےٰ شخص یہ تھے سنسار چند کٹوچ اور جسّا سنگھ رامگڑیہ جو کئی سال سے ہریانہ کے جنگلوں میں جلا وطنی کی حالت میں آوارہ پھر رہا تھا۔ ان سب نے مل کر بٹالہ پر چڑھائی کی اور اس قصبہ سے قریباً آٹھ میل کے فاصلہ پر گوربخش سنگھ اُن سے مقابل ہوا۔ چھ گھنٹے تک لڑائی برابر جاری رہی آخر چھ گھنٹے کے بعد ایک تیر گورو سندر داس کے ایک آدمی کے ہاتھ سے گوربخش سنگھ کے سینہ میں جا کر لگا اور اس کو ایسا مجروح کیا کہ وہ جانبر نہ ہو سکا۔ کنہیوں کا جب سردار مارا گیا تو اُنکے بالکل پاؤں اُکھڑ گئے اور تتر بتر ہوئے۔

جے سنگھ کو اپنے بیٹے کے مرنے کا اتنا غم ہوا کہ اُس نے پھر مقابلہ نہ کیا۔ کانگڑہ اُس نے سنسار چند کو دیا۔ جسا سنگھ رام گڈیہ کو اُس کا پُرانا علاقہ واپس دے دیا اور مہاں سنگھ کے ساتھ رابطہ اتحاد قائم رکھنے کی غرض سے اُس نے اپنے مرحوم بیٹے کی لڑکی کی نسبت نوجوان رنجیت سنگھ سے جو بعد میں مہاراجہ پنجاب ہوا کر دی۔ یہ نسبت ۱۷۸۵ء میں ہوئی تھی اور دوسرے سال شادی ہو گئی۔

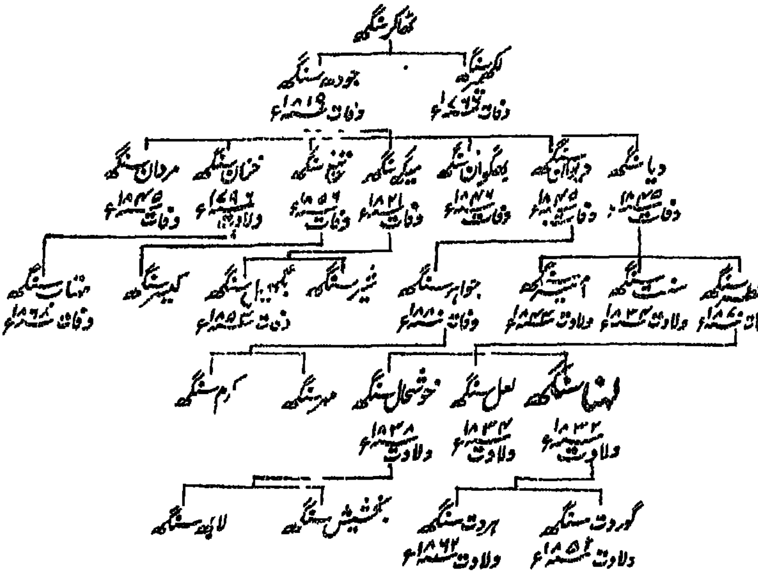
جے سنگھ اِس صدمے سے پھر پنپ نہیں سکا اور ۱۷۹۸ء میں مر گیا اُسوقت اُس کی بہو سدا کور کنہیہ مسل کی رئیسہ ہوئی۔ اِس عورت کی لیاقت چالبازی اور سازشوں کا حال اور جگہ لکھا گیا ہے۔ رنجیت سنگھ کو ملک پنجاب کی سلطنت بہت کچھ اِسی عورت کی بدولت حاصل ہوئی اور علاقہ کنہیہ کا بڑا حصہ ۱۸۲۰ء تک سدا کور کے قبضہ میں رہا جبکہ اُس کے حریص داماد نے ایک بہانہ سے سب پر قبضہ کر لیا۔

سردار جے سنگھ کے بھتیجے ہیم سنگھ کو قصور کے فتح ہونے کے بعد علاقہ رُکھانوالہ جمعی چالیس ہزار روپئے کا ملا اور رنجیت سنگھ کے عہد میں یہ علاقہ اُس کے پاس رہا۔ رنجیت سنگھ کے ساتھ یہ سردار ۱۸۰۷ء کی مُہم قصور میں لڑتا رہا اور کھڈیاں میں بھی اُسے دس ہزار روپئے کی جاگیر ملی۔ ہیم سنگھ ۱۸۲۰ء میں مر گیا۔ اِس کا بیٹا موہر سنگھ ملتان اور کشمیر میں لڑتا رہا اور ۱۸۲۱ء میں وہ مقام پُل کنجری اور ونی کے بیں حفاظت گذرہا کے واسطے متعین رہا۔ موہر سنگھ ۱۸۲۳ء میں مقام ونیکے میں فوت ہوا۔ اُس کے بیٹوں کو جو اپنے باپ کی جگہ مامور تھے تیس ہزار روپئے کی جاگیر ملی۔ سروپ سنگھ ۱۸۳۲ء میں مر گیا اور اُس کی جاگیر مہاراجہ نے کاہن سنگھ بانگلے کو دیدی۔ اِس خاندان کے قبضہ میں فقط موضع رُکھاں والہ رہا مگر دوسرے سال موضع تالی عطر سنگھ کی دو بیوگان کو ملا جو فوت ہو چکی ہیں عطر سنگھ کے بیٹوں نے مہاراجہ

شیر سنگھ کی خدمت میں علاقہ کی واگذاری کے واسطے بہت سی درخواستیں کیں مگر کچھ حاصل نہیں ہوا۔ دونوں اپنے چچازاد بھائی سیکھ سنگھ کے ساتھ گھوڑچڑھوں میں ۱۸۴۶ء تک نوکر رہے۔ کیونکہ ستلج کی لڑائی کے بعد تخفیف عام ہوگئی +

اِس خاندان کو موضع ترکھانوالہ اور کالی تحصیل قصور میں بطور جاگیر ملے۔ ۱۸۸۳ء میں سردار جیت سنگھ کی وفات پر چارم حصہ جاگیر کا یعنے ۱۱۲۵ ایکڑ جن کی چھ سو روپئے سالانہ آمدنی ہوتی تھی ضبط کیا گیا۔ اِس کا بیٹا جگت سنگھ اب اِس خاندان کا بزرگ ہے۔ گوردت سنگھ اور سیکھ سنگھ کے پاس اپنے حصّہ کی چھ چھ سو روپئے کی جاگیر اب تک موجود ہے +

لہنا سنگھ روسہ



اس خاندان کی بابت روایت ہے کہ کئی سو برس ہوئے کہ روسہ ایک سدھو جٹ جو اس خاندان کا بزرگ تھا دہلی سے آیا اور اس نے چونیاں کے پاس ضلع لاہور میں ایک گاؤں آباد کیا جس کا نام اس نے اپنے نام پر روسہ رکھا۔ ٹھاکر سنگھ مشہور ادینہ بیگ خاں سابق ناظم دوآبہ جالندھر اور بعد ازاں صوبہ دار پنجاب کی ملازمت میں رسالدار تھا۔ جب اس کا آقا ۱۷۵۸ء میں مر گیا تو وہ مطلق العنان ہو گیا اور اضلاع گوگیرہ اور گوجرانوالہ میں اس نے ایک بڑے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ ۱۷۶۰ء میں وہ ہری سنگھ بھنگی اور جے سنگھ کنہیہ کے ساتھ قصور کی مہم پر گیا جہاں وہ ایک بندوق کی گولی سے مارا گیا۔ اس کا سب سے بڑا بیٹا لکھمیر سنگھ[1] اس کے بعد صرف ایک سال جیا اور اس کی وفات پر جودھ سنگھ کو کل علاقہ مل گیا۔ کچھ عرصہ بعد جودھ سنگھ کی سردار سوبھا سنگھ لاہور والے سے

[1] جلد انگریزی میں غلطی سے لکھمی سنگھ چھپا ہے۔ مترجم

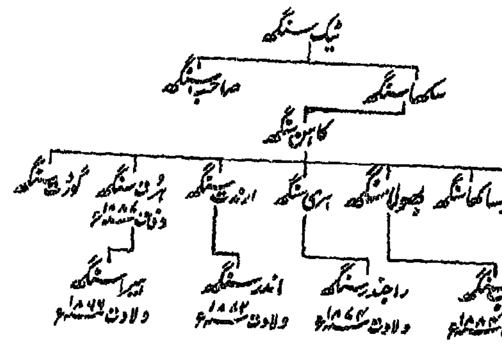
لڑائی ہوگئی اور اُس کی عداوت سے بچنے کے لئے وہ گوجرانوالہ میں چلا گیا جہاں سردار چڑت سنگھ نے اُس کو تھانہ دار کردیا۔ اُس نے پرگنہ چونیاں میں پرانے گاؤں روسہ کو از سر نو آباد کیا اور ایک اور گاؤں اُسی نام کا شیخوپورہ میں آباد کیا یہ دونو گاؤں اب تک اِس خاندان کی ملکیت میں ہیں۔ چڑت سنگھ کی وفات کے بعد سردار سوبھا سنگھ نے جس نے ٹھاکر سنگھ کی وراثت کا دعوےٰ کیا تھا علاقہ روسہ میں سے نصف پر قبضہ کرلیا ۔ جودھ سنگھ نے کچھ مزاحمت نہیں کی اور مہاں سنگھ اور رنجیت سنگھ کے ماتحت گوجرانوالہ میں ملازمت کرتا رہا۔ ۱۷۹۹ء میں جودھ سنگھ رنجیت سنگھ کے ہمراہ لاہور میں آیا جب کہ شہر فتح ہوا اور اُس کے پرانے دشمن کا بیٹا مقید کیا گیا ؛

جودھ سنگھ رنجیت سنگھ کے زیر حکم قصور ۔ پنڈی بھٹیاں اور جھنگ کی مہم میں خدمات انجام دیتا رہا اور جھنگ کی مہم میں اپنی شجاعت کے صلہ میں اُس نے جاگیر میں مواضعات موہل اور روراج واقع ضلع جھنگ حاصل کئے تھوڑے عرصے کے بعد وہ چنیوٹ کے محاصرے میں سخت مجروح ہوا اور دوسری کشمیر کی مہم کے ایک معرکہ میں وہ بمقام راجوری مارا گیا۔ اُس کے تین بیٹے بھگوان سنگھ بیگھ سنگھ اور تیغ سنگھ اُس کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے مہاراجہ کی سرکار میں نوکر ہوگئے تھے مگر دیا سنگھ پہلے ہی پہل کشمیر کی مہم میں تعین ہوا تھا۔ اُس کے باپ کا علاقہ اُس کے نام واگذار ہوا مگر جب مہاراجہ لاہور کو واپس آئے تو یہ سب علاقہ ضبط ہوگیا اور اور جاگیر دس ہزار روپئے کی بشرط ادائے خدمات تیس سواروں کے دی گئی ۔ بھگوان سنگھ کو علٰحدہ جاگیر ملی ۔ بیگھ سنگھ ۱۸۲۱ء میں سنگلی میں مارا گیا جب کہ وہ سردار ہری سنگھ نلوہ کے ماتحت لڑ رہا تھا۔ ۱۸۳۲ء میں دیا سنگھ کا بیٹا عطر سنگھ وصونکل سنگھ کی برگیڈ میں اور بعد ازاں شیر سنگھ

والی بریگیڈ میں جب وہ کشمیر سے واپس آئی اجیٹن مقرر ہوا۔ ۱۸۳۴ء میں اگرچہ دیا سنگھ کی جاگیر اس کے افسر سردار عطر سنگھ کالیانوالہ کی جاگیر کے ساتھ معرض ضبطی میں آئی کیونکہ سردار عطر سنگھ سے مہاراجہ اس سبب سے ناراض ہو گئے تھے کہ اس نے بنّوں جانے سے انکار کیا تھا تاہم دیا سنگھ کے پاس چار گاؤں جمعی تین ہزار کے واگذار رہے مگر اس خاندان کو پھر پہلے جیسا مرتبہ حاصل نہیں ہوا۔

عطر سنگھ سردار اجیت سنگھ سندھانوالیہ کے ساتھ گلوکو واسووالہ ڈیرہ میں بہادر سنگھ کے ماتحت گیا اور تمام لاہور کے انقلابوں میں جن میں اس کا جنرل اجیت سنگھ مارا گیا وہاں رہا۔ ستلج کی لڑائی خاندان روسہ کے واسطے مہلک ثابت ہوئی کیونکہ ایک دن میں ہی فیروزشہر میں دیا سنگھ دیوان سنگھ اور مردان سنگھ مارے گئے۔ جب سردار چتر سنگھ اٹاری والہ ہزارے کا ناظم مقرر ہوا تو عطر سنگھ کو اس کے ماتحت جگہ ملی اور ۱۸۴۸ء میں وہ اس کے ساتھ مفسدہ میں شریک ہو گیا۔ پشاور سے کوچ کر کے جب اس نے اٹک کو عبور کیا تو سردار چتر سنگھ نے میجر لارنس صاحب اور ان کے عیال و اطفال کو جن کو اس نے قید کر لیا تھا عطر سنگھ کے حوالہ کر دیا تاکہ زیادہ حفاظت میں رہیں اور حکم دیا کہ ان کو پھگوار کو لے جاؤ۔ چنانچہ عطر سنگھ ان کو اول اس علاقے میں اور بعد ازاں مہالہ اور راولپنڈی میں لے گیا اور وہاں گجرات کی لڑائی کے بعد ان کو حکام انگریزی کے حوالہ کر دیا گیا۔ عطر سنگھ ان قیدیوں کے ساتھ مہربانی اور مروت سے پیش آتا رہا اور الحاق کے بعد اس کو چھ سو روپئے سال کی پنشن ملی وہ ۱۸۷۰ء میں مر گیا۔ اس کا بیٹا لہنا سنگھ اب اس خاندان کا بزرگ ہے۔ موضع روسہ واقع علاقہ شیخوپورہ بحصص جدی اس خاندان کے لوگوں کے قبضے میں ہے اور جواہر سنگھ۔ کیسر سنگھ۔ شیر سنگھ اور ہر سہ پسران عطر سنگھ اس پر اسوقت قابض ہیں۔

پھولا سنگھ رئیس روسہ



ٹیک سنگھ سرداران بھنگی کا ملازم تھا اور اُن سرداروں سے اس کو اوجڑ گاؤں نودھ پور ملا تھا۔ سنہ ۱۷۹۴ء میں جب نظام الدین خاں نے سکھوں کو قصور سے نکالدیا تھا تو سکھا سنگھ اس کے ماتحت ۴۰ سواروں کا افسر مقرر ہوا اور سنہ ۱۸۰۶ء میں لڑائی میں مارا گیا۔ اسی عرصے کے قریب اِس کا بھائی صاحب سنگھ زمینداران بلیر کے ساتھ ایک تنازع میں قتل ہوا۔

سنہ ۱۸۲۲ء میں ایلارڈ صاحب پنجاب میں آکر مہاراجہ کی سرکار میں نوکر ہوئے۔ اُن کو حکم ہوا کہ ایک پلٹن ڈراگوں کی بھرتی کریں اور کاہن سنگھ روسہ اُن کے ماتحت تیس روپئے ماہوار پر جمعدار مقرر ہوا۔ دوسرے سال کاہن سنگھ اسی رسالے میں رسالدار مقرر ہوا اور سات برس تک اسی عہدے پر مامور رہا۔ سنہ ۱۸۲۹ء میں اس نے سرحد پر ایسی عمدہ خدمت کی کہ جنرل ونتورا صاحب کی سفارش سے اس کو خاص پلٹن میں ایک ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ پر کمان افسری کا عہدہ ملا یعنے ۲۰۰ روپئے نقد اور ۲۰۰ کی جاگیر موضع البندی میں عطا ہوئی اپنی پلٹن کے ساتھ وہ کلو اور منڈی اور اور مقامات میں کام دیتا رہا اور مہاراجہ شیر سنگھ نے اس کا نقد مواجب بڑھا کر آٹھ سو روپئے کر دیا اور بلندی کے علاوہ اس کو موضع جودھ پور

رام پور میں چند کنوئیں جمعی ایک ہزار روپیہ سال مرحمت کئے۔ مارچ ۱۸۴۳ء میں
راجہ سوچیت سنگھ پر حملہ آوری میں کاہن سنگھ کے سینے میں گولی سے سخت زخم لگا
اور ہیرا سنگھ نے جو اس زمانہ میں وزیر تھا اس کو کرنیل بنایا اور اس کا مواجب بڑھا کر
۱۲۰۱۶ روپیہ مقرر کر دیا۔

جب ہیرا سنگھ کو فوج نے مار ڈالا تو کرنیل کاہن سنگھ کو جو راجہ ہیرا سنگھ کا آوردہ سمجھا جاتا تھا اس کی اپنی ہی سپاہ نے پلٹن میں سے نکال دیا اور وہ اس کے بعد سردار شام سنگھ اٹاری والہ کی فوج میں داخل ہو گیا۔ جب وہ پلٹن دشمن کے مقابلے پر سبراؤں میں گئی تو سپاہیوں نے دیکھا کہ ہم اپنے پرانے کرنیل کے بغیر نہیں لڑ سکتے ہیں اسلئے اصرار کیا کہ وہ پھر آکر کمان افسری کرے چنانچہ وہ آگیا اور تمام لڑائی میں اس نے کارہائے نمایاں کئے۔ فیروز شہر کی لڑائی کے بعد فوج کی پنچایت نے اس کو راجہ گلاب سنگھ کے پاس اسواسطے بھیجا تھا کہ اسے اس بات پر رضامند کرے کہ وہ بلا توقف آکر شریک ہو جائے مگر راجہ کے منصوبے اور تھے۔ اس نے زبانی بہت خواہش ظاہر کی کہ میں سکھوں کی فتح کی دعا کرتا ہوں اور بظاہر بہانہ رسد بھیجنے کا کیا مگر خود منتظر اس بات کا رہا کہ دیکھئے انگریزوں کی فتح ہوتی ہے یا سکھوں کی۔ اس کی دلی خواہش تھی کہ سکھ غارت ہو جائیں اور جب وہ بلا اندیشہ خاموش نہ رہ سکا تو وہ جموں سے سکھوں کے ساتھ شامل ہونے کے حیلے پر روانہ ہوا مگر شاہدرہ میں جو لاہور سے تین میل کے فاصلہ پر ہے وہ جنگ عظیم کی خبر کا منتظر رہا اور جب اسے خبر مل گئی تو اس نے لاہور پر قبضہ کر لیا اور مہاراجہ کو اپنے قابو میں رکھا اور بعد ازاں بطور دوست سرکار انگریزی قصور کو کوچ کر گیا اور وہاں اپنے آپ کو اپنے زمانے کا نہایت دانشمند آدمی ظاہر کرکے سلطنت کشمیر کو انعام میں لیا۔ ۱۸۴۶ء میں راجہ لال سنگھ نے کاہن سنگھ کی نئی جاگیر ضبط کر لی مگر

اہالیان دربار کے عہد میں اُس کا مواجب بڑھایا گیا اور ۲۸۰۰ روپیہ مقرر ہوا اور یہ مواجب اُس کو ۱۸۴۸ء تک جبکہ مفسدہ شروع ہوا ملتا رہا ٭

اِس زمانے میں کاہن سنگھ پشاور میں ڈریگون پلٹن کا کرنیل تھا اور وہ سب سے اول اپنے قومی فریق میں شامل ہوا۔ یہ شخص نہایت بہادر اور رسالہ کا نہایت لایق افسر تھا اور فوج میں اُس کا بہت رسوخ تھا۔ تمام مہم ۴۹-۱۸۴۸ء میں وہ نہایت بہادری سے لڑتا رہا۔ وہ اور سردار جواہر سنگھ نلوہ شاید دو ہی سردار سکھوں کی فوج میں نہایت بہادر تھے۔ چلیانوالہ کی لڑائی کے بعد سکھ سرداروں کی ایک بڑی کونسل ہوئی اور کاہن سنگھ نے یہ صلاح دی کہ سرکار انگریزی کی فوج پر کُل فوج سکھ شبخوں مارے۔ مگر اور سرداروں نے اُس کو نہ مانا پھر کاہن سنگھ نے یہ صلاح دی کہ دوسرے روز علے الصباح حملہ کیا جائے۔ سردار چتر سنگھ نے اُس کی مخالفت کی اور یہ بات بہتر سمجھی کہ گجرات کو کوچ کریں اور وہاں سے لاہور کی طرف جائیں۔ اِس پر کرنیل کاہن سنگھ نے اُس کو کہا کہ تم فقط اِسواسطے نہیں لڑتے کہ تم ڈرتے ہو۔ اِس پر غصہ سے فریقین نے تلواریں سونت لیں مگر دوسرے سرداروں نے بیچ بچاؤ کر دیا اور کاہن سنگھ چتر سنگھ کو یہ کہکر کہ تو نطفہ حرام اور بزدل ہے خیمہ کو چھوڑ کر باہر چلا گیا اور اُس کے ساتھ جواہر سنگھ نلوہ بھی اُٹھ گیا۔ صرف اِسی سردار نے کاہن سنگھ کی تائید کی تھی ٭

الحاق کے بعد کرنیل کاہن سنگھ کی جاگیر ضبط ہو گئی مگر اُس کو چھ سو روپیہ سال کی پنشن ملی۔ اُس کا سب سے بڑا بیٹا پلٹن گائڈ کور میں جمعدار ہوا یہ ایک ہونہار نوجوان تھا مگر عارضہ تپ میں مبتلا ہو کر جو پشاور میں اُسے آنا شروع ہو گیا تھا ۱۸۵۶ء میں فوت ہو گیا ٭

جب ۱۸۵۷ء میں مفسدہ شروع ہوا تو کاہن سنگھ کو سب سے پہلے صاحب

چیف کمشنر نے دہلی کے محاصرے کے لئے منتخب کیا۔ اس زمانے میں کاہن سنگھ بہت بیمار تھا اور پرانا زخم جو اس نے راجہ ہیرا سنگھ کے زمانے میں کھایا تھا کھل گیا تھا مگر اس کی خواہش تھی کہ جس سرکار انگریزی کے خلاف وہ ایسی شجاعت سے لڑا تھا اب اس کی طرف سے لڑے۔ چنانچہ وہ فوراً دہلی کو ۱۵ سوار اور اٹھارہ پیادے لے کر روانہ ہوگیا اور گائیڈ پلٹن کے ساتھ جا شامل ہوا اور شہر کے فتح ہونے تک اس پلٹن کے ساتھ کام کرتا رہا۔ ایک دفعہ غنیم کے حملے سے اس کے شانے میں زخم کاری لگا اور اِس زخم کی اذیت سے اس کو کبھی کُلّی آرام نہیں ہوا۔ کاہن سنگھ ۱۸۵۷ء میں دل و جان سے خدمات انجام دیتا رہا۔ جب زخم کے سبب وہ اِس لائق نہ رہا کہ لڑائی میں شامل رہے تو اس نے خبریں حاصل کرنے میں مصروفیت رکھی اور جو سکھ غنیم کے ساتھ ہوگئے تھے ان کو سرکار انگریزی کی طرف پھیرنے میں کوشش کرتا رہا چنانچہ چالیس سکھوں سے زیادہ دشمن کی طرف سے پھر کر سرکار کی طرف آگئے۔ ۱۸۵۸ء میں سرکار نے اس کو چھ سو روپئے سال پنشن کے علاوہ اس کا پرانا گاؤں بلندی جمعی سات سو بیس روپئے اس کی حین حیات واگذار کیا۔ موضع ٹوڈی پور جمعی سات سو روپیہ اس کی حین حیات اور اس کے بعد ایک پشت کے لئے واگذار کیا اور موضع ملوکی پر یم دوام کے لئے عطا کیا۔ دہلی میں محبوب علیخاں کا ضبط شدہ مکان قیمتی ۴ ہزار روپیہ بھی اس کو دیا گیا۔

کاہن سنگھ جون ۱۸۶۴ء میں سات بیٹے چھوڑ کر فوت ہوا۔ ان میں سے ہروت سنگھ گیارھویں بنگال رسالہ میں نوکر ہوا اور ۱۸۸۲ء میں عہدہ رسالداری سے ۶۰ روپئے سالانہ پر پنشن یاب ہوا۔ اِس نے تمام گذشتہ جنگ افغانستان میں خدمات کیں۔ اس کی موت ۱۸۸۷ء میں ایسے حالات میں واقع ہوئی کہ جس سے گمان ہوتا

تھا کہ اُس کے کسی رشتہ دار نے اُسے قتل کیا لیکن جوڈیشل طور سے یہ ثابت نہ ہوسکا۔ اگرچہ مقامی حکام نے سفارش کی مگر گورنمنٹ نے اُس کے بیٹے ہیرا سنگھ[1] کو اُس کے باپ کی جگہ جاگیردار تسلیم نہیں کیا بلکہ متوفی کے بھائی بھولا سنگھ کے نام جاگیر اِس شرط سے بحال رکھی گئی کہ وہ اپنے سوتیلے بھائیوں ہری سنگھ اور بسیاکھا سنگھ کو چار چار سو روپئے دیا کرے۔ بھولا سنگھ جو اِس خاندان کا اِس وقت بزرگ ہے گیارھویں بنگال رسالہ میں جمعدار ہے۔

[1] شجرہ میں اِسکا نام ہری سنگھ درج ہوا ہے۔ مترجم

جوالا سنگھ رئیس روسہ

کرم سنگھ
|
تیج سنگھ
|
جوالا سنگھ

- چتر سنگھ
- مول سنگھ ولادت ۱۸۶۸ء
- کشن سنگھ ولادت ۱۸۵۱ء
  - بحال سنگھ ولادت ۱۸۸۶ء
- بشن سنگھ ولادت ۱۸۵۵ء

کرم سنگھ کا بیٹا تیج سنگھ چار برس تک ممالک مغربی و شمالی کی جنگی پولیس کے دوسرے ترپ میں رسالدار تھا۔ ایام غدر میں اُس نے قابل تعریف خدمات کیں اور اپریل ۱۸۵۹ء میں وہ مرزا پور کے جنگل میں مفسدوں کے ساتھ ایک لڑائی میں سخت مجروح ہوا۔ اکتوبر ۱۸۶۱ء میں جب نئی پولیس کا انتظام ہوا تو تیج سنگھ برطرف ہوا۔ یہ شخص صرف میدان جنگ میں ہی نامی نہ تھا بلکہ چیدہ افسروں میں سے تھا اور اُس کے سپاہی اُس کا بہت لحاظ اور ادب رکھتے تھے اور اُسکی فرمانبرداری کرتے تھے۔ اگرچہ تیج سنگھ خاندان روسہ میں سے ہے مگر اُس کا دور کا رشتہ اُن شاخوں سے ہے جن کے رئیس[1] اب بھولا سنگھ اور لہنا سنگھ ہیں ✣

تیج سنگھ کی وفات پر جو ۱۸۷۷ء میں ہوئی اُس کی چار سو بیس روپئے کی جاگیر اور پینسٹھ روپئے سالانہ انعام ضبط ہو گیا۔ اُس کا بیٹا جوالا سنگھ ضلع لاہور میں ذیلدار ہے ✣

[1] رئیس حال بھولا سنگھ برادر بہرہ ور سنگھ اور لہنا سنگھ پسر عطر سنگھ ہیں۔ مترجم

سردار گوردت سنگھ رئیس مراکھا

بوڑ سنگھ
جہا سنگھ
ندھان سنگھ

- گوربخش سنگھ وفات ۱۸۵۳ء
- فتح سنگھ وفات ۱۸۴۷ء
  - گوردت سنگھ ولادت ۱۸۳۶ء
    - شیر سنگھ ولادت ۱۸۶۲ء
    - پرتاب سنگھ ولادت ۱۸۶۰ء
    - ہرکشن سنگھ ولادت ۱۸۶۹ء
  - ہردت سنگھ وفات ۱۸۹۱ء
- جودھ سنگھ وفات ۱۸۵۵ء

چھوٹا سا گاؤں مراکھا کو جو لاہور سے چند میل نیچے کی جانب دریاے راوی پر واقع ہے گوردت سنگھ کے ایک بزرگ نے آباد کیا تھا اور اُس کی اولاد کئی پشت تک وہاں آباد رہی۔ جب احمد شاہ دُرّانی نے ۱۷۵۲ء میں تیسری مرتبہ پنجاب پر حملہ کیا تو بوڑ سنگھ موضع مراکھا اور دیہات متصلہ کا چودھری تھا۔ مگر لاہور میں یہ خبر پہنچی کہ موضع مراکھا قزّاقوں کا گھر ہے چنانچہ احمد شاہ نے ایک دستہ فوج کا اُس گاؤں کے تباہ کر دینے کو بھیجا۔ یہ کام اچھی طرح کیا گیا۔ موضع مراکھا پھونک دیا گیا اور اُس کے مرد عورت اور بچے قتل کیے گئے اور بوڑ سنگھ اور اُس کا بیٹا جہا سنگھ جو اُس وقت گاؤں میں موجود نہ تھے شاید دو ہی شخص تھے جو زندہ بچے۔ خواہ بوڑ سنگھ کے گاؤں کا نام صحیح یا غلط طور پر بدنام تھا مگر یہ بات تحقیق ہے کہ اُس کی تباہی کے بعد وہ قزّاقوں کے ایک گروہ کے ساتھ شامل ہو گیا اور ایک لوٹ مار کی چڑھائی میں مارا گیا۔ جہا سنگھ اپنے باپ کا پیشہ قزّاقی کرتا رہا اور سواروں کے ایک دستہ کا کسی قدر باوقعت

افسر بن گیا۔ اُس نے ڈسکہ ضلع سیالکوٹ پر تصرف کرلیا اور وہاں جاکر آباد ہوگیا۔ سردار چڑھت سنگھ سوکرچکیہ کے ساتھ وہ ہمیشہ لڑتا رہتا تھا اور قصبہ ایمن آباد کے باشندوں کے ساتھ بھی جو قریب ہی تھا حرب ضرب میں مصروف رہتا تھا۔ ایک دفعہ ایمن آباد کے لوگ گروہ بناکر آئے اور قصبہ ڈسکہ پر ناگاہ حملہ کرکے بہت سا مال لوٹ لے گئے۔ جتھا سنگھ نے سوار لے کر اُن کا تعاقب کیا اور سخت لڑائی کے بعد لوٹ واپس لی مگر جتھا سنگھ کے زخم کاری آئے۔ اُس کا بیٹا ندہان سنگھ بہادر اور اولوالعزم تھا اور اُس نے اپنے علاقے کو بہت کچھ بڑھایا۔ گردونواح کے سردار مہاں سنگھ رئیس گوجرانوالہ۔ صاحب سنگھ گجرات والہ۔ پنجاب سنگھ سیالکوٹ والہ اور جودھ سنگھ وزیرآباد والہ اُس کی طاقت پر رشک کھانے لگے اور اُس کے ساتھ متواتر لڑتے رہے چنانچہ ندہان سنگھ کہا کرتا تھا کہ ایک بسوہ زمین بھی اُس کے علاقے میں ایسی نہیں ہے جہاں آدمی اور گھوڑے مارے نہ گئے ہوں +

۱۷۹۶ء میں جب شاہ زمان نے پنجاب پر حملہ کیا تو سردار ندہان سنگھ اُن چند سرداروں میں تھا جو اُس کے آنے سے خوش ہوئے تھے۔ کیونکہ اِس کو ایک زورآور حامی کی مدد کی ضرورت تھی۔ وہ کابل کے بادشاہ سے دریائے چناب کے کنارے پر جاملا اور بادشاہ اُس کے ساتھ بہت اچھی طرح سے پیش آیا اور اُس کا تمام علاقہ اُس کے پاس بحال رکھا اور وہ لاہور اور وزیرآباد کا راستہ کھلا رکھنے کے لئے ماسور کیا گیا۔ اِس کے تھوڑے عرصے بعد جب رنجیت سنگھ کو فروغ ہوا تو اُس نے ندہان سنگھ کو اپنے حضور میں طلب کیا مگر اِس دلیر سردار نے انکار کیا اور آخرکار ۱۸۰۷ء میں یہ سردار ڈھائی سو سوار لیکر ملتان کی مہم میں مہاراجہ کے ساتھ جانے کو راضی ہوا۔ مہم کے ختم ہونے کے بعد

ندہان سنگھ رنجیت سنگھ کے خلاف حکم ڈسکے کو واپس چلا گیا اور مہاراجہ نے اِس سرکش سردار کو سزا دینے کا ارادہ کیا۔ مہاراجہ نے قلعہ ڈسکہ کا محاصرہ کیا اور بڑی بھنگی توپ اُس کے اوپر لگائی جو فقط بڑے نازک وقت کام میں لائی جاتی تھی۔ ایک مہینے کے محاصرے کے بعد ندہان سنگھ کو مجبوراً اطاعت قبول کرنی پڑی اور مہاراجہ نے جب اُس کی حفاظت اور جان بخشی کا بابا ملک راج اور بیدی جمعیت سنگھ کی معرفت وعدہ کیا تو وہ لشکر میں آیا مگر خلاف وعدہ اُس کو گرفتار کرکے مہاراجہ نے پاسجولاں قید کیا۔ گورو اِس فتح وعدہ کے سبب نہایت ناراض ہوئے اور رنجیت سنگھ پر دھرنا دے کر بیٹھے تاوقتیکہ مہاراجہ نے ندہان سنگھ کو رہا کر دیا۔ ندہان سنگھ فوراً کشمیر کو بھاگ گیا اور عطا محمد خاں کی سرکار میں ملازمت اختیار کر لی۔ مگر مہاراجہ نے اُس کو تھوڑے ہی عرصے کے بعد واپس طلب کر لیا اور اُس کے علاقہ کا بڑا حصہ بعوض خدمات سو سواروں کے اُس کو واپس دے دیا۔ ۱۸۲۲ء میں منکیرہ کی فتح کے بعد اُس کو علاقہ بہار پور متصل ڈیرہ اسمعیلخاں جمعی اسی ہزار روپے عطا ہوا مگر یہ علاقہ تھوڑے عرصے کے بعد نواب کو واپس دے دیا گیا اور ندہان سنگھ کو اُس کے عوض ایک بڑی جاگیر ہزارے میں عطا ہوئی جہاں وہ کچھ عرصہ تک رہا۔ پائندہ خاں کے ساتھ ایک لڑائی کے بعد جس میں وہ سخت زخمی ہوا تھا ندہان سنگھ نے درخواست کی کہ ایسی تکلیف کی نوکری سے مجھے معاف رکھا جائے چنانچہ ۱۸۲۴ء میں وہ شاہزادہ کھڑک سنگھ کے ماتحت مامور ہوا اور ۱۸۲۷ء میں ۷۰۰ روپیہ ماہوار سواجب پر گھوڑ چڑھوں میں تبدیل کیا گیا۔ اِس فوج میں وہ ۱۸۳۴ء تک رہا اور اِس کے بعد ہرا کھا کو چلا گیا جہاں وہ پانچ سال بعد مرگیا۔

ندہان سنگھ ملقب ہٹو یا اٹو کے مشہور تھا اور وجہ تسمیہ دو بتائی جاتی ہیں ایک یہ کہ ہٹو پنجابی ہٹ سے مشتق ہے جس کے معنے بہادری ہے دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ پنجاب میں اٹھ آٹھ کو کہتے ہیں اور روائت یہ ہے کہ ایک عورت اِس خاندان میں ایسی خوش نصیب تھی کہ اُس کے آٹھ شوہر تھے مگر اِس وجہ تسمیہ کے واسطے کچھ عمدہ سند نہیں ہے ۔

سردار فتح سنگھ اپنے باپ کی پلٹن میں بھرتی ہوگیا اور یہاں سے اِس کا سلسلہ ملازمت شروع ہوا۔ اِس پلٹن میں وہ ۱۸۲۷ء تک رہا اُس کے بعد وہ گھوڑ چڑھے کلان میں تبدیل کیا گیا اور دو سال کے بعد دھنتی کے بریگیڈ میں مہکم راج کے ماتحت ۹۰ روپئے ماہوار پر مامور ہوا۔ ۱۸۳۵ء میں فتح سنگھ مہاراج کے ساتھ پشاور گیا جہانکہ دوست محمد خاں کو مہاراجہ نے حکمت عملی سے زیر کیا اور ۱۸۴۲ء میں ارجن سنگھ رنگڑھ ننگلیہ کے ماتحت کلو کو بھیجا گیا جہاں اُسوقت کچھ فساد تھا۔ امام الدین خاں کے ساتھ وہ کشمیر کو گیا اور راجہ ہیرا سنگھ کی وفات کے بعد راجوری اور پونچھ کو ایک مفسدے کے فرو کرنے کے واسطے بھیجا گیا۔ ستلج کی لڑائی میں فتح سنگھ جنرل گلاب سنگھ پہوونڈیہ کے ماتحت مہاراجہ صاحب اور شہر لاہور کی حفاظت کے لئے لاہور میں رہا اور جب لڑائی ہو چکی تو وہ نئی پلٹن سورج مکھی کا کمان افسر مقرر ہوا۔ ۱۸۴۷ء میں وہ لفٹنٹ بعد ازاں سر اڈورڈس کے ساتھ بنوں کو بھیجا گیا اور ملتان کی تمام لڑائی میں خدمات انجام دیتا رہا۔ کنیری اور سدوزم کی لڑائیوں میں وہ اپنی پلٹن کے ساتھ کام کرتا رہا اور ملتان کے دونوں محاصروں میں اُس کا ذاتی اور اُس کے سپاہیوں کا طریق بہت ہی اچھا رہا۔ ۱۸۵۷ء میں وہ انبالہ میں پولیس کی پلٹن کا کمان افسر تھا اور انبالہ اور دہلی میں اُس نے قابل تعریف خدمات کیں۔ ۱۸۶۲ء میں وہ برطرف ہوا اور ڈہائی

سو روپئے ماہوار کی پنشن اور چھ سو ایکڑ بنجر زمین اُس کو لکھو وال میں عطا ہوئی۔
اِس کے علاوہ اُس کے پاس موضع مراکھا میں تین سو روپئے کی جاگیر تھی
جہاں وہ رہتا تھا اور اِس گاؤں کے حقوق ملکیت بھی اُس کے پاس تھے ۔
سردار فتح سنگھ ۱۸۷۳ء میں مرگیا۔ اُس کا بیٹا گوروت سنگھ پہلے سورج مکھی
پلٹن میں تیس روپئے ماہوار پر جمعدار مقرر ہوا تھا اُس کے بعد وہ صوبہ دار مقرر
ہوا اور پانچویں پولیس پلٹن میں ڈیڑھ سو روپئے کے مشاہرہ پر اجیٹن ہو گیا
مگر ۱۸۶۲ء میں جب پولیس کی عام تخفیف ہوئی تو وہ ۱۵۰ سو روپیہ انعام پاکر
برطرف ہوا۔ اُس نے پھر پولس میں ملازمت اختیار کر لی اور اب وہ ضلع
منٹگمری میں بمشاہرہ دو سو روپئے ماہوار انسپکٹر ہے۔ اُس کے باپ کی جلین حیات
پنشن اور سویم حصے کی جاگیر ضبط ہو گئی ہے۔ اسکا بڑا بیٹا شیر سنگھ چند سال تک
پولیس میں ڈپٹی انسپکٹر رہا مگر تھوڑے عرصے سے وہ ملازمت سے سبکدوش
ہو گیا ہے۔ اِس کا دوسرا بیٹا پرتاب سنگھ جنگی ملازمت کا امیدوار ہے ❖

فتح سنگھ کے سوتیلے بھائی جودھ سنگھ نے اپنا مذہب اِس لئے بدل ڈالا
کہ اُس کے ذمہ کچھ قرض تھا جس کے ادا کرنے کی اُس کو گنجایش نہ تھی۔ اُس
نے راولپنڈی میں ایک سوداگر سے ایک خوبصورت اور بیش قیمت گھوڑا خریدا
تھا اور اُس کی قیمت وہ ادا نہ کر سکا۔ اُس نے اپنے باپ سے روپیہ مانگا مگر ندمان سنگھ
کے پاس روپیہ دینے کو نہ تھا آخر کار جب اُس نے دیکھا کہ میں قیمت نہیں دے
سکتا ہوں اور گھوڑے کو بھی واپس دینا نہ چاہا تو وہ سوار ہو کر کابل کو چلا گیا اور
وہاں مسلمان ہو گیا اور ۱۸۵۵ء میں وہیں ایک بیٹا سردول سنگھ چھوڑ کر مرگیا جو
اِس فوج میں چند سال صوبہ دار رہا۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ سردول سنگھ پنشن یاب
یا پانچ سال ہو

سرب دیال

کنہیا لعل
وفات ۱۸۰۸ء
|
لچھمنداس
وفات ۱۸۲۰ء
|
مولراج
وفات ۱۸۱۹ء
|
متوا سنگھ
مرگیا

سکھدیال	ہردیال	جے دیال	سَربدیال
وفات ۱۸۶۷ء	ولادت ۱۸۵۵ء	ولادت ۱۸۶۵ء	ولادت ۱۸۶۰ء

برج لعل
ولادت ۱۸۶۳ء

متوا سنگھ کا پڑدادا کنہیا لعل سردار سوبھا سنگھ کنہیہ کا نوکر تھا جو اُن تین سرداروں میں سے تھا جنہوں نے مسلمان ناظم سے لاہور چھینا تھا۔ یہ شخص چھوٹی سی حیثیت کا آدمی تھا اور جب رنجیت سنگھ نے شہر پر تصرف کر لیا تو اُس نے ملازمت ترک کر دی اور تھوڑے ہی عرصے بعد مر گیا۔ اُس کے بیٹے لچھمنداس نے جب پنجاب میں روزگار ملتا نہ دیکھا تو وہ کابل چلا گیا اور وہاں معلم ہو گیا مگر اپنے مرنے سے تین برس پہلے وہ اپنے وطن کو واپس آیا اور مقام تیجا میں عارضہ فالج میں مبتلا ہو کر سنہ ۱۸۲۰ء میں مر گیا۔ اُس کا بیٹا مولراج اُس سے ایک سال پہلے مر چکا تھا*

متوا سنگھ نے سنہ ۱۸۳۲ء میں مہاراجہ کی نوکری کی تھی اور کرنیل وین کورٹ لینڈ کی پلٹن میں بھرتی ہوا تھا۔ سنہ ۱۸۳۷ء میں اُس کو کلکتہ والی پلٹن کی کمان افسری ملی مگر سنہ ۱۸۴۲ء میں پھر کرنیل وین کورٹ لینڈ کے ماتحت مامور ہوا۔ سنہ ۱۸۴۴ء

میں اُس کو اجیٹن کا عہدہ ملا۔ ستلج کی لڑائی کے بعد اُس کی تبدیلی سورج مکھی پلٹن میں ہوئی اور جب ملتان کا فساد ہوا تو وہ اُس پلٹن میں بعہدہ اجیٹن تھا اور ڈیرہ اسمٰعیلخاں میں تعینات تھا۔ تمام لڑائی اور ملتان کے دونوں محاصروں میں وہ خدمات کرتا رہا اور پنجاب کے الحاق پر وہ ساتویں پلٹن پولیس کا اجیٹن مقرر ہوا جس کے بھرتی کرنے اور ترتیب دینے میں اُس نے مدد دی تھی + بہادر کرنیل سبحان خاں کی وفات پر جو پہلی پنجاب پولیس پلٹن لاہور کا کمان افسر تھا موتا سنگھ اُس کی جگہ مقرر ہوا۔ یہ تقرر ماہ ستمبر ۱۸۵۷ء میں قبل از فتح دہلی ہوا تھا اور موتا سنگھ کی نمک حلالی اور اقتدار کی ضرور بہت کچھ قدر ہوئی ہو گی کیونکہ ایک مسلح پلٹن پر افسری کے لئے اُسے انتخاب کیا گیا جو دارالسلطنت پنجاب میں تھی اور میانمیر کی چھاونی میں جو قریب ہی ہے چار ہزار سپاہی ایسے تھے جو باغی ہو گئے تھے اور جن کے ہتھیار چھین لئے گئے تھے۔ موتا سنگھ نے اپنی اہم خدمات کو افسران کے اطمینان کے قابل انجام دیا اُس کی پلٹن نے جیلخانہ اور خزانوں اور سول عدالتوں کی محافظت کی اور شہر لاہور میں امن قائم رکھا۔ گوگیرہ کے ضلع میں جہاں فساد ہوا تھا اُس کی پلٹن کے ایک دستہ نے عمدہ خدمات کیں۔ یکم جولائی ۱۸۶۱ء کو جنگی پولیس توڑ دی گئی اور موتا سنگھ کی پلٹن کے آدمی سول پولیس میں منتقل ہو گئے۔ پس کمان افسر کی خدمات کی ضرورت نہیں رہی اور چونکہ وہ عمر رسیدہ آدمی تھا اسلئے اُس نے ملازمت سے سبکدوشی اختیار کی +

موتا سنگھ کو خطاب سردار بہادر کا مع تمغہ برٹش انڈیا آرڈر کے ملا اور بحکم گورنمنٹ عالیہ کشور ہند مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۸۶۱ء اُس کو تین ہزار روپئے سال کی جاین حیات پنشن ملی جس میں آرڈر آف برٹش انڈیا کا الاونس بھی شامل تھا اور علاوہ اِسکے اُسکو چھ سو ایکڑ بنجر اراضی لاہور میں ملی۔ اِس اراضی کے حقوق ملکیت اُسکے خاندان میں دوامی کیلئے رہینگے

موتا سنگھ کو مرے چند سال ہوئے ہیں۔ اُس کا تیسرا بیٹا سرب دیال اب اِس خاندان کا بزرگ ہے۔ موتا سنگھ کے بیٹے اب اُس جاگیر کی زمین کے مالک ہیں جس پر موضع موتاوالہ بسایا گیا ہے۔ اِس ضلع میں وہ بہت نامی گرامی نہیں ہیں*

سوجیت سنگھ بھوونڈیہ

کرم سنگھ

گلاب سنگھ
وفات ۱۸۵۴ء

آلا سنگھ
وفات ۱۸۵۴ء

لہنا سنگھ
وفات ۱۸۵۶ء

کشن سنگھ مرگیا — ہرت سنگھ — گوپال سنگھ — عیلے سنگھ

سجیت سنگھ

کرم سنگھ اور اُس کے تین بھائی اُن سکھوں میں سے تھے جنہوں نے اٹھارھویں صدی کے آخری نصف حصہ میں دوآبہ جالندھر کو تاخت وتاراج کرکے اُس پر قبضہ کرلیا تھا۔ اُنھوں نے سرن پور میں کچھ علاقہ جمعی ۸ ہزار روپئے اپنے قبضہ میں کرلیا تھا اور اُس پر اپنی حین حیات تک قابض رہے تھے۔ سب بھائی سوائے کرم سنگھ کے لاولد مرگئے اور سنہ ۱۸۱۱ء میں گلاب سنگھ جب علاقہ پر قابض ہوا تو رنجیت سنگھ نے دوآبہ جالندھر کے میدانی ملک کو فتح کرلیا اور گلاب سنگھ اپنے مسکن موضع بھونڈو واپس چلاگیا۔ اُس کے بعد اُس نے رنجیت سنگھ کی نوکری اختیار کرلی اور موضع مذکور اُس کو جاگیر میں ملا اور وہ عہدہ اجیٹنی پر مقرر ہوا مصر دیوان چند کے ماتحت وہ کشمیر اور نور پور میں قابل تعریف خدمات انجام دیتا رہا اور کشمیر کے فتح ہونے کے بعد اُس کو عہدہ کمان افسری ملا اور موضع سدھو اُس کو جاگیر میں عطا ہوا۔ سنہ ۱۸۱۸ء میں ملتان کے فتح ہونے کے بعد وہ کرنیل ہوگیا اور دوسرے سال منکیرہ میں اُس نے ایسی عمدہ خدمت کی کہ اُس کو گوگیرہ کے قریب موضع اکبر پور جمعی پانسو روپیہ مع ایک ہاتھی اور بیش قیمت خلعت کے مرحمت ہوا۔

گلاب سنگھ چند سال پشاور میں مامور رہا اور علی اکبر خاں اور دوست محمد خاں کے مقابلے میں وہ اکثر لڑائیوں میں لڑتا رہا۔ پشاور کی پہلی مہم میں اُس نے ایک جگہہ پایاب اُترنے کی دریافت کی اور اپنی فوج کو اُس جگہہ سے ساری فوج سے آگے دریا پار لے گیا جس سے مہاراجہ رنجیت سنگھ نہایت خوش ہوئے ٭

سنہ ۱۸۲۶ء میں اُس کو تین پیادہ اور دو رسالوں کی مع ایک ترپ توپ خانے کے کمان افسری ملی اور اُسی سال اِس کا بیٹا اَلا سنگھ نوکر ہوا اور اپنے باپ کے ماتحت کمان افسر مقرر ہوا اور جاگیر بھی اُس کے باپ سے اُس کو علیحدہ ملی ـ

سنہ ۱۸۳۹ء میں جب اوّل ہی اوّل فوج آئین بریگیڈوں میں ترتیب دی گئی تو گلاب سنگھ کو عہدہ جنرل کا ملا اور اِسی بریگیڈ اور اِسی عہدے پر وہ مہاراجہ کھڑک سنگھ کے تمام عہد سلطنت میں مامور رہا ٭

سنہ ۱۸۳۷ء میں گلاب سنگھ گوجرانوالہ کو اِس حکم سے بھیجا گیا تھا کہ سردار ہری سنگھ نلوہ کی جایداد ضبط کرے جو پشاور میں مارا گیا تھا اور اُس کے چار بیٹے جانشینی کی بابت لڑ رہے تھے۔ گلاب سنگھ نے ارجن سنگھ اور پنجاب سنگھ کو اُن کی مورچہ بندی سے نکال لیا اور ارجن سنگھ کو دھمکایا کہ پھانسی دے دونگا اور کل مال اور علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ ارجن سنگھ نے بدلہ لینے کا ارادہ کر لیا اور جب شیر سنگھ بادشاہ ہوا تو ہر ایک کو اپنے صحیح یا خیالی نقصانوں کا بدلہ نکالنے کا موقع مل گیا اُس وقت ارجن سنگھ نے چھوٹے ڈیرے جہاں گلاب سنگھ رہتا تھا حملہ کیا اور اُس کو پھونک دیا۔ جنرل گلاب سنگھ اپنی جان بچا کر جموں کو بھاگ گیا اور وہاں کچھ عرصہ تک زیر حمایت راجہ گلاب سنگھ رہا تا وقتیکہ مہاراجہ نے دھیان سنگھ کی صلاح سے اُس کو واپس بُلا لیا اور اُس سپاہ کا کمان افسر مقرر کیا جو کابل کی مہم میں سرکار انگریزی کی مدد کے واسطے مامور ہوئی تھی ـ گلاب سنگھ کرنیل لارنس صاحب کے ساتھ کابل

کو گیا اور اُس کی خدمتوں اور ملک کی واقفیت سے بہت فائدہ ہوا۔ راجہ ہیرا سنگھ نے جس کا خاندان ہمیشہ گلاب سنگھ کے ساتھ سلوک کرتا رہا تھا مہاراجہ شیر سنگھ کی وفات کے بعد گلاب سنگھ کو نئی جاگیر جمعی ۷۲۵ روپیہ کی دی اور کرنیل آلا سنگھ کو مواجب نقد و جاگیر بقدر دو ہزار روپیہ کے ملا *

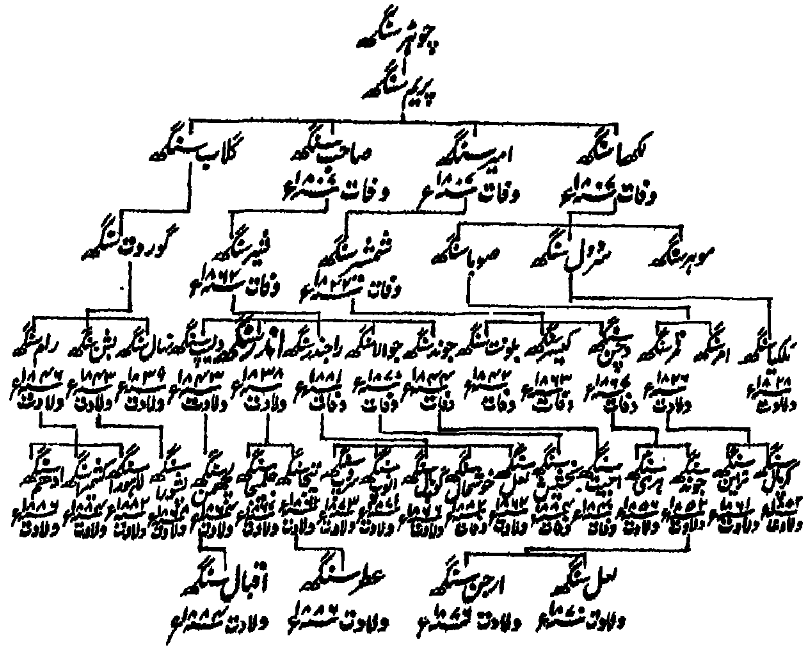
گلاب سنگھ ستلج کی لڑائی میں شریک نہیں ہوا اور اُس کی فوج لاہور میں مہاراجہ کی حفاظت کے واسطے مقیم رہی۔ اپریل ۱۸۴۷ء میں صاحب رزیڈنٹ کی سفارش سے گلاب سنگھ پشاور کا ناظم مقرر ہوا اور چونکہ اسوقت وہ سینیئر جنرل تھا اسلیئے جتنی فوج اُس چھاؤنی میں تھی اُس پر اُس کو افسر کیا گیا۔ گلاب سنگھ کے اِس بڑے رتبے پر ترقی ہونے کے سبب فوج خالصہ بہت خوش ہوئی کیونکہ اِس بہادر پیر مرد سے فوج کو محبت تھی اور فوج اُس کا بہت ادب بھی کرتی تھی۔ بعد ازاں اُس کو خطاب سرداری کا ملا اور ۲۶ دسمبر ۱۸۴۷ء کو لاہور کے ایک دربار میں اُسکو بہادری کا خطاب عطا ہوا۔ سردار گلاب سنگھ نے اپنے نئے عہدہ کی خدمتوں کو لیاقت اور دانشمندی کے ساتھ انجام دیا اور جب ملتان کا مفسدہ ہوا تو اُس نے میجر جارج لارنس کو جو اُسوقت پشاور کے حاکم تھے ضلع میں امن قائم رکھنے میں دل و جان سے مدد دی۔ چھ مہینے تک جبکہ ملک میں بغاوت زیادہ ہی زیادہ پھیلتی جاتی تھی گلاب سنگھ کے دباؤ اور اُس کے بیٹے اور اُس کے نائب آلا سنگھ کے اقتدار سے فوج سکھ جو بھڑک گئی تھی مطیع رہی مگر جب سردار چتر سنگھ پشاور کے قریب پہنچا تو فوج زیادہ دیر تک نہ تھم سکی اور علانیہ سرکش ہو گئی۔ میجر لارنس صاحب پشاور میں اُسوقت تک رہے جب تک کہ ذرہ بھی امید باقی رہی مگر آخر کار وہ کوہاٹ کو چلے گئے۔ گلاب سنگھ اور آلا سنگھ صاحب موصوف کے ساتھ جاتے مگر جنرل گلاب سنگھ ایسا ضعیف تھا کہ اُس سے جلدی سفر نہیں کیا جا سکتا تھا اور آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ وہ

شمیر گڈھ کے قلعے میں چلا جائے اور سرکشوں سے کچھ شرائط طے کرے مگر اس بہادر سردار نے کوئی ایسی شرط نہیں مانی جس سے اُس کی عزت میں فرق آتا۔ دونوں گلاب سنگھ اور اُس کا بیٹا گورنمنٹ کے وفادار رہے اور فوج سکھ نے یہ دیکھ کر کہ یہ دونوں نہ روپئے کی طمع سے بہکانے میں آتے ہیں نہ دھمکی سے خوف کھاتے ہیں انہیں اُسوقت تک قید رکھا جبکہ سرکار انگریزی کی فتح ہوئی اور اُسوقت سرکار انگریزی نے اُن کو رہا کیا +

الحاق پنجاب کے بعد سردار گلاب سنگھ کی کُل جاگیر بقدر ۷۵۰۰ روپئے کے اسکی حین حیات واگذار ہوئی علےٰ ہذا القیاس اُس کے دونوں بیٹوں آلا سنگھ اور لہنا سنگھ کی جاگیریں بقدر تین ہزار روپیہ اور [illegible] کے واگذار ہوئیں۔ گلاب سنگھ اور اُس کے بیٹے سب مر چکے ہیں۔ گلاب سنگھ اور آلا سنگھ ۱۸۵۴ء میں فوت ہوئے۔ آلا سنگھ کے تین بیٹے ہیں نہ اُن کو جاگیر ملتی ہے نہ پنشن +

۱۸۵۷ء میں ہری سنگھ نے جو سردار گلاب سنگھ کا نوکر تھا سرکار میں اطلاع دی کہ ۵۵ ہزار روپیہ ایک مکان کے اندر جو گلاب سنگھ کا تھا مدفون ملیگا اور جب تلاشی ہوئی تو روپیہ ملا اور یہ خزانہ سرکار میں جمع ہوا۔ اس روپئے کا گلاب سنگھ کی بیوہ نند کور اور لہنا سنگھ کی بیوگان نے دعوے کیا اور اُن کے حق میں بحصص مساوی اس روپئے کی ڈگری ہوئی۔ یہ روپیہ بعد ازاں کشن سنگھ کو ملا اور اِس نے اِسے فضول خرچی میں اُڑا دیا۔ اِس کا بیٹا سوجیت سنگھ گمنامی کی حالت میں موضع پیرو تحصیل قصور ضلع لاہور میں رہتا ہے۔ یہ تھوڑا عرصہ گیارھویں بنگال رسالہ میں نوکر رہا ہے۔ اسوقت اِس خاندان کو اِس جگہ کوئی بڑی وقعت حاصل نہیں ہے +

سردار اندر سنگھ ٹھیٹھر



چوہڑ سنگھ سندھو جٹ اور چودھری موضع ٹھیٹھر متصل لاہور اس خاندان میں سے اول شخص تھا جس نے سنہ۱۷۴۰ء کے قریب سکھ دھرم اختیار کیا۔ اُس کا پوتا لکھا سنگھ سردار چڑت سنگھ سوکرچکیہ کے سواروں میں ملازم ہوا اور اُس کو علاقہ رنجیت گڑھ مع چار دیہات علاقہ گوجرانوالہ کے جاگیر میں ملا۔ سردار چڑت سنگھ کی جو عرصہ تک بھنگی مسل سے لڑائی رہی اُس میں لکھا سنگھ مع اپنے تین بھائیوں کے اپنے آقا کی جانب سے لڑتا رہا۔ دھرم سنگھ المعروف بہ پرتشا کے مقابل لڑائی میں اُس نے نمایاں خدمات کیں۔ کیونکہ چڑت سنگھ کی وفات کے بعد دھرم سنگھ اُس کے جانشین کی کم سنی اور ناتوانی کے بھروسے پر سوکرچکیہ مسل کا اصلی اختیار اپنے

ہاتھ میں لے لینا چاہتا تھا۔ شمیر سنگھ نے پہلے پہل چھچھوں کے ساتھ ایک لڑائی میں نام پایا۔ چھچھوں کو مہاں سنگھ نے رام نگر سے نکال دیا تھا اور انہوں نے بمقام سنچر متصل رام نگر رنجیت سنگھ کو تقریباً شکست دی تھی۔ مہاراجہ کے ذہن میں یہ بات سما گئی کہ لڑائی میں توپ بندوق کی نسبت تلوار زیادہ کارگر ہوتی ہے اسلئے انہوں نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ لڑائی میں فقط تلواروں سے لڑیں۔ شمیر سنگھ نے اپنی بندوق رکھ چھوڑی تھی اور بڑے نازک وقت میں جب کہ مہاراجہ کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اس نے چھچھوں کے سردار کو گولی سے مار دیا۔ شمیر سنگھ مشہور نشانہ باز تھا مگر وہ کمان کو بندوق پر ترجیح دیتا تھا اور اسکے ہاتھ میں کمان حقیقت میں مہلک ہتیار تھا۔ ۱۸۰۸ء میں اس نے مہاراجہ کے حکم سے امرتسر میں قلعہ گوبندگڈھ بنوایا۔ اسجگہ ایک قلعہ پہلے تھا جس کو سردار گوجر سنگھ بھنگی نے بنوایا تھا مگر وہ کچھ بہت مضبوط نہ تھا۔ شمیر سنگھ اس نئے قلعے کا تھانہ دار مقرر ہوا اور کئی سال تک اسی عہدے پر رہا۔ اس کے بعد فقیر امام الدین تھانہ دار ہوا۔ شمیر سنگھ نے کئی مہموں میں کام دیا اور کوٹ بڈھے خاں میں جہاں قصور کے پٹھانوں سے لڑائی ہوئی تھی غنیم کے ایک نیزہ بردار نے جبکہ شمیر سنگھ اپنی دل پسند تیر اندازی میں مصروف تھا پشت کی طرف سے حملہ کرکے اس کو ہلاک ہی کر دیا تھا مگر جان بچ رہی اسوقت شمیر سنگھ کو معلوم ہوا کہ کمان نزدیک کی لڑائی میں کچھ کام نہیں دیتی۔ اس قصور کی مہم میں لکھا سنگھ مارا گیا اور پھر اسی سال میں اسکے بھائی امیر سنگھ اور صاحب سنگھ بھی مارے گئے امیر سنگھ کوہستان کانگڑہ میں اور صاحب سنگھ سوجان پور کے متصل کام آئے۔ ۱۸۱۹ء میں شمیر سنگھ کی تبدیلی نور پور کو بعہدہ تھانہ داری ہوئی۔ وہ ۱۸۲۲ء میں مر گیا اور اس کے بڑے بیٹے کو اس کی جاگیر ملی۔ وچن سنگھ نے پشاور کشمیر تیڑی اور

بہت سے اور مقاموں میں تعریف کے لائق خدمات کیں۔ ۱۸۴۸ء میں وہ مع اپنے سواروں کے زیر حکم سردار لعل سنگھ کالیانوالہ ملتان کو بھیجا گیا تھا مگر وہاں وہ مفسدوں کے ساتھ شامل ہوگیا اور انگریزوں کے خلاف رام نگر اور گجرات میں لڑا۔ الحاق پنجاب کے بعد اس کی جاگیر ضبط کی گئی اور اس کو سو روپیہ نقد پنشن ملی جو اب تک اس کو ملتی ہے۔ یہ نصف موضع ٹھٹیر واقع ضلع لاہور کا مالک بھی ہے۔ اس کا بھائی کیسر سنگھ جس کو ایک سو بیس روپیہ کی پنشن ملتی تھی ۱۸۶۳ء میں مرگیا۔ اس خاندان کے کئی آدمیوں نے ۱۸۵۷ء میں نوکری اختیار کرلی۔ راجندر سنگھ ہڈسن صاحب کے رسالہ میں دفعدار ہوا اور اس کا بھائی اندر سنگھ جو اب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کا اڈیکانگ ہے اور قمر سنگھ بعہدہ جمعدار اور ملکیا سنگھ بعہدہ دفعدار رسالہ گائڈ میں بھرتی ہوئے۔ گوروت سنگھ کے بیٹے بشن سنگھ نے چین میں عمدہ خدمات کیں ٭

اس وقت اس خاندان میں مشہور آدمی سردار اندر سنگھ پولس انسپکٹر ہے۔ جو سر جان لارنس کے عہد سے لے کر ہر ایک لفٹنٹ گورنر پنجاب کے اردلیوں کا افسر رہا ہے۔ اس کے پاس لارڈ لارنس سر رابرٹ منٹگمری سر ہنری ڈیورنڈ سر رابرٹ اجرٹن اور سر چارلس ایچیسن صاحب کی عطا کی ہوئی عمدہ سندات ہیں۔ یہ بات بھی قابل تذکرہ ہے کہ اندر سنگھ کا دادا صاحب سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ایام طفولیت میں ہر وقت ان کی خدمت میں حاضر باش رہتا تھا اور مہاراجہ کو تلوار کے کرتب و زین سواری اسی نے سکھلائی تھی۔ وہ اکثر ابتدائی مہموں میں مہاراجہ کے ہمرکاب رہا۔ اندر سنگھ کے باپ شیر سنگھ کو شمشیر زنی کی اعلےٰ قابلیت کے باعث استاد کا لقب ملا تھا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں وہ باوقار اہلکار تھا اور سرحدیوں کی کئی لڑائیوں میں وہ شامل رہا۔ ایک موقع پر مقام

اٹک میں اُسکی ران میں توپ کے گولے سے سخت زخم آیا۔

اِس خاندان کے نوجوان اب بھی سپاہگری کرتے ہیں اور اکثر رسالوں میں نوکر ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ اندر سنگھ کا بیٹا تیج سنگھ سر ویسٹ رجوے صاحب کی اردلی میں گیا جب کہ وہ سرکار انگریزی کی طرف سے بہ حیثیت کمشنر سرحد افغانستان کے تصفیئے کیواسطے بھیجے گئے تھے[1]۔

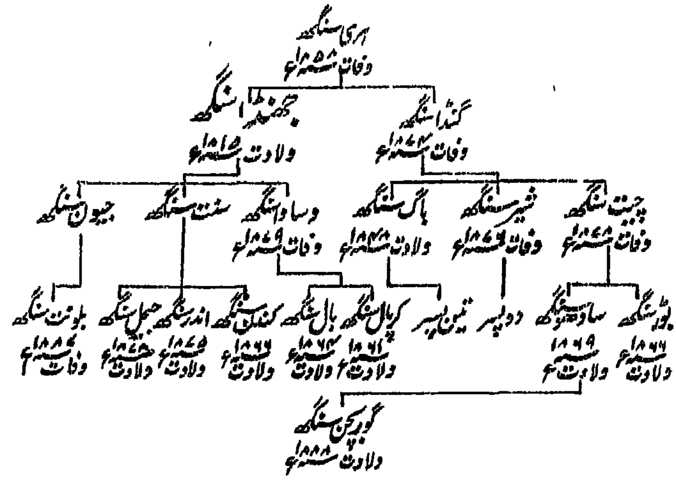
سردار اندر سنگھ کا چھوٹا بیٹا جلمیجا سنگھ پنجاب کے پہلے رسالہ میں جمعدار ہے۔ اندر سنگھ کے بھائی راجندر سنگھ نے ۱۸۵۷ء کے غدر میں بمقام لکھنؤ عمدہ خدمات کیں۔ وہ فرسٹ رلیف کے وقت موجود تھا اور مہم کے اور کئی خطرناک موقعوں پہ بھی حاضر تھا۔ ملک حبش اور کالہ ڈھاکہ کی پہلی لڑائی اور جنگ افغانستان میں بھی اُس نے خدمات کیں۔ کابل سے واپس آکر تھوڑے عرصے کے بعد وہ ۱۸۸۱ء میں مرگیا۔ اُس کی عمدہ خدمات کے صلے میں اُس کے وارثان کو ایک خاص پنشن ۱۲۰ روپئے سال کی ملی۔ اُس کا ایک بیٹا خوشحال سنگھ دسویں بنگال رسالہ میں ملازم ہی تھا کہ اُسے موت نے آگھیرا۔ اُس کا دوسرا بیٹا لعل سنگھ اُسی رسالہ میں دفعدار ہے۔ راجندر سنگھ کا بھائی دلیپ سنگھ ریاست بہاولپور کے رسالہ میں رسالدار ہے اور گذشتہ جنگ افغانستان میں وہ موجود تھا۔ اُس کا چچازاد بھائی کرپال سنگھ گائیڈز میں دفعدار ہے۔ اِس خاندان کے اور بھی تین آدمی اُنیسویں بنگال رسالہ میں نوکر ہیں اور باقی دس آدمی اپنے گھر میں اُن پنشنوں

[1] اِس کی خدمات کی تشریح اُس کا باپ انکسار کے ساتھ اِس طرح پر ظاہر کرتا ہے۔ کہ دریاے حاموں پر سخت آندھیوں میں یوروپین افسران کے خیمہ جات لگانے میں جبکہ وہ آندھی سے گرجاتے تھے اُسے سخت مشقت اُٹھانی پڑی خیمہ نمبر پچیس برفباری میں اپنے یوروپین افسران کے واسطے کھانے کا سامان لیجانے کے باعث وہ مارے سردی کے اکڑ گیا اور ادھموا ہوگیا صرف رحمدل انگریزی افسروں اور دیسی ساتھیوں کی کامل توجہ و خبرگیری سے وہ پھر جانبر ہوا۔ اِن خدمات اور نیز دیگر خدمات کے صلے میں جب وہ واپس آیا تو اُسے پنجاب میں ڈپٹی انسپکٹر پولیس مقرر کیا گیا۔

سے اپنا گذارہ کر رہے ہیں جو اُنہوں نے مختلف مقامات ہندوستان میں سالہا سال کی سخت محنت سے حاصل کی ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی آسایش کے واسطے کافی سرمایہ بچایا ہے اسواسطے یہ خاندان مرفع الحال ہے۔ ۱۸۸۵ء میں سردار اندر سنگھ کو اُس کے موضع ٹھیٹر تحصیل لاہور کے نزدیک رکھ لدھڑ سے چھ سو بیگھہ اراضی میں حقوق ملکیت ملے تھے۔ اسی رکھ میں اُس کی جاگیر سات سو بیگھہ کی ہے جس کی ملکیت اُس نے سرکار انگریزی سے خرید لی ہے۔ اِس کے علاوہ موضع ٹھیٹر میں علاوہ جدی حصے کے سات سو بیگہ اراضی کا وہ مالک ہے۔ اِس کے جدی حصہ میں چھ سو بیگھہ اراضی واقع موضع ٹھیٹر ایک چاہ مع باغ واقع موضع سندھا تحصیل لاہور اور ایک سو بیگھہ اراضی واقع بالی گڈھی تحصیل شرقپور کا چوتھا حصہ ہے اُسکے تینوں بھائی دو دو سو بیگھہ اراضی واقع رکھ لدھڑ کے مالک ہیں جو اندر سنگھ کی اراضی سے بالکل علیحدہ ہے ٭

سردار اندر سنگھ ضلع لاہور کا وائسریگل درباری ہے ٭

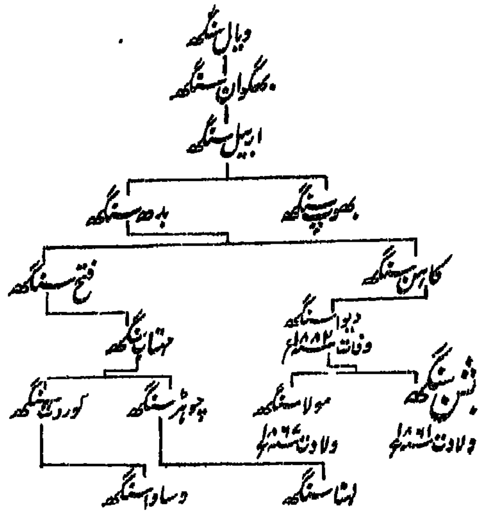
جھنڈا سنگھ رئیس پھلاں واسیہ



یہ سندھو خاندان کسی خاص بیان کا محتاج نہیں ہے۔ امیر سنگھ جو ایک عمدہ سپاہی تھا منچر میں مارا گیا تھا اور اُس کا بھائی کرم سنگھ ڈسکہ میں سنہ ۱۸۰۱ء میں مارا گیا۔ کرم سنگھ کے چار بیٹے اردلیوں میں اور پھر راجہ ہیرا سنگھ کے بریگیڈ میں ملازم تھے۔ اِس خاندان کے تین آدمی یعنی امیر سنگھ دل سنگھ اور گنڈا سنگھ پشاور میں مفسدوں کے ساتھ سنہ ۱۸۴۸ء میں شامل ہوگئے اِسلیئے اُن کی جاگیریں ضبط کی گئیں۔ ہری سنگھ کے بیٹوں کے پاس جو سنہ ۱۸۵۷ء میں مر گیا تھا اور جس کی جاگیریں سنہ ۱۸۴۸ء میں نمک حلال رہنے کے باعث واگذار رہی تھیں ایک جاگیر تھی جس کی جمع براے نام پانسو روپئے تھی مگر پچھلے بندوبست میں اُس کی جمع کم ہو کر تین سو روپئے سالانہ رہ گئی ہے۔ اِس کا بڑا بیٹا گنڈا سنگھ سنہ ۱۸۷۴ء میں فوت ہوگیا۔ اِسکا بیٹا باگ سنگھ اِس کی بجاے جاگیر پر قابض ہوا۔ اِس خاندان کے قبضے میں ۱۱۰ گھماؤں اراضی موضع پھیلو کی ضلع گوجرانوالہ میں اور ۳۰ گھماؤں اراضی مواضعات سجادہ اور رنگیل پور تحصیل لاہور میں ہے۔ اِس خاندان میں سے

صرف جھنڈا سنگھ کے پوتے بال سنگھ نے ملازمت اختیار کی اور وہ ہانگ کانگ
کی جنگی پولس میں ملازم ہے ؛

بشن سنگھ سدھو



سدھو کے خاندان کی اِس شاخ میں سے سب سے پہلے دیال سنگھ سِکھ ہوا تھا اور وہ ۱۶۹۸ء میں انندپور کے متصل لڑائی میں مارا گیا۔ اُس کا بیٹا بھگوان سنگھ کچھ کھیتی باڑی کرکے اور کچھ لوٹ مار سے اپنی شکم پُری کرتا رہا اور اُس کے پوتے اربیل سنگھ نے سدھو میں قلعہ بنا کر اور قریب دو سو سواروں کے جمع کرکے گرد و نواح کے چالیس گاؤں پر چاپالاکی سے قبضہ کر لیا۔ اربیل سنگھ نے کئی آس پاس کے مقتدر سرداروں سے رشتہ داری پیدا کر لی تھی چنانچہ اُس نے اپنے ایک لڑکے کی شادی سردار گوجر سنگھ حاکم لاہور کی بیٹی سے کی اور ایک لڑکے کی سردار شدھ سنگھ دودیہ کی لڑکی سے کر دی اِس سبب سے اُس کے قبضے میں جو تھوڑا سا علاقہ تھا اُس کے لئے کسی نے مزاحمت نہیں کی۔ اُس کا بیٹا بُدھ سنگھ جو اُس کے بعد علاقے کا مالک ہوا کم نصیب شخص تھا۔ اِس کے رشتہ دار سردار امیر سنگھ سوڑیاں والہ نے اُس کے علاقہ پر حملہ کیا اور بہت سا مال

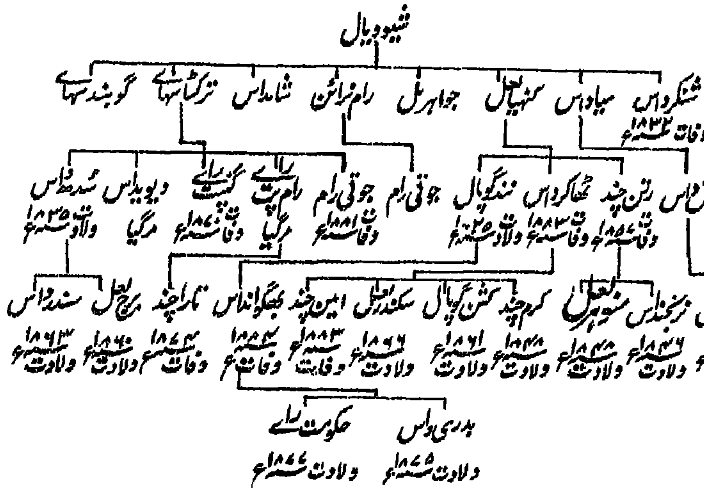
لوٹ کرلے گیا۔ آخر بدھ سنگھ نے اُس کا تعاقب کیا مگر دشمن جو اُس کی گھات میں لگے ہوئے تھے اُن کے ہاتھ سے وہ مارا گیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد رنجیت سنگھ نے علاقہ پنڈھوکے بڑے حصّے پر قبضہ کرلیا اور کاہن سنگھ کے پاس صرف پندرہ دیہات کے قریب بشرط ادائے خدمات ۲۵ سواروں کے رہنے دئیے۔ کاہن سنگھ کو رسالہ میں عہدہ کمان افسری بھی ملا اور فتح سنگھ کو بھی ایک چھوٹی سی اسامی مل گئی۔ فتح سنگھ مہم کانگڑہ میں جو ۱۸۰۹ء میں ہوئی مارا گیا اور اُس کی جاگیر اُس کے بھائی کاہن سنگھ کو دی گئی جو تھوڑے عرصے تک اِس جاگیر پر قابض رہا کیونکہ کاہن سنگھ مع جمعیت سنگھ اور اپنے خاندان کے اور آدمیوں کے ۱۸۱۴ء کی مہم کشمیر میں جس میں اِنہیں شکست ملی تھی کام آیا*

دیوا سنگھ کو جو اپنے باپ کے مرنے کے وقت بچہ ہی تھا چار دیہات جمعی تین ہزار روپیہ بشرط ادائے خدمات چار سواروں کے گزارے کے لئے ملے۔ ۱۸۳۰ء میں اِسے شہزادہ کھڑک سنگھ کی فوج میں مقرر کیا گیا۔ ۱۸۴۸ء میں دیوا سنگھ سرکار کا خیر خواہ رہا اور باغی دھارا سنگھ گوگیرہ والے کے مقابلے میں اُس نے عمدہ خدمات کیں۔ اُس کے دیہات بھوڑن پھٹیاں والہ۔ دنار۔ اور ڈلو کی جمعی دو ہزار پانسو روپیہ سالانہ اُس کی حینِ حیات کے لئے بشرط ادائے ¼ حصّہ جمع بطور نذرانہ واگذار ہوئے اور اُسکی وفات پر بھوڈن وبھٹیانوالہ اُس کے ورثا کو دوام کے لئے باخذ سوم حصّہ نذرانہ واگذار کئے گئے۔ دیوا سنگھ ۱۸۶۲ء میں مر گیا۔ اُس کا بڑا بیٹا بشن سنگھ موضع بھوڈن تحصیل شرقپور[1] ضلع لاہور میں رہتا ہے۔ اُس نے اور اُس کے بھائی نے تھوڑا عرصہ ہوا یہ درخواست کی تھی کہ چونکہ بندوبست میں اُن کی جاگیر کے مواضعات بھوڈن اور بھٹیانوالہ کی جمع کم ہو کر صرف پانسو ترانوے روپیہ سالانہ رہ گئی ہے اسواسطے حسب شرائط سند جس کی رو سے جاگیر عطا کی گئی ہے

[1] جلد انگریزی میں شکرپور یا شنکارپور غلط چھپا ہے۔ مترجم

اُنہیں ایک ہزار روپیہ پورا کر دیا جائے۔ اُن کی سند میں اِن دیہات کی جمع ۱۵۰۰ روپئے درج ہے اور یہ جاگیر اُنہیں ایک ثلث نذرانہ دینے کی شرط پر ملی تھی۔ آخرکار یہ حکم ہوا کہ وہ اِن دیہات سے اصلی جمع وصول کرنے کے مستحق ہیں اور بندوبست میں جو کمی ہو گئی ہے اُس کا لحاظ نہیں کیا جائیگا ✦

منوہر لعل دُگّل



۱۶۳۵ء کے قریب شاہنشاہ شاہجہاں کے عہد سلطنت میں باباہریارام وزیرآباد میں آباد ہوا تھا جس کو تھوڑے دن پہلے وزیرخاں بادشاہی صوبہ نے اپنے نام پر آباد کیا تھا۔ ہریارام ناظم مذکور کا کئی سال ملازم رہا اور جب اُس کے بیٹے بالغ ہوگئے تو اُس نے ترک دنیا کرکے ایک پنتھ جاری کیا جو اب بھی ہرملاپی کے نام سے مشہور ہے[1] ؁

[1] یہ پنتھ بہ نسبت اُس علاقہ پنجاب کے جہاں سکھ زیادہ ہیں پنجاب کی سرحد پر زیادہ مشہور ہے۔ رام کشن جو سوامی چیتن گر کا چیلہ اور متبنٰے تھا اٹھارھویں صدی کے شروع میں وزیرآباد آیا اور اُس نے ہریارام کو چیلہ بنایا۔ ملاواہل تاجر ڈیرہ اسمٰعیلخاں وزیرآباد میں آیا اور اُسکے دل پر ہریا کی پرہیزگاری اور دانائی کا ایسا اثر ہوا کہ وہ اُس کا چیلہ ہوگیا اور اپنی تمام ثروت لے آیا اور دونوں دوستوں کے نام سے یہ پنتھ ہرملاپی مشہور ہوا۔ اِس پنتھ کا صدر مقام ڈیرہ اسمٰعیلخاں میں ہے اور وہاں کا موجودہ مہنت رام پیارا ہے۔ اِن کا ایک مو[illegible] چنیوٹ میں ہے اور ایک چکوال میں ہے۔ چیلہ مختلف ذاتوں کے ہیں بعضوں نے دنیا ترک ... سالانہ رہ گئی ہے ۔ بیوپار کرتے ہیں۔ جو تارک ہیں وہ گیروے کپڑے پہنتے ہیں ؁

[2] جلد انگریزی میں شنکرپور یا شنکارپور غلط چھپا ہے ۔ مترجم

ہرپال کی اولاد میں سب سے پہلے کشن کور نے سکھوں کی ملازمت اختیار کی جو سردار گور بخش سنگھ وزیر آبادیہ کا ملازم تھا۔ گور بخش سنگھ سردار چڑت سنگھ کا دوست تھا۔ کشنکور کا بیٹا شیودیال سردار سوکر چکیہ کا نوکر ہوا۔ ان اوائل ایام میں سکھوں کا انتظام سررشتہ مال بے قاعدہ تھا اور سرداران سوکر چکیہ کی جاگیروں کا جو اہتمام شیودیال نے کیا اُس کی نسبت کوئی بات قابل تحریر نہیں ہے جب رنجیت سنگھ نے علاقہ دھنی فتح کیا تو اُس نے شیودیال کو وہاں کا کاردار مقرر کیا اور اُس کو علاقہ نورپور میں بشرط خدمت جاگیر دی۔ جب شیودیال بوڑھا ہوا تو اُس نے دربار میں اپنے بیٹوں شنکرداس اور کنہیالال کو پیش کیا اور خود وزیر آباد کو چلا گیا اور وہیں مر گیا۔ یہ دونوں بھائی شہزادہ کھڑک سنگھ کی سرکار میں مامور ہوئے۔ شنکرداس کچھ عرصے تک شہزادہ کی جاگیرات کا اہتمام کرتا رہا اور کنہیالال ساہیوال کا کاردار مقرر ہوا جو اُس وقت شہزادہ کی جاگیرات کا ایک حصہ تھا۔ جب دیوان موتی رام کشمیر کا صوبہ مقرر ہوا تو شنکرداس اُس کے ماتحت سررشتہ مال کا دفتری ہوا اور جب دیوان موتی رام دوسری مرتبہ ناظم کشمیر کیا گیا تو کنہیالال اُسی عہدہ پر مامور ہوا جس پر پہلے اُس کا بھائی تھا۔

شنکرداس ۱۸۳۲ء میں مر گیا۔ جب پنڈدادنخاں کی نمک کی کانیں راجہ گلاب سنگھ والئے جموں کو ملیں تو کنہیالال اُس کے ماتحت کاردار کیا گیا اور ۱۸۴۳ء تک اُس کام پر تعینات رہا اور اُس کو اور اُس کے بڑے بیٹے رتن چند کو دو ہزار روپیہ مواجب محال نمک سے الحاق پنجاب تک ملتا رہا۔ رتن چند دربار میں ۱۸۳۱ء سے ۱۸۴۹ء تک منشی رہا۔ وہ مع اپنے بھائی ٹھاکرداس کے دربار میں ممتاز رہا اور اُن کو جاگیریں بھی ملیں جن کی جمع ۱۸۵۰ء میں دس ہزار تین سو دو روپئے تھی۔ رتن چند چھوٹی ہی عمر میں مہاراجہ

کا مُہر بردار[1] مقرر ہوا اور کئی سال تک وہ اِس اسامی پر چاپن کرتا رہا۔ بعد ازاں جب وہ خاص گھوڑ چڑھوں کا کمیدان مقرر ہوا تو تھوڑے عرصے تک یہ مُہر ٹھاکر داس کے پاس رہی۔ جب کنور نونہال سنگھ کو اقتدار حاصل ہوا تو ٹھاکر داس وصّتی۔ کلر کہار اور روپووال کا کاردار ہوا اور چار ہزار تین سو بیس روپئے سالانہ اس کا مواجب مقرر ہوا۔ مہاراجہ شیر سنگھ کے عہد سلطنت میں دونوں بھائی لاہور میں مختلف عہدوں پر مامور رہے اور رتن چند بڑا صاحب اقتدار ہوگیا۔ پنڈت جلّا نے اس پر ۱۸۴۴ء میں چالیس ہزار روپیہ جرمانہ کیا مگر بھائی رام سنگھ کی سفارش سے یہ جرمانہ معاف ہوگیا تھا۔ فروری ۱۸۴۵ء میں رتن چند راجہ لال سنگھ کے ہمرکاب جموں کو گیا اور جب سردار فتح سنگھ مان مع وزیر بچنا کے جموں میں راجہ گلاب سنگھ کے حکم سے مارے گئے تو رتن چند دوگل سردار مذکور کے ہمراہ تھا بلکہ کچھ دنوں تک اُسے فوج کے نیک رویّہ کے خیال سے بطور یرغمال وہیں رکھ لیا گیا تھا۔

۱۸۴۶ء میں رتن چند کا رویّہ مشتبہ رہا اور اُس کی جاگیرات سوائے دو باغوں کے جو لاہور اور وزیر آباد میں ہیں اور جن پر اُس نے بہت روپیہ صرف کیا تھا ضبط کی گئیں۔ دونوں باغ بحالی دوام کے لئے واگذار کئے گئے اور رتن چند کو تین ہزار چھ سو روپئے کی پنشن بھی تاحین حیات اس کے لئے ملی۔ اُس کے چچا گوبند سہائے اور اُس کے

[1] رتن چند کے پاس جو مُہر رہا کرتی تھی وہ مہاراجہ کی چھوٹی مُہر تھی۔ وثائق پر اکثر بڑی اور چھوٹی مُہریں دونوں لگائی جاتی تھیں۔ مہاراجہ جو خلعت یا نقد روپیہ بخشتے تھے اُس پر چھوٹی مُہر والے کو دو روپیہ سیکڑہ ملتا تھا اور جو نئی جاگیریں دی جاتی تھیں اُن پر پانچ روپیہ سیکڑہ لیکن جو آمدنی ہوتی تھی اُس میں سے کسی قدر سرکار بھی لے لیتی تھی۔ رتن چند دوگل کے علاوہ مختلف اوقات میں یہ چھوٹی مُہر دیوان ساون مل کے بڑے بھتیجے، رام چند ہرسکھ رائے (جو بعد میں جنرل ہوا) تھا اور رتن چند داڑھی والا اور اَور آدمیوں کے پاس بھی رہی۔

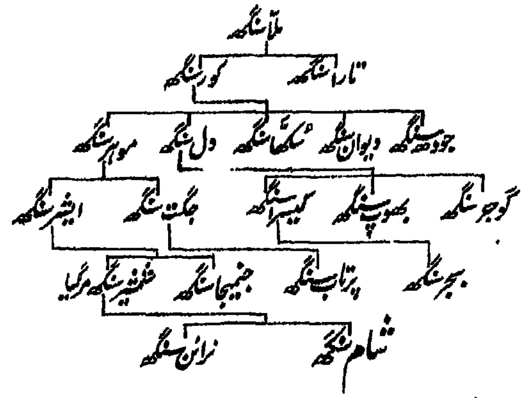
چچازاد بھائیوں جوتی رام اور گنگا رام کو سو سو روپئے کی اور گنیش داس کو تین سو پچھتر روپئے کی پنشنیں ملیں بھاگر داس کو ۳۶۰ روپئے کی پنشن ملی - یہ ۱۸۸۳ء میں چار بیٹے چھوڑ کر مر گیا۔ بڑا بیٹا کرم چند تھوڑے عرصے تک بندوبست پشاور میں منصرم رہا۔ اب وہ خاندانی جائداد کا نگران ہے۔ اس کا بھائی کشن گوپال ضلع سیالکوٹ میں نائب تحصیلدار ہے۔ اس خاندان کی ملکیت کی اراضیات کی تفصیل یہ ہے اور کل ضلع گوجرانوالہ میں ہیں۔ رکھ سردارپور میں ۱۲۰۰ ایکڑ۔ موضع ہری پور میں ۱۸۶۰ ایکڑ اور وزیرآباد میں ۳۳ ایکڑ - ان اراضیات کی آمدنی قریب تین ہزار روپئے کے ہے لیکن بدقسمتی سے ان بھائیوں میں باپ کی وصیت کی شرائط پر تنازعہ پیدا ہو گیا ہے اور اب عدالت میں مقدمہ دائر ہے جس سے اندیشہ ہے کہ چند سال آئندہ کا منافع اڑ جائیگا۔

رتن چند کا سب سے چھوٹا بھائی نند گوپال ۱۸۴۰ء میں دربار کے منشیوں میں ملازم ہوا تھا اور ۱۸۴۵ء میں سردار کاہن سنگھ کو ماریہ کی سپاہ کا جو راجہ لال سنگھ کا سالہ تھا بخشی مقرر ہوا اور اس کو جاگیر بچھا نوالی - مٹھہ اور چک مبارک جمعی دو ہزار پانچسو بیس روپئے کی عطا ہوئی۔ ۱۸۴۸ء میں وہ راجہ شیر سنگھ اٹاری والہ کی فوج کے ساتھ ملتان کو گیا تھا اور اس کی نسبت گمان تھا کہ وہ مفسدوں کے ساتھ مل گیا ہے مگر اس نے بیان کیا کہ چونکہ میں نمک حلال رہا تھا اس سبب سے مجھے شیر سنگھ نے گرفتار کر کے قید کر دیا اور صرف حاکم اسے کی بدولت جس کے بھائی متصد ہیل کو اس کی بہن بیاہی تھی اس نے قید سے رہائی پائی - یہ بات تحقیق ہے کہ نند گوپال گجرات کی آخری لڑائی سے پہلے حاضر ہو گیا تھا اور اس کے عذرات منظور کر لیئے گئے تھے - الحاق کے بعد وہ سرکاری ملازمت میں داخل ہو گیا۔ اوّل گوجرانوالہ اور سیالکوٹ میں کوتوال رہا اور بعد ازاں وزیرآباد اور موگہ میں تحصیلدار - ۱۸۶۱ء میں

وہ کورٹ انسپکٹر پولیس مقرر ہوا اور ۳۷ برس ملازمت کرکے اب پنشن یاب ہے۔ وزیرآباد میں وہ ۴۷۵۰۰ ایکڑ زمین کا مالک ہے۔

رتن چند دو بیٹے نرنجن داس و منوہر لعل چھوڑ کر ۱۸۵۷ء میں فوت ہوا۔ تحصیل لاہور میں ایک چاہ اور پانچ آنے روپے سال کی آمدنی کا دوام کے لئے معافی میں ملا ہوا ہے۔ اور وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ میں ایک سو دس گھماؤں اراضی کے یہ مشترکہ مالک ہیں اسکے علاوہ منوہر لعل ایک سو پینسٹھ گھماؤں اراضی واقع موضع ہری پور تحصیل وزیرآباد کا واحد مالک ہے۔ ۱۸۶۲ء میں اس نے سرکاری ملازمت اختیار کی اور عہدہ نائب تحصیلداری پر تعینات ہوا اور اب وہ ضلع گوجرانوالہ میں تحصیلدار ہے۔

سردار شام سنگھ ماڑی



خاندان ماڑی شیر گِل[1] قوم سے ہے جس کے نکاس کا حال اور جگہ لکھا گیا ہے۔ اِس قوم نے اضلاع لاہور و امرتسر میں کئی دیہات آباد کئے چنانچہ اُن میں سے ملاّنوالہ۔ دیوا۔ دیوا اسور اور ماڑی بھی ہیں۔ شام سنگھ کا خاندان دُرّانیوں کی حملہ آوری تک ملاّنوالہ میں رہتا تھا۔ اِس مہم میں افغانوں نے اُس گاؤں کو غارت کر دیا اور ملا سنگھ دیوا اسور کو بھاگ گیا اور اُس کو اپنا صدر مقام قرار دے کر وہاں سے قزاقی کرتا رہا بعد ازاں بادشاہی سپاہ کے ساتھ ایک معرکہ میں وہ مارا گیا۔ اُس کے بعد اُس کے دو بیٹے کور سنگھ اور تارا سنگھ رہ گئے کور سنگھ کچھ عرصہ بعد ایک طاقتور سردار بنگیا۔ یہ سرداران بھنگی اور خوشحال سنگھ اور بُدھ سنگھ فیض اللہ

[1] قوم گل جس میں کوئی بڑا سردار نہیں ہے لاہور۔ امرتسر۔ گوجرانوالہ اور فیروزپور کے اضلاع میں آباد ہے۔ جیسا افسانہ گل کی نسبت مشہور ہے جو اس قوم کا بانی تھا۔ ویسا ہی شیر گل کی نسبت بھی ہے۔ گل ایک راجپوت سردار پرتھی پت یا پرتھی پال کا بیٹا تھا جو ایک جٹنی کے بطن سے پیدا ہوا تھا اور نسل شیر گل کی اس کو بھی پیدا ہوتے ہی ایک دَلدل یعنی "گل" میں پھینک دیا گیا تھا اور اِس سبب سے اُس کا نام گل رکھا گیا۔

پورپہ کے ساتھ جا ملا اور دوآبہ جالندھر اور دریاے ستلج کے جنوب کی طرف اُس نے ایک علاقہ پر تصرف کرلیا۔ اپنے بیٹوں جودھ سنگھ دیوان سنگھ اور شکّھا سنگھ کو اُس علاقہ میں چھوڑکر کور سنگھ خود اپنے جدّی موضع ماڑی کو واپس چلا گیا جو امرتسر اور فیروزپور کے بیچ میں نصف راستے میں واقع ہے۔ اُس گاؤں میں اُس نے ایک کچّا قلعہ بنایا جس کے آثار اب بھی موجود ہیں اور اُس کا نام اس گاؤں کے سبب ہمیشہ کے واسطے باقی رہیگا کیونکہ اس کا نام ماڑی کور سنگھ والا ہے ۔

جب رنجیت سنگھ نے لاہور کے جنوبی علاقے پر تصرف کرلیا تو مہاراجہ نے قلعہ ماڑی کا محاصرہ کیا جس میں اُسوقت کور سنگھ کا سب سے چھوٹا بیٹا موہر سنگھ تھا۔ مقابلہ کرنا بے سود تھا چنانچہ موہر سنگھ نے قلعہ اور علاقہ حوالہ کردیا اور مہاراجہ نے بھی اُس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور بیروچک۔ بھجھڑہ۔ تمرہ اور ماناپور میں اُس کو جاگیر عطا کی ۔

اِس کے تھوڑے عرصہ بعد سردار کور سنگھ مرگیا اور اُس کے علاقہ اینروے ستلج پر مہاراجہ پٹیالہ بھاگ سنگھ آہلووالیہ اور جودھ سنگھ کلسیہ نے قبضہ کرلیا۔ جودھ سنگھ شکّھا سنگھ اور دیوان سنگھ کی اولاد اب بھی ضلع انبالہ میں آباد ہے جہاں اُنکے قبضے میں چند دیہات ہیں ۔

موہر سنگھ مع اپنے بھائی دل سنگھ کے چند سال تک جاگیر پر بلا شرط خدمت متصرف رہا لیکن بعد میں اُن پر سو سواروں کی نوکری کی شرط لگائی گئی ۔ موہر سنگھ کشمیر کی مہم میں لڑتا رہا اور وہیں وہ زخمی ہوا تھا۔ ۱۸۲۳ء میں اُس نے ٹیری کے جنگ میں عمدہ خدمات کیں اور بعدازاں اُس کو پانچ سو سواروں کی افسری ملی۔ ۱۸۳۱ء میں جنرل ونتورا کے ساتھ ستلج کے شمال

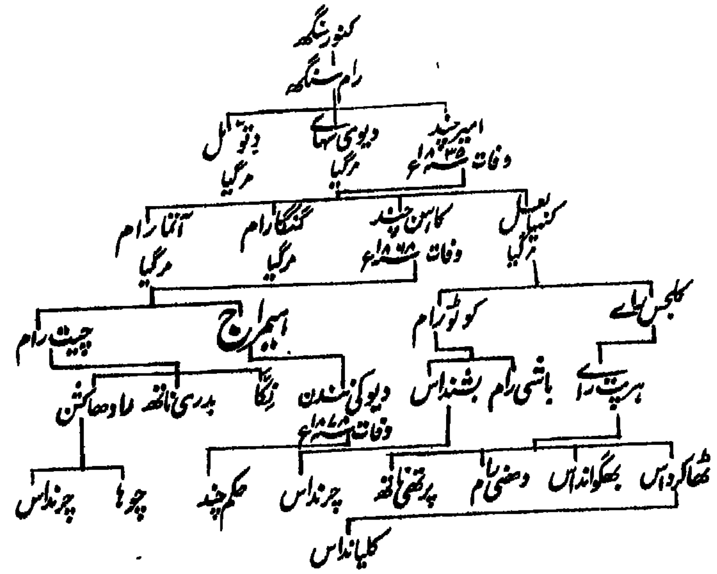
کی طرف رئیس بہاول پور کے علاقہ کا الحاق کرنے میں شامل رہا۔ اسکے دوسرے سال وہ مرگیا اور اُس کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے ایشر سنگھ کے پاس سیالکوٹ دینانگر اور قصور کے نصف محالات رہنے دئے گئے۔ اِس سردار کے کوئی حالات لکھنے کے قابل نہیں ہیں۔ یہ اپنی سپاہ کے ساتھ کٹو۔ سوکیت ہزارہ اور پشاور میں خدمات انجام دیتا رہا اور سنہ ۱۸۴۳ء میں عارضہ بخار میں مبتلا ہو کر پشاور میں فوت ہوگیا۔

شمشیر سنگھ اپنی جاگیروں پر ہیرا سنگھ جواہر سنگھ اور لال سنگھ کے تمام عہد وزارت میں قابض رہا۔ سنہ ۱۸۴۸ء میں وہ راجہ شیر سنگھ اٹاریوالہ کے ساتھ ملتان کو گیا اور اُسکے ساتھ مفسد بن گیا اگرچہ شمشیر سنگھ کم عمر تھا مگر لئیق اور صاحب اقتدار تھا آخر اُسکی کُل جاگیرات جمعی ستائیس ہزار روپیہ ضبط کی گئیں اور سنہ ۱۸۵۰ء میں سات سو بیس روپئے کی پنشن اُس کی حین حیات کے لئے مقرر ہوئی۔ اُس کے چھوٹے بھائی جھنجا سنگھ کو تین سو ساٹھ روپئے کی پنشن ملی۔ جھنجا سنگھ کے ساتھ سردار چتر سنگھ اٹاریوالہ کی بیٹی بی بی تیج کور کی شادی ہوئی تھی جو پیشتر مہاراجہ دلیپ سنگھ کو منسوب تھی۔ سنہ ۱۸۶۰ء میں شمشیر سنگھ کو دو سو روپئے کی ایک معافی ملی۔ ماڑہی

[1] بہاول خاں دوم کی وفات کے بعد سنہ ۱۸۱۰ء میں رنجیت سنگھ نے رئیس بہاولپور سے دریائے ستلج کے شمالی علاقے کی بابت خراج مانگا۔ صادق محمد خاں کبھی تو کچھ بھی نہیں دیتا تھا اور کبھی جب تک اُسکے ساتھ رعایت ملحوظ نہیں رکھی جاتی تھی مزاحمت کرتا رہتا تھا۔ پہلے پچاس ہزار روپیہ مانگا گیا تھا پھر لاکھ روپیہ اور بعدازاں صادق محمد کی وفات پر پانچ لاکھ روپیہ طلب کیا گیا حالانکہ اُس علاقے میں سے بہاول خاں سوم جو صادق محمد کے بعد مسند نشین ہوا تھا اِس سے زیادہ روپیہ کسی طرح وصول نہیں کرسکتا تھا۔ بہاول خاں کو نہ تو اِس قدر روپیہ دینا منظور تھا اور نہ وہ دے سکتا تھا آخر سنہ ۱۸۳۱ء میں جنرل ونتورا نے اُس علاقہ پر تسلط کرلیا اور اپنی سرکار کو پہلے ہی سال گیارہ لاکھ روپیہ دینے کا عہد کرلیا۔

...حقوق مالکی حاصل ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ
...ن میں سے کوئی بھی باوقعت نہیں ہے ♦
...بیٹے گوجر سنگھ بھوپ سنگھ اور کیسرا سنگھ جنرل ابوطویلہ کے
...رسالہ میں افسر تھے۔ یہ سب فوت ہو چکے ہیں اور کرنیل بھوپ سنگھ کی بیوگان
...کو سرکار سے سات سو بیس روپئے کی پنشن ملتی ہے ♦

ہیمراج



یہ خاندان ابتدا میں ملتان سے آیا تھا اور اِس خاندان کے کئی آدمی شاہی دربار لاہور میں اور اور جگہ ملازم رہے۔ کاہن چند کا باپ امیر چند اور اُس کا دادا رام سنگھ دونوں سردار صاحب سنگھ ویگلیہ کے نوکر رہے تھے۔ جب سکھ سلطنت قائم ہوئی تو امیر چند مصر دیوان چند کے ماتحت سررشتہ مال میں ملازم ہوا اور مصر دیوان چند کی وفات کے بعد سردار ہری سنگھ نلوہ کے ماتحت فوج میں کمان افسر ہو گیا۔ امیر چند بڑی عمر کو پہنچکر لاہور میں ۱۸۳۵ء میں مر گیا +

کاہن چند ۱۸۲۳ء میں سکھ سرکار کا ملازم ہوا اور ڈیری کی لڑائی کے بعد حضور نویس مقرر ہوا۔ کاہن چند کو دیانت داری اور لیاقت کے سبب ۱۸۳۰ء میں دو چاہات واقع بٹالہ اور موضع کلا ضلع سیالکوٹ میں جمعی چھ سو روپئے سال کے ملے اور ۱۸۳۴ء میں اس کو موضع مانگٹ جمعی پانچ سو روپیہ عطا ہوا۔ اسی سال میں

کاہن چند کو عہدہ مراسلہ نویسی ملا۔ یہ خدمت ایسی تھی کہ جس میں کسی قدر لیاقت اور قابلیت ضروری تھی اور یہ آسامی صرف ایسے منشی کو مل سکتی تھی جس کی دیانت پر پورا پورا اعتماد ہو۔ یہ خط و کتابت پوشیدہ طور پر خاص مہاراجہ صاحب کے حکم سے فقیر عزیزالدین کی معرفت ہوتی تھی اور کچھ عرصہ بعد فقیر عزیزالدین کے ساتھ بھائی رام سنگھ اور بھائی گوبند رام شامل کر دئیے گئے تھے +

ڈیرہ خاص جس میں اکثر نوجوان سکھ سردار اور سکھ فوج کے چیدہ آدمی تھے اسکو پہلے کاہن چند نے ہی بھرتی کیا تھا۔ کاہن چند کو نہ تو اس کی افسری کی لیاقت تھی نہ اس کی صحت اس قابل تھی چنانچہ تھوڑے عرصے تک اس کا بھائی گنگارام اس پر کمان افسر رہا مگر بعد میں یہ ڈیرہ راجہ ہیرا سنگھ کے ماتحت کیا گیا۔ بڑے مہاراجہ کی وفات کے بعد جو انقلاب ہوتے رہے ان سے کاہن چند کے رتبے میں کچھ فرق نہیں آیا۔ اس کا عہدہ اور اس کا مواجب ویسا ہی بنا رہا اور اس کو منڈھال ضلع ملتان میں جو اراضیات ملی ہوئی تھیں ان کے عوض اس قدر آمدنی کی اراضیات اسے مواضعات بنگلی۔ لکرا۔ ننگلی کلاں اور ننگلی گوجراں میں دی گئیں یعنے ۱۴۰۰ روپئے کی آمدنی کی۔ ستلج کی لڑائی کے بعد اس کا علاقہ واقع دوآبہ جالندھر جو سرکار انگریزی کے ہاتھ آگیا تھا اس کے قبضے سے نکل گیا اور اس کے عوض اس کو لکھا واقع وزیرآباد جمعی تین ہزار روپیہ عطا ہوا۔ الحاق پنجاب کے بعد اس کی جاگیریں ضبط کی گئیں اور اس کو بارہ سو روپئے حین حیات پنشن ملی جو ۱۸۶۶ء میں اس کے فوت ہونے پر ضبط ہوگئی +

کاہن چند کا بڑا بیٹا ہیمراج مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں تین سو ساٹھ روپئے سال کا نوکر تھا۔ مہاراجہ شیر سنگھ کے وقت اس کا مواجب بڑھا کر گیارہ روپئے یومیہ مقرر کیا گیا۔ ۱۸۴۱ء میں وہ دربار میں منشی مقرر ہوا اور رفتہ رفتہ سند نویس

اور سرشتہ دار ور باربا در ریذیڈنسی کا منشی ہو گیا۔ ۱۸۴۹ء میں اُس کی جاگیریں اور نقد مواجب جن کا اندازہ ۴۳۴۰ روپئے سالانہ کیا گیا تھا ضبط ہو گئے اور اُن کی بجائے اُسے ۲۴۰ روپئے کی عین حیات پنشن ملی۔ وہ لاہور میں رہتا ہے ٭

اب یہ خاندان باوقعت نہیں شمار ہوتا ہے نہ اُس کو ملکی لحاظ سے اقتدار حاصل ہے نہ برادری میں بڑا گنا جاتا ہے۔ اِس خاندان کے کئی نوجوان تو دکانداری کرتے ہیں اور کئی لاہور کے مختلف محکموں میں چھوٹی چھوٹی آسامیوں پر نوکر ہیں ٭

سیّد اولاد حسین

قمر الدین

امیر الدین

امام شاہ — محمد حسین

عنایت شاہ — محمد شاہ وفات ۱۸۲۷ء — اکبر شاہ — حسین شاہ وفات ۱۸۸۱ء — چراغ شاہ

سردار علی وفات ۱۸۸۸ء — افتخار علی ولادت ۱۸۶۳ء — نوازش علی ولادت ۱۸۶۰ء

اولاد حسین

ولادت ۱۸۵۶ء

سیّد اولاد حسین کا خاندان ایرانی نسل سے ہے۔ اِس کا بزرگ قمر الدین نادر شاہ کی فوج میں ایک افسر تھا اور اُس کے ساتھ ہندوستان میں آیا تھا جب نادر شاہ کی فوج واپس گئی تو قمر الدین دہلی کے نواح میں سکونت گزیں ہو گیا۔ بعد ازاں وہ موضع گنگوہ ضلع سہارنپور میں جاکر آباد ہوا اور وہیں ۱۷۶۴ء میں فوت ہو گیا۔ اُس کی وفات کے بعد امیر الدین لکھنؤ کو چلا گیا جہاں اُسوقت شجاع الدّولہ نواب تھا اور وہاں پہلے تھانہ دار اور پھر تحصیلدار مقرر ہوا۔ سرکاری مطالبہ اُسکے ذمّہ باقی رہا اور وہ ادا نہ کر سکا اِسلئے قید کیا گیا اور اگرچہ تھوڑے عرصے کے بعد رہا ہو گیا مگر تاہم اُس کو پھر آصف الدولہ کے عہد تک جو ۱۷۷۵ء سے شروع ہوا کوئی عہدہ نہیں ملا۔ امیر الدین کو گوجروں نے ۱۷۹۸ء میں بمقام پیلی مار ڈالا اور اُس کے بیٹے امام شاہ نے اپنی جان کے خوف سے وہ جگہہ چھوڑ دی اور لکھنؤ کو چلا گیا اور وہاں کچھ عرصے تک اپنے ایک پُرانے دوست کے پاس رہا جو عہدہ دار توپ خانہ تھا اور جس نے ملازمت ترک کر دی تھی۔ اِس شخص کا نام

بہادر خاں تھا اور اُس نے جو کچھ وہ جانتا تھا امام شاہ کو سکھا دیا۔ چونکہ دربار اودھ
میں امام شاہ کو کوئی نوکری نہیں مل سکی اسلئے اُس نے اپنی قسمت آزمائی کا اور
جگہہ عزم کیا اور یہ سُن کر کہ ہندوستانیوں کی کابل میں قدر تھی وہ اُس طرف روانہ
ہوا مگر وزیر آباد میں پہنچ کر وہ سردار جودھ سنگھ سے ملا اور اُس نے اُس کو توپخانے
کی جمعداری پر ملازم رکھ لیا۔ دوسرے برس سردار جودھ سنگھ مرگیا اور پھر امام شاہ
مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج میں ملازم ہوگیا اور بہت سی لڑائیوں میں بحیثیت
کرنیل توپخانہ لڑتا رہا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ اور اُن کے جانشینوں کے تمام عہد
میں امام شاہ برابر ملازم رہا اور ۱۸۴۶ء میں سبراؤں کی لڑائی میں مارا گیا ۔

امام شاہ کا دوسرا بیٹا محمد شاہ اٹھارہ سال کی عمر میں توپ خانے کا کمان افسر
مقرر ہوا۔ وہ ستلج کی لڑائی میں لڑا اور دربار کے عہد میں پنڈدادنخاں اور بعدازاں
حسن ابدال اور ہزارے میں مامور رہا۔ ۱۸۴۹ء میں جب اوّل ہی اوّل پانچواں
پنجاب رسالہ بھرتی ہوا تو محمد شاہ اُس رسالے میں بھرتی ہوگیا اور ۱۸۵۹ء تک اُس
رجمنٹ میں رہا۔ سرحد پر محمد شاہ نے دانائی اور بہادری میں سب سے بڑھ کر نام پایا یہ
اپنے دستہ کا اعلےٰ دیسی افسر تھا اور محاصرہ اور فتح دہلی میں برابر خدمات انجام دیتا
رہا علےٰ ہذا القیاس لکھنؤ کے محاصرہ اور فتح میں اور بریلی کی فتح اور بلندشہر فتحگڈھ
آگرہ اور علیگڈھ کی لڑائیوں میں لڑتا رہا۔ آگرے میں شجاعت کے سبب اُس کو
آرڈر آف برٹش انڈیا کا خطاب ملا ۔ اُس موقع پر اُس نے دیکھا کہ ایک توپ
میں گراپ بھرا ہوا تھا اور سپاہ کے دستے کے اُڑ جانے کا خطرہ تھا اس پر محمد شاہ
تنہا گھوڑا دوڑا کر گیا اور توپچی کو جو توپ داغنے ہی کو تیار تھا قتل کر ڈالا جب لفٹنٹ
نیگ ہسبنڈ فتح گڈھ کے قریب مارے گئے تو محمد شاہ نے اُس سپاہی کو قتل کر ڈالا
جس نے صاحب موصوف پر گولی چلائی تھی۔ جب نیگ ہسبنڈ مارے گئے اور

سواروں کے دستہ کی میجر سٹینڈ فورڈ نے کمان لی تو محمد شاہ اُن کے پہلو بہ پہلو نمایاں بہادری سے لڑتا رہا اور جب میجر صاحب مارے گئے تو محمد شاہ نے اُن کی لاش کی حفاظت کی اور اُس کو عزت کے ساتھ دفن کیا اور اُن کی قبر پر مینار بنوایا جنبی نیکنامی کی اسناد محمد شاہ کے پاس تھیں اُن میں سب سے زیادہ قدر کے قابل ایک طلائی گھڑی تھی جو میجر سٹینڈ فورڈ کے رشتہ داروں نے اُس کو اُس کی وفاداری کے شکریہ میں انگلستان سے بھیجی تھی +

جنوری ۱۸۵۹ء میں محمد شاہ کپتان چمبرلین کے ماتحت اودھ کی تیسری جنگی پولیس پلٹن کا کمان افسر مقرر ہوا۔ کپتان چمبرلین نے جو محمد شاہ کی لیاقت ہمت اور خدمات جنگی سے کامل واقفیت رکھتے تھے اُس کو خود مانگ کر لیا تھا۔ جب نومبر ۱۸۵۹ء میں جنگی پولیس ٹوٹ گئی تو محمد شاہ نئی پولیس میں کمیدان مقرر ہوا اور اپنے عہدہ پر تعریف کے ساتھ فروری ۱۸۶۱ء تک خدمات انجام دیتا رہا۔ بعد ازاں پولیس میں عام تخفیف ہوگئی اور محمد شاہ علیحدہ ہوگیا +

محمد شاہ کو سردار بہادر کے خطاب کے علاوہ اٹھارہ سو روپئے پنشن اور دو ہزار روپئے کی جاگیر ضلع بھڑائچ واقع اودھ میں حین حیات کے لئے عطا ہوئی۔ رسالے کے قواعد کی اُس نے ایک عمدہ کتاب تصنیف کی۔ محمد شاہ ۱۸۷۲ء میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑ کر مرگیا۔ جائداد کا اہتمام بڑے بیٹے سردار علی کے سپرد ہوا مگر باپ کے مرنے سے تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ مقروض ہوگیا جس سے محمد شاہ کے اور لڑکوں کو نقصان پہنچا۔ ۱۸۸۲ء میں سردار علی ملک اودھ میں فیض آباد کا تحصیلدار مقرر ہوا اور چار سال بعد ضلع جونپور کو بعہدہ انسپکٹر پولیس تبدیل ہوا اور ۱۸۸۸ء میں وہ فوت ہوگیا۔ اُس کا چھوٹا بھائی افتخار علی ممالک مغربی وشمالی کے ضلع بجنور میں سب انسپکٹر پولیس ہے۔ جاگیر اولاد حسین کو ملی ہے جو

سردار علی کا اکلوتا بیٹا ہے۔ محمدؐ شاہ کی بیٹیوں میں سے ایک سیّد عباس علی
منصف امرتسر کو بیاہی گئی ہے۔ محمدؐ شاہ کا بھائی حسین شاہ چند سال دہلی میں ڈپٹی انسپکٹر
پولیس رہا اور ۱۸۸۱ء میں ایک بیٹا نوازش علی چھوڑ کر مر گیا جو ضلع گورداسپور
کے محکمہ بندوبست میں کام کرتا ہے +

پنڈت پریم ناتھ

پنڈت پنڈبھوج

گوبند رام — سدانند

کیول رام — دیا نندھان وفات ۱۸۶۶ء — کرنیل بدری ناتھ وفات ۱۸۸۱ء

کیول رام: شیونا تھ مرگیا

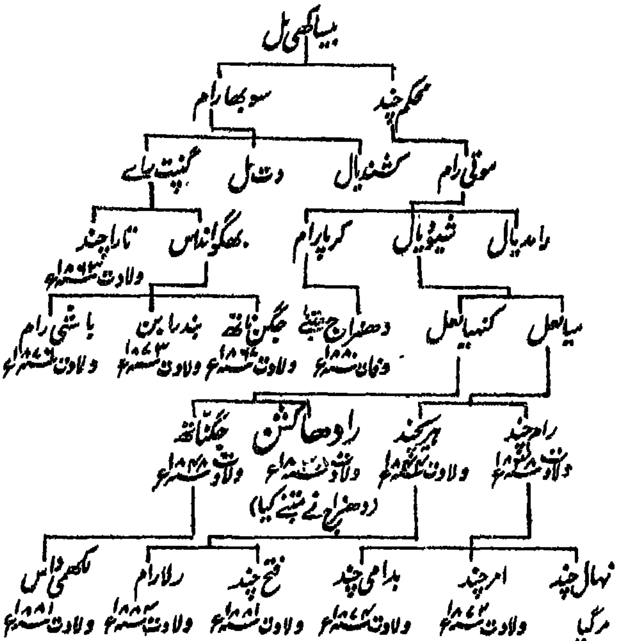
کرنیل بدری ناتھ: پنڈت پریم ناتھ

کرنل بدری ناتھ سکھ سرکار کے اُن ملازموں میں سے تھا جو الحاق پنجاب پر سرکار انگریزی کے ملازم ہو گئے تھے۔ کرنل بدری ناتھ کا باپ کشمیر کا متوطن تھا اور صدی رواں کے آغاز میں کشمیر سے پنجاب کو آیا تھا۔ ۱۸۲۱ء میں بدری ناتھ مہاراجہ کی فوج میں سپاہی کی حیثیت سے ملازم ہوا تھا اور درجہ بدرجہ ترقی پاتا گیا تاوقتیکہ ۱۸۳۵ء میں وہ کرنیل ہو گیا اور اس منصب پر وہ دوسری سکھوں کی لڑائی تک رہا۔ اپنی ملازمت کے ایّام میں اُس نے بہت لڑائیاں دیکھیں اور سوات۔ پشاور۔ ہزارہ۔ یوسف زائی۔ بنّوں۔ ٹیرہ اور اور بہت سی لڑائیوں میں موجود تھا۔ بدری ناتھ مدت تک سرحد پر مامور رہا اور چھ سال تک قلعہ ڈیرہ اسمعیلخاں اور ٹانک میں تعینات تھا۔ ۱۸۳۴ء میں جب سردار ہری سنگھ نلوہ نے پشاور کو سرداران بارک زائی سے نہایت شجاعت کے ساتھ فتح کیا تو بدری ناتھ اُس کے ساتھ تھا۔ ۱۸۴۵ء میں بدری ناتھ مع رجمنٹ کٹار مکھی اور تھوڑے سے گورکھوں کے دیوان مولراج دلوال والہ کے ماتحت ہزارے میں مامور تھا۔ ۱۸۴۶ء میں بدری ناتھ میجر ہنری لارنس صاحب کے ہمرکاب کشمیر کو گیا جہاں شیخ امام الدین سرکش ہو گیا

تھا اور دوسرے سال میجر اڈورڈس صاحب کے ساتھ ہتوں گیا۔ ملتان کے محاصرہ کے کل ایام میں وہ کٹار مکھی پلٹن کے ساتھ خدمات انجام دیتا رہا اور لڑائی کے ختم ہونے کے بعد بھی اسی کمان پر رہا۔ جب نئی پولس بھرتی ہوئی تو اُس نے نوکری چھوڑ دی۔ کرنل بدری ناتھ لائق اور بہادر افسر تھا اور جو فوج اُس کے زیر حکم تھی اُس کا انتظام ہمیشہ اچھا رہا۔ ۱۸۵۷ء میں قلعہ ملتان اور میگزین اور خزانہ اُس کی پلٹن کے سپرد رہے اور اُس کی پلٹن میں سے متفرق دستوں نے سرکشوں کا بہادری سے قابل تعریف مقابلہ کیا۔ ۱۸۶۱ء میں جب سرکار نے اُس کا استعفا منظور کیا تو اُس کو چھ سو روپئے حین حیات پنشن عطا کی اس پنشن میں آرڈر آف برٹش انڈیا کا بھی الاونس شامل تھا جو اُسے ۱۸۵۷ء کی بہادری اور وفاداری کے صلے میں عطا ہوا تھا۔ کرنل بدری ناتھ کی وفات پر جو ۱۸۷۱ء میں وقوع میں آئی اُس کے وظائف بند ہو گئے۔

اُس کا بیٹا پریم ناتھ صیغہ آرڈننیس میں بطور محرر بھرتی ہوا۔ ۱۸۷۲ء میں وہ ڈاک خانجات کا انسپکٹر مقرر ہوا اور اب وہ لاہور میں بمشاہرہ ڈھائی سو روپئے ماہوار ڈڈلیٹر آفس کا منیجر ہے۔

دیوان رادھا کشن



اُن جرنیلوں میں جن کے ہنر اور بہادری سے رنجیت سنگھ کو یہ عروج ہوا کہ وہ ایک سردار سے پنجاب کی سلطنت کا مالک بنگیا سب سے زیادہ ممتاز دیوان محکم چند تھا۔ مہاراجہ کو برابر کامیابی حاصل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے سردار اور افسر بہت دانائی سے انتخاب کیا کرتا تھا۔ محکم چند پیدایش سے سپاہی نہیں تھا اُس کا باپ ایک بیوپاری تھا اور اہل ہنود کی رسم کے مطابق بیٹا بھی بیوپاری ہی ہونا چاہئے مگر جب کہ وہ ابھی کم عمر ہی تھا اُس کو سردار دل سنگھ گل اکال گڈھ والے نے ایک منشی کی آسامی دی۔ کہتے ہیں کہ اُس نے رنجیت سنگھ کے باپ مہاں سنگھ کے ساتھ رسول نگر کے محاصرہ اور قبضہ کرنے میں خدمات کی تھیں اور اوّل وہیں اُس کو جنگی تجربہ حاصل ہوا تھا مگر یہ روائت سچ نہیں معلوم ہوتی محکمچند

دل سنگھ کے ساتھ سنہ ۱۸۰۴ء تک رہا تھا اور اُس سال وہ سردار مرگیا اور اُسکے علاقہ پر رنجیت سنگھ نے تصرف کرلیا۔ سردار دل سنگھ کی بیوہ بھی محکم چند سے ناراض تھی اُس نے اُس سے حساب مانگا کیونکہ محکم چند کئی سال سے اکال گڑھ کے علاقہ کا منتظم رہا تھا۔ دیوان کو منظور نہ تھا کہ اُس کے حساب کی پڑتال مخالفانہ طور پر اور سختی سے کی جائے اسلئے وہ گجرات کو چلا گیا اور وہاں سردار صاحب سنگھ بھنگی نے اُس کو نوکر رکھ لیا مگر اِس سردار سے وہ جلد لڑ پڑا اور سنہ ۱۸۰۶ء میں گجرات سے لاہور کو چلا آیا جہاں رنجیت سنگھ نے اُس کی لیاقت کی قدر کرکے اپنی فوج کا اُس کو افسر مقرر کیا گو سکھ سردار اِس بات سے بہت ناخوش ہوئے۔ اسی سال دیوان محکم چند فوج کو ستلج کے پار لے گیا اور پہلے ہی زیرے پر تصرف کرلیا جس کو کچھ عرصے تک سردار موہر سنگھ نشان والے کی بیوہ بچاتی رہی۔ بعد ازاں اُس نے بامداد لشکر کے ایک نمک حرام آدمی سوڈھی جواہر سنگھ والد گوردو گلاب سنگھ رئیس مناور جو اُس زمانے میں دھرم کوٹ کے نام سے مشہور تھا بوڑیہ۔ مکتسر اور کوٹ کپورا پر قبضہ کرلیا۔ اِس کے بعد دیوان فرید کوٹ کی طرف گیا جس کے رئیس سے اُس نے خراج حاصل کیا اور راہ میں موضع ماڑی ہری سنگھ اور راربل سنگھ سے لیا جو تارا سنگھ غیبہ کے سالے تھے۔ اکتوبر سنہ ۱۸۰۶ء میں وہ رنجیت سنگھ کے ہمرکاب پٹیالہ کی مہم پر گیا اُس وقت رنجیت سنگھ کے ساتھ راجہ بھاگ سنگھ والئے جیند بھی تھا اس مہم میں لدھیانہ۔ جنڈیالہ۔ بدووال۔ جگراؤں۔ کوٹ۔ تلونڈی۔ ساہنیوال اور اَور علاقے فتح کئے گئے اِن میں سے بعض راجہ جیند کو دئے گئے بعض جسونت سنگھ والئے نابھہ کو اور باقی سرداران لاہور گوردت سنگھ۔ فتح سنگھ آہلووالیہ اور محکم چند کو عطا ہوئے ٭

سنہ ۱۸۰۷ء میں تارا سنگھ غیبہ مرگیا اور اُس کے بڑے علاقہ واقع دوآبہ جالندھر پر

مہاراجہ نے تصرف کرکے اُس کو گربہاسنگھ اور محکم چند میں تقسیم کر دیا محکم چند کو تین سال یعنی ۱۸۰۳ء-۱۸۰۶ء میں علاقجات گنگاکوٹ۔ جگراؤں۔ تلونڈی۔ دھرم کوٹ۔ کوٹ کپورا۔ زیرہ۔ فریدکوٹ۔ ساہنیوال۔ جندبر۔ بہرام پور۔ دھڑی اور چندپور میں سے ۲۶۸ گاؤں جمعی ایک لاکھ چوّن ہزار دو سو پچپن روپیہ سالانہ کے جاگیر میں ملے۔ دیوان مذکور دوآبہ جالندھر کا ناظم بھی مقرر ہوا اور اس نے پھلور میں دریاے ستلج کے دائیں کنارے پر مہاراجہ کے واسطے بادشاہی سراے کے موقع پر ایک قلعہ بنایا جو اب بھی اُس دریا کے گذر پر قابو رکھتا ہے۔ علاقہ راہوں اور نکودر بھی جس کی جمع چھ لاکھ ۴۲ ہزار ۱۱۶ روپئے تھی اُس کو جاگیر میں ملا۔ انگریزوں نے سنہ ۱۸۰۹ء میں لودھیانے میں جنگی چھاونی مقرر کی تھی اور رزیڈنٹ جنرل اختر لونی جو وہاں رہتے تھے محکم چند کو اچھا ہمسایہ نہیں سمجھتے تھے کیونکہ دیوان محکم چند کو انگریزوں سے بہت نفرت تھی جنہوں نے دریاے ستلج کو اُس کے آقا کی بلند پروازی کی حد بنا دیا تھا۔ سنہ ۱۸۱۰ء کے شروع میں دیوان محکم چند رنجیت سنگھ کے ہمرکاب ملتان گیا مگر اس مہم میں ناکامی ہوئی اور بعدازاں مہاراجہ نے اُس علاقہ پر تصرف کرلیا جو کاہن سنگھ نکئی کے قبضے میں تھا۔ سنہ ۱۸۱۱ء میں وہ بھمبر کو بھیجا گیا اور چالیس ہزار روپئے رئیسان راجپوت سے وصول کرکے جو گجرات سے شمالی پہاڑیوں پر تھے لاہور واپس آیا۔ اسوقت بعض رئیسان علاقہ جالندھر کی طرف سے سرکشی کے آثار ظاہر ہوئے چنانچہ دیوان محکم چند پھلور کو واپس گیا اور جلد ہی انتظام کرلیا اس کام سے مہاراجہ اس سے بہت خوش ہوئے اور اُس کو دیوانی کا خطاب دیا اور ساتھ ہی بیش بہا خلعت عطا کیا۔ اس وقت دیوان محکم چند نے سردار بدھ سنگھ فیض اللہ پوریہ کے ... کی جمع تین لاکھ روپئے سے زیادہ تھی مہاراجہ کے ملک میں شامل

کر لیا۔ مہاراجہ کو عرصہ سے اس سردار کو بگاڑنا منظور تھا اور چونکہ سردار نے دربار میں حاضر ہونے سے انکار کیا تھا اسلئے ایک بہانہ اُس پر حملہ کرنے کا ہاتھ آگیا اس کے قلعہ جالندھر اور پٹی فتح کئے گئے اور اُس نے خود لودھیانہ میں جا کر پناہ لی۔
تعجب یہ ہے کہ دو سردار جنہوں نے اپنی سپاہ کے ساتھ دیوان محکم چند کی اس مہم میں مدد کی وہ فتح سنگھ آہلووالیہ اور جودھ سنگھ رام گڈیہ تھے اگرچہ کہتے ہیں کہ انہوں نے بدھ سنگھ فیض اللہ پوریہ کے ساتھ یہ عہد کیا ہوا تھا کہ اگر رنجیت سنگھ کسی پر اُن میں سے حملہ کریگا تو وہ ایک دوسرے کی امداد کرینگے۔ مگر شاید اس کی یہ وجہ تھی کہ اُنہوں نے دیکھا کہ ہم پر حملہ ہونے والا ہے اور اُس کو ٹالنے کے واسطے وہ دیوان کے ساتھ جالندھر پر حملہ کرنے میں شامل ہو گئے۔ اب ستلج اور دریائے سندھ کے مابین صرف یہی دو سردار خود مختار اور کسی قدر با وقعت باقی رہ گئے تھے اسلئے محکم چند نے اپنے آقا کو تحریک کی کہ اگر قطعی نہیں تو بہت کچھ فیوڈل انتظام توڑ دیا جائے اور کل ملک پر اپنا خاص تصرف کر لیں۔ مگر ایسے بھاری انتظامی تغیر و تبدیل کا ابھی وقت نہیں آیا تھا۔

سنہ ۱۸۱۲ء میں دیوان محکم چند نے کلّو پر تصرف کر لیا اور بعد ازاں وہ کشمیر بھیجا گیا بظاہر اس مطلب سے کہ شہزادہ کھڑک سنگھ اور بھیا رام سنگھ جو مخالفانہ حرکتیں کر رہے تھے اُن کی نسبت تسلی کر دے لیکن در اصل اس غرض سے کہ اُس ملک کو جا کر اچھی طرح دیکھ بھال لے اور معلوم کرے کہ اُس کو فتح کرنے کا موقع آپہنچا ہے یا نہیں لیکن ایک اور شخص جس کی خواہش رنجیت سنگھ سے کم نہ تھی کشمیر پر یورش کی تیاری کر رہا تھا۔ یہ شخص فتح خاں وزیر شاہ محمود والئے کابل تھا جس نے یہ دیکھ کر کہ کامیابی کے واسطے سکھوں کے ساتھ اتفاق ضروری ہے مہاراجہ سے استدعا کی کہ اپنی فوج اُس کے ساتھ شامل کر کے کشمیر پر یورش کریں۔ مہاراجہ

ئے یہ بات قبول کرلی اور دیوان محکم چند اور فتح خاں جہلم سے ایک ساتھ روانہ ہوئے۔ لیکن فتح خاں کا یہ منشا نہ تھا کہ سکھوں کو کوئی بڑا حصہ فتح میں سے یا اسکے نتائج میں سے ملے اور اُس نے یہ اتفاق صرف اسواسطے کیا تھا کہ مہاراجہ مخالفت نہ کرے۔ جب فوج پیر پنجال پہنچ گئی تو فتح خاں بلا مشورہ اور بغیر اطلاع دیوان محکم چند کے اپنی جفاکش پہاڑی فوج کے ساتھ ڈبل کوچ کر کے آگے بڑھتا گیا اور سکھ جو کوہستان میں بہت کام نہیں کر سکتے تھے کثرت برف باری سے حرکت نہ کرسکے۔ دیوان محکم چند فتح خاں کا منصوبہ تاڑ گیا مگر اُس نے حوصلہ نہ ہارا۔ اُس نے رئیس راجوری کو ۲۵ ہزار روپئے کی جاگیر دینے کا وعدہ کیا اگر وہ ایسا راستہ بتادے کہ جس سے دیوان کشمیر میں فتح خاں کے ساتھ ہی پہنچ جائے چنانچہ دیوان محکم چند تھوڑے سی فوج لے کر مع جودھ سنگھ کلسیہ اور نہال سنگھ اٹاریوالے کے اُسی وقت پہنچ گیا جب کہ فتح خاں پہنچا۔ اِس طرح دیوان محکم چند شیر گڈھ اور ہری پربت پر تصرف ہونے کے وقت اور کشمیر کی فتح میں موجود تھا اور یہ کام کچھ دشوار نہ تھا کیونکہ عطا محمد ناظم بھاگ گیا تھا اور کچھ مقابلہ نہیں ہوا۔ لیکن دیوان محکم چند کی جمعیت قلیل تھی اور اُس سے بہت مدد نہیں مل سکتی تھی آخر فتح خاں نے صاف صاف کہہ دیا کہ جیسا اقرار ہوا تھا کہ سکھوں کو لوٹ میں سے تیسرا حصہ ملیگا اُس کے وہ مستحق نہیں ہیں۔ شاہ شجاع معزول شاہ کابل دیوان محکم چند کے حوالہ کردیا گیا اور دیوان اُس کو اپنے ہمراہ لاہور لایا جہاں مہاراجہ نے بظاہر اُس کی بہت تعظیم اور تکریم کی لیکن رنجیت سنگھ کو جو کشمیر میں مایوسی ہوئی تھی اُس سے نہایت آشفتہ ہو کر اور یہ خیال کر کے کہ مصیبت زدہ آدمی کی مہماں نوازی فضول ہے شاہ شجاع سے مشہور ہیرا کوہ نور اور دیگر جواہرات چھین لئے اور اپریل ۱۸۱۵ء تک اُس کو زیر حراست رکھا جبکہ وہ بچ کر نکل گیا۔ مہاراجہ نے جب سنا کہ فتح خاں کشمیر کی لوٹ کا حصہ نہیں

دینا چاہتا تو وہ نوبت ناخوش اور آشفتہ ہوئے اور بدلہ لینے کا ارادہ مصمم کر لیا۔ اُس وقت جہانداد خاں برادر عطا محمد خاں سابق ناظم کشمیر قلعہ اٹک کا قلعدار تھا جو دریائے اٹک پر واقع ہے مہاراجہ نے اُس کے ساتھ سلسلہ جنبانی کی کہ قلعہ اٹک سکھوں کو دے دے۔ اب فتح خاں کی آشفتگی کی نوبت آئی اور اُس نے قلعہ واپس طلب کیا مگر رنجیت سنگھ نے قلعہ دینے سے انکار کیا تاوقتیکہ اُن کو کشمیر کی لوٹ کا حصہ نہ ملے۔ اپریل سنہ ۱۸۱۳ء میں وزیر کشمیر سے روانہ ہوا اور اٹک پر حملہ کیا۔ لاہور سے فوج بسرعت تمام اوّل زیر حکم کرم سنگھ چاہل اور بعد ازاں زیر حکم دیوان محکم چند روانہ کی گئی۔ عرصہ تک دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل پڑی رہیں۔ چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں سکھ کچھ نقصان اُٹھاتے رہے اور یہ انہیں پسند نہ ہوا کہ عام لڑائی کی جائے تاوقتیکہ قلعے کی رسد خرچ ہو گئی اور دو باتیں اختیاری رہ گئیں کہ یا قلعے کا محاصرہ اُٹھوایا جائے یا اُسے قطعی ترک کیا جائے۔ اُس وقت دیوان نے جنگ کرنے کا عزم کر لیا اور اٹک سے چند میل کے فاصلے پر بمقام حیدرو اُس نے جنگ کے لئے صف آراستہ کی۔ جنگ کی اس طرح ابتدا ہوئی کہ دوست محمد خاں نے جو بعد میں مشہور امیر کابل ہوا سواروں کو نہایت جرات سے لے کر حملہ کیا اور سکھوں کی فوج کی صف توڑ دی۔ ایک بازو سکھوں کی فوج کا بالکل سراسیمہ ہو گیا اور کچھ توپیں ہاتھ آئیں۔ افغانوں نے یہ خیال کر کے کہ فتح ہو گئی لوٹ کی طرف منتشر ہو کر توجہ کی۔ اُس وقت دیوان محکم چند نے بذات خود پس انداز فوج کو لے کر حملہ کیا اور غنیم کو ہر طرف سے بھگا دیا اور غنیم کا ساتھ ہی بہت نقصان بھی ہوا۔ فتح خاں بھاگ گیا اور اُسے یقین تھا کہ دوست محمد مارا گیا۔ آخر فوج افغان خیرآباد سے نکالی گئی اور وہ کابل کو چلی گئی۔ وہاں سے وزیر نے ہرات پر یورش کی تاکہ اُس بدنامی کو جو اُسے اٹک میں حاصل ہوئی تھی دور کرے

جنگ حیدرو ۱۳ جولائی ۱۸۱۳ء کو ہوئی تھی ؂

جبکہ محکم چند جنگ و جدل میں مصروف تھا اُس کا بیٹا موتی رام دوآبہ جالندھر کا ناظم تھا اور اُس کا پوتا رام دیال اگرچہ ابھی ۲۲ سال کا تھا لیکن لیاقت اور شجاعت میں ممتاز ہوگیا تھا اور مئی ۱۸۱۴ء میں جب مہاراجہ نے پھر کشمیر کی مہم کا عزم کیا تو رام دیال فوج کے ایک حصہ کی کمان پر مامور کیا گیا۔ اِس مہم کے خلاف دیوان محکم چند بہت اعتراض کرتا رہا لیکن کچھ شنوائی نہیں ہوئی۔ اُس نے عذر کیا کہ موسم ناموافق ہے اور راستہ میں رسد جمع نہیں کی گئی اور پہاڑی راجگان مخالف ہیں مگر جب اُس نے دیکھا کہ رنجیت سنگھ نے عزم مصمم اپنی قسمت آزمائی کا کر لیا ہے تو اُس نے اجازت طلب کی کہ فوج کے ساتھ مجھے بھی جانے کا حکم ہو۔ لیکن محکم چند اب بوڑھا ہو گیا تھا اور دن بدن ضعیف ہوتا جاتا تھا اِس لئے مہاراجہ نے اُس کو حکم دیا کہ لاہور میں رہے اور اُن کی غیر حاضری میں انتظام رکھے۔ سکھ فوج سیالکوٹ میں جمع ہوئی اور وہاں سے راجوری کی طرف روانہ ہوئی وہاں کے راجہ نے یہ صلاح دی کہ فوج کے دو حصے کر دئیے جائیں ایک حصہ خود مہاراجہ کے زیر حکم پونچھ کے راستے سے جائے اور دوسرا رام دیال و سنگھ نہرنہ جمعدار خوشحال سنگھ اور دیگر سرداروں کے ماتحت بہرم گلہ کے راستے سے جائے۔ بدقسمتی سے اِس صلاح کے مطابق کارروائی کی گئی اور رام دیال اپنی فوج لے کر پیرپنجال سے گذر کر کے وادی میں جا پہنچا جہاں عظیم خاں اپنی کل فوج سمیت موجود تھا اور اُس نے مقابلہ کیا۔ سکھ خوب لڑے مگر غنیم کی تعداد بہت زیادہ تھی اِسلئے سکھوں کو بہت نقصان اُٹھا کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ ان کی اُس وقت کی حالت میں پیچھے ہٹنا ایسا ہی برا تھا جیسے کہ قطعی شکست کیونکہ کوئی کمک موجود نہیں تھی اور نہ رسد کا سامان تھا۔ رنجیت سنگھ نے بھیا رام سنگھ کو مسکی

مدد کے واسطے بھیجا مگر بھیا رام سنگھ ڈرپوک آدمی تھا اور جب اُس نے رام دیال کے بس پا ہونے کا حال سنا تو وہ بھرم گلے میں ایک دو دن ٹھیرا اور پھر پیچھے ہٹ آیا۔ اب مہاراجہ نے دیکھا کہ اُن کو خود واپس جانا ضروری ہے اور رام دیال کو اُس کی قسمت کے حوالہ چھوڑنا پڑا۔ غرضکہ پیچھے ہٹتے ہی بھاگنا پڑا۔ پہاڑی لوگوں نے فوج کا رستہ ہر جگہ روکا اور بارش شدت سے ہوئی جس کے سبب چلنا دشوار ہو گیا لیکن آخرکار بہت سے آدمی اور افسر ضایع کر کے جن میں بہادر سنگھ پڑمانیہ بھی تھا مہاراجہ کسی طرح کوہستان سے نکلکر لاہور آ گیا اگرچہ جو خرابی فوج کو ہوئی تھی اُس کا بڑا سبب رامدیال کی شتابی اور نافہمی تھی لیکن جہاں تک ممکن ہوا رام دیال نے بگڑی بات بنانے کی کوشش کی۔ وہ وادی کشمیر میں ایسے حوصلے سے ٹھہرا کہ عظیم خاں نے مجبور ہو کر صلح کی اور رام دیال کو حفاظت سے پہنچا دینے کا ذمہ لیا بلکہ بذریعہ تحریر دربار لاہور کی عظمت کو تسلیم کیا۔

اسی سال ماہ اکتوبر میں دیوان محکم چند پھلور میں فوت ہوا اور اُسکی وفات سے مہاراجہ اور کل قوم سکھ کو بہت غم ہوا۔ دیوان محکم چند ایسا جنرل تھا کہ تقریباً ہمیشہ کامیاب رہا اور اُس کی انتظامی لیاقتیں بھی ایسی ہی اعلےٰ تھیں جیسے جنگی قابلیتیں تھیں۔ اُس کے مرنے سے گویا رنجیت سنگھ کا سب سے زیادہ وفادار اور جاں نثار ملازم اُس سے بچھڑ گیا۔ مگر اس خاندان کے اور اچھے آدمی باقی تھے۔ موتی رام اپنے باپ کی جگہ دیوان مقرر کیا گیا اور اُسکو دوآبہ جالندھر مع قلعہ پھلور کی نظامت دی گئی۔ رامدیال مع دل سنگھ نہرنہ کے گوگیرہ کے کھرلوں کے مقابلے میں اور ملتان اور بہاولپور سے خراج لینے کی غرض سے بھیجا گیا تھا اور سال آئندہ راجوری کو راجہ اغر خاں کی سرزنش کے لئے روانہ کیا گیا جس نے ۱۸۱۴ء کی مہم میں ایسی دغا دی تھی۔ اغر خاں نے کوشش کی کہ روپیہ لے کر معاف کیا جائے مگر رام دیال نے ایک نہ سنی اور شہر راجوری اور

راجہ کے محل کو لوٹا اور جلا دیا۔ دوسرے سال وہ شمال کی طرف فتح خاں کی حرکات کی نگرانی
کے واسطے بھیجا گیا جو عظیم خاں کے ساتھ کشمیر میں جاکر شامل ہوگیا تھا اور اس کے دوسرے
سال فتح خاں کابل کو چلا گیا۔ اِسوقت حکماں سنگھ چمنی قلعہ اٹک میں حاکم تھا اور رامدیال
اور وہ مشکل سے اِسقدر کر سکے کہ ہزارہ اور یوسف زائی کے مسلمانوں کو نقصان سے رکھا جنکو
فتح خاں نے سرکشی کرنے پر برانگیختہ کیا تھا اور ایک بار رام دیال شکست کھاتے کھاتے
بچ گیا۔

سنہ ۱۸۱۹ء کے موسم بہار میں مہاراجہ نے عظیم خاں کے کشمیر میں نہونے کا فائدہ دیکھ کر
پھر کشمیر کی مہم کا عزم کیا۔ سکھوں کی فوج کا اس دفعہ افسر مصر دیوان چند تھا جس
نے ملتان کو فتح کیا تھا اور رام دیال فوج پسپین کا کمان افسر تھا۔ رام دیال کثرت بارش
کے سبب کوچ نہ کر سکا اور جنگ میں بھی شریک نہیں ہوسکا۔ مگر مقابلہ تھوڑا ہی ہوا
اور زبر خاں بھاگ گیا صوبہ کشمیر رنجیت سنگھ نے اپنے ملک میں ملا لیا اور موتی رام اوّل
ہی اوّل کشمیر کا ناظم مقرر ہوا۔ پھر رام دیال راجہ پونچھ کے مقابلے پر بھیجا گیا اور جب
بھائی لکھن سنگھ ہزارے میں مارا گیا اور حکماں سنگھ چمنی ناظم وہاں سے علیحدہ کیا گیا۔
رام دیال وہاں انتظام کے واسطے بھیجا گیا۔ یہ کام آسان نہیں تھا۔ اُس ملک کی قومیں
حکماں سنگھ کے طریق سے بالکل بھڑک گئی تھیں اور چونکہ وہ سرکشی میں کامیاب
ہوئی تھیں اِسلئے اُن کو اپنے اوپر بھروسا ہوگیا تھا۔ جب رام دیال گندگڑھ تک پہنچا
تو اُس کو افغانان سواری سری کوٹ طور بیلہ یوسف زائی اور سوات نے گھیر لیا
اور اُس کو مجبور لڑنا پڑا۔ تمام دن طلوع سے دن چھپے تک سکھ جنگ کرتے رہے
غنیم کی تعداد اُن سے بہت زیادہ تھی اور رات کو جب تھک گئے تو وہ اپنے مورچوں
میں چلے گئے۔ میدان میں سے سب سے پیچھے رام دیال ہٹا اور دشمن نے یہ دیکھ کر
کہ وہ اپنی فوج قلب سے علیحدہ ہوگیا ہے دفعتاً اُس پر چاروں طرف سے حملہ کیا اور

اس کو مع اس کی سپاہ کے گھیر لیا۔ سکھ جاں بازی سے لڑے لیکن کچھ فائدہ نہوا۔
رام دیال اور اس کے سب ہمراہی مارے گئے اور سکھ اپنے جنرل کے مرنے سے
بدحواس ہو کر ہزارے کو بہت جلد چھوڑ کر چلے گئے *
رام دیال کی وفات سے اسکے باپ کو بہت غم ہوا جس نے چاہا کہ کشمیر کی نظامت
چھوڑ کر بنارس کو چلا جائے۔ مہاراجہ کو دیوان مذکور کے استعفا منظور کرنے میں
کچھ پس وپیش نہ تھا چنانچہ اس کی جگہ سردار ہری سنگھ نلوہ مقرر کیا گیا جو رام دیال
کی وفات کے بعد نہایت جری جنرل فوج خالصہ میں تھا۔ مگر کشمیری اور پہاڑی
قومیں اس سردار کے ظلم وستم کی برداشت نہ کرسکیں اور ایک سال کے بعد
موتی رام پھر صوبہ دار مقرر کیا گیا اور وہ ۱۸۲۶ء تک اس منصب پر مامور رہا۔
دیوان موتی رام کسی قدر لیاقت کا آدمی تھا اور رعایا اس سے خوش تھی مگر وہ
کاہل تھا اور اس کے عہد حکومت میں کوئی امر قابل ذکر واقع نہیں ہوا بجز
اسکے کہ کشمیر میں ہیضہ کی وبا پھیلی جس سے ہزاروں آدمی مر گئے۔ جب موتی رام
کشمیر میں تھا تو اس کا بیٹا کرپا رام دوآبہ جالندھر کا ناظم تھا اور شیودیال اپنی جاگیر
میں ضلع گجرات میں رہتا تھا۔ راجہ دھیان سنگھ کو اس خاندان کی ثروت اور
اقتدار کا رشک تھا چنانچہ اس نے مہاراجہ سے علاقہ سیبا متصل پھلور اپنے سالے
رام سنگھ کو دینے کی سفارش کی۔ کرپا رام اس حقت سے ایسا ناخوش ہوا کہ جب
اس کو پشاور کی مہم میں مع اپنی کل سپاہ کے شامل ہونے کا حکم ہوا تو وہ فقط
پچاس سوار لے گیا۔ مہاراجہ اس حرکت سے نہایت غضب ناک ہوا اس نے
کرپا رام کو قید کیا اور موتی رام کو کشمیر سے طلب کر لیا اور اس کی جگہ دیوان چونی لعل
کو ناظم مقرر کیا اور قلعہ پھلور فقیر عزیز الدین اور اس کے بعد سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ
کو دے دیا۔ ڈیڑھ سال تک یہ خاندان عتاب میں رہا بعد اس کے چہرہ نہ کشمیر دیکر

پھر مورد الطاف ہو گیا۔ اِس وقت کرپارام کشمیر کا ناظم مقرر کر کے بھیجا گیا اور چونی لعل علیحدہ کیا گیا۔ کرپارام کا انتظام اچھا رہا۔ وہ فضول خرچ آدمی تھا اور نمود کا شایق لیکن مزاج کا نرم تھا۔ سری نگر میں رام باغ جس میں مہاراجہ گلاب سنگھ کی سمادھ ہے کرپارام نے لگایا اور دار الحکومت کے گرد و نواح میں اُس نے اور بھی بہت سے باغ لگوائے۔ ۱۸۲۸ء میں کشمیر میں زلزلوں سے بہت نقصان ہوا۔ سرکاری اور رعایا کے مکانات غارت ہو گئے اور خلقت شہروں اور قصبوں کو چھوڑ کر پہاڑوں میں چلی گئی۔ زلزلوں کے بعد ہیضہ آیا جو موتی رام کے عہد سے بھی زیادہ خراب تھا۔ ہیضہ کے بعد مظفر آباد کا راجہ باغی ہو گیا مگر کرپارام نے اُس پر فوج کشی کی اور اُسکو شکست فاش دی۔ اِس دیوان کے عہد میں بھی واقعات قابل تذکرہ تھے۔ ۱۸۳۱ء میں کرپارام نے پھر راجہ دھیان سنگھ کی عداوت سے نقصان اُٹھایا۔ کرپارام نے راجہ فیض طلب خاں بھمبر والے کو پناہ دی تھی اور ڈوگرہ بھائی اُس سے سخت متنفر تھے بلکہ اُس کو اسیر کرنا چاہتے تھے مگر کرپارام اُس کے دینے سے قطعی انکار کرتا تھا۔ دھیان سنگھ نے کرپارام پر سرکشی اور تغلب کا الزام لگایا اور مہاراجہ کے مزاج میں وہ اِس قدر دخیل تھا کہ کرپارام کشمیر سے علیحدہ کر کے پھر قید کیا گیا اور دو آبہ جالندھر موتی رام سے لے لیا گیا اور مصر روپ لال کو دیا گیا۔ پہلے شیخ امام الدین ہوشیارپور میں مقرر کیا گیا تھا لیکن لائق نہیں ثابت ہوا۔ اسوقت موتی رام شملہ میں تھا جہاں وہ سردار ہری سنگھ نلوہ اور فقیر عزیز الدین کے ساتھ نواب گورنر جنرل کے حضور میں سفارت پر بھیجا گیا تھا۔ شملے سے واپس آنے پر اُس نے اپنے بیٹے اور راجہ دھیان سنگھ میں صلح کرانے کی کوشش کی اور کرپارام نو لاکھ روپئے نذرانہ دے کر قید سے رہا کیا گیا مگر موتی رام نے دیکھا کہ صلح ہونی ممکن نہیں ہے اسلئے ملازمت سے تنگ آ کر وہ بنارس چلا گیا جہاں وہ ۱۸۳۹ء میں مر گیا۔ کرپارام ۱۸۳۲ء

میں ہنوں میں تھا اور یہ دیکھ کر کہ راجہ دھیان سنگھ کی عداوت جیسی پہلے تھی ویسی ہی اب بھی ہے اور اُس کا زور روز بروز دربار میں زیادہ ہوتا جاتا ہے اسلئے اُس نے اپنے باپ کے پاس بنارس میں جانے کی اجازت مانگی۔ مہاراجہ نے اجازت نہیں دی اور کرپارام نے ارادہ کر لیا کہ بلا حصول اجازت کے چلا جاؤنگا۔ چنانچہ وہ بظاہر جوالامکھی تیرتھ کرنے گیا اور وہاں سے ستلج کو عبور کر کے علاقہ انگریزی میں پہنچ گیا اور بعدہٗ بنارس میں جا کر اقامت گزیں ہوا جہاں وہ اپنی وفات یعنے ۱۸۴۲ء تک مقیم رہا۔ کرپارام کا اپنا کوئی بیٹا نہیں تھا لیکن اُس نے دھنراج کو متبنے کیا تھا چنانچہ اُسی کو اپنی کثیر جاگیرات کا واحد منتظم مقرر کیا جو اُس وقت بھی چار لاکھ روپئے کی تھیں +

جب کرپارام نے پنجاب کو چھوڑ دیا تو اُس کا بھائی شیو دیال جو گجرات کا ناظم مقرر رہا تھا اور اُس کے بیٹے اپنے اپنے عہدوں پر قائم رہے۔ کنہیالال اپنے باپ کا نائب تھا اور میالال دربار میں ملازم تھا۔ میالال ۱۸۴۱ء میں شیخ غلام محی الدین کے ہمراہ خزانچی ہو کر کشمیر کو گیا لیکن تین سال بعد اپنے باپ کی وفات پر گنجاہ کو واپس آیا جہاں اُس کو اُس کے باپ کا علاقہ جمعی بارہ ہزار روپیہ ملا۔ ۱۸۴۸ء کے مفسدے میں اُس نے عمدہ خدمات کیں اور الحاق پنجاب کے بعد جالندھر اور گجرات میں تھانہ دار رہا۔ ۱۸۵۸ء میں وہ ضلع گوگیرہ میں ہڑپہ کا تحصیلدار مقرر ہوا مگر اِس عہدہ پر وہ عرصہ تک نہیں رہا۔ بعد ازاں اُس نے سرکاری نوکری چھوڑ دی اور اب گنجاہ میں رہتا ہے۔ کنہیالال سکھوں کے عہد میں کئی ضلعوں میں کاردار رہا۔ اُسکا سب سے بڑا بیٹا راد ہاکشن پشاور میں تھانہ دار تھا اور جب پولس کا نیا انتظام ہوا تو اُسوقت اُس نے نوکری چھوڑ دی +

کرپارام کا متبنے بیٹا دھنراج پرانی سکھ فوج متعینہ پشاور کی دوسری رجمنٹ کا کرنیل

پھر مورد الطاف ہوگیا۔ اِس وقت کرپارام کشمیر کا ناظم مقرر کرکے بھیجا گیا اور چونی لعل
علیحدہ کیا گیا۔ کرپارام کا انتظام اچھا رہا۔ وہ فضول خرچ آدمی تھا اور نمود کا شایق
لیکن مزاج کا نرم تھا۔ سری نگر میں رام باغ جس میں مہاراجہ گلاب سنگھ کی سمادھ
ہے کرپارام نے لگایا اور دارالحکومت کے گردو نواح میں اُس نے اور بھی بہت سے
باغ لگوائے۔ سنہ ۱۸۲۸ء میں کشمیر میں زلزلوں سے بہت نقصان ہوا۔ سرکاری
اور رعایا کے مکانات غارت ہوگئے اور خلقت شہروں اور قصبوں کو چھوڑ کر پہاڑوں
میں چلی گئی۔ زلزلوں کے بعد ہیضہ آیا جو موتی رام کے عہد سے بھی زیادہ خراب تھا۔
ہیضہ کے بعد مظفر آباد کا راجہ باغی ہوگیا مگر کرپارام نے اُس پر فوج کشی کی اور اُسکو
شکست فاش دی۔ اِس دیوان کے عہد میں بھی واقعات قابل تذکرہ تھے۔ سنہ ۱۸۳۱ء
میں کرپارام نے پھر راجہ دھیان سنگھ کی عداوت سے نقصان اُٹھایا۔ کرپارام نے
راجہ فیض طلب خاں بھمبر والے کو پناہ دی تھی اور ڈوگرہ بھائی اُس سے سخت
متنفر تھے بلکہ اُس کو اسیر کرنا چاہتے تھے مگر کرپارام اُس کے دینے سے قطعی انکار
کرتا تھا۔ دھیان سنگھ نے کرپارام پر سرکشی اور تغلب کا الزام لگایا اور مہاراجہ کے
مزاج میں وہ اِس قدر دخیل تھا کہ کرپارام کشمیر سے علیحدہ کرکے پھر قید کیا گیا اور
دوآبہ جالندھر موتی رام سے لے لیا گیا اور مصر روپ لال کو دیا گیا۔ پہلے شیخ امام الدین
ہوشیارپور میں مقرر کیا گیا تھا لیکن لائق نہیں ثابت ہوا۔ اِسوقت موتی رام شملہ
میں تھا جہاں وہ سردار ہری سنگھ نلوہ اور فقیر عزیز الدین کے ساتھ نواب گورنر
جنرل کے حضور میں سفارت پر بھیجا گیا تھا۔ شملے سے واپس آنے پر اُس نے اپنے
بیٹے اور راجہ دھیان سنگھ میں صلح کرانے کی کوشش کی اور کرپارام نو لاکھ روپئے
نذرانہ دے کر قید سے رہا کیا گیا مگر موتی رام نے دیکھا کہ صلح ہونی ممکن نہیں ہے اسلئے
ملازمت سے تنگ آکر وہ بنارس چلا گیا جہاں وہ سنہ ۱۸۳۹ء میں مرگیا۔ کرپارام سنہ ۱۸۳۲ء

میں پٹوں میں تھا اور یہ دیکھ کر کہ راجہ دھیان سنگھ کی عداوت جیسی پہلے تھی ویسی ہی اب بھی ہے اور اُس کا زور روز بروز دربار میں زیادہ ہوتا جاتا ہے اسلئے اُس نے اپنے باپ کے پاس بنارس میں جانے کی اجازت مانگی۔ مہاراجہ نے اجازت نہیں دی اور کرپارام نے ارادہ کرلیا کہ بلا حصول اجازت کے چلا جاؤنگا۔ چنانچہ وہ بظاہر جوالامکھی تیرتھ کرنے گیا اور وہاں سے ستلج کو عبور کرکے علاقہ انگریزی میں پہنچ گیا اور بعدہٗ بنارس میں جاکر اقامت گزیں ہوا جہاں وہ اپنی وفات یعنے سنہ ۱۸۴۲ء تک مقیم رہا۔ کرپارام کا اپنا کوئی بیٹا نہیں تھا لیکن اُس نے دھنراج کو متبنیٰ کیا تھا چنانچہ اُسی کو اپنی کثیر جاگیرات کا واحد منتظم مقرر کیا جو اُس وقت بھی چار لاکھ روپئے کی تھیں ؛

جب کرپارام نے پنجاب کو چھوڑ دیا تو اُس کا بھائی شیو دیال جو گجرات کا ناظم مقرر ہوا تھا اور اُس کے بیٹے اپنے اپنے عہدوں پر قائم رہے۔ کنہیالال اپنے باپ کا نائب تھا اور میالال دربار میں ملازم تھا۔ میالال سنہ ۱۸۴۱ء میں شیخ غلام محی الدین کے ہمراہ خزانچی ہوکر کشمیر کو گیا لیکن تین سال بعد اپنے باپ کی وفات پر کنجاہ کو واپس آیا جہاں اُس کو اُس کے باپ کا علاقہ جمعی بارہ ہزار روپیہ ملا۔ سنہ ۱۸۴۸ء کے مفسدے میں اُس نے عمدہ خدمات کیں اور الحاق پنجاب کے بعد جالندھر اور گجرات میں تھانہ دار رہا۔ سنہ ۱۸۵۸ء میں وہ ضلع گوگیرہ میں ہڑپہ کا تحصیلدار مقرر ہوا مگر اِس عہدہ پر وہ عرصہ تک نہیں رہا۔ بعد ازاں اُس نے سرکاری نوکری چھوڑ دی اور اب کنجاہ میں رہتا ہے۔ کنہیالال سکھوں کے عہد میں کئی ضلعوں میں کاردار رہا۔ اُسکا سب سے بڑا بیٹا رادھاکشن پشاور میں تھانہ دار تھا اور جب پولس کا نیا انتظام ہوا تو اُسوقت اُس نے نوکری چھوڑ دی ؛

کرپارام کا متبنیٰ بیٹا دھنراج پرانی سکھ فوج متعینہ پشاور کی دوسری رجمنٹ کا کرنیل

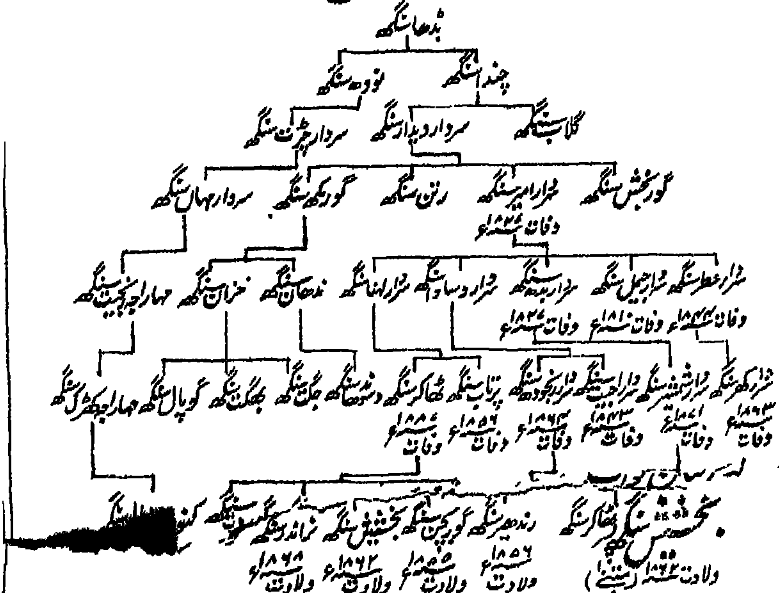
تھا۔ جب سردار چتر سنگھ مفسدانہ میدان جنگ میں آیا تو کرنیل جارج لارنس صاحب نے دھنراج کو اس کام پر بھیجا کہ وہ سردار مذکور کو دریائے سندھ سے عبور نہ کرنے دے۔ پہلے تو وہ اس میں کامیاب ہوا لیکن بعدہ جب اس کے ہمراہی اس سے منحرف ہو گئے تو اُسے مجبوراً لوٹنا پڑا۔ الحاق کے بعد وہ پشاور میں تحصیلدار مقرر ہوا اور آخر کار عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری پر ترقی یاب ہوا۔ مفسدے میں اُس نے عمدہ خدمت کی جس کے صلے میں اُسے نصف جمع کنجاہ کی جو تعداد ۱۳۰۰ روپئے تھی انعام میں ملی۔ دہلی کے قیصری دربار میں جو ۱۸۷۷ء میں ہوا اُسے خطاب آنریری اسسٹنٹ کمشنر عطا کیا گیا۔ کرنیل دھنراج ۱۸۸۰ء میں فوت ہوا۔ اس نے کرپارام کے چچا کے پوتے راونا کشن کو متبنّے کیا۔ جاگیر بیشک حسب قاعدہ ضبط ہو گئی لیکن نواب لفٹننٹ گورنر پنجاب کی صحیح سفارش پر جناب نواب گورنر جنرل بہادر نے منظور فرمایا کہ اس کو خاص معاملہ سمجھ کر اصول مقررہ سے تجاوز کیا جائے چنانچہ جاگیر کا ایک حصہ جس کی سالانہ آمدنی ایک ہزار روپیہ ہے راونا کشن کے نام واگذار رہا۔ راونا کشن کنجاہ ضلع گجرات میں رہتا ہے اور وہ اس ضلع کا سب سے بڑا ہے۔ درباریوں میں اس کا نام نہیں ہے۔ تیا لال کا بیٹا ہر بخش ضلع ہوشیار پور میں منصف ہے۔

اس خاندان کی دوسری شاخ کا تھوڑا سا ذکر کافی ہوگا۔ محکم چند کا بھائی سوبھا رام چند سال مہاراجہ کا ملازم رہا اور جب وہ مرا تو اپنے تین بیٹوں کشندیال دت مل اور گنپت رائے کے پاس کنجاہ کے متصل پانچ ہزار روپیہ کی جاگیر مع موضع گدڑکوٹ چھوڑ گیا۔ دت مل اور گنپت رائے دونوں شیخ غلام محی الدین کے ساتھ کشمیر کو گئے اور نیز اس کے بیٹے امام الدین کی ملازمت میں تین سال تک کارگزار رہے۔ ۱۸۴۸ء کے مفسدے میں یہ بھائی میجر اڈورڈس صاحب کے ماتحت عمدہ

خدمات انجام دیتے رہے اور الحاق پنجاب پر وہ سرکاری ملازمت میں داخل ہو گئے
دِت مل پہلے تحصیلدار اور پھر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوا - وہ لاولد فوت ہوا ؛

ضلع امرتسر

سردار بخشیش سنگھ



پنجاب خاص میں خاندان آہلووالیہ اور سندھانوالیہ دو ایسے اعلیٰ خاندان ہیں کہ اور سب خاندانوں سے برتر رتبہ اور سب سے زیادہ اقتدار رکھتے ہیں۔ رئیس آہلووالیہ کے تقریباً تمام مقبوضات دوآبہ جالندھر میں واقع ہیں اور بیاس اور اٹک کے مابین جتنے خاندان سکھوں کے ہیں وہ سب سردار سندھانوالیہ کو اپنا سرگروہ تسلیم کرتے ہیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ خود اس خاندان کے قریبی رشتہ دار تھے اور سرداران سندھانوالیہ کو جو اقتدار اور دولت کثیر حاصل ہوئی ہم اسکا بڑا باعث یہی تھا کہ سرداران مذکور مہاراجہ کے رشتہ دار تھے ٭

سندھانوالیہ سردار قوم کے سانسی جٹ ہیں اور مثل اکثر جٹوں کے دعوے کرتے ہیں کہ ان کا نکاس راجپوتوں سے ہے اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ان کا مورث اعلیٰ شل نامی جو قوم کا بھٹی راجپوت تھا اوجین سے پنجاب میں آیا تھا اور یہاں

آکر اُس نے سیالکوٹ کو آباد کیا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ قوم بھٹّی اتنی دور جنوب کی طرف کہ جتنے فاصلے پر اوچین واقع ہے نہیں بستی تھی اور جس شل کا سند بالوالیہ ذکر کرتے ہیں بلاشبہ راجہ شل ہے جس کو شالواہن بھی کہتے ہیں اور جو راجہ گج والئے جیسلمیر کا بیٹا تھا۔ یہ راجہ شاہ خراسان کے ساتھ لڑائی میں مارا گیا تھا اور اُس کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے شل نے پنجاب میں آکر شہر لاہور کو تباہ کیا اور شہر سیالکوٹ[1] کو پھر تعمیر کرکے اُس کو اپنا دارالحکومت قرار دیا تھا۔

شالواہن نے ایک نیا سمت قائم کیا جس کو شاکھا کہتے ہیں بعض اشخاص کا یہ قول ہے کہ یہ شاکھا ایک فتح کی یادگار میں قائم ہوا تھا جو شالواہن کو بکرماجیت پر متصل سیالکوٹ حاصل ہوئی تھی۔ لیکن شالواہن بکرماجیت کا ہمعصر نہیں تھا اور نہ کبھی پنجاب میں بکرماجیت آیا تھا۔ شاکھا بکرماجیتی سمت کے ایک سو چھیالیسویں سال میں قائم ہوا تھا۔

[1] سیالکوٹ پنجاب کے نہایت پرانے شہروں میں سے ایک ہے۔ کہتے ہیں کہ اِس شہر کو حضرت عیسےٰ کے زمانے سے تین ہزار چار سو برس پہلے راجہ شل پانڈؤں کے ماموں نے آباد کیا تھا اور اس راجہ کی اولاد کئی سو برس تک وہاں حکمران رہی بعد اسکے شہر چھوڑ دیا گیا تھا تا وقتیکہ مطابق قول مورخان پنجاب ۸۰ء میں اور مطابق قول مورخان بھٹی کے ۱۲۰ء میں اسکو شالواہن نے آباد کیا۔ اگر فرض کیا جائے کہ سیالکوٹ وہی ہے جس کا نام ابتدا میں شالواہن تھا اور جو دارالحکومت شالواہن کا تھا اور غالب ہے کہ یہ دونو مقام ایک ہی تھے تو بھی سیالکوٹ کے یہ نام تھے شالکوٹ۔ سالکنٹ۔ سیکل پور اور رسالکوٹ رسالو شالواہن کے بیٹے کے نام سے مشہور تھا۔ سیال کے راجپوت جو اب جھنگ کے آس پاس کے علاقہ میں رہتے ہیں سیالکوٹ کے آباد کرنے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس شہر کا نام اُن کے نام سے نامزد ہے۔ یہ بات تو تحقیق ہے کہ ایک مرتبہ یہ قوم وہاں رہتی تھی اور اُس نے ایک قلعہ بنایا تھا لیکن یہ شہر اُنکے پنجاب میں آنے سے بہت سال پہلے کا آباد ہے۔

راجہ شالواہن کے سولہ بیٹے تھے جو سب علیحدہ علیحدہ خود مختار ہو گئے جن کی اولاد میں بہت سے پہاڑی راجہ ہیں بڑے اُن میں سے بلند پورن - رسالو - دھرم گدم - روپا اور سندر تھے ؏

پٹیالہ - نابھہ - جیند - ملودہ - بھدوڑ - فریدکوٹ - کیتھل اور اُٹاری جودھر کے بڑے بیٹے کی اولاد سے ہیں جو راجہ شالواہن یا شال کی پانچویں پشت میں تھا اور سندھانوالیوں کا یہ قول ہے کہ وہ اور مسلمان بھٹی جودھر کے دوسرے بیٹے کی اولاد سے ہیں ؏

اپنے خاندان کے سانسی نامزد ہونے کی اصلیت سندھانوالیہ اِس طور پر بیان کرتے ہیں کہ اُن کے مورث سوندھا نے جو جودھر سے چھٹی پشت میں تھا جب یہ دیکھا کہ میری اولاد پیدائش سے چند یوم کے بعد مر جاتی ہے تو اس نے برہمنوں اور منجموں سے مشورہ کیا اور اُنہوں نے سوندھا کو یہ بات سمجھائی کہ جو لڑکا تیرے گھر میں اب پیدا ہو اُس کو اُس شخص کو دے دینا چاہئے جو لڑکے کے پیدا ہونے کے بعد سب سے پہلے تیرے گھر آئے - جب وقت معہود پر لڑکا پیدا ہوا تو لڑکے کے پیدا ہونے کے بعد سب سے اول ایک سانسی فقیر اُس کے گھر پر آیا چنانچہ منجموں کے قول پر عمل کر کے سوندھا نے باوجودیکہ لڑکے کی والدہ عجز و زاری کرتی رہی تاہم وہ لڑکا سانسی فقیر کو دے دیا - اُس بڈھے فقیر کو اگر روپیہ یا روٹی ملتی تو زیادہ خوش ہوتا مگر پھر بھی وہ لڑکے کو اپنے ہمراہ لے گیا - لیکن دوسرے ہی دن فقیر لڑکے سے اوکتا گیا اور اُس کو سوندھا کے پاس واپس لے آیا - سوندھا نے پھر برہمنوں سے صلاح کی اور اُن کے کہنے پر لڑکے کو واپس لے لیا - اِس واقع کی وجہ سے اِس لڑکے کا نام سانسی پال یا سنہسر پال یعنے سانسی کا پالا ہوا رکھا گیا اور اُس زمانے سے اِس خاندان کا یہ نام چلا آتا ہے - ایک اور روایت اِس طور پر بیان کی جاتی ہے کہ سوندھا کی زوجہ اپنے گھر سے بہت فاصلے پر تھی کہ اُسے دردِ زہ پیدا ہوا اُس وقت یہ عورت لاچار سانسیوں کے

ایک گاؤں میں چلی گئی اور وہاں کے آدمیوں نے اُس کی ہر طرح سے خاطر داری اور خدمت کی اور تاوقتیکہ وہ بالکل تندرست ہو گئی اُسی گاؤں میں رہی۔ اِس حالت میں جو لڑکا پیدا ہوا تھا اُس کا نام سانسی رکھا گیا۔ لیکن سندھانوالیہ اور بھٹیوں کے شجرہ نسب کے مقابلے سے یہ بات غالب معلوم ہوتی ہے کہ سانس بھونی کے ایک بیٹے کا نام تھا جو دھرے چوتھی پشت میں تھا اور سندھانوالیہ اور سانسی اِسی شخص کی اولاد ہیں چونکہ سانسی ایک چور اور رذیل قوم ہے اسلئے خاندان سندھانوالیہ نے اپنے ساتھ اِس نام سے قدرتاً شرم کھا کر اِس قسم کی ایک روایت گھڑ لی ہے۔ لیکن امرا اور گداؤں کے درمیان رشتہ کچھ کم یقینی امر نہیں ہے۔ اگر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی تواریخ کو بغور دیکھا جائے تو ظاہر ہوگا کہ اُن کے بہت سے کام اور حکمت عملیاں بعینہٖ سانسیوں کی طرح تھیں +

راجہ سانسی کو جو سندھانوالیوں کا موجودہ مسکن ہے سنہ ۱۵۷۰ء کے قریب راجا اور کیرتو نے آباد کیا تھا اور کیرتو کے پڑپوتے کھوکھر نے ترنتارن کے جنگل میں خود آباد ہو کر وہاں کئی دیہات آباد کئے۔ کھوکھر کے پوتے مسمی ونگاہ کی اولاد سے ایک شاخ سندھانوالیوں کی ہے اور دوسری شاخ سے لاڈوہ کا خاندان چلا ہے۔ ونگاہ کے پوتے تخت مل کو شہنشاہ عالمگیر کی بارگاہ سے بذریعہ فرمان منصب چودھری ملا اور اُس کو علاقہ یوسف پور کی مالگذاری وصول کرنے کا اختیار دیا گیا۔ یہ فرمان خاندان سندھانوالیہ میں اب تک موجود ہے مگر مصدقہ نہیں ہے اسلئے حال کی ہی جعلسازی معلوم ہوتی ہے۔ تخت مل کا بیٹا بہارا مل سہج دھاری فرقے کا سکھ تھا جو سکھوں میں ایک غیر متعصب فرقہ ہے اور اگرچہ اِس شخص نے پوہل کبھی نہیں لی لیکن پھر بھی وہ گورو گوبند کے مسائل کی دیہات میں تلقین کرتا پھرتا تھا۔ اس کا بیٹا بُدھا سنگھ جو پکا سکھ تھا ایک دلیر اور کامیاب ڈاکو مشہور تھا۔ اُس کے زمانے میں سرقہ مویشی ایسا معزز پیشہ تھا جیسے کہ اب سے تین سو برس پیشتر یہ ملک سکاٹلنڈ کی سرحد پر سمجھا جاتا تھا۔ بُدھا سنگھ اپنی مشہور

ابلق گھوڑی دیسی نامی پر سوار ہوکر گرد و نواح کے علاقہ کے واسطے ایک مجسم آفت ہوتا تھا۔ بڈہا سنگھ نے قریب چالیس مرتبہ برچھی توڑے دار بندوق یا تلوار سے زخم کھائے تھے اور آخرکار اپنے بستر پر مثل ستدین آدمیوں کے سنہ ۱۷۱۸ء میں مرگیا۔ اُس کے دو بیٹے چندا سنگھ اور نودہ سنگھ مثل اپنے باپ کے کامیاب اور دل چلے تھے۔ سنہ ۱۷۳۰ء کے قریب اُنہوں نے موضع سوکرچک کو جسے کچھ عرصہ پہلے گل جٹوں نے آباد کیا تھا۔ مگر وہ ویران ہوگیا تھا پھر آباد کیا اور ایک جمعیت سکھوں کی جمع کرکے جو گھوڑے پر سوار ہونے میں خوب مشاق تھے انہوں نے اپنے قریب کے کئی گاؤں پر قبضہ کرلیا بلکہ راوی کے پار ضلع گوجرانوالہ میں لوٹ مار کرتے رہے۔ نودہ سنگھ جو سنہ ۱۷۶۳ء میں بمقام مجلیٹھہ اپنی شادی گلاب سنگھ گل کے ہاں کرنے گیا تھا افغانوں کے ساتھ ایک جنگ میں لڑتا ہوا مارا گیا۔

نودہ سنگھ کا بیٹا چڑت سنگھ جو اپنے باپ کی وفات کے وقت فقط پانچ برس کا تھا ایک بڑا زور آور سردار بن گیا اور سوکرچکیہ مسل کا سرغنہ ہوگیا۔ اس کا چچازاد بھائی دیدار سنگھ گوجرانوالہ پنڈدادن خاں اور دواورجگہہ چڑت سنگھ کے ماتحت لڑتا رہا۔ اُس کے بعد جب سردار مہاں سنگھ اپنے باپ کا جانشین ہوا اور اُس نے رسول نگر اور گوجرانوالہ پر قبضہ کرلیا۔ تو لوٹ کے مال میں سے پنڈ سوا کھا۔ ولوٹ اور سندہانوالہ سردار دیدار سنگھ کے حصہ میں آئے اور اس خاندان کا نام اسی موضع سندہانوالہ سے مشہور ہوا ہے سردار دیدار سنگھ سنہ ۱۷۸۶ء میں ایک معرکہ میں جو دریاے چناب کے کنارے پر ہوا تھا مارا گیا اور اُس کی سمادھ اب تک موضع دولت نگر میں موجود ہے۔

سردار امیر سنگھ مع اپنے بھائیوں گوربخش سنگھ اور رتن سنگھ کے اپنے باپ کے ترکہ کا وارث ہوا اور تھوڑے ہی عرصے میں اُس نے اپنی جائداد کے بڑہانے کی کوشش کی۔ یہ سردار اپنے رفیق اور چچازاد بھائیوں سوکرچکیہ مسل کے سرداروں کے

نیک و بد میں شریک رہا اور جیساکہ مہاں سنگھ اور رنجیت سنگھ کو اقتدار حاصل ہوتا گیا سردار امیر سنگھ نے بے دھڑک بال سچندر اور اور دیہات پر جو راجہ سانسی کے اس پاس تھے قبضہ کر لیا۔ مگر ۱۸۳۱ء میں امیر سنگھ کی دربار میں بہت بے حرمتی ہوئی جس کی روایت اس طرح ہے کہ ایک روز رنجیت سنگھ مثمن برج سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہونے کو طیار تھے۔ امیر سنگھ کو اُس وقت دیکھا کہ اپنی بندوق کاندھے سے اُتار کر اُس کو بھر کر توڑا سُلگا رہا تھا۔ حاضرین موقع نے اُس کے ذمّے یہ تہمت لگائی کہ اُس کی نیت مہاراجہ کے قتل کی تھی اور رنجیت سنگھ کو بھی اس بات کا یقین ہو گیا اور اُس کو دربار سے علیحدہ کر دیا۔ اُس کے بعد امیر سنگھ نے بابا صاحب سنگھ بیدی رئیس اونہ کے پاس جا کر پناہ لی اور کچھ عرصہ بعد مہاراجہ نے بابا صاحب سنگھ کی سفارش سے امیر سنگھ کو پھر موردِ الطاف کر لیا اور اُس کو سردار فتح سنگھ کالیانوالہ کی خاص حفاظت میں رکھ کر اُسے کالیانوالہ کی فوج میں مامور کر دیا۔

امیر سنگھ مہاراجہ کے ہمراہ مہم قصور میں جو ۱۸۰۷ء میں ہوئی تھی گیا تھا اور ۱۸۱۰ء میں مہاراجہ کے ساتھ اُس مہم میں جو دریائے چناب اور اٹک کے درمیان کی مسلمان قوموں پر ہوئی تھی موجود تھا۔ اِس مہم میں اس کا دوسرا بیٹا جےمل سنگھ قلعہ خیرآباد کے سامنے ایک معرکہ میں کام آیا تھا۔ ۱۸۱۹ء میں جب راجہ جے سنگھ والئے جموں کی وفات پر رنجیت سنگھ نے اُس ملک پر اپنا قبضہ کر لیا تو مہاراجہ نے علاقجات ہرسیا۔ نونار اور رتہ ابدال امیر سنگھ کو عطا فرمائے۔ دو سال بعد امیر سنگھ نے اپنے بیٹے بدھ سنگھ کو مہاراجہ کی سرکار میں پیش کیا جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں دربار میں بہت بڑا رسوخ حاصل کر لیا۔

اوّل ہی مرتبہ بدھ سنگھ بذاتِ خود افسر مامور ہو کر بہاول پور کو معہود خراج بزورِ وصول کرنے کے واسطے بھیجا گیا تھا۔ ۱۸۲۱ء میں اس نے اپنے باپ اور بھائی

عطر سنگھ کے ساتھ قلعہ موجگڈھ اور جام گڈھ پر تصرف کر لیا اِن خدمات کے صلے میں امیر سنگھ کو شکر گڈھ اور بدھ سنگھ کو کلر اور نرالی جو قریب ایک لاکھ روپئے کی جمع کے تھے جاگیر میں ملے۔ اِس سے پیشتر اِس خاندان کی جاگیرات واقع چھچھ واٹک اُن کی درخواست پر تبدیل ہو کر علاقجات سروہ۔ تلون۔ گٹھیار اور کتھونگل جمعی ایک لاکھ اسّی ہزار روپیہ کے اُن کو مل چکے تھے ✦

بعد ازاں سردار بدھ سنگھ کو دو پیادے اور ایک سواروں کی رجمنٹ کا افسر مقرر کر کے جموں کے پہاڑوں میں بھیجا گیا اِسکے بعد اُس نے بھنبوالہ کا علاقہ زیر نگین کیا ۱۸۲۳ء میں ٹیبری کی لڑائی میں سردار بدھ سنگھ سکھوں کی فوج کے ایک دستہ کا افسر تھا۔ در حقیقت ٹیبری میں دو لڑائیاں ہوئیں۔ دریائے کابل کے بائیں کنارے پر مہاراجہ بذات خود لڑتے تھے اور مجاہدین یوسف زائی کو اُنہوں نے شکست دی مگر اِس جنگ میں پھولا سنگھ اکالی اور چند برگزیدہ افسر کام آئے۔ دائیں کنارے پر سکھوں کی فوج کی بھاری جمعیت تھی اور اِس فوج پر ہری سنگھ نلوہ جمعدار خوشحال سنگھ سردار بدھ سنگھ اور اور افسر تھے اور مقابل پر افغانوں کی جمعیت کا محمد عظیم خاں افسر تھا جس نے شکست کھائی اور نقصان عظیم اُٹھایا اور اُسی سال کے اندر غم سے مر گیا ✦

۱۸۲۵ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ رام باغ میں بمقام امرتسر سخت بیمار ہوئے اُن کی زیست کی اُمید نہ رہی تھی اور بالکل بے ہوش ہو گئے تھے۔ سردار بدھ سنگھ نے یہ بات سمجھ کر کہ مہاراجہ کے مرنے پر ملک میں علیحدہ علیحدہ ریاستیں بن جائینگی اور مناسب کر کے کہ مہاراجہ قریب المرگ ہیں اپنے واسطے بندوبست کر لینے کا ارادہ ٹھان لیا۔ رات کو کچھ فوج لے کر قلعہ گوبند گڈھ کو گیا اور مہاراجہ کے نام سے قلعے کے اندر کوشش کی مگر جمعدار دیارام نے کہا کہ بغیر حکم میں اندر جانے نہیں دونگا۔ اِس

سبب سے بدھ سنگھ واپس چلا گیا اور مُہر بردار کو بھاری رشوت دے کر اُس سے ایک حکم اس مضمون کا لکھوا لیا کہ قلعہ میں بدھ سنگھ کا دخل کرا دیا جائے اور اِس حکم پر مُہر لگائی گئی۔ اِسے لیکر بدھ سنگھ پھر قلعہ کو گیا لیکن جمعدار دھو کا کھانے والا نہ تھا۔ اُس نے اُس حکم کو دیکھا بھی نہیں اور کہا کہ اِسوقت اِتنی رات گئی ہے کہ اگر خود مہاراجہ بھی آئیں تو میں اُن کے لئے بھی دروازہ نہ کھولونگا۔ سردار ناچار ہار کر واپس چلا گیا۔ صبح کو امام الدین قلعدار نے مہاراجہ کو جنہیں کسی قدر افاقہ ہو گیا تھا رات کا سب ماجرا کہہ سنایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بدھ سنگھ پشاور کی فوج کا کمان افسر متعین ہوا اور یوسف زائی کے علاقہ میں خلیفہ سید احمد سے لڑنے کے واسطے بھیجا گیا۔ یہ شخص بڑا متعصب تھا اور لوگوں کو سکھوں پر جہاد کرنے کے واسطے برانگیختہ کرتا پھرتا تھا۔ مہاراجہ کو امید تھی کہ بدھ سنگھ کی ہڈیاں یوسف زائی کے پہاڑوں میں رہ جائینگی اور وہ مہاراجہ کو تکلیف دینے کے لئے واپس نہیں آئیگا۔

بدھ سنگھ نے بڑی جمعیت فوج کو پیچھے چھوڑ دیا اور خود آگے بڑھ کر دریائے کابل کو عبور کیا اور اکوڑہ میں خیمے گاڑ کر مورچے باندھ دئے مگر رات کو غنیم نے اس پر حملہ کیا اور بدھ سنگھ سے فقط یہ کام ہو سکا کہ اپنے پانسو آدمی مقتول اور مجروح کرا کے دشمن کو ہزیمت دی۔ اِس موقع پر سردار عطر سنگھ سندھانوالیہ موجود تھا اور اِس نے بڑی جوانمردی اور دلاوری دکھلائی۔ اگلے روز فوج سکھ نوسیل آگے بڑھ کر جہانگیرے میں پہنچی جہاں سرداران ڈوگرہ اور سردار اٹاری اپنی اپنی فوجیں لے کر شامل ہوئے۔ سردار بدھ سنگھ کی فوج ملا کر اب سکھوں کی کل فوج کی دس ہزار آدمی کی جمعیت تھی جس میں بارہ توپیں بھی تھیں۔ اِس فوج کے مورچوں کو سید کی کثیر التعداد مگر ناقواعد دان فوج نے جس میں کابلی۔ یوسف زائی اور افغان تھے گھیر لیا۔ چند روز تک سکھ اپنے

سورچوں کے اندر ہی رہے اور غنیم علے الاتصال حملے کرتا رہا۔ آخرکار جب بدھ سنگھ کا ذخیرہ رسد خالی ہوگیا اور اُس کو صبر بھی نہ رہا تو اُس نے اپنی فوج کے ساتھ مورچوں سے نکل کر غنیم پر حملہ کیا اور ایک سخت لڑائی کے بعد دشمن کو شکست دی اور بہت سے آدمی قتل کئے۔ سید نے یوسف زائی کے پہاڑوں میں پناہ لی اور دو برس تک اُس کو پھر میدان جنگ میں آکر لڑنے کی پوری جرأت نہ ہوئی۔ اس فتح کے بعد سردار بدھ سنگھ لاہور کو واپس آیا اور یہاں اُس کا سب طرح اعزاز ہوا لیکن چند ماہ کے بعد بدھ سنگھ ۱۸۲۷ء کے اخیر میں مرض ہیضہ میں مبتلا ہوکر مرگیا۔ اُسوقت مہاراجہ نے اُسکے گھر ایک تعزیت نامہ بھیجا اور اِس خط میں اِس بات کا بھی افسوس ظاہر کیا کہ ایسا دلاور سردار اپنے بستر پر مثل عام آدمیوں کے مرگیا۔ سردار بدھ سنگھ اُن سکھ جرنیلوں میں شمار ہوتا تھا جو نہایت شجاع اور جنگ آزما تھے۔ اُس کی وفات کے وقت یہ افواہ تھی کہ ڈوگروں نے اُسے زہر دے کر مار ڈالا لیکن یہ افواہ بالکل بے بنیاد ہے ✤

امیر سنگھ اپنے بیٹے سے پہلے اُسی سال میں مرگیا تھا لیکن تمام جاگیرات جن کا تخمینہ قریب چھ لاکھ روپئے کے تھا سرداران عطر سنگھ لہنا سنگھ وساوا سنگھ اور شمشیر سنگھ کے نام بحال رہیں۔ عطر سنگھ کو دربار میں اپنے بھائی کی جگہ ملی یہ سردار ایسا طاقتور اور دلاور تھا کہ جب ۱۸۳۷ء میں سردار ہری سنگھ نلوہ مرا تو خالصہ جی کا یہی مدد و معاون گنا جاتا تھا ✤

اُسی سال عطر سنگھ اپنے سواروں کے ساتھ پشاور کو اور لہنا سنگھ شب قدر کو بھیجا گیا۔ وہاں اُنہوں نے اچھی خدمات کیں اور گرد و نواح کی جو وحشی سیرت اقوام تھیں اُن کے ساتھ ہمیشہ جنگ میں مصروف رہے۔ عطر سنگھ کو یہ طویل اور معزز خطاب ملا۔ اوجلہ بیدار نرمل جیدھ سردار باوقار کثیر الاقتدار سرور گروہ نامدار

عالی تبار شجاع الدولہ سردار عطر سنگھ شمشیر جنگ بہادر۔ اور سردار لہنا سنگھ کو یہ خطاب ملا۔ او جلدیدار نزل مدہ سردار با وقار سردار لہنا سنگھ سندھانوالیہ بہادر۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ کی وفات تک اِس خاندان کی جاگیر اور اقتدار برابر بڑھتے رہے۔ مہاراجہ کی وفات کے وقت اگرچہ برائے نام اُن کے قبضے میں سات لاکھ روپیہ کا ملک تھا مگر درحقیقت مالیت میں نو دس لاکھ کا تھا۔

اِسوقت عطر سنگھ کیا بلحاظ عمر اور کیا بلحاظ لیاقت خاندان کا سرگردہ تھا۔ لہنا سنگھ اُولوالعزم آدمی ضرور تھا لیکن ناخواندہ اور عیاش تھا۔ اُس کا بھتیجا اجیت سنگھ بہت دلیر تھا۔ مگر ضدی اور تند مزاج تھا۔ شمشیر سنگھ امور سلطنت میں دخل دینے سے متنفر تھا اور اُسوقت اپنی فوج کے ساتھ پشاور میں تھا۔

جب شاہزادہ نونہال سنگھ اُسی روز جسدن کہ اُس کا باپ مرا اتفاقیہ حادثہ یا کسی تدبیر سے مارا گیا تو تخت کے دو شخص دعویدار پیدا ہوئے۔ ایک رانی چند کور مہاراجہ کھڑک سنگھ کی بیوہ دوسرا شہزادہ شیر سنگھ جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بیٹا مشہور تھا اور بہادر سپاہی تھا اور فوج پر کسی قدر اقتدار بھی رکھتا تھا۔ چند کور کے دعوے کی تائید پر سرداران سندھانوالیہ کا فریق تھا جس میں بھائی رام سنگھ سردار تیج سنگھ اور اُس کا چچا جمعدار خوشحال سنگھ بھی تھے۔ شیر سنگھ کا حامی ڈوگروں کا فریق تھا جسکے راجہ دھیان سنگھ اور اُس کے بھائی راجہ گلاب سنگھ اور سوچیت سنگھ سرگروہ تھے۔ اِس فریق میں مصر لعل سنگھ بھی جو بعد میں راجہ ہو گیا اور اور لوگ شامل تھے۔ سندھانوالیوں اور ڈوگروں میں سخت دشمنی تھی۔ رنجیت سنگھ کی سلطنت کے آخری زمانے میں دونوں فریقوں کو بہت اقتدار اور زور حاصل تھا اور یہ دونوں فریق ایک دوسرے کو رشک اور حسد سے دیکھتے تھے۔ لیکن سندھانوالیوں کی خواہش اقتدار حکمران خاندان سے اتحاد اور سلطنت پر جاں نثاری سے متحد تھی اور ڈوگرے بھائیوں کی خواہش ہمیشہ خودغرضی

پر مبنی تھی۔ جن لوگوں کا تواریخ میں ذکر ہے اُن میں شاید ہی کوئی متنفس ایسا ہوگا جو راجہ دھیان سنگھ اور راجہ گلاب سنگھ کی نسبت زیادہ قابل نفرت ہو۔ اُن کی اعلے درجہ کی فہم و فراست اور بلا اشتباہ بہادری اُن کے پرلے سرے کی بے رحمی ہوا و ہوس دغابازی اور کمینی خواہشوں کے سامنے کسی شمار میں نہیں ہیں +

شاہزادہ نونہال سنگھ کی وفات کے وقت عطر سنگھ ہردوار میں تھا اور اہنا سنگھ اور اجیت سنگھ کلکتہ میں تھے۔ جب اُن کو یہ خبر پہنچی تو عطر سنگھ اور اجیت سنگھ دونو دوادو لاہور کی طرف روانہ ہوئے +

رانی صاحب کور بیوہ شہزادہ نونہال سنگھ اپنے شوہر کی وفات کے وقت حاملہ تھی اور راجہ دھیان سنگھ نے قوم سکھ کے مزاج کے رُخ کو ملحوظ رکھکر تامل مناسب سمجھا اور اِس بات پر اتفاق کیا کہ بالفعل شیر سنگھ اپنی جاگیر کے علاقہ کو چلا جائے اور اپنے فرزند پرتاب سنگھ کو دربار میں چھوڑ جائے اُسوقت یہ بات مشہور کی گئی کہ شیر سنگھ آٹھ مہینے کے واسطے جاتا ہے اِس سے بظاہر مدعا یہ تھا کہ تب تک یہ معلوم ہو جائیگا کہ صاحب کور یا کسی اور رانی کے بیٹا پیدا ہوتا ہے یا نہیں مگر حقیقت میں غرض یہ تھی کہ اِس عرصے میں راجہ دھیان سنگھ فوج کو شیر سنگھ کی جانب کرے +

اوائل جنوری میں شیر سنگھ یہ خبر سُنکر کہ فوج کا رُخ میری طرف اچھا ہے اور اِس امید سے کہ لاہور میرے قبضے میں بلا امداد دھیان سنگھ جس سے وہ نفرت بھی کرتا تھا اور خوف بھی کھاتا تھا آجائیگا اپنی فوج لے کر شہر کے سامنے نمودار ہوا۔ لیکن راجہ گلاب سنگھ نے یہ ٹھان لی کہ اُس کے بھائی کی امداد کے بغیر شیر سنگھ کامیاب نہوا اسلئے وہ سندھانوالیوں کے ساتھ مل کر قلعے کو بچانے کا سامان کرنے لگا۔ محاصرہ قلعہ لاہور کا حال مشہور ہے اُس کے بیان مکرر لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سات روز تک قلعہ والی فوج لڑتی رہی اور کُل فوج سکھ کا مقابلہ دلیری سے کرتی رہی جتنے حملے شیر سنگھ کی فوج

نے قلعہ پر کئے اُن میں اُس کی فوج کے بہت آدمی تلف ہوتے رہے اور تاوقتیکہ
راجہ دھیان سنگھ جموں سے واپس نہ آیا تب تک کچھ سلسلہ جنبانی نہوئی۔ جب وہ آیا
تو نامہ و پیام شروع ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیر سنگھ تخت نشین ہوا اور رانی چند کور اپنے
دعوے سے دست بردار ہوئی۔ گلاب سنگھ جو اپنے اور اپنے بھائی کے منصوبوں کے
کامیاب ہونے سے دل ہی دل میں خوش ہوتا تھا فوج سکھ کے لعن طعن سنتا ہوا
جموں کو روانہ ہو گیا اور اپنے ساتھ بہت سا خزانہ خصوصاً جواہرات جو مہاراجہ رنجیت سنگھ
نے قلعے میں جمع کئے تھے لے گیا۔ اسی لوٹ کے مال سے اس نے پانچ سال بعد
کشمیر کو خریدا۔

بعد ازاں سردار عطر سنگھ رانی چند کور کا ایجنٹ بنکر اس غرض سے صاحب ایجنٹ
گورنر جنرل کے پاس لدھیانہ گیا کہ صاحب موصوف سے کہہ سنکر اپنے فریق کی امداد
کرائے لیکن اس مطلب میں اُس کو کامیابی نہیں ہوئی پھر اجیت سنگھ نے صاحب
موصوف کو حتے المقدور بہت ترغیب دی لیکن مثل سردار عطر سنگھ اس کو بھی کامیابی
نہیں ہوئی۔ پھر اجیت سنگھ کلکتہ گیا لیکن گورنر جنرل کے حضور میں باریاب نہ ہو سکا۔
ان سرداروں کی لاہور سے غیر حاضری کی وجہ خوب معلوم ہو گئی اور شیر سنگھ نے اس
خاندان کی باستثناء جاگیرات سردار شمشیر سنگھ جو اپنے رشتہ داروں کے جوڑ توڑ وں میں
شامل نہیں ہوا تھا کل جاگیرات ضبط کر لیں۔ بعد ازاں شیر سنگھ نے بدھ سنگھ مہرہ اور
حکم سنگھ ملوئی کو لہنا سنگھ اور اس کے بھتیجے کیہر سنگھ کو کلو سے لے آنے کے واسطے
بھیجا جہاں لہنا سنگھ فوج کا افسر تھا اور جب وہ لاہور میں پہنچے تو اُن کو قید کر دیا۔ باقی
اشخاص خاندان سندھانوالیہ سوائے شمشیر سنگھ کے اسوقت ستلج کو عبور کر کے علاقہ
انگریزی میں تھانیسر میں پناہ گزیں ہوئے لیکن سندھانوالیوں کی جلاوطنی سے مہاراجہ
کو ایسی ہی تشویش پیدا ہوئی جیسی کہ اُن کی موجودگی سے تھی۔ یہ سردار لاہور میں

خفیہ جوڑ توڑ کرتے رہے اور وہ فوج بھی جس کو لے کر یہ سردار بارہا لڑائیوں میں چڑھتے رہے تھے ان سرداروں کے ساتھ سخت سلوک ہونے کے باعث ناراضی ظاہر کرتی رہی۔ اسواسطے شیر سنگھ بھائی رام سنگھ کی نابکار صلاح ماننے کو طیار ہو گیا بھائی مذکور نے مہاراجہ کو سمجھایا کہ سندھانوالیہ سرداروں کو بلالے چنانچہ اکتوبر ۱۸۴۲ء میں سردار اجیت سنگھ اور لہنا سنگھ جو کچھ عرصہ پہلے قید سے رہا ہو چکے تھے لاہور میں واپس آگئے اور ان کی تمام جاگیرات واگذار کی گئیں۔ عطر سنگھ اونہ ضلع ہوشیارپور میں بیدی بکرما سنگھ کی عبادت گاہ میں رہا۔ عطر سنگھ کو مہاراجہ شیر سنگھ یا جموں کے راجگان کا کچھ اعتبار نہ تھا اور سچ یہ ہے کہ مؤخر الذکر اشخاص سے محبت کی وجہ نہیں تھی جس نے اجیت سنگھ اور لہنا سنگھ کو پھر لاہور واپس آنے کے لئے آمادہ کیا۔ بلاشبہ ان کو اپنی بڑی بڑی جاگیروں کے واپس لینے کی خواہش تھی لیکن انھوں نے سن لیا تھا کہ رانی چند کور جو ان کے فریق کی سرگروہ تھی اور جو اجیت سنگھ کی ممتاز معشوقہ تھی شیر سنگھ اور دھیان سنگھ کے ہاتھ سے قتل ہو چکی ہے۔ انھوں نے یہ بھی سن لیا تھا کہ رانی صاحب کور کو مردہ بیٹا پیدا ہوا تھا اور لاہور کے بازاروں میں سرگوشیاں ہوتی تھیں کہ شیر سنگھ اور دھیان سنگھ کے حق میں یہ بات اچھی نہ تھی کہ لڑکا زندہ پیدا ہوتا۔

ابتدا میں معاملات بے غل و غش چلتے رہے۔ دھیان سنگھ ہرچند سندھانوالیوں کو سمجھاتا رہا کہ میری وجہ سے تم بلائے گئے ہو لیکن سندھانوالیہ اس کی بات کا اعتبار نہ کرتے تھے اور جانتے تھے کہ دھیان سنگھ کو ہمارے ساتھ عداوت ہے اور اس کے قتل کا انہوں نے ارادہ کر لیا۔ سندھانوالیوں کا منصوبہ دلیرانہ تھا۔ ان کی نیت ادھورا کام کرنے کی نہ تھی۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ مہاراجہ شیر سنگھ اور اس کا وزیر دھیان سنگھ دونوں ساتھ ہی مارے جائیں اور جب ہم اسطرح اپنا بدلہ سیر ہو کر لینگے تو نابالغ

دلیپ سنگھ کے سرپرست ہونے کی حیثیت میں درحقیقت کُل اختیارات سلطنت ہمارے قبضہ اقتدار میں آجائینگے۔ راجہ دھیان سنگھ کا بھی ایک منصوبہ تھا جس میں سندھاں والیوں کے منصوبہ سے کچھ کم ہمت اور جرأت نہ تھی۔ اس کی یہ خواہش تھی کہ شیر سنگھ اور سندھانوالیوں کو مار ڈالا جائے اور آپ ریجنٹ بن جائے اگر اتفاقاً دلیپ سنگھ کو کوئی حادثہ پیش آئے تو غالب ہے کہ میرے بیٹے ہیرا سنگھ کو تخت مِل جائے ۔

سندھانوالیوں نے مہاراجہ کو یہ سمجھایا کہ دھیان سنگھ نے آپ کے قتل کا ارادہ کرلیا ہے اور اِس وزیر کے مرنے کے سوا آپ کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے انہوں نے سمجھایا کہ سوائے سندھانوالیوں کے جو آپ کے رشتہ دار اور خیر خواہ ہیں اور کوئی آپ کے قابل اعتبار نہیں ہے اور ہم اِس بد ذات وزیر کے مار ڈالنے کو مستعد ہیں ۔ شیر سنگھ نے اِس بات کو جو آدھی سچ بھی تھی یقین کرلیا اور ایک کاغذ اپنے دستخط سے اس مضمون کا لکھ دیا کہ تم سے دھیان سنگھ کے قتل کی بازپرس نہوگی اور یہ بات بھی ٹھیرالی کہ دھیان سنگھ کو کِس طرح قتل کرنا چاہیئے۔ یہ تجویز ٹھہری کہ چند روز بعد اجیت سنگھ و لہنا سنگھ مہاراجہ کے ملاحظہ کے واسطے اپنی فوج پریڈ پر جمائیں اُس وقت راجہ دھیان سنگھ کو اُس کے ملاحظہ کا حکم ہوگا اور اِس موقع پر سندھانوالئے اُس کو قتل کردیں۔ اُسی شب کہ جب یہ انتظام مہاراجہ کے ساتھ کیا گیا لہنا سنگھ اور اجیت سنگھ راجہ دھیان سنگھ کے پاس گئے اور اُس سے بیان کیا کہ شیر سنگھ نے پہلے تمہارے اور پھر ہمارے مارنے کا انتظام کیا ہے اور اُس سے درخواست کی کہ شیر سنگھ کے قتل میں ہماری امداد کرو۔ جب دھیان سنگھ نے وہ کاغذ دیکھا جس پر شیر سنگھ نے دستخط کئے تھے تو اُس نے سندھانوالیوں کی درخواست کو منظور کرلیا اور انہیں آپس میں یہ بندوبست قرار پایا کہ فوج کے ملاحظے کے دن بجائے وزیر کے شہزادے پر ہاتھ صاف کیا جائے ۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیر سنگھ کے قتل کا منصوبہ ابتدا میں سندھانوالیوں نے باندھا۔ سندھانوالیہ خود کہتے ہیں کہ اجیت سنگھ اور لہنا سنگھ کے پاس دھیان سنگھ آیا اور اُن سے یہ بات کہکر کہ شیر سنگھ نے تمہارے مار ڈالنے کا قصد کر لیا ہے یہ صلاح دی کہ میرے ساتھ شیر سنگھ کو قتل کرنے میں شامل ہو جاؤ - لیکن یہ روایت کسی طرح غالب نہیں معلوم ہوتی ہے۔ شیر سنگھ سندھانوالیوں سے اتفاق کی خواہش رکھتا تھا نہ کہ قتل کی۔ مہاراجہ موصوف نے تھوڑے ہی عرصہ پہلے اُن کی جاگیرات واگذار کردی تھیں اور مثل سابق اعزاز بخشا تھا اور فقط اُنہیں سے بھروسہ رکھتا تھا کہ راجگان جموں یعنے دھیان سنگھ اور گلاب سنگھ سے مجھے محفوظ رکھینگے۔ ان راجگان سے جس قدر مہاراجہ کو نفرت تھی اُتنا ہی خوف بھی تھا۔ سندھانوالیہ اِس بات کو بخوبی جانتے تھے اور اُن کو کبھی یقین نہیں ہوتا کہ مہاراجہ ہمارے قتل کی تجویز میں ہے۔

آخر کار ۱۵ ستمبر ۱۸۴۳ء وہ دن جو سندھانوالیوں کی فوج کے ملاحظہ کے واسطے مقرر ہوا تھا آ پہنچا۔ اس روز مہاراجہ اپنے موسم گرما کے مکان شاہ بلاول میں جو لاہور اور شالامار کی نصف راہ پر تھا بسر کرنے گئے تھے اور سردار لہنا سنگھ اور اجیت سنگھ بھی وہاں گئے۔ وہ مہاراجہ کے حضور میں مسلح گئے لیکن یہ بات کچھ غیر معمولی نہ تھی۔ شیر سنگھ شاہ بلاول والے مکان کے چھوٹے کمرے میں تھے اور فقط ایک دو نوکر اُن کے پاس موجود تھے اور دیوان دینا ناتھ باواز بلند کچھ کاغذات سرکاری اُن کو سنا رہا تھا۔ اجیت سنگھ نے مجرا بجا لاکر اور روبرو آکر مہاراجہ کے ملاحظہ کے لئے ایک دونالی بندوق یہ کہہ کر پیش کی کہ میں نے ابھی خریدی ہے۔ شیر سنگھ کو ہتھیاروں کا بہت شوق تھا اُس نے بندوق لینے کو ہاتھ بڑھایا اُس وقت اجیت سنگھ نے جس نے مونہہ بندوق کا مہاراجہ کی طرف کر رکھا تھا دونوں نالیاں سر کر دیں۔ دونوں نالیوں میں دوہرا دوہرا سامان بھرا ہوا دونوں ساتھ ہی نالیاں مہاراجہ کے سینے میں چھوٹ کر لگیں۔

مہاراجہ کو فقط اتنی بات کہنے کا وقت ملا کہ "یہ کیا دغا ہے" اور پھر گر پڑے اور جان بحق ہو گئے۔ مہاراجہ کے نوکروں نے قاتلوں پر حملہ کیا لیکن چونکہ وہ شمار میں بہت تھے اسلئے غالب آئے۔ سردار بدھ سنگھ ساکن مکیریاں اسی جگہ مارا گیا اِس کا ایک عموزاد بھائی سخت زخمی ہوا اور کئی آدمی سندھانوالیوں نے قتل کئے۔

شاہ بلاول سے تھوڑے ہی فاصلے پر سردار جوالا سنگھ پڈانیہ کا باغ تھا۔ یہاں شاہزادہ پرتاب سنگھ مہاراجہ کا سب سے بڑا بیٹا جو خوب صورت اور عقیل تھا کچھ رسمیات مذہب کے ادا کرنے میں مصروف تھا اور برہمنوں کو خیرات دے رہا تھا۔ کیونکہ اُس روز اسوج کے مہینے کی پہلی تاریخ تھی اور سنکرانت کا دن تھا۔ لہنا سنگھ تھوڑی سی فوج لے کر دوڑا اور اس باغ کو گیا۔ شہزادے نے اُسے تلوار سونتی ہوئی آتے دیکھا اور پکارا کہ "باباجی تمہارا نوکر میں رہونگا" لہنا سنگھ نے جواب دیا تمہارا باپ قتل ہو چکا ہے اور جھٹ اُس کے بدن میں تلوار بھونک دی۔ اسی وقت عطر سنگھ پروہت جو شاہزادے کے پاس حاضر تھا اور کئی اور برہمن[1] مارے گئے۔

اِدھر جوالا سنگھ کے باغ میں یہ واردات قتل کی ہو رہی تھی اُدھر اجیت سنگھ نے مہاراجہ کا سر کاٹ لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر تین سو آدمیوں کی جمعیت سے لاہور کی طرف دوڑا۔ رادیں جہاں اب بادامی باغ واقع ہے راجہ دھیان سنگھ گھوڑے پر سوار شاہ بلاول کی طرف آہستہ آہستہ جاتا ہوا اجیت سنگھ کو ملا۔ اِس کے ہمراہ فتح خاں ٹوانہ اور چند اور ہمراہی تھے۔ اجیت سنگھ نے راجہ موصوف کو کہا کہ سب کام

[1] شیر سنگھ اور پرتاب سنگھ کے قتل کی داستان کئی طرح سے بیان کی جاتی ہے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ مندرجہ بالا کیفیت صحیح ہے۔ اِس دردناک واقعہ کے چشمدید گواہوں سے سوالات کئے گئے وہ سب اس کی صداقت میں اتفاق کرتے ہیں۔ مثلاً دیوان اجودھیا پرشاد جو قتل کے وقت مہاراجہ کے پاس موجود تھا اور رام ملا دامل وکیل راجہ کپورتھلہ جو اُسوقت جوالا سنگھ کے باغ میں موجود تھا جبکہ پرتاب سنگھ مارا گیا تھا۔

اچھی طرح ہو گیا اور کہا کہ میرے ساتھ لاہور کو واپس چلو۔ ممکن ہے کہ راجہ دھیان سنگھ کو کچھ شک ہوا ہو مگر اس وقت شبہات کا ظاہر کرنا بے سود تھا اس لئے شہر کی طرف اپنے گھوڑے کو پھیرا اور دونوں روشنائی دروازے سے شہر میں داخل ہوئے اور قلعہ میں داخل ہوکر دروازے بند کر دئے گئے۔

قلعہ پر چڑھتے ہوئے اجیت سنگھ نے وزیر سے دریافت کیا کہ اب تمہارا کیا انتظام کرنے کا منشا ہے اُس نے جواب دیا کہ دلیپ سنگھ مہاراجہ ہوگا میں وزیر اور سندھانوالیوں کو اقتدار حاصل رہیگا۔ اجیت سنگھ نے پھر وہی سوال کیا اور وہی جواب پایا۔ ایسے مشکل وقت میں بھی دھیان سنگھ نے سندھانوالیوں سے جن سے اُسے نہایت نفرت تھی وزارت دینے کا وعدہ کرنا چاہا۔ لیکن اس وقت راجہ نے اجیت سنگھ کی وضع سے دیکھا کہ میرے قتل پر مستعد ہے اُس سے کچھ کہنے کو متوجہ ہوا لیکن اجیت سنگھ بولا تم رانی صاحبہ کے قاتل ہو اور اپنی پستول کو راجہ پر سر کردیا۔ اجیت سنگھ کے ہمراہیوں نے راجہ دھیان سنگھ کو اپنی تلواروں سے کاٹ ڈالا اور اُس کی لاش کو توپ ڈھالنے کے کارخانے کے گڑھے میں جو قلعے میں تھا ڈال دیا۔ احمد خاں گھیبہ جو راجہ دھیان سنگھ کے ہمراہ تھا اُسی کے ساتھ مارا گیا۔ تھوڑی دیر بعد لہنا سنگھ بھی آ پہنچا اور ان سرداروں نے اُسوقت راجہ سوچیت سنگھ کو جو دھیان سنگھ کا بھائی تھا اور راجہ ہیرا سنگھ کو جو اس کا بیٹا تھا قلعہ میں کچھ مشورہ کرنے کے لئے بُلایا۔ لیکن یہ راجگان دھوکا کھانے والے نہ تھے اور قتل کی خبر جلد مشہور ہو گئی۔ راجہ ہیرا سنگھ نے جس کی نسبت اپنے باپ کے قتل کرنے میں سازش کا الزام لگایا گیا تھا اپنے باپ کے قتل کا انتقام لینے کا عہد کر لیا اور فوج کو مخاطب کرکے اور اُس کے ساتھ بہت سے لاطائل وعدہ کرکے اپنا طرفدار کر لیا شام تک چالیس ہزار فوج نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ سندھانوالیوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اپنے جیتے جی قلعے کو ہاتھ سے نہ دینگے۔ اِن سرداروں نے

دلیپ سنگھ کے مہاراجہ اور لہنا سنگھ کے وزیر ہونے کی منادی کروی تھی لیکن اُن کو معلوم ہو گیا کہ ہمارا کام بگڑ گیا۔ جب ہیرا سنگھ نے پہلی ہی مرتبہ قلعہ پر حملہ کیا تو اس کا مقابلہ خفیف سا ہوا لیکن جب دیواروں میں رخنے پڑ گئے اور غنیم نے حملہ کیا تو سندھانوالیہ جان بکف لڑے مگر ان کے ہمراہ فقط چند صد آدمی تھے آخر کار اگرچہ فوج حملہ آور کا نقصان بہت ہوا مگر قلعہ کو اس نے سر کر لیا۔ اُس وقت اجیت سنگھ نے قلعہ کی دیوار سے رسّی کے ذریعے کود کر بھاگ جانے کا ارادہ کیا لیکن ایک سپاہی نے اُسکو دیکھ لیا اور باوجودیکہ اجیت سنگھ نے درصورت جان بچا دینے کے اُس سپاہی کو بہت کچھ انعام دینے کا اقرار کیا لیکن سپاہی نے گولی سے اُس کو مار دیا۔ بعد ازاں اُس کا سر کاٹ کر ہیرا سنگھ کے پاس لے گیا۔ اُس نے حکم دیا کہ اُس کی لاش کے چار ٹکڑے کئے جائیں اور شہر میں جا بجا پھرائی جائے اور جس سپاہی نے اجیت سنگھ کو مارا تھا وہ صوبہ دار بنایا گیا۔ لہنا سنگھ جس کی ران ایک زنبورے کے فشانے سے علے الصّباح ٹوٹ گئی تھی ایک تہ خانے میں چھپا ہوا پکڑا گیا اور سخت بے رحمی سے قتل ہوا۔ اُس وقت دلیپ سنگھ کی بادشاہی اور ہیرا سنگھ کی وزارت کی منادی ہوئی۔ غرض کہ یہ دردناک وقوعہ اس طرح انجام کو پہنچا ؛

ہیرا سنگھ نے برسرِ حکومت ہو کر کُل جاگیرات خاندان سندھانوالیوں کی سوائے جاگیر سردار شمشیر سنگھ کے جو پشاور میں تھا اور جو اس فساد میں شامل نہیں ہوا تھا ضبط کر لیں۔ راجہ سانسی کو جو اِس خاندان کا مسکن تھا تباہ کر دیا اور جس زمین میں سندھانوالیوں کے محل تھے اُس میں ہل چلوا دئے اور اُن کے سب دوستوں اور متوسّلوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر ڈالا۔ جو آدمی اِس خاندان کے باقی رہے وہ سردار عطر سنگھ کے ساتھ ستلج کے پار بھاگ گئے۔ معلوم نہیں کہ عطر سنگھ کو اپنے بھائی اور بھتیجے کے ارادوں اور منشاء کا حال کہ کہاں تک نوبت پہنچا ئینگے معلوم تھا یا نہیں لیکن ہیرا سنگھ کو یہ یقین تھا کہ وہ

اِس سازش میں شریک تھا اور اُس نے اِس کے قتل کا مصمم ارادہ کرلیا۔ اِس غرض سے اُس نے کئی جعلی خط بہت سے سرداروں اور سرکردگان فوج کی طرف سے اِس مضمون کے لکھ کر اُسے بھیجے کہ تم واپس پنجاب کو چلے آؤ اور اگر آجاؤگے تو مثل سابق پھر تم کو اقتدار حاصل ہو جائیگا اور وزیر کو قتل کر سکوگے۔ ہیرا سنگھ نے جعلی خط بابا بیر سنگھ کو بھی جس کی سکھ بہت تعظیم کرتے تھے اِس مضمون کے بھیجے کہ سردار عطر سنگھ کو آپ سمجھا بجھا کر واپس بھیجدو۔ اسوقت شہزادہ کشمیرا سنگھ اور پشورا سنگھ بھی بابا بیر سنگھ کے ساتھ تھے اور ہیرا سنگھ کو اپنے تینوں دشمنوں کو ایک ہی ہاتھ میں مار ڈالنے کی توقع تھی۔ عطر سنگھ اور بابا صاحب دونوں نے دھوکا کھایا۔ سردار عطر سنگھ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ پھر ستلج کے وار آگیا اور بابا کے لشکر کے ساتھ آملا۔ فوج سکھ نے گورو کے ساتھ لڑنے سے انکار کیا اسواسطے ہیرا سنگھ کو اور بھی فریب کرنا پڑا۔ اس نے فوج کو بہکایا کہ عطر سنگھ انگریزوں کے ساتھ شامل ہوگیا اور انگریز ستلج کو عبور کرکے پنجاب پر قبضہ کرلینے کو اس وقت مستعد ہیں۔ غالب ہے کہ اگر فوج عطر سنگھ پر چڑھائی کرے تو وہ بلا مقابلہ ستلج پار کے علاقے میں واپس چلا جائے۔ اِس طرح فوج دھوکے میں آکر لاہور سے روانہ ہوئی اور آخرکار جو کچھ ہیرا سنگھ کو امید تھی ویسا ہی ظہور میں آیا۔ چال بازی سے ایک فساد برانگیختہ کیا گیا اور قبل اِس کے کہ سکھوں کی فوج کو معلوم ہو کہ ہم کیا کر رہے ہیں سنداں والیوں کی فوج کے ساتھ باقاعدہ لڑائی میں مصروف ہوگئے۔ بابا کے لشکر پر حملہ کیا گیا اور بابا موصوف اِس لڑائی میں ایک توپ کے گولہ سے مارا گیا۔ کشمیرا سنگھ نے جوانمردانہ لڑتا ہوا مارا گیا اور عطر سنگھ کو سردار گلاب سنگھ کلکتیہ نے گولی ماری۔ عطر سنگھ نے بھی ۱۸۴۴ء میں وفات پائی ٭

سات ماہ بعد ہیرا سنگھ خود قتل ہوا اور سردار جواہر سنگھ نے جو رانی جنداں کا شرابوں بھائی تھا اور جو ہیرا سنگھ کی جگہ وزیر ہوا تھا سنداں والیوں کو اُن کی جلاوطنی سے

بلایا اور اُن کی تمام جاگیرات واگذار کردینے کا وعدہ کیا۔ مارچ ۱۸۴۵ء میں اُنھوں نے
اپنی پرانی جاگیرات میں سے ایک لاکھ چھہتر ہزار روپے کی جاگیرات واپس پائیں۔
سردار شمشیر سنگھ پشاور سے واپس طلب کیا گیا اور فوج آئین کی ایک برگیڈ کی افسری
اس کو ملی جس پر وہ تمام ۱۸۴۵-۴۶ء کی ستلج کی لڑائی میں افسر رہا۔ دسمبر ۱۸۴۶ء میں
سردار شمشیر سنگھ کونسل آف ریجنسی کا ممبر مقرر کیا گیا۔ فروری ۱۸۴۸ء میں رزیڈنٹ
لاہور نے سردار شمشیر سنگھ کو ملکی اور جنگی عملہ دے کر امرتسر کے گردونواح کی طرف جس
کو مانجھہ کہتے ہیں بھیج دیا۔ اس علاقہ میں قزاقوں کا زور تھا اور اکثر اُن میں وہ سپاہی
شامل تھے جو برطرف کردئے گئے تھے اور سردار موصوف نے بڑی ہمت اور جوانمردی
سے کسی قدر امن قائم کردیا۔ اس سے پہلے اس نے کچھ عرصے کے واسطے بنّوں میں
لفٹنٹ اڈورڈس صاحب کے ساتھ مارٹیوالہ اور موکل کی سپاہ کے دستوں پر افسری
کی تھی۔ جب دیوان مولراج ناظم ملتان نے استعفا دیا اُسوقت نظامت ملتان کا منصب
سردار شمشیر سنگھ کے پیش کیا گیا تھا۔ لیکن وہ اِس منصب کے قبول کرنے میں راضی
نہ معلوم ہوا اور آخرکار یہ منصب سردار کاہن سنگھ مان کو دیا گیا۔ شروع بغاوت میں
شمشیر سنگھ سکھ فوج کے ایک حصّہ کا افسر بنا کر ملتان کو بھیجا گیا تھا۔ اُس نے میجر
اڈورڈس صاحب کو فوج کی بدنیتی کی خبر کردی اور حتے الوسع کوشش کی کہ فوج
نمک حلال رہے۔ آخرکار فوج ناگاہ باغی ہوگئی اور راجہ شیر سنگھ اٹاری والہ اُسے
ملتان سے گیا وہاں پھر دربار میں علانیہ سردار شمشیر سنگھ نے مفسدوں کے ساتھ شامل
ہونے سے انکار کیا اور بیان کیا کہ سوائے مہاراجہ کے میں کسی اور کا مطیع نہیں ہوں۔
دوسرے روز ۱۵ ستمبر ۱۸۴۸ء کی صبح کو سردار شمشیر سنگھ شیر سنگھ کے لشکر سے پیادہ پا
بھاگ نکلا اور خیمہ اور ہاتھی سب وہیں چھوڑ دئے۔ راہ میں دو مفسدوں نے اُس کو
گھیرا لیکن اُس نے ایک کو گولی سے مار ڈالا اور دوسرا بھاگ گیا۔ ملتان سے واپس

آکر شمشیر سنگھ نے جنرل وہیلر صاحب کو عمدہ مدد دی اور رام سنگھ پسر شاماں وزیر نورپور کے حرکات سکنات کی جو مفسد تھا خبر دی*

الحاق پنجاب کے بعد ذاتی جاگیر سردار شمشیر سنگھ کی جس کی مقدار چالیس ہزار دو سو پچاس روپئے تھی اُس کو حین حیات کے لئے واگذار کی گئی اور ایک چوتھائی اُسکی اولاد نرینہ کے واسطے دوام کے لئے ملنا قرار پایا۔ جو جاگیر نوکری کے عوض تیس ہزار دو سو پچاس روپئے کی تھی وہ ضبط ہوگئی*

سنہ ۱۸۵۷ء کے ایام مفسدہ میں سردار شمشیر سنگھ نے ایک رسالہ ۱۲۵ سواروں کا بھرتی کیا۔ یہ رسالہ ہڈسن صاحب کے رسالے میں جو اب دسواں رسالہ بنگال کہلاتا ہے شامل ہوگیا۔ فروری سنہ ۱۸۶۲ء میں سردار شمشیر سنگھ اپنی جاگیر کے علاقہ کے اندر مجسٹریٹ مقرر ہوا*

اِنہیں ایام میں وہ حصہ اُس کی جاگیر کا جو اُس کی اولاد کے نام واگذار ہونا قرار پایا تھا بجائے ایک چوتھائی کے دو ثلث کل جاگیر کا مقرر کیا گیا۔ سردار شمشیر سنگھ کی اپنی اولاد کچھ نہ تھی لیکن اُس نے بخشش سنگھ کو متبنےٰ کر لیا تھا جو اِس کے چچازاد بھائی ٹھاکر سنگھ کا پسر دوم تھا*

سردار عطر سنگھ کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا کہر سنگھ اپنے خاندان کا بزرگ ہوا لیکن یہ سردار کچھ ہمت یا لیاقت کا آدمی نہ تھا۔ اُس کے عادات میں فضولیات تھیں اور اِسکے ساتھ ایسے آدمی رہتے تھے جو اُس کی بے وقوفیوں سے دولت مند بن گئے۔ ملتان میں جہاں وہ اپنے عموزاد بھائی سردار شمشیر سنگھ کے ساتھ خدمات بجا لایا اِس واسطے نمک حلال رہا کہ شمشیر سنگھ نمک حلال تھا۔ کہر سنگھ گھر کی غفل کچھ نہ رکھتا تھا۔ الحاق پنجاب کے وقت اُس کی ذاتی جاگیر ۲۶ ہزار روپئے سال کی اُس کے نام تاحین حیات اور چہارم اُس میں سے اُس کی اولاد نرینہ کے نام دوام کے لئے

واگذار ہوئی۔ یہ جاگیر فروری سنہ ۱۸۶۴ء میں کہر سنگھ کے فوت ہونے پر ضبط ہو گئی۔ اُس کی زندگی اُس کی بے اعتدالی کی وجہ سے بہت گھٹ گئی تھی۔ اُس کی جاگیر کچھ عرصے تک اُس کے قرضخواہوں کے ہاتھ میں رہی اور اُس کو خود دوالے کی درخواست گذرانی پڑی ۔

لہنا سنگھ کے دو بیٹے پرتاب سنگھ اور ٹھاکر سنگھ بھی اپنی ذاتی جاگیر پر برقرار رکھے گئے۔ چونکہ سنہ ۱۸۴۹ء میں وہ بہت کم عمر تھے اسلئے مفسدے میں انہیں شریک نہیں کہہ سکتے۔ پرتاب سنگھ سنہ ۱۸۵۶ء میں لاولد مر گیا اور اُس کی دس ہزار پانچ سو پینسٹھ روپے کی جاگیر سرکار میں ضبط ہو گئی۔ ٹھاکر سنگھ کی جاگیر ۵۶۵۵ روپے کی تھی جس میں سے چہارم دوامی تھی۔ سردار دیسا دا سنگھ کا بیٹا رنجودھ سنگھ کسی چلن کا آدمی نہیں تھا۔ اُس کی جاگیر ۱۵۸۴۰ روپے کی تھی جس میں سے ایک ثلث یعنی ۵۲۸۰ کی دوامی تھی۔ یہ جون سنہ ۱۸۶۴ء میں ایک بیٹا چھوڑ مرا۔ سردار شمشیر سنگھ راجہ سانسی میں جو امرتسر کے شمال کی طرف قریب پانچ میل کے فاصلے پر ہے رہتا تھا۔ وہ سنہ ۱۸۷۱ء میں مر گیا اور اُس کا پسر متبنےٰ سردار بخشیش سنگھ جو مرحوم سردار ٹھاکر سنگھ سندھانوالیہ کا بیٹا ہے جانشین ہوا۔ نابالغی کی وجہ سے ضلع کے کورٹ آف وارڈس کے زیر نگرانی کیا گیا۔ سردار ٹھاکر سنگھ کو اختیارات مجسٹریٹی دے کر راجہ سانسی کے حدود کے اندر منیجر مقرر کیا گیا۔ سنہ ۱۸۷۷ء میں یہ اختیارات اُس سے واپس لے لئے گئے ۔

سنہ ۱۸۷۴ء میں سردار بخشیش سنگھ سن بلوغ کو پہنچا۔ سنہ ۱۸۷۵ء میں اس کی شادی سردار مہتاب سنگھ مجیٹھیہ کی بیٹی سے ہوئی جو بعدہٗ فوت ہو گئی۔ سنہ ۱۸۸۴ء میں اُسکی دوسری شادی راجہ فریدکوٹ کی چچازاد بہن سے ہوئی۔ سنہ ۱۸۶۶ء میں وہ جاگیر جو لارڈ کیننگ نے سردار شمشیر سنگھ۔ تیج سنگھ اور بھگوان سنگھ کو عطا کی تھی صاحب سکرٹری آف سٹیٹ کی منظوری سے دوام کے لئے بحال ہوئی۔ شمشیر سنگھ کی جاگیر

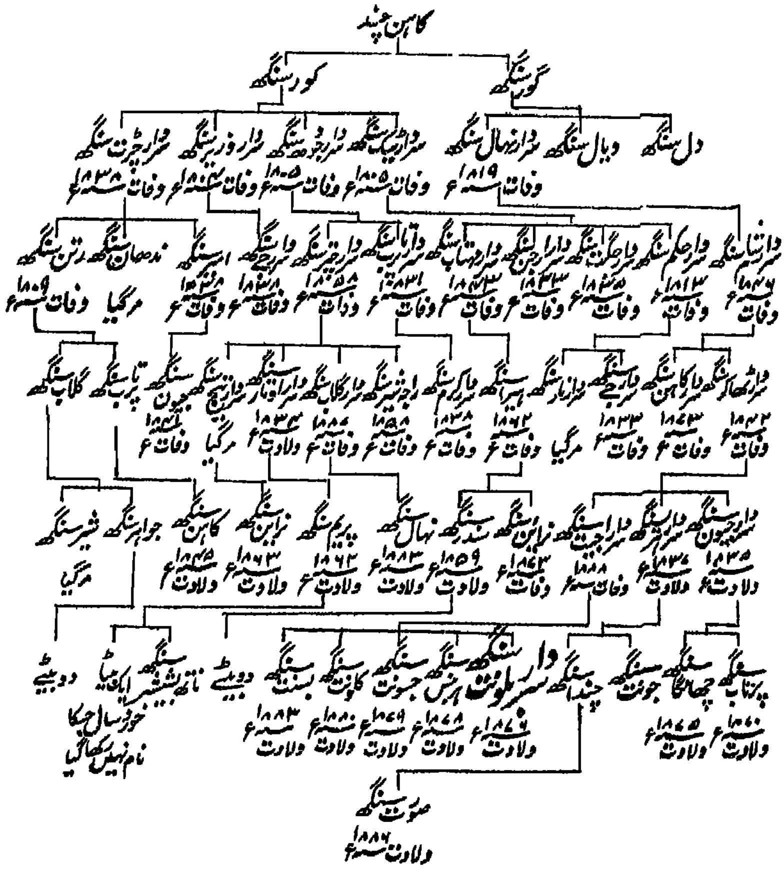
میں اُنتیس مواضعات جمعی تیس ہزار دو سو چہتر روپئے سالانہ کے ملتے تھے اور چونکہ سردار کو اپنا حصہ بٹائی میں لینے کا اختیار ملا ہوا تھا اسواسطے اگر سچ پوچھا جائے تو اُسے اَڑتیس ہزار چھ سو تیرہ روپئے سالانہ کی آمدنی ہوتی تھی - اِس جاگیر کا ثلث سردار بخشیش سنگھ کو ملا - اِس وقت اس کی مالگذاری اکتیس ہزار تین سو روپئے سالانہ ہے - علاوہ اِس کے بوجہ آبپاشی نہر اُسے چھ ہزار روپئے سالانہ خوش حیثیتی کا آتا ہے اور جو اور اراضیات اُس کی ملکیت میں ہیں وہ یہ ہیں - تیرہ سو بچانویں گھماؤ راجہ سانسی میں - پانچسو اٹھاون گھماؤ تلہ تنگل میں اور ایک سو گھماؤں واڈو پور میں - اِس کے سواے لاہور - گورداسپور - سیالکوٹ - بٹالہ اور ترن تارن میں اسکے باغات اور مکانات ہیں ٭

۱۸۹۰ء میں سردار بخشیش سنگھ کو مجسٹریٹی کے اختیارات ملے - یہ اجنالہ کے لوکل بورڈ کا ممبر بھی ہے ٭

لہنا سنگھ کا بیٹا سردار ٹھاکر سنگھ ۱۸۶۵ء میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوا اور ۱۸۷۱ء میں جب شمشیر سنگھ فوت ہوا تو وہ سردار متوفی کے متبنے بیٹے بخشیش سنگھ کی جائداد کا منیجر ہوا - ۱۸۷۷ء میں ٹھاکر سنگھ پھر پنجاب کمیشن میں آگیا مگر وہ ہمیشہ روپئے پیسے سے تنگ رہتا تھا - ۱۸۸۵ء میں وہ انگلستان کو گیا اور وہاں نو ماہ تک مہاراجہ دلیپ سنگھ کا مہمان رہا - وہاں سے لوٹ کر تھوڑے عرصے بعد وہ مع اپنے تینوں لڑکوں گوربچن سنگھ نراندر سنگھ اور گوروت سنگھ اور قبائل کے پانڈی چری میں چلا رہا اور وہیں دسمبر ۱۸۸۷ء میں فوت ہو گیا - اُس کے بیٹے اب تک وہیں ہیں - ٹھاکر سنگھ کے سب سے بڑے بیٹے گوربچن سنگھ کو اُس کی اعلےٰ لیاقت کے باعث تعریف کے ساتھ سٹیچوٹری سول سروس میں داخل کیا گیا - چنانچہ جس وقت وہ پانڈی چری کو بھاگا اُس وقت وہ پنجاب میں اسسٹنٹ کمشنر تھا

موضع سندہاں والہ اب سردار امیر سنگھ کے بھائی گورمکھ سنگھ کی اولاد کی ملکیت ہے*

سردار بلونت سنگھ اٹاری والہ



خاندان اٹاری مثل خاندان سندھانوالیہ اصل میں راجپوت ہے اور ابتدا میں اس خاندان کے بزرگ جیسلمیر کی نواح سے پنجاب میں آئے تھے۔ لیکن اگرچہ یہ دونوں خاندان ایک ہی قوم بھٹی راجپوتوں میں سے ہیں مگر فی زمانہ یہ دونوں خاندان مساوات کا درجہ نہیں رکھتے ہیں۔ ان کے صفات راجپوتی مدت سے گم ہو گئے ہیں اور اب یہ دونوں جٹ ہیں۔ سندھانوالیوں کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی قرابت اور بھاری املاک کے باعث سب سے زیادہ زور حاصل تھا اور دربار میں بہ نسبت اٹاری والوں کے

اُن کو زیادہ اقتدار تھا لیکن وہ خاندان قوم سے سانسی جٹ ہے اور اٹاری والوں کے خاندان سے بہت کمتر ہے۔ اٹاری والے سدھو جٹوں کے جن کی نسل علاقہ مانجھے میں سب سے رتبہ میں اعلیٰ ہے سرکردہ ہیں۔ اس خاندان کو اپنے حسب نسب پر ایسا غرور تھا کہ سردار شام سنگھ اٹاریوالہ نے نہایت پس وپیش سے کنور نونہال سنگھ نبیرہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ اپنی دختر نانکی کی نسبت منظور کی تھی۔ اس نسبت کا ہونا سردار موصوف اپنے خاندان کی ہتک جانتا تھا ۔

دھیرا جگ مل کا بیٹا اس خاندان کا اول شخص تھا جو جیسلمیر سے سنہ ۱۵۰۰ء کے قریب مہراج پھول علاقہ پٹیالہ میں آیا تھا۔ دھیرا کو علم موسیقی میں بہت دخل تھا اور ہندوستان کے ماہران فن موسیقی میں اُس کا نام اب تک مشہور ہے۔ سنہ ۱۷۳۵ء کے قریب اس خاندان کے آدمی تتر بتر ہوگئے۔ بعض آدمی اندگڑھ علاقہ جگراؤں میں جا بسے اور گور اور کور دونوں بھائی پچیس سوار لے کر قسمت آزمائی کے واسطے مانجھے میں آئے تھوڑے عرصے کے بعد امرتسر میں جا کر ان دونوں بھائیوں نے پاہل لے کر لقب سنگھ اختیار کیا اور گور بخش سنگھ روڑانوالہ کی جو بھنگیوں کی مسل کا سردار تھا نوکری اختیار کر لی۔ اس خاندان کی دونوں شاخوں میں تھوڑے عرصے کے بعد نزاع ہوگئی اور اُس زمانے کے بعد دونوں فریقوں کا حال ایسا علیحدہ ہے کہ اُس کا بیان جداگانہ ہی کرنا انسب ہے ۔

گور سنگھ بابا مول داس کا جو بہت مرتاض فقیر تھا چیلہ ہوگیا بابا نے گور سنگھ کو تلبیہ یا کھریوا میں آباد ہونے کا حکم دیا اس جگہ گور سنگھ نے اس حکم کی تعمیل میں ایک اٹاری یعنی چھپر کا مکان بنایا اور اسی اٹاری کے سبب اس خاندان کا نام اور گاؤں کا نام جو اُس جگہ آباد ہوا مشہور چلا آتا ہے۔ گور بخش سنگھ بھنگی کی وفات کے بعد گور سنگھ نے سردار گوجر سنگھ اور سردار لہنا سنگھ کی ملازمت اختیار کی سنہ ۱۷۳۷ء میں اُس نے

اٹاری کے متصل چند دیہات جمعی سات ہزار روپیہ سالانہ پر تصرف کر لیا اور دو سال کے بعد سردار گوجر سنگھ نے اُس کو جاگیر جمعی اٹھارہ ہزار چھ سو روپئے عطا کی۔ گوجر سنگھ سنہ ۱۷۶۳ء میں فوت ہوا اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا نہال سنگھ سردار صاحب سنگھ بھنگی خلف سردار گوجر سنگھ کے ماتحت اُس جاگیر پر قابض رہا*

صاحب سنگھ گجرات کا رئیس تھا اور نہال سنگھ اپنی سپاہ اور کئی چچازاد بھائیوں کو جو گوجر سنگھ کے بیٹے تھے ساتھ لے کر گجرات کو گیا۔ نہال سنگھ نے اپنی دلاوری اور لیاقت کے سبب جلد نام پیدا کر لیا اور سنہ ۱۷۹۸ء میں جو لڑائی سکھوں کی شاہ زمان کے شہنچی باشی کے ساتھ ہوئی اُس جنگ میں نہال سنگھ کی تن دہی بہت کچھ فتح کا باعث ہوئی۔ جب سنہ ۱۸۰۱ء میں رنجیت سنگھ نے لاہور پر تصرف کر لیا تو سرداران بھنگی اور اُن کے رفیق سردار مقام بھسین اِس بات کے واسطے جمع ہوئے کہ اب رنجیت سنگھ کے مقابلے کے واسطے کیا تدبیر کرنی چاہئے۔ نہال سنگھ اپنے افسر صاحب سنگھ کے ساتھ اِس مقام پر آیا تھا اور اتفاق سے رنجیت سنگھ کی نظر پڑ گیا مہاراجہ اُس کی جری صورت اور شہسواری دیکھ کر بہت خوش ہوئے رنجیت سنگھ نے اُس کو اپنے پاس بلایا اور اِس بات کی ترغیب دی کہ سرداران بھنگی کو چھوڑ کر ہماری ملازمت اختیار کرو لیکن سردار نہال سنگھ نے اِس امر سے انکار کیا۔ نہال سنگھ اپنے پرانے آقا کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اُس نے صاحب سنگھ سے اپنے انکار کا اظہار کر دیا۔ صاحب سنگھ اِس انکار کے سبب بہت محظوظ ہوا اور نہال سنگھ کی جاگیر اور مواجب میں اضافہ کر دیا*

اِس ترقی کے سبب نہال سنگھ کے رشتہ داروں ٹیک سنگھ جودھ سنگھ اور وزیر سنگھ کو جو سب سردار بھنگی کی ملازمت میں تھے بہت رشک پیدا ہوا۔ صاحب سنگھ نے جو متلون مزاج و کم ہمت تھا اُن کے کہنے سُننے سے نہال سنگھ کی پندرہ ہزار روپئے کی جاگیر ضبط کر لی۔ نہال سنگھ کو نفرت ہو گئی اور اُس نے بھنگی سردار کی نوکری چھوڑ

دی اور ساتاری کو واپس چلا آیا اور یہاں اپنی معاش کی سبیل مویشی چرانا اور غارتگری اختیار کی - ایک روز اُس نے کئی اونٹ رنجیت سنگھ کے پکڑ لئے اور اُن کے واپس طلب کرنے کے واسطے رنجیت سنگھ کے آدمیوں کے پہنچنے سے پہلے اُن میں سے کئی اونٹ بیچ بھی ڈالے - تھوڑے سے عرصے کے بعد نہال سنگھ باقی اُونٹوں کے واپس دینے پر راضی ہوگیا اور رنجیت سنگھ اِس امر سے ایسا خوش ہوا کہ اُس نے پھر نہال سنگھ کو کہا کہ ہماری نوکری اختیار کرلو - اِس مرتبہ نہال سنگھ کچھ تامل کے بعد راضی ہوگیا اور اُس کو ۱۴۶ سواروں کی افسری ملی اور ایک توپ اور سات شتری توپیں اُس کے حوالے کی گئیں ؀

۱۸۰۳ء میں اُس کو جاگیر علاقہ سکھو جمعی ۵۴۵۰۰ روپئے کی ملی اور تین سال کے بعد علاقہ تپیرور[1] جمعی ایک لاکھ روپئے کا عطا ہوا - ۱۸۰۷ء میں نہال سنگھ قصور کی مہم پر مہاراجہ کے ساتھ گیا اِس مہم کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ قطب الدین خان قصوریہ کو شکست ہوئی تھی اور خان مذکور اُس علاقے سے بے دخل کیا گیا - اُسوقت قصور کا کُل علاقہ جس کی جمع ایک لاکھ سات ہزار روپیہ تھی نہال سنگھ کو عطا ہوا - دریائے ستلج کے جنوب کی طرف قوم ڈوگر بڑی شورہ پشت اور سرکش آباد تھی - اِس قوم کو دھنا سنگھ پسر گوربخش سنگھ حاکم فیروزپور سے عناد تھا لہذا اِس قوم نے نہال سنگھ کو فیروزپور پر حملہ کرنے کے واسطے بُلایا اور خود مدد دینے کا اقرار کیا - نہال سنگھ خوشی سے راضی ہوگیا اور دریا کو عبور کرکے دھنا سنگھ فیروزپور والے کی سپاہ کو قلعہ ڈوکچی میں سے نکال دیا - اِس عرصے میں قوم ڈوگر کے ایک اور فریق نے جو براکی میں آباد تھا اور نیز سردار دھنا سنگھ سے عناد رکھتا تھا لاہور میں موراں کے پاس جو مشہور طوائف تھی اور مہاراجہ اُس سے نہایت ملتفت تھے پیغام بھیجا کہ ہماری مدد کرو - موراں نے مہاراجہ سے فیروزپور کے انعام کی درخواست کی اور یہ

[1] جلد انگریزی میں قصور غلط چھپا ہے - مترجم

درخواست اُس کی منظور ہو گئی اس لئے موراں نے سپاہ بھیجکر زبردستی براکی پر قبضہ کر لیا۔ نہال سنگھ نے اُسوقت دھنا سنگھ کو کہا کہ میں تمہاری مدد کرونگا اور اگرچہ دھنا سنگھ کو بہت شبہ تھا لیکن کم زوری کے سبب اِس درخواست کو رد نہ کرسکا۔ دونوں سرداروں نے تب موراں کی فوج کو براکی سے نکال دیا اور نہال سنگھ نے فیروزپور پر حملہ کیا لیکن کامیاب نہوا۔ دوسرے سال سنہ ۱۸۰۸ء میں نہال سنگھ نے قلعہ کھائی پر فریب سے تصرف کر لیا اور دھنا سنگھ نے جب دیکھا کہ اُس کا دغاباز دوست روز بروز قوی ہوتا جاتا تھا تو وہ بہت خوشی سے سنہ ۱۸۰۹ء میں سرکار انگریزی کے سایہ حمایت میں چلا گیا ؞

جس ملک پر نہال سنگھ نے حسب متذکرہ صدر ستلج کے جنوب کی طرف تصرف کر لیا تھا وہ ۱۰۰ ہزار روپئے سالانہ کی جمع کا تھا اور تھوڑے ہی عرصے بعد اُس کو اٹاری کے گرد و نواح میں دیہات جمعی تین ہزار روپئے سالانہ عطا ہوئے۔ اُسکے پاس کل ۳۰۶۸۰۰ روپئے کی جاگیر تھی جس میں سے ڈیڑھ لاکھ روپئے کی جاگیر ذاتی تھی اور ایک لاکھ چھپن ہزار آٹھ سو کی جاگیر بجا آوری خدمات کی شرط پر تھی ؞

سوائے سندھانوالیوں کے اور کوئی سکھ سردار مثل نہال سنگھ کے مورد الطاف مہاراجہ نہیں ہوا۔ نہال سنگھ نے مہاراجہ کی بہت عمدہ خدمتیں کیں اور حقیقت میں سنہ ۱۸۱۰ء سے سنہ ۱۸۴۱ء تک کوئی مہم ایسی نہیں ہوئی جس میں نہال سنگھ شریک نہیں ہوا ہو اور جس میں اُس نے نمایاں خدمت نہ کی ہوں۔ کشمیر پر جو پہلی مہم ہوئی اُس میں نہال سنگھ ساتھ گیا تھا۔ پنڈ دادن خاں گُسک۔ دلور۔ نیلہ۔ ہولا۔ چکوال۔ سیدپور۔ نرائن گڈھ اور ملتان کی لڑائیوں میں بھی وہ موجود تھا۔ ملتان میں سنہ ۱۸۴۸ء میں نہال سنگھ ایک سرنگ کے اُڑ جانے سے جل گیا اور اِس کو سخت

صدمہ پہنچا۔ عطر سنگھ دھاڑی جو اُس کے برابر کھڑا تھا مر گیا اور بہت سے عہدہ داروں کو سخت ضرب پہنچی۔ نہال سنگھ کو علاج کے واسطے لاہور بھیجنا پڑا۔

سنہ ۱۸۱۷ء میں رنجیت سنگھ بمقام وزیر آباد بیمار پڑا اور کہتے ہیں کہ نہال سنگھ نے مہاراجہ کے عوض اپنی جان دی یعنے مہاراجہ کے پلنگ کے گرد رسمیات ادا کر کے پھرا اور کہتے ہیں کہ اِس طواف کے سبب مہاراجہ کی بیماری نہال سنگھ پر آ گئی۔ یہ وہمی عقیدہ ہندوستان میں شاذ نہیں ہے اور خواہ اتفاق کے سبب سے خواہ نہال سنگھ کے وہم کے سبب کسی قدر یہ گمان سچ بھی ہو گیا کیونکہ جب نہال سنگھ اٹاری کو گیا وہاں بیمار ہو کر چند ماہ کے بعد مر گیا۔ اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے نہال سنگھ نے اپنے فرزند شام سنگھ کو مہاراجہ کی ملازمت میں داخل کیا تھا اور پہلے ہی مرتبہ شام سنگھ ملتان کی مہم میں جو سنہ ۱۸۱۸ء میں ہوئی جا کر لڑا۔ وہاں قلعے کے جنوب کی طرف اُس کو ایک توپ خانہ کی کمان افسری ملی تھی۔ اِس کے ساتھ توپ خانوں کی افسری پر سردار دل سنگھ نہرنہ امیر سنگھ سندہاں والیہ اور دیسا سنگھ مجیٹھیہ تھے۔ بڑی بھنگی توپ لاہور سے لائی گئی اور چار مرتبہ سَر کی گئی جس سے قلعے کی دیواروں کو بہت ضرر پہنچا۔ آخر کار قلعہ ملتان فتح ہوا جو شگاف دیواروں میں ہوا اُس پر سب سے اوّل شام سنگھ چند اور آدمیوں کے ساتھ جا پہنچا اور اس موقع پر تلوار کی ضرب سے اُس کے شانے میں زخم آیا۔

اِس کے بعد شام سنگھ کئی لڑائیوں میں لڑتا رہا اور مثل اپنے باپ کے بہادری میں نام پایا۔ سنہ ۱۸۱۹ء میں جو مہم کشمیر پر ہوئی اور جس میں مہاراجہ فتح یاب ہو گئے تھے اس میں شام سنگھ بھی ساتھ تھا اور یہ گندگڈھ۔ شیر سی۔ نزی ناری۔ دو بٹھیر۔ جہانگیرہ اور یوسف زائی کی لڑائیوں میں لڑتا رہا۔ سنہ ۱۸۳۴ء میں دیوان تارا چند کے ہمراہ بنوں کی مہم پر گیا جہاں اُس کی سواری کا گھوڑا گولی سے مر گیا۔

شام سنگھ کی دختر نانکی کی نسبت سنہ ۱۸۳۱ء میں کنور نونہال سنگھ کے ساتھ ہوئی تھی۔

پچ ۱۸۳۷ء کو ہوئی۔ سر ہنری فین صاحب کمانڈر
ی کے جلسے میں شامل تھے اور یہ شادی نہایت
اس کی شادی امرتسر میں ساتویں کے جہیز میں گیارہ ہاتھی ایک سو ایک گھوڑے اور
انچیف افواج انگریزی ۱م روپیہ نقد اور کثرت سے زیور مہاراجہ کے گھر میں آیا۔
شان اور شوکت سے ہوئی ۱۲ لاکھ روپیہ اس شاد
ایک سو ایک اونٹ اور رعت اور وفات ک ی میں خرچ آیا تھا۔ دو مہینے قبل کے
کہتے ہیں کہ سردار بیمار ہوا اور یہ دو سا ی خبر آئی اس پر شام سنگھ کو اپنی فوج
بعد سردار ہری سنگھ کی وفات کے ل یا مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات تک
کے ساتھ پشاور جو معاملات میں ے بعد اگرچہ شام سنگھ فوج میں بہت خدمتیں
پشاور میں مقیم رہا۔ ہاور کو کچھ ب و دخل نہ دیا۔ ۱۸۴۱ء میں جو فوج شاہ شجاع
کرتا رہا مگر اس نے لڑنے کی غ شام سنگھ اس کا افسر تھا بعد ازاں شام سنگھ
کے اہل و عیال کے ساتھ پشاور کے واسطے بھیجا گیا تھا۔ شام سنگھ نے پائندہ خاں
ہزارے کو مالگذاری وصول ہوا کہ سردار مذکور نے اپنے فرزند کو بطور یرغمال دیا
پر جو بڑا شورہ پشت تھا اپنے ے آیا لیکن لاہور سے سردار مذکور کا بیٹا با اعزاز
اور اس کو شام سنگھ لاہور اور شیر سنگھ کے عہد میں شام سنگھ اپنی کل جاگیرات پر
رخصت کیا گیا۔ کھڑک سنگھ کے قتل ہونے کے بعد شام سنگھ ستلج کو عبور کرکے ککرالہ
برابر قابض رہا۔ جواہر سنگھ شادی کرنے کے بہانے سے چلا گیا لیکن جب سکھوں
کو اپنے فرزند کا ہن سنگھ جا کر یورش کی تو شام سنگھ نے پنجاب سے باہر رہنا خلاف
کی فوج نے انگریزی میں واپس آکر چپ چاپ بیٹھا رہا۔ کسی شخص کو اس
وضعداری سمجھا شک نہ تھا لیکن وہ اس بات کو افسوس اور نفرت کی نگاہ سے
دیکھتا شجاعت فوج ایک ایسی لڑائی پر آمادہ ہے جو اس کو پسند نہ تھی اور بے ایمان
اور نالائق آدمیوں کی ہدایت سے موت سے بھڑنے جاتی تھی اس لئے اس نے

اپنے آپ کو اِس لڑائی سے علیحدہ رکھنے کا قصد کر لیا تھا۔ لیکن ۲۱ دسمبر کو فیروز شہر میں لعل سنگھ کو شکست ہونے کی خبر لاہور میں پہنچنے کے بعد مہارانی نے سنا کہ شام سنگھ اٹاری میں ہے اِس پر اس نے دس سوار یہ حکم دے کر بھیجے کہ جب تک شام سنگھ فوج کے ساتھ شامل نہ ہو جائے اُس پر تعینات رہیں۔ شام سنگھ نے مہارانی کو بار بار کہلا بھیجا کہ یہ لڑائی اچھی نہیں اور ملک تباہ ہو جائیگا لیکن اُس کی فہمایش لاحاصل تھی اور آخر کار جب اُس کو کہا گیا کہ تم بزدل ہو لڑنے مرنے سے ڈرتے ہو تو اُس نے فوج میں شامل ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا مگر قسم کھائی کہ شکست ہونے پر جو وہ جانتا تھا کہ ضرور ہوگی ہرگز جیتا نہ پھرونگا۔ کہتے ہیں کہ سبراؤں کی لڑائی سے پہلے ایک رات کو جب فوج انگریزی نے اوّل ہی مرتبہ حملہ کیا تو سردار تیج سنگھ نے شام سنگھ کو یہ صلاح دی کہ میرے ساتھ بھاگ چلو۔ اِس پر شام سنگھ نے بڑی تحقیر کے ساتھ انکار کیا اور اسوقت تیج سنگھ نے غصے سے بھر کر کہا کہ "اگر تم ایسے ہی بہادر ہو تو اِس بات کی قسم کھالو کیونکہ مجھے یقین ہے کہ آخر کار تم میرے ساتھ چلوگے" سردار شام سنگھ نے گرنتھ منگوا کر سنجیدگی سے قسم کھائی کہ اگر سکھوں کو شکست ہوئی تو میں مورچوں پر سے زندہ نہ ہٹونگا۔ دسویں فروری کو صبح کے وقت لڑائی کے دن شام سنگھ نے سفید پوشاک پہنی اور اپنی نقرہ گھوڑی پر سوار ہو کر اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر تم خالصہ کے سچے پوت ہو تو مر جانا مگر دشمن کو پیٹھ نہ دکھانا۔ لڑائی کے شروع میں سردار موصوف ہر جگہ موجود تھا اور سکھوں کو بہادرانہ لڑنے کی ترغیب دیتا تھا لیکن جب اُس نے دیکھا کہ اب کچھ پیش نہیں جاتی تو گھوڑی کو مہمیز کر کے پچاسویں رجمنٹ کے مقابلہ پر ننگی تلوار گھماتے ہوئے پھرتا ہوا اور اپنے سپاہیوں کو اپنے ساتھ بلاتا ہوا آگے بڑھا۔ قریب پچاس آدمیوں کے اُسکے حکم کو مان کر اُس کے ساتھ گئے مگر انگریزی فوج نے اُن کو ہٹا کر دریا میں ڈال

دیا اور شام سنگھ اپنی گھوڑی پر سے مردہ ہو کر گر پڑا اور اُس کا بدن سات گولیوں سے چھدا ہوا تھا۔ لڑائی کے بعد اُس کے نوکر تیر کر دریا کے پار گئے اور سردار کی لاش کے ڈھونڈنے کی اجازت طلب کی۔ چنانچہ اُن کو اجازت مل گئی اور بڈھے سردار کی لاش جو سفید پوشاک اور سفید لمبی داڑھی سے نمایاں تھی اُس جگہ ملی جہاں ڈھیر لاشوں کے پڑے ہوئے تھے۔ اُس کے نوکر شام سنگھ کی لاش کو ایک تختہ پر رکھ کر دریا کو عبور کر گئے لیکن تین دن سے پہلے لاش اٹاری میں نہیں پہنچی اور اس جگہ اُسکی بیوہ جانتی تھی کہ سردار نے عہد کیا تھا کہ شکست کے بعد زندہ نہ آؤنگا وہ پوشاک لے کر جو شادی کے روز سردار نے پہنی تھی ستی ہو گئی۔ پنجاب میں یہ اخیر ستی ہوئی ہے اور جس جگہ یہ ستی ہوئی تھی وہاں اب تک اٹاری کی دیواروں سے باہر ایک ستون بنا ہوا ہے۔

سردار شام سنگھ قوم جٹ کا ایک رکن تھا جو قوم کہ مردمی ایمانداری طاقت اور بہادری میں دنیا بھر میں کسی قوم سے کمتر نہیں ہے۔ اُس کی وفات سے بہت نقصان ہوا کیونکہ اُس کا ثانی کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو اُس کی جگہ لیتا۔ یہ بات تو سچ ہے کہ گوجرانوالہ لاہور اور امرتسر کے گردونواح کے [illegible] دیہات میں بہت کم رتبہ آدمی ایسے تھے جو شام سنگھ کے بہادری سپاہ گری اور اپنے ملک کے فائدے کے واسطے جان نثاری میں اُس کے ہم پلہ تھے لیکن ایسا آدمی دربار کے متفنی سرداروں میں سے ایک شریف تھا۔ اگر شام سنگھ کے برابر اور سردار بھی ہوتے تو ستلج کی لڑائی کبھی نہ ہوتی اور قوم سکھ کی آزادی جس کو اُس نے دیوانگی سے کھو دیا قائم رہتی۔ ٹھاکر سنگھ جو سردار شام سنگھ کا سب سے بڑا بیٹا تھا اپنے باپ کی حیات میں ہی مر گیا تھا۔ یہ کچھ لیاقت کا آدمی نہ تھا مگر اپنے باپ کے ماتحت اُس نے بنوں اور پشاور میں توپ خانے کی کمان افسری کی تھی۔ ٹھاکر سنگھ کے تین بیٹے تھے جن کے واسطے جاگیر

شکوران جمعی سات ہزار پانسو روپے سالانہ کی مقرر ہوئی تھی چنانچہ یہ جاگیر اب بھی انہیں کے قبضے میں ہے اور یہ جاگیر ان کے ورثا کے نام بحصص مساوی دوام کے لئے واگذار ہے تینوں سردار جیون سنگھ ہری سنگھ اور اجیت سنگھ اٹاری میں رہتے تھے۔ ستلج کی لڑائی کے اختتام پر راجہ لعل سنگھ نے ۱۵۹۳۰۰ روپے کی جاگیر ضبط کر لی تھی۔ بارہ ہزار روپے کی آمدنی محصول پرمٹ کے معاف کر دینے کے سبب کم ہو گئی باقی کی جاگیر سردار کاہن سنگھ کو بشرط ادائے خدمات ۷۰ سوار۔ ۲۵ پیادگان اور دس شتر سواروں کے واگذار ہوئی ۱۸۴۸ء کے ہنگامہ ملتان میں کاہن سنگھ کی سپاہ راجہ شیر سنگھ کی فوج کے ساتھ تھی۔ شیر سنگھ کے باغی ہو جانے کے بعد ۲۰ سوار اس کے ساتھ رہ گئے باقی آدمی سردار شمشیر سنگھ سندھانوالیہ کے ساتھ چلے آئے۔ کاہن سنگھ کے دیوان نرائن سنگھ نے بھی گنڈا سنگھ والہ اور قصور کے مقام پر فوج انگریزی کے واسطے رسد رسانی اور باربرداری بہم پہنچانے میں بہت کوشش کی۔ اپنی وفاداری کے سبب کاہن سنگھ کی ذاتی جاگیر الحاق پنجاب کے بعد برقرار رہی۔ منجملہ اس کے ساڑھے سات ہزار روپے کی جاگیر دوامی ہے۔

سردار کاہن سنگھ کم عقل آدمی تھا اور اپنی وفات سے چند سال پہلے سے مریض رہا تھا اور ۱۸۷۳ء میں فوت ہوا۔ اس کے کوئی فرزند نرینہ نہ تھا اور وہ اپنے بھتیجوں کے ساتھ اٹاری میں رہتا تھا۔ ان میں سے سردار اجیت سنگھ کے نام سات ہزار پانچسو روپے سالانہ کی پنشن کاہن سنگھ کی ذاتی جاگیر چھتیس ہزار پانسو روپے میں سے بحال رہی۔ باقی ضبط ہو گئی۔ اس طرح سے اجیت سنگھ اس خاندان کا بزرگ تسلیم کیا گیا۔ اجیت سنگھ کو اردو کی اچھی لیاقت تھی اور انگریزی میں بھی شد بد تھی اور وہ پنجاب کے زمانہ حال کے سکھوں میں ایک لائق فائق آدمی تھا۔ ۱۸۶۵ء میں وہ اٹاری کا سب رجسٹرار مقرر ہوا اور دوسرے سال اسے اختیارات مجسٹریٹی

عطا ہوئے۔ تین سال تک اس نے امرتسر میں رہکر کام کیا اس سے اس کو بڑا تجربہ حاصل ہوگیا تھا۔ وہ اس قابل سمجھا گیا کہ کل علاقہ اٹاری کا اہتمام اس کے سپرد کردیا جائے۔ ۱۸۷۲ء میں وہ مقررہ امتحان عہدہ اسسٹنٹ کمشنری میں تعریف کے ساتھ کامیاب ہوا اور اٹاری کے گرد و نواح کے دو سو موا ضعات میں اسے پورے اختیارات استعمال میں لانے کی اجازت دی گئی۔ تین سال بعد صیغہ مال میں اسے اختیارات کلکٹری عطا ہوئے۔ ۱۸۷۷ء میں اسے عہدہ اسسٹنٹ کمشنری ملا اور ۱۸۸۵ء میں بلحاظ اس کی دیرینہ قابل قدر خدمات اور پنجاب کے نامور اشخاص کا قائمقام ہونے کے اسے سی۔ آئی۔ ای کا خطاب مرحمت ہوا۔ تھوڑے عرصے بعد وہ آنریری سپارڈنیٹ جج مقرر ہوا اور اختیارات سماعت مقدمات دیوانی جن کی الیت پانچہزار روپئے تک ہو دئے گئے ۔

۱۸۸۳ء میں لوکل سلف گورنمنٹ سکیم کے نفاذ پانے پر وہ امرتسر کے ڈسٹرکٹ بورڈ کا پریسیڈنٹ منتخب ہوا اور تاحیات اس عہدے پر رہا۔ زراعت کو ترقی دینے میں اس نے بہت کچھ کیا اور کئی برس تک امرتسر کے میلہ مویشیاں کی کمیٹی کا سرگرم ممبر رہا۔ پنجاب یونیورسٹی کا فیلو تھا اور نیز ایچیسن کالج کی کونسل کا ممبر۔ الغرض اپنی وفات سے جو ۱۸۹۸ء میں ظہور میں آئی پچیس سال پہلے تک سردار اجیت سنگھ خدمات سرکاری کو وفادارانہ انجام دینے میں نامور تھا اور انتظامیہ اور جوڈیشل کاموں میں ایک لائق افسر مشہور تھا۔ سردار اجیت سنگھ پچاس سال کی عمر میں پانچ لڑکے چار لڑکیاں اور بیوہ چھوڑ کر مر گیا۔ اس کا سب سے بڑا بیٹا سردار بلونت سنگھ اب خاندان اٹاری کا بزرگ ہے ۔

لالہ گوربکھ رائے جو امرتسر کے نامی وکلاء میں سے تھا ضلع کے کورٹ آف وارڈس کے زیر اہتمام جایداد اور نابالغ بچوں کا منیجر اور سرپرست مقرر کیا گیا اور چار بڑے لڑکے

ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پاتے ہیں ٭
سردار اجیت سنگھ کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کا پانچ لاکھ روپیہ تخمینہ لگایا گیا تھا۔ سات ہزار پانچسو روپئے کی خاندانی جاگیر مع اُس کے والد کی ذاتی جاگیر دو ہزار پانچسو کے سب سے بڑے بیٹے سردار بلونت سنگھ کے نام رہنے دی گئی ہے۔ ان بچوں کی کل آمدنی کا تخمینہ پچیس ہزار روپیہ لگایا گیا ہے ٭
۱۸۹۶ء میں سردار بلونت سنگھ کی شادی سردار بشن سنگھ کلسیہ کی دختر سے ہوئی اور سردار ہربنس سنگھ سردار راجندر سنگھ رئیس کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور کی دختر سے منسوب ہوا ہے ٭
سردار اجیت سنگھ کا بھائی سردار جیون سنگھ امرتسر کے لوکل بورڈ کا ممبر ہے اور درباریوں کی فہرست میں اُس کا نام درج ہے۔ وہ ایک خلوت نشین اور قانع آدمی ہے تیسرا بھائی سردار ہری سنگھ ابتک زندہ ہے اور صاحب اولاد ہے ٭
جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ۱۸۰۰ء تک جب نہال سنگھ اٹاریوالہ نے سردار صاحب سنگھ بھنگی کی ملازمت ترک کی خاندان اٹاریوالہ کے دونوں فریقوں میں آپس میں نزاع نہیں پیدا ہوئی تھی۔ اسوقت تک دونوں فریق یکجا رہتے تھے اور ایک ہی آقا یعنے سرداران بھنگی کی نوکری لاہور اور گجرات میں کرتے تھے ٭
کور سنگھ کے بیٹوں میں ٹیک سنگھ اور جودھ سنگھ سب سے زیادہ نامی تھے اور سردار صاحب سنگھ کی ملازمت میں نہایت اقتدار اور عزت رکھتے تھے۔ یہ امر انہیں کے رسوخ کے سبب ہوا تھا کہ نہال سنگھ کو ناچار ہو کر سرداران بھنگی کی ملازمت ترک کرنی پڑی تھی اسی سبب سے وہ عداوت پیدا ہوئی جو آج تک ویسی ہی سخت چلی جاتی ہے۔ وزیر سنگھ اور چڑت سنگھ کوئی مشہور آدمی نہ تھے۔ سردار ٹیک سنگھ کے مرنے کے بعد اُس کے بیٹوں نے صاحب سنگھ کی نوکری چھوڑ دی

اور مہاراجہ کی خدمت میں جبکہ وہ کوٹ بار سنگھاں پر لڑ رہے تھے حاضر ہوگئے۔ مہاراجہ کو آداب بھی نہیں بجالائے اور میاں غوثے خاں کے توپ خانے میں شامل ہوگئے اور جب تک محاصرہ رہا برابر خدمت بجالاتے رہے۔ حکم سنگھ کی پیشانی میں زخم آیا۔ قلعہ کے سر ہونے کے بعد رنجیت سنگھ نے ان کی بہادری سے خوش ہوکر ان نوجوانوں کو اوان۔ میانی اور باہو چینہ میں جاگیر بخشی۔ سنہ ۱۸۱۸ء میں جو حملہ ملتان پر ہوا تھا اس میں حکم سنگھ شامل تھا اور سنہ ۱۸۱۲ء میں مہاراجہ کے ہمرکاب جہلم کو گیا جہاں مہاراجہ کی ملاقات فتح خاں وزیر کابل سے ہوئی تھی۔ دوسرے سال حکم سنگھ مرگیا اور چونکہ اس کے بیٹے نابالغ تھے اسلئے اس کی جاگیر پر اس کا بھائی جگت سنگھ قابض ہوا لیکن جب جے سنگھ بالغ ہوا تو اس کو میانی اور پھنڈ کے علاقے ملے۔

سنہ ۱۸۲۱ء میں جے سنگھ پسر سردار وزیر سنگھ مہاراجہ سے باغی ہوگیا۔ روایت اس طرح پر ہے کہ جے سنگھ نے اپنے چچازاد بھائی جگت سنگھ اور سردار بدھ سنگھ سندھانوالیہ کے ساتھ شریک ہوکر مہاراجہ کے قتل کے واسطے قول چھڈ کئے تھے اور دونوں اٹاری والے شمن برج میں اس نیت سے کہ اپنے ارادے کو عمل میں لائیں داخل ہوئے۔ مگر ناگاہ مہاراجہ وہاں پہنچ گئے اور جے سنگھ سے جب مہاراجہ نے دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے تو وہ ایسا گھبرا گیا اور ایسا مخوف ہوا کہ رنجیت سنگھ کو گمان ہوگیا کہ یہ میرے قتل کا سامان تھا۔ بہرحال جے سنگھ نے سمجھ لیا کہ میرے اوپر شبہ ہوگیا ہے اسلئے وہ اپنے قلعے کلرکہار کو چلا گیا اور اس کو جلدی سے مضبوط کر کے فوج متعین کردی۔ بیسر ریلیارام اور دیگر سرداروں کے زیر حکم کچھ فوج اس کے مقابلے پر بھیجی گئی۔ جے سنگھ شکست کھاکر دریائے اٹک کے پار بھاگ گیا اور دوست محمد خاں کے پاس جو فروغ پاتا جاتا تھا جاکر پناہ لی۔ کچھ عرصہ پہلے جے سنگھ کسی خدمت پر مامور ہوکر پشاور کو بھیجا

گیا تھا اور وہاں سردار بارک زائی سے اس کا بہت رابطۂ اتحاد ہو گیا تھا اور دونوں نے مل کر باغ نوراخا کا واقع پشاور میں خوب جشن منائے تھے۔ رنجیت سنگھ اپنے سرداروں اور غیر قوم کے آدمیوں میں اتحاد کو بہت رشک کی نگاہ سے دیکھتا تھا چنانچہ جے سنگھ کے لاہور واپس آنے پر مہاراجہ اس کے ساتھ سرد مہری سے پیش آیا اور اس پر شبہ کرنے لگا۔ اب جو سردار پر مصیبت پڑی تو وہ بلا زسواس اپنے افغان دوست کے پاس بھاگ کر چلا گیا اور وہ اس کے ساتھ تواضع سے پیش آیا ٭

جے سنگھ ۱۸۲۳ء میں دوست محمد اور محمد عظیم خاں کے ساتھ پشاور گیا۔ اس وقت بارک زائی سرداروں نے رنجیت سنگھ پر حملہ کرنے کا عزم بالجزم کر لیا تھا کیونکہ وہ اٹک کو فتح کر کے پشاور کی طرف بڑھا چلا جاتا تھا۔ ایک روز دونوں فوجوں میں ایک معرکہ آرائی کے بعد تیس سکھوں کے سر جے سنگھ کے مکان پر رکھے گئے کیونکہ اس کے ساتھ بہت سے افغانوں کو عداوت ہو گئی تھی۔ اس اشارے کو سمجھ کر جے سنگھ پشاور کو چھوڑ کر شیری کی لڑائی کے بعد رنجیت سنگھ کے پاس بمقام اکوڑہ میں آ کر حاضر ہو گیا۔ مہاراجہ نے دل سے اس کی مدارات نہ کی اور اگرچہ برائے نام اس کا قصور معاف ہو گیا لیکن وہ کبھی مورد الطاف نہ ہوا۔ محمد عظیم خاں کے ڈاکہ کو واپس چلے جانے کے بعد جو ملاقات مہاراجہ اور یار محمد خاں اور دوست محمد خاں میں بمقام پشاور ہوئی تھی اس میں جے سنگھ منجملہ ان شخصوں کے تھا جن کے ذریعے سے یہ ملاقات ٹھہری تھی۔ مہاراجہ نے ان دونوں سرداروں کو اپنے بھائی کے ساتھ دغا کا یہ انعام دیا کہ صوبہ پشاور جس پر خود مہاراجہ تصرف نہ رکھ سکتا تھا ان میں تقسیم کر دیا ٭

جے سنگھ اس واقعہ کے تھوڑے عرصے کے بعد مر گیا۔ اس کا چچازاد بھائی جے سنگھ پسر حکم سنگھ ۱۸۳۴ء میں بمقام ولاسا واقع بنوں جب کہ دیوان تارا چند نے سردار ولاسا سے سخت شکست کھائی تھی مارا گیا تھا اور جے سنگھ کا بھائی نار سنگھ جاگیرات

تھے۔ اور وان پر اس شرط سے قابض کیا گیا تھا۔ کہ وہ ... پر لڑ رہے تھے حاضر ہوئے ملتان کے مفسدے کے زمانے میں نار سنگھ کے قبضہ میں ۵۲۶۵ روپئے کی جاگیر تھی جس میں ۷۰۵۰ کی جاگیر ادائے خدمات کی شرط پر تھی۔ ۷ ستمبر ۱۸۴۹ء کو جب راجہ شیر سنگھ مفسدوں میں شامل ہو گیا تھا تو نار سنگھ قلعہ لاہور میں قید کیا گیا۔ خود نار سنگھ کا مفسدہ میں شریک ہونا نہیں پایا جاتا مگر اس کے ستر سوار سوائے آٹھ یا دس کے مفسدوں میں جا کر شامل ہو گئے تھے اس سبب سے اس کی جاگیر ضبط ہو گئی۔ لڑائی کے خاتمے پر تین ہزار روپئے سالانہ کا مواجب اس کے گذارے کے واسطے مقرر کیا گیا تھا ۔

سردار جودھ سنگھ نے بڑی دلیری سے اس امر میں کوشش کی کہ سردار صاحب سنگھ بھنگی کے لئے جو اس کا آقا تھا قلعہ کلر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے تصرف سے بچا رہے لیکن اس کی بہادری کچھ کام نہ آئی اور آخر ۱۸۰۸ء میں اس سردار نے مہاراجہ کی ملازمت اختیار کر لی۔ مہاراجہ نے اس پر بہت مہربانی کی اور پوٹھوہار میں اس کو علاقہ جمعی دو لاکھ روپئے کا عطا کیا۔ اس علاقے میں یہ تپے شامل تھے۔ برسالی پشن در ... سید پور وغیرہ اور یہ جاگیر جودھ سنگھ کو دو سو سواروں کی خدمات دینے کی شرط پر عطا ہوئی تھی۔ تھوڑے عرصے کے بعد جودھ سنگھ مر گیا اور اس کے دو بیٹے پرتاب سنگھ اور جیت سنگھ اس کے بعد اس جاگیر پر قابض ہوئے۔ پرتاب سنگھ ۱۸۲۳ء میں ٹیری کی لڑائی میں لڑا اور اس کے ہاتھ میں زخم آیا۔ بالاکوٹ کی لڑائی میں جہاں خلیفہ احمد علی شکست کھا کر قتل ہوا تھا پھر پرتاب سنگھ سخت مجروح ہوا اور اپنی جاگیر میں واپس آکر چند ماہ بعد اس زخم کے باعث مر گیا۔ اسکا بیٹا کرم سنگھ بھی تھوڑے سے عرصے بعد ایام طفولیت میں مر گیا اور اس کی جاگیر کا حصہ اس کے چچا زاد بھائی شیر سنگھ کو ملا۔ سردار جیت سنگھ کاشتکاری میں خوب ماہر تھا

اور اُس کی لیاقت اور خبرگیری کے سبب اُس کے علاقے کی حیثیت بہت بڑھ گئی۔ رنجیت سنگھ کے عہد سلطنت میں چتر سنگھ نے معاملات ملکی میں بہت دخل نہیں دیا مگر اس خاندان کو دربار میں بہت اقتدار حاصل تھا اور ۱۸۴۳ء میں اُس کی دختر تیج کور کی مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ساتھ نسبت قرار پائی تھی۔ سردار چتر سنگھ بالکل راجہ گلاب سنگھ والئے جموں کے معاونوں میں تھا اور جب دسمبر ۱۸۴۴ء میں پنڈت جلّا کی برانگیختگی کے باعث راجہ گلاب سنگھ اور اِس کے بھتیجے ہیرا سنگھ وزیر لاہور کے مابین تکرار ہوئی تو چتر سنگھ نے اپنے علاقے میں سرکشی اختیار کی اور راجہ گلاب سنگھ کے نام سے اُس پر تصرف رکھا۔ چھ مہینے کے بعد گلاب سنگھ نے جس کو شہزادہ پشورا سنگھ کے رسوخ اور خصومت کا خوف تھا جواہر سنگھ کو جو لاہور میں صاحب اقتدار ہو گیا تھا ترغیب دے کر سردار چتر سنگھ اور فتح خاں ٹوانہ کو شہزادہ مذکور کے مقابلے پر بھجوایا۔ یہ کام سردار چتر سنگھ کو ہرگز پسند نہیں تھا کیونکہ جو سکھ تھا اُس کو بڑے مہاراجہ کے زبان زد فرزند کا بھی نہایت پاس تھا مگر چتر سنگھ انکار نہ کر سکا اور سردار ٹوانہ کے ساتھ اٹک پر چڑھ گیا جہاں پشورا سنگھ تھوڑی سی جمعیت لیکر چلا گیا تھا۔ چند روز کے نامہ و پیام کے بعد شہزادے نے اطاعت اختیار کی اور ان سرداروں نے اُس سے پختہ وعدہ کیا کہ تمہاری جان سلامت رہیگی اور لاہور میں چل کر تمہارے سب دعووں کی نسبت بخوبی غور کیا جائیگا۔ مگر دوسرے دن درحالیکہ لاہور کی طرف کوچ کر رہا تھا شہزادے کو غافل پاکر گرفتار کر کے پھر اٹک واپس لے گئے اور یقین کیا جاتا ہے کہ اُسی رات اُسے قتل کر ڈالا اور اُس کی لاش دریائے اٹک میں جو قلعے کے نیچے تیرہ اور تند بہتا ہے پھینک دی۔ فوج خالصہ ایسی دغابازی اور ظلم کے ساتھ شہزادے کے قتل کئے جانے کے سبب چتر سنگھ سے نہایت ناراض ہو گئی مگر چتر سنگھ نے احتیاط کی کہ لاہور اس وقت تک واپس نہ آیا جب تک

کہ جواہر سنگھ کا خون کرکے فوج خالصہ ٹھنڈی ہو گئی اور اُس کی شرکت قتل کو بھول گئی۔ سنہ ۱۸۴۴ء میں سردار شیر سنگھ چتر سنگھ کا سب سے بڑا بیٹا سردار تیج سنگھ کی جگہ جو لاہور کو طلب کیا گیا تھا ناظم پشاور مقرر ہوا۔ شیر سنگھ آدمی لائق اور اولوالعزم تھا اور اُس نے اِس سخت ضلع کا انتظام دربار لاہور کے اطمینان کے مطابق کیا۔ سنہ ۱۸۴۶ء میں اُس نے ایک فساد کو جو یوسف زائی میں برپا ہوا کامیابی سے فرو کیا لیکن اگرچہ اُس کا انتظام جان دار تھا لیکن اعتدال سے زیادہ لوٹ اور آلودگی سے پُر تھا۔ راجہ لعل سنگھ وزیر لاہور کو اُس کے ساتھ سخت عداوت تھی اور اگست سنہ ۱۸۴۶ء میں چتر سنگھ شیر سنگھ کی جگہ پشاور میں مامور ہوا اور شیر سنگھ لاہور کو واپس طلب کیا گیا۔ چتر سنگھ اِس منصب پر اپریل سنہ ۱۸۴۷ء تک رہا مگر اُس کا انتظام بھی اُس کے بیٹے کے انتظام سے زیادہ اُجلا نہ تھا۔ دونوں باپ اور بیٹے اِس شدت سے ملوث تھے کہ لاہور کے اہلکاروں کو بھی تعجب تھا اور محاصل سرکاری میں سے سال بھر میں ڈیڑھ دو لاکھ روپیہ تغلب ہونے کا تخمینہ کیا جاتا تھا۔ ممکن نہ تھا کہ یہ حرکات جائز رکھی جائیں مگر اِس خاندان کو ایسا اقتدار حاصل تھا کہ اُن کا ناراض کرنا آسان کام نہ تھا اور مہاراجہ کے ساتھ قرابت ایسی قریب تھی کہ اِس خاندان کے آدمیوں کو نکالا نہیں جا سکتا تھا۔ اِس سبب سے چتر سنگھ علاقہ مابین جہلم و دریاے اٹک کا ناظم مقرر ہوا جہاں اُس کو بہت اختیار حاصل تھا اور شیر سنگھ کونسل میں داخل کیا گیا۔ لیکن شیر سنگھ کو اِس تقرر سے خوشی نہ ہوئی کیونکہ اُسے خیال تھا کہ میرے دشمن راجہ لعل سنگھ کے بُرے دن آنے پر اُس کے عہدے کا میں حق دار ہوں۔ جیسے کہ اُس کی سبھا سے مہارانی سے ایسی ہی الفت ہو گئی ہے پس اِس ناکامیابی پر وہ خفا ہو گیا۔ شاید شیر سنگھ منصب وزارت کے واسطے سب سے بہتر اور لائق تھا۔ مگر اُس کے حقوق اُس کے باپ سے نہ تھے اور چتر سنگھ بالکل مہاراجہ گلاب سنگھ

کے ہاتھ میں گرویدہ تھا اور اسلئے اُس کے لاہور میں وزیر ہونے سے اندیشہ تھا۔ مگر آخرکار اٹاری والے بظاہر راضی معلوم ہوتے تھے۔ یہ حکم دیا گیا کہ جو دعوے کثرت سے پشاور میں شیر سنگھ پر ہوئے اور جن کی مقدار قریب نصف لاکھ روپئے کے تھی اُن کی تحقیقات نہ کی جائے بشرطیکہ سردار آٹھ ہزار روپیہ اُن چند مدعیوں کو دیدے جو مفلس تھے اور جن کے دعوے بھی معقول تھے۔ اس انتظام سے شیر سنگھ کی بہت تشفی ہوگئی اور اُس کے بھائیوں گلاب سنگھ اور اوتار سنگھ کو ایک کو ہزارہ میں اور دوسرے کو لاہور میں منصب مل گئے تو اُس کو وزارت کے نہ ملنے کا رنج فراموش ہوگیا۔

ساتویں اگست ۱۸۴۷ء کو سردار چتر سنگھ کو صاحب رزیڈنٹ کی سفارش سے ایک فارسی کا اعزازی خطاب ملا اور اُسی وقت سردار تیج سنگھ کو راجگی کا خطاب عطا ہوا۔ اسی سال ۲۶ نومبر کو شیر سنگھ راجہ بنایا گیا۔ اس خطاب کی چتر سنگھ کو ملنے کی سفارش ہوئی تھی لیکن عین وقت پر اُس نے درخواست کی کہ میرے بیٹے شیر سنگھ کو یہ خطاب ملے چنانچہ یہ درخواست منظور کی گئی۔

۲۰ اپریل ۱۸۴۸ء کو ملتان میں فساد ہوا۔ دو انگریز افسروں پر دغا سے حملہ ہوا اور وہ مارے گئے اور دیوان مولراج نے سرکار لاہور کی حکومت سے سرکشی اختیار کی۔ اس فساد کی خبر لاہور میں ۲۱ اپریل کو پہنچی اور صاحب رزیڈنٹ نے فوراً ملتان کی طرف سات پیادہ پلٹنوں دو رجمنٹ سواران آئین اور بارہ سو غیر آئین سواروں کو زیر حکم سردار عطر سنگھ کالیانوالے کے روانہ کر دیا۔ اس فوج کے ساتھ راجہ شیر سنگھ بھی گیا تھا لیکن چونکہ صاحب کمانڈر انچیف فوج انگریزی کی مرضی نہ ہوئی کہ گرمی کے موسم میں اس فوج کی امداد کے لئے ایسے ملک میں جیسا کہ ملتان بیماری کا گھر ہونے سے بدنام تھا فوج گورہ کو بھیجیں اس واسطے یہ فوج ۲۶ تاریخ کو واپس بلائی گئی اور چونکہ یہ ضروری تھا کہ

لہ جلد انگریزی میں غلطی سے عطر سنگھ چھپا ہے۔ مترجم

کچھ نہ کچھ کیا جائے اسلیئے صاحب رزیڈنٹ نے ناچار ملتان پر سکھ فوج زیر حکم راجہ شیر سنگھ - سردار شمشیر سنگھ سندھانوالیہ اور عطر سنگھ کالیاں والہ کے روانہ کی - ایک رجمنٹ پیادہ آئین ۔نصف رجمنٹ پیادہ غیر آئین - تین ہزار سوار - دس توپیں اور دو توپیں بم کے گولہ کی - اس فوج کی جمعیت تھی - راجہ شیر سنگھ اس فوج کا سپہ سالار تھا مگر اس کی خاص افسری پیادہ فوج پر تھی اور باقی دونوں سردار رسالوں کے افسر تھے ٭

۱۲- جون کو یہ فوج چیچہ وطنی میں تھی اور آگے بڑھنے کو طیار تھی لیکن فوج کا جلد آگے جانا اس وقت تک مصلحت نہ سمجھا گیا کہ جب تک لفٹننٹ اڈورڈس صاحب اور فوج بہاولپور مولراج پر کوئی قطعی غلبہ حاصل نہ کرے - شیر سنگھ اور اس کے ہمراہی سرداروں کو دغا یا فساد کا خیال نہ تھا مگر ان کی فوج مفسدوں کے ساتھ ہمدردی کرتی تھی اور بدل خواہاں تھی کہ ان کے ساتھ جلد جا ملے - ۲۲ جون کو شیر سنگھ تلمبے میں پہنچا - یہاں اس کو حکم ہوا کہ اسی مقام پر ٹھہر جائے لیکن یا تو اس کی فوج اس کے قابو میں نہ رہی تھی یا یہ خیال کرکے کہ ان کی وفاداری پر اس کو بھروسا تھا اس نے چاہا کہ انگریزوں کی فتوحات میں شامل ہو جاسے کیونکہ کنیاری کی لڑائی اس وقت چھڑ گئی تھی - چنانچہ شیر سنگھ مقام گوگراں میں پہنچا جو شہر ملتان سے نو میل کے فاصلے پر واقع ہے - لفٹننٹ اڈورڈس نے اس وقت شیر سنگھ کو حکم دیا کہ میرے ساتھ شامل ہو جائے چنانچہ شیر سنگھ شامل ہو گیا اور ٹبی سے جہاں لفٹننٹ اڈورڈس کا لشکر پڑا ہوا تھا تین میل کے فاصلے پر سورج کنڈ پر یہ خیمہ زن ہوا - اس جگہ شیر سنگھ ۲ جولائی کو وارد ہوا ٭

اگرچہ سکھ فوج سرکشی پر آمادہ تھی لیکن بڑے بڑے سرداروں کا اس پر اس قدر دباؤ تھا کہ فوج مذکور کم و بیش راہ راست پر رہی - البتہ یہ بات ضرور ہوئی کہ بہتسے

آدمی فوج کو چھوڑ کر مولراج کے ساتھ جا ملے چنانچہ ۱ جولائی کو شیر سنگھ نے اُس فوج کے ساتھ جو زیر حکم افسران انگریزی تھی جرات اور کامیابی سے خدمات کیں - یہ صورت ۱۸ - اگست تک رہی جس تاریخ کو جنرل وہش فوج گورہ لے کر ملتان کے سامنے آپہنچے ؛

سردار چتر سنگھ ان ایام میں ہزارے کا ناظم تھا - اس کی فوج مشہور سرکش تھی مگر اس نے حکام انگریزی کو اپنی فوج کی بدنیتی کی خبر نہ کی بلکہ اِس بدنیتی میں وہ خود شریک تھا اور خود فوج کو سرکشی کی ترغیب دیتا تھا - ۶ - اگست کو یہاں تک نوبت پہنچی کہ کرنیل کنورا جو ملک امریکہ کا باشندہ تھا اور سکھوں کی ملازمت میں توپ خانے کا کمیدان تھا قتل کیا گیا - چتر سنگھ نے کرنل کو حکم دیا تھا کہ قلعہ ہری پور کے اندر سے توپیں باہر نکال لائے اور شہر کے باہر میدان میں ڈیرہ کرے - کرنیل کنورا کو چتر سنگھ کے فساد کی نیت کا شبہ تھا اِس سبب سے اُس نے بلا منظوری کپتان ایبٹ کے جو کمشنر سرحد تھا اور ہزارہ میں صاحب رزیڈنٹ کا اسسٹنٹ تھا اس کام کے کرنے سے انکار کیا - کرنیل مذکور توپوں کے بیچ میں کھڑا ہو گیا اور توپوں میں گراب بھر کر کہا کہ جو شخص میرے پاس آئیگا اُس پر توپ سر کرونگا مگر چتر سنگھ نے اصرار کیا اور چونکہ کرنیل کنورا وہ توپیں نہ دیتا تھا جو اُس کے سپرد تھیں اِسلئے ایک جمعیت سکھ سپاہیوں نے چپکے سے اُس کی پس پشت جا کر اُسے گولی سے مار دیا - جب اِس قتل کی خبر لاہور میں پہنچی تو صاحب رزیڈنٹ نے سردار جھنڈا سنگھ بوتالیہ کو چتر سنگھ کے فرزند گلاب سنگھ کا ایک معتمد ساتھ دے کر اِس واسطے بھیجا کہ چتر سنگھ کو سمجھا کر ساتھ لے آئے تاکہ اُس کی اِس حرکت کی لاہور میں تحقیقات کی جائے مگر چتر سنگھ کو جو کچھ کرنا منظور تھا اُس کی اُس نے تدبیر کر لی تھی - جھنڈا سنگھ کے بھیجنے سے کچھ حاصل نہ ہوا اور راجہ دینا ناتھ بھی جو اِسی کام کے واسطے ہزارے کو بھیجا گیا

گیا تھا بے نیل مرام واپس آیا۔ چتر سنگھ کی فوج کی جمعیت اس کی سرکشی کے وقت دو ہزار آدمی سے زیادہ نہ تھی مگر وہ بسرعت تمام زیادہ ہوتی گئی۔ اس نے اپنے بیٹے کو ملتان میں اور مہاراجہ گلاب سنگھ اور دوست محمد خاں کو مدد کے واسطے لکھا نیز اپنے علاقے پوٹھوار میں اس نے فوج بھرتی کی اور جہانتک اس کا بس چل سکا اس نے اپنی بغاوت کو ہیبت ناک بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ॥

۱۹۔ اگست کو ہزارے کے فساد کی خبر راجہ شیر سنگھ کے لشکر میں جو ملتان کے سامنے پڑا تھا پہنچی۔ اس سردار نے باوجودے کہ چاروں طرف سرکشی اور بدنیتی پھیلی ہوئی تھی سرکار کی خدمات کا فرض ادا کرنے کی کوشش کی۔ بہت سخت سزائیں دے کر اور انعامات کا وعدہ کرکے اس نے اپنی فوج کو قائم رکھا بلکہ جب اس کے باپ کے خطوط بھی اگست کے مہینے میں اس کے پاس پہنچے تب بھی وہ جادۂ وفاداری سے نہ ڈگمگایا۔ اس کو یقین نہ تھا کہ اس کا باپ بغاوت میں بہت پھنس گیا ہے بلکہ اسے امید تھی کہ سردار جھنڈا سنگھ اور راجہ دینا ناتھ کے بیچ میں پڑنے سے سارا انتظام خاطرخواہ ہو جائیگا۔ یکم ستمبر کو جب لفٹنٹ اڈورڈس کی فوج کو اپنی جگہہ بدلنے کی ضرورت ہوئی اور غنیم نے اس پر حملہ کیا تو راجہ شیر سنگھ نے اپنی خوشی سے توپیں باہر نکال کر فوج کو نقل مقام میں مدد دی۔ پھر تیسری تاریخ ستمبر کو اس نے مولراج کی فوج پر گولہ باری کی اور اس کو پل پر بہت پریشان کردیا خصوصاً اس غرض سے کہ اس کی اپنی فوج اور مفسدوں میں ہمدردی دور ہو جاے۔ لیکن اوائل ستمبر میں بہت تاکیدی خط اس مضمون کے ہزارے سے آئے کہ سردار چتر سنگھ کی بغاوت عفو کی حد سے گذر گئی ہے اور شیر سنگھ اور سب سچے سکھوں سے یہ درخواست تھی کہ اس کے ساتھ جاکر شامل ہوں۔ ہزارے سے پیغامبروں نے آکر جن میں سب سے بڑا آدمی صورت سنگھ مجیٹھیہ تھا سپاہ کو ورغلانا شروع کیا اور بیان کیا کہ فرنگیوں

کو ملک سے نکال دینے کا یہی وقت ہے اور جو شخص سردار چتر سنگھ کی حرکت کے خلاف ہوگا وہ خالصہ کا دشمن سمجھا جائیگا۔ فوج سکھ سے ایسا اندیشہ ہوگیا تھا کہ ۱۴ ستمبر کو یہ قرار پایا کہ ملتان سے اس کو علیحدہ کر دیا جائے تاکہ ایسی جگہ نہ رہے جہاں اس کو سرکشی کی ترغیب ہو۔ تجویز یہ ٹھہری کہ اٹاری والہ ۔ سندھانوالیہ اور کالیانوالہ سرداروں کی فوجیں علیحدہ علیحدہ اطراف کو کوچ کریں۔ شیر سنگھ کی فوج گھاٹ کی طرف جائے اور بظاہر یہ خدمت اس کے واسطے تجویز ہوئی کہ گھاٹ کی حفاظت رکھے ۔ ۱۴ تاریخ صبح کا وقت فوج کے کوچ کرنے کے لئے مقرر ہوا مگر فوج نے ہلنا نہ چاہا۔ صورت سنگھ اور اور آدمیوں کے ورغلانے سے سارا لشکر باغی ہوگیا۔ سرداروں کو فوج نے گالیاں دیں اور دھمکانا شروع کیا یہاں تک کہ ان کی جان کا خطرہ ہوگیا اور آخر کار راجہ شیر سنگھ بہت مایوس ہوکر مفسدوں میں جا شامل ہوا اور اپنی فوج لے کر ملتان کی طرف کوچ کر گیا اور وہاں جاکر حضوری باغ میں ڈیرہ کیا کیونکہ دیوان مولراج کو اس کا اعتبار نہ تھا اور قلعے میں اس کو بلانے سے انکار کیا ؛

شیر سنگھ کی فوج کی علیحدگی کے سبب جنرل وش کو ناچار ملتان کا محاصرہ اٹھا لینا پڑا مگر جنرل موصوف شہر کے آس پاس کے دیہات میں جا پڑے اور وہاں ٹھہر کر کمک اور محاصرے کی توپوں کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ شیر سنگھ نے اسوقت حتی المقدور کوشش کی کہ سرکشی پھیل جائے اور بغاوت قومی بن جائے۔ تمام ملک میں خطوط فتنہ انگیز جاری کر دئے اور سب سکھوں کو اشتعال سرکشی کی دی مگر مولراج کو تب بھی یہی گمان رہا کہ شیر سنگھ انگریزوں سے ملا ہوا ہے یا اگر خلاف ہے تو یہ چاہتا ہے کہ قلعہ ملتان کو خالصہ کے واسطے سر کرے اسے شیر سنگھ کی باتوں پر کچھ اعتبار نہ تھا اور اس نے شیر سنگھ سے مع اس کے افسروں کے گرنتھ صاحب پر قسم کھلوائی کہ ان کا منشا بد نہیں ہے مگر باوجود ان کے قسم کھانے کے ان میں سے ایک بھی

شہر کے اندر نہ آنے پایا۔

آخرکار شیر سنگھ نے یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنے باپ کے ساتھ ہزارے میں جا کر شامل ہو جائے۔ مولراج شیر سنگھ کے اس ارادے سے بہت خوش ہوا اور اس کے جلد چلے جانے کے واسطے اس کو روپیہ بھی قرض دیا چنانچہ ۹۔ اکتوبر کو راجہ شیر سنگھ اپنی فوج کو جس کی جمعیت ۵۰۰۰ آدمی کی تھی لیکر ملتان سے ہزارے کی طرف روانہ ہوا۔ ۱۱۔ تاریخ کو اس نے مع اپنے کُل لشکر کے دریاے راوی عبور کر کے جھنگ کی طرف کوچ کیا۔ یہاں اس کی فوج نے بہت خرابیاں کیں۔ مسجدوں کو گرا دیا اور مسلمان باشندوں کو لوٹا۔ اس جگہ شیر سنگھ کی فوج کے ساتھ بنوں کی فوج آکر شامل ہو گئی۔ یہ فوج سرکش ہو گئی تھی اور قلعہ دلیپ گڈھ پر اس نے تصرف کر کے فتح خاں ٹوانہ کو قتل کر دیا تھا۔ شیر سنگھ نے چناب کے کنارے وزیر آباد کی طرف کوچ کیا جس پر لعل سنگھ مراڑیہ نے تسلط کر لیا تھا لعل سنگھ دوآبہ سندھ ساگر کا چیف جسٹس تھا اور یہ دو ہزار غیر آئین سواروں کی جمعیت کے ساتھ مفسدوں سے جا ملا تھا۔

سردار چتر سنگھ ماہ اکتوبر میں ہر طرف توڑ جوڑ کرتا رہا۔ بارک زائی سرداران کو اس نے ان کی امداد کے صلے میں صوبہ پشاور کے دینے کا وعدہ کیا تھا اور جتنی سکھ فوج پشاور میں تھی اس کو اپنے ساتھ ملا لینے میں کامیاب ہوا۔ باوجود بعض افسروں کی کوششوں کے جو اپنے فرض منصبی پر مستقل رہے فوج سکھ مقیم پشاور ۲۴۔ اگست کو باغی ہو کر چتر سنگھ کے ساتھ شریک ہونے کو کوچ کر گئی۔ کپتان ایبٹ دلیری اور بہادری سے ہزارے میں جمے رہے اور لفٹننٹ ہربرٹ نے قلعہ اٹک کو دوسری جنوری تک بچائے رکھا بعد ازاں چونکہ اس کو امداد کی امید نہ رہی اور اس کی سپاہ اس کو چھوڑ کر غنیم کی طرف چلی گئی تھی اسلئے اُسے مجبوراً بھاگنا پڑا۔ اٹک کے سر ہونے کے بعد چتر سنگھ نے اپنے بیٹے شیر سنگھ کے ساتھ شریک ہونے کے لئے کوچ کیا۔

راجہ شیر سنگھ کی ۲۲- نومبر کو رام نگر میں فوج انگریزی نے جو زیر حکم لارڈ گف تھی سخت مزاحمت کی۔ یہ معرکہ بالکل سواروں اور توپ خانے میں ہوا اور اس کو جنگ نہیں کہہ سکتے۔ یکم دسمبر کو سر جوزف تھکول نے فوج کے پیش دستے کو لے کر چناب کو عبور کیا اور راجہ کے لشکر گاہ کی طرف کوچ کیا۔ مورچوں کے سامنے کچھ لڑائی ہوئی مگر مورچوں پر حملہ نہیں کیا گیا اور تیسری دسمبر کی شب کو شیر سنگھ جہلم۔ جلالپور اور پنڈ دادن خاں کی بلاد سے لوٹ گیا اور چلیانوالے میں جا کر جم گیا۔ آخر ۱۳ جنوری کو فوج انگریزی اس پر حملہ کرنے کو بڑھی۔ اس لڑائی کا حال جس سے سرکاری فوج کی تعریف پائی جاتی ہے اکثر لکھا گیا ہے۔ اس کو فتح کہا گیا تھا لیکن نہ تو سکھوں کی فوج اور نہ سکھ جنرل اس سے اپنی شکست سمجھتے تھے۔ سب اچھی طرح لڑے مگر اس روز جوانمردی مشہور سکھ جنرل جواہر سنگھ نلوہ پسر ہری سنگھ نلوہ کے نام رہی جس نے سواروں سے حملہ کیا اور جس کے حملے سے لڑائی کا وہ نتیجہ ہوا جو کچھ کہ ظہور میں آیا۔

اس لڑائی کے دو یا تین دن بعد سردار چتر سنگھ اپنے فرزند کے لشکر میں شامل ہوا چنانچہ جب یہ پہنچا تو شلک شاہانہ اس کی سلامی میں سر ہوئی اور سردار موصوف اپنے ہمراہ میجر جارج لارنس لفٹنٹ ہربرٹ اور لفٹنٹ بوئی کو اسیر کر کے لایا تھا۔ چتر سنگھ نے امیر دوست محمد خاں کو اپنا شریک کر لیا تھا اور اس کی مدد کے عوض اسے تیس ہزار روپیہ نقد ۱۵ ہزار روپیہ کا پشمینہ دیا اور ۱۵ ہزار روپیہ راولپنڈی میں دینے کا وعدہ کیا۔ اس روپئے کے عوض امیر نے صوبہ پشاور پر تصرف کر لیا۔ اٹک کے محاصرے میں اس کے ساتھ کام کیا اور ایک ہزار سوار اپنے فرزند اکرم خاں کے ماتحت چتر سنگھ کی فوج میں شامل ہونے کو بھیجے۔

۲۱- فروری کو گجرات کی لڑائی ہوئی جس میں کل فوج سکھ اور لشکر افغانوں کو شکست تام ہوئی اور اُن کی توپیں سرکار کے ہاتھ آئیں۔ حقیقت میں اس جنگ کے بعد

لڑائی ختم ہوگئی - اِس فتح کے بعد غنیم کا تعاقب بہت مستعدی سے کیا گیا اور ۱۴
مارچ کو راولپنڈی میں چتر سنگھ اور شیر سنگھ نے مع اُس قدر فوج سکھ کے جو باقی
رہ گئی تھی ہتھیار رکھ دئیے اور اِس فوج میں سولہ ہزار آدمی اُسوقت موجود تھے *
اِس لڑائی کے بڑے واقعات جس قدر سرداران اٹاریوالہ سے متعلق تھے وہ
اوپر بیان کئے گئے ہیں اِس لڑائی کی جو دونوں انگلستان اور پنجاب کے واسطے
نتائج عظیم سے پُر ہے ہنوز ایک مسلسل تاریخ لکھی جانی باقی ہے مگر اِس جگہ تھوڑا
سا بیان اُن بواعث کا جن کے سبب یہ لڑائی ہوئی لکھا جانا بے محل نہ ہوگا *
ستلج کی لڑائی کے ختم ہونے پر فوج سکھ جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات
کے بعد ہمیشہ تعداد میں زیادہ ہوتی رہی تھی بہت سی موقوف کی گئی تھی - پنجاب
کے دیہات میں ناخوش سپاہی بھرے ہوئے تھے جو بااُن پیشوں سے متنفر
تھے اور اُن کو پختہ یقین تھا کہ ہم کو جو شکست ہوئی فقط ہمارے سرداروں کی
دغابازی اور ناقابلیت کے سبب ہوئی - یہ لوگ اِس بات کے خواہش مند تھے
کہ ایک مرتبہ اور میدان جنگ میں اپنی قسمت آزمائی کریں - دار الخلافے میں راجہ
لعل سنگھ سے کوئی خوش نہ تھا اور سرکار انگریزی کو اُس کی حمایت کرنی ضروری
تھی - فوج کو اُس سے اِس سبب سے تنفر تھا کہ ستلج کی لڑائی کی تباہی اُسی کی
شرکت کی وجہ سے ہوئی تھی - مہارانی کے ساتھ اُس کی لگاوٹ تھی اور سردار اُسکے
لالچ کے سبب اُس سے نفرت کرتے تھے کیونکہ اکثروں کی جاگیریں اُس کی ہوس کے
باعث جاتی رہی تھیں - اُس کی معزولی کے بعد بھی جو نیا انتظام ہوا اُس سے بھی
لوگ راضی نہ تھے - راجہ تیج سنگھ قابل آدمی نہ تھا اور دفعتاً عروج پا گیا تھا اور جو
کچھ اُس کو حاصل ہوا تھا وہ نصیبوں سے تھا کچھ لیاقت کے باعث نہ تھا اور
لوگوں کے گمان میں یہ بات جچی ہوئی تھی کہ راجہ مذکور بالکل صاحب رزیڈنٹ بہادر

ہنری لارنس صاحب کا مطیع ہے اور بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے بواعث نارضگی کے تھے۔ گاؤکشی اب جرم نہ سمجھی جاتی تھی اور مسلمانوں کو جن سے سکھوں کو نفرت تھی اور جن پر سکھوں کے وقت میں بہت ظلم ہوتا تھا اب اجازت ہوگئی تھی کہ اپنے مراسم مذہبی دھوم دھام سے عام طور پر ادا کریں۔ یہ سب لوگوں کو یقین تھا کہ انگریزوں کی نیت کبھی پنجاب سے چلے جانے کی نہیں ہے اگرچہ راست یہ ہے کہ فوج انگریزی سرداران اعلےٰ کے منت کرنے سے رہی تھی کیونکہ ان سرداروں کو یہ خوف تھا کہ ستلج کی لڑائی سے پہلے جو بدنظمی تھی وہی پھر نہ ہو جائے۔ پس بغاوت کا سامان بہت کچھ طیار تھا لیکن اگر سر ہنری لارنس صاحب جن کے اوپر لوگوں کو اعتبار اور بھروسا تھا بیماری کے سبب سے مجبور ہو کر پنجاب سے ایسے بڑے نازک وقت میں نہ چلے جاتے تو اُن کی دور اندیشی اور دانشمندی سے ممکن تھا کہ امن قائم رہتا +

سنہ ۱۸۴۸ء کی بغاوت ملتان کے فساد سے شروع ہوئی اور اس کا کسی کو سان گمان نہ تھا۔ کوئی وجہ اس امر کے باور کرنے کی نہیں ہے کہ افسران انگریزی پر جو حملہ ہوا وہ دیوان مولراج کے حکم یا اس کے اغماض سے ہوا مگر جب وہ طوعاً وکرہاً اس پر رضامند ہو گیا تو وہ جانتا تھا کہ میرے پاس دولت کثیر ہے فوج بالکل کہنے میں ہے قلعہ ملتان شمالی ہندوستان میں سب سے زیادہ مضبوط ہے اور ساتھ ہی یہ بات بھی ضرور تھی کہ اُسے سزا دینے والی اور عوض لینے والی طاقت دور تھی بلکہ اُس کے خیال میں بھی نہ تھی۔ دو خرابیوں میں سے اُس نے سرکشی کو کمتر سمجھا۔ اگر اس فساد کی لاہور میں خبر پہنچتے ہی فوج انگریزی ملتان کو کوچ کر جاتی اور اس جرم کی سزا فی الفور اور پوری دی جاتی تو سکھ سرکش نہ ہوتے۔ مگر ایک دغاباز کے سزا دینے میں جو توقف ہوا اس سبب سے سکھوں کو یقین ہونے کی گنجائش ہو گئی کہ ممکن ہے کہ ہر مفسدہ سزا سے بالکل بچا رہے +

ملتان کے سامنے راجہ شیر سنگھ کی سرتابی کا بھی کسی کو گمان نہیں تھا۔ ۱۳ ستمبر کی رات تک باوجود سے کہ ایسی سخت ترغیب و تحریص کا سامنا تھا جس کا اتفاق شاذ ہوتا ہے مگر پھر بھی وہ وفادار رہا۔ اُس کا دباؤ اپنی فوج پر بہت تھا اور ممکن ہے کہ اگر اُسکے باپ کی سفتیں اُس کی مرضی کے خلاف اُس کو مفسدے میں شریک ہونے پر برانگیختہ نہ کرتیں تو اختتام محاصرے تک وہ اپنی فوج کو وفادار رکھتا۔ راجہ شیر سنگھ کی سرکشی کا باعث خود اُس کا باپ چتر سنگھ تھا۔ چتر سنگھ کے فساد سے پہلے دور و دراز کے اضلاع پنجاب میں خفیف خفیف کئی فساد برپا ہوئے مگر یہ چتر سنگھ ہی تھا جس نے اِس بغاوت کو قومی بغاوت بنا کر ملک پر مصیبت ڈالدی ؛

چتر سنگھ کے اِس طریق کے بواعث کیا تھے کیا سبب تھا کہ درحالیکہ اُس کا فرزند پکّا وفادار تھا اور وہ سرکش۔ اِس بات کا یقین ہونا مشکل ہے کہ وہ اپنے ہی واسطے کوشاں تھا۔ وہ ضعیف نحیف اور دائم المریض آدمی تھا۔ اُس کی عقل جو کبھی بہت روشن نہیں تھی بیماری اور ضعیفی کے سبب کمزور ہوگئی تھی۔ مدت سے وہ کہتا تھا کہ میں دنیا کو ترک کرکے گنگاجی کو یاترا کے لئے جاؤنگا اور نیز اپنے بجائے اپنے فرزند کو خطاب راجگی دلوادیا تھا۔ نہ اُس کو یہ امید ہوسکتی تھی کہ انگریزوں کے پنجاب سے نکل جانے سے اُس کے بیٹے کو کچھ فائدہ ہوگا۔ شیر سنگھ کو سکھ امرا سے انگریزوں نے برتر بنادیا تھا اور اس کو بوجہ معقول امید ہوسکتی تھی کہ اسے کچھ عرصہ میں دربار لاہور کی وزارت اور مہاراجہ خوردسال کی سرپرستی جس کو اس کی ہمشیرہ منسوب تھی حاصل ہوجائیگی اور نیز اِس نسبت کے باعث اِس کی توقیر بہ نسبت سکھوں کے انگریزوں کی نگاہ میں زیادہ تھی کیونکہ جوں جوں مہاراجہ کی عمر زیادہ ہوتی او[ر] غالب تھا کہ وہ کئی اور شادیاں کر لیتے اور پنجاب میں بیوی کا زور محلسرا کی [illegible] تھا کچھ لیا[illegible] سے باہر کچھ نہیں چلتا۔ شیر سنگھ کو جو امیدیں تھیں اُن کے [illegible] مذکور کی وجہ چتر سنگھ کے ناراض ہونے

کی نہ تھی۔ ایک مرتبہ یہ بات مشہور ہوئی تھی کہ کپتان ایبٹ صاحب کے شک کرنے کے سبب چتر سنگھ ناچار باغی ہو گیا لیکن صاحب موصوف جو بہت لیاقت کے آدمی تھے شک فقط اسی جگہ کرتے تھے جہاں شک کرنے کی وجہ معقول ہوتی تھی اور اس باب میں اُن کی راے کا درست اور صحیح ہونا بخوبی ثابت ہو گیا ہے ✦

سردار چتر سنگھ ڈرپوک اور ضعیف العقل آدمی تھا اور ہمیشہ سے اُس کی یہ عادت رہی تھی کہ جو اشخاص اُس سے زیادہ عقیل اور حوصلے کے تھے اُن کی صلاح پر بھروسا رکھتا تھا ✦ سب سے بڑھ کر اُسے مہاراجہ گلاب سنگھ پر اعتماد تھا اور چند سال گذشتہ سے پنجاب میں کوئی ایسی سازش نہیں ہوئی تھی جس میں مہاراجہ گلاب سنگھ کی شمولیت نہ ہو اور جس سے اُس نے مفاد نہ اٹھایا ہو۔ مہاراجہ گلاب سنگھ ایک لئیق درباری نہایت ہوشیار اور چال باز اور سازش میں پرلے سرے کا دھوکہ باز تھا چنانچہ چتر سنگھ نے اُس کو اپنا خوف ناک دوست پایا۔ اِن دونوں میں رابطۂ اتحاد بہت گہرا تھا۔ جب چتر سنگھ کے بھائی کا انتقال ہوا تو مہاراجہ گلاب سنگھ کے ہی طفیل سے چتر سنگھ کو متوفی کے بیٹے کی حق تلفی کر کے نصف جاگیر حاصل ہوئی۔ راجہ ہیرا سنگھ کے وقت میں جو مشکلات پیش آئیں اُن میں چتر سنگھ استقلال سے اپنے رفیق کا طرف دار رہا اور اُسی کی خاطر شاہزادہ پشورا سنگھ کے قتل میں شریک ہوا۔ سردار چتر سنگھ بلا مشورہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے ہرگز بغاوت پر مستعد نہیں ہوا ہوگا۔ بالفرض اگر یہ بغاوت اُسکی صلاح کے بغیر ہوئی تو بھی وہ آسانی سے سردار چتر سنگھ کو ایسا کرنے سے باز رکھ سکتا تھا

گلاب سنگھ کی مفسدے میں شرکت کا ثبوت خواہ عدالت میں نہ ہو سکے مگر تواریخ میں اس کے خلاف فیصلہ دینے کے لئے کافی شہادت موجود ہے۔ اول عوام الناس کو جس میں کہ مرحوم دوست محمد خاں بھی شامل ہے گمان غالب ہے کہ گلاب سنگھ نے ہی اِس مفسدے کی ترغیب دی تھی اور اُس کی مرضی کے خلاف چتر سنگھ کبھی ہاتھ

نہ اٹھانا۔ اور ہیرانند کا بیان جسے چتر سنگھ نے بطور معتمد مہاراجہ کے پاس بھیجا تھا اکتوبر سنہ ۱۸۴۹ء میں قلمبند ہوا۔ گو اس میں کئی جگہ مبالغہ اور اختلاف پایا جاتا ہے تاہم وہ قرین راستی معلوم ہوتا ہے۔ اگر اس شہادت کو مانا جائے تو مہاراجہ کا بلا شبہ اس بغاوت میں تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں پائی جاتی جس سے ہیرانند نے جھوٹھا الزام مہاراجہ پر لگانے کی کوشش کی ہو اور اکثر ضروری باتوں میں اس کے بیان کی تائید دیگر شہادتوں سے ہوتی ہے جو بعد میں لی گئیں۔ یہ سچ ہے کہ کوئی ایسا دستاویزی ثبوت پیدا نہوا جس کو وقعت دیجاتی۔ مگر یہ کب قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ ایک ایسا شفقتی شخص ایسے معاملے میں جہاں وہ زبانی یا انگلی کے اشارے سے کام کر سکتا تھا اُسے ضبط تحریر میں لاتا۔ اس قدر ضرور تحقیق ہے کہ مفسدوں کے عیال و اطفال مہاراجہ کے علاقے میں پناہ گزین ہوئے۔ باغی بلا مزاحمت مہاراجہ کے علاقے سے گزرتے اور رسد لیتے رہے اور گو اس کے اقرار مدار بہت بڑھ چڑھ کر تھے مگر اس نے دربار لاہور کو بہت ہی خفیف امداد دی۔

مگر باوجود ان تمام باتوں کے یہ ہرگز یقین نہیں ہو سکتا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ سرکار انگریزی کی شکست چاہتا تھا۔ کشمیر کے عطا ہونے کی شکر گذاری کی گلاب سنگھ کے علاوہ اور ہر ایک شخص سے توقع تھی مگر قطع نظر اس کے وہ بخوبی جانتا تھا کہ اس کا خود مختار حکمران رہنا پنجاب میں سرکار انگریزی کی فوج کی موجودگی پر منحصر تھا۔ اس کا چتر سنگھ کو مفسدہ کی ترغیب دینا اس کے اور اس کے بیٹے کی بربادی کرانے کے لئے تھا کیونکہ اُسے امید تھی کہ سلطنت لاہور مفتوح ہو کر پنجاب میں سرکار انگریزی کی حکومت قایم ہو جائیگی۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر ملک میں امن رہا تو انگریز جیسا کہ اقرار ہو چکا ہے پنجاب سے واپس چلے جائینگے اور راجہ شیر سنگھ برسر حکومت ہو جائیگا اور اس حالت میں اُسے یقین کامل تھا کہ سکھ فوج سب سے

پہلے سے ہی خلاف کمر بستہ ہوگی۔ وہ کشمیر کا خود مختار حکمران ہو جانے سے سب سے بڑھ کر آپ حیرت میں تھا اور بخوبی جانتا تھا کہ اس ملک کے ہاتھ سے نکل جانے کا کل سکھ قوم کو ندامت اور غصہ تھا کیونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اسے بہت مشکلات اور کئی ایک بہادر سرداروں کے خون بہا کر فتح کیا تھا۔ صرف سکھوں کی ہی جانب سے اسے اندیشہ نہیں تھا۔ دوست محمد خاں بھی بخوبی آگاہ تھا کہ کشمیر کسی زمانے میں کابل کے زیر نگین تھا اور اول ہی موقع ملنے پر وہ بلا تامل اس پر حملہ کرنے کو مستعد تھا۔ یہ ہی موجب تھا کہ اس نے سکھوں کے ساتھ جن سے اسے نفرت تھی اتحاد کیا اور دروپرہ ہزارے کے وحشی مسلمان قوموں کے ساتھ سازش کی۔ گلاب سنگھ کو یقین کامل تھا کہ سکھ اور افغانوں کے بیچ میں آکر وہ بلا امداد سرکار انگریزی کے ضرور ہی تباہ ہو جائیگا۔

اس کی حکمت عملی سرکار انگریزی کی تائید میں آئی مگر وہ عملی طور پر اسے امداد دینے سے بدیں وجہ محترز رہا کہ مفسدے کی سازش میں وہ خود ملوث تھا۔ اس لئے وہ اپنے خلاف سخت نفرت پیدا کرنے کے بدون کھلے طور پر اس کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا۔ سکھ اور افغان متفق ہو کر کشمیر کو تاخت و تاراج کرڈالتے اور اسوقت سرکار انگریزی کی فوج میدان میں اپنے ہی مقبوضات سنبھالنے کے لئے مشکل کافی تھی۔ اسواسطے وہ منتظر رہا کہ جس وقت سرکار انگریزی کی فوج کو نمایاں فتحیابی حاصل ہو جائیگی تو میں جان و دل سے اس کا حامی ہو جاؤنگا۔ مگر چلیانوالہ کی لڑائی کے بعد اسے شک ہو گیا تھا کہ انگریز ملک پر تسلط رکھ سکینگے یا نہیں ۱۸۴۵ء میں جو سکھوں کو شکست فاش ہوئی اس سے اسے یقین ہو گیا تھا کہ گو سکھوں کی فوج بہت ہے اور گو لاہور اور امرتسر ان کے قبضے میں ہونے کے باعث انہیں بہت فائدہ ہے مگر تاہم انگریز باسانی فتح یاب ہو سکینگے۔ انگریزوں کا تھوڑی مدت کے لئے ہٹ آنا بھی اس کے لئے مہلک تھا۔ اسلئے جس وقت لڑائی کے پہلے حصہ

کا نتیجہ قطعی اور اطمینان بخش ظہور میں نہ آیا تو وہ اُس کے نتیجے سے ہراساں ہوا اور سکھوں سے علیحدہ ہونے کی جرات نہ کرسکا۔ اگر وہ ظاہرا اور دلیرانہ طور سے انگریزوں سے مل جاتا تو جنگ کا جلد فیصلہ ہوجاتا۔ مگر یہ اُس کے امکان میں نہیں تھا۔ وہ کسی تجویز کے فیصلے دینے میں اُسی قدر محتاط اور متامل تھا جس قدر اُس کی تکمیل میں دلیر اور ہوشیار۔ ہر ایک چال میں اُس کی عقل رسا کے روبرو اس قدر خطرات پیش نظر ہوتے تھے کہ وہ اُس کے اختیار کرنے سے اُس وقت تک بچا رہتا تھا تا وقتیکہ وہ کرنے پر مجبور ہوجائے اگرچہ وہ خود بہادر اور جنگ جو آدمی تھا مگر اُس کی حکمت عملی طاقت کے بجائے دہوکہ بازی کے لئے زیادہ نمایاں تھی۔ تمام عمر وہ کمزور فریق کا کبھی طرفدار نہیں بنا تھا اور فریق غالب کا بھی صرف اُس وقت ساتھی ہوتا تھا جب کہ اُس کی کامیابی کا اُسے پورا یقین ہوجاتا تھا۔ اِس طرح سے مہاراجہ گلاب سنگھ کی حکمت عملی کو پوری کامیابی رہی۔ سکھ مغلوب ہوئے۔ افغان بذلت تمام پنجاب سے نکال دئے گئے اور انکے زوال کا نیز فہم سبب امن امان سے صرف اُس اکیلی قوم کے ظل حمایت میں حکومت کرتا رہا جس پر اُس نے بھروسا کرنا سیکھا تھا ؛

شہادت مندرجہ بالا مہاراجہ گلاب سنگھ کے برخلاف اُن لوگوں کے نزدیک جنہوں نے اُس زمانے کے حالات مشاہدہ کئے خواہ کیسی ہی معقول سمجھی جاسکے تاہم یہ قطعی اور کامل ثبوت قرار نہیں دیجاسکتی۔ کبھی کوئی ثبوت مہاراجہ کی صفائی کا نہیں لیا گیا۔ اگر دیوان جوالا سہائے اور مہاراجہ کے دیگر معتمدوں سے دریافت کیا جاتا تو بہت سی باتیں جو اِن میں سے کئی ایک اور جواب مشتبہ معلوم ہوتی ہیں صاف ہوجاتیں۔ رہا تو انگریزی میں مہاراجہ گلاب سنگھ کا خواہ کتنا ہی دخل ہو تو بھی یہ نہیں کہا جاسکتا برسر حکومت ہوجانے کا باعث اکیلا وہی تھا پرانی خالصہ فوج اور قوم سکھ بالعموم جو کے لحاظ سے جنگجو تھی سرکار انگریزی کی زیر حکومت ہرگز

چھین سے نہ رہتی تاوقتیکہ وہ ایک مرتبہ اور طاقت آزمائی نکرلیتی - اور اُسے ایسی شکست فاش نہوتی جیسی کہ گجرات کے مقام پر ہوئی جس سے اُسے مجبوراً فاتح کی اطاعت اختیار کرنی پڑی - سردار شیر سنگھ کی فوج بھی پوری سرکش ہوگئی تھی اور گلاب سنگھ کی امداد اور فتنہ کے بغیر بھی وہ غالباً آگے پیچھے بغاوت کرتی - بہرصورت مہاراجہ گلاب سنگھ سرکار انگریزی کے مخالف نہیں تھا اگر وہ سکھوں کی سلطنت کے زوال کا خواہاں ہوا اور اسکے واسطے اُس نے کوئی ڈھنگ نکالا تو اس کے لئے اُسے قصوروار نہیں ٹھہرا سکتے - کیونکہ جیسے سکھ اُس سے نفرت کرتے تھے وہ سکھوں سے کرتا تھا اور سکھ بدل و جان اُس کی بربادی کے خواستگار تھے ۔

سردار چتر سنگھ راجہ شیر سنگھ اور سردار اوتار سنگھ جو مفسدوں میں شامل ہوگئے تھے اٹاری میں نظر بند رکھے گئے - مگر جب یہ معلوم ہوا کہ وہاں سے بھی وہ باغیانہ خط و کتابت رکھتے ہیں تو وہ سب جنوری ۱۸۵۰ء میں اوّل الہ آباد کو اور بعد ازاں کلکتہ کو قید کرکے بھیجے گئے - ان کی جاگیریں سب ضبط کی گئیں - لڑائی سے پہلے چتر سنگھ کے قبضے میں ایک لاکھ بائیس ہزار روپئے کی جاگیر تھی جس میں سے ۷۵ ہزار ذاتی تھی اور ۴۷ ہزار روپئے کی جاگیر بعوض ادائے خدمات تھی - راجہ شیر سنگھ اور اُس کے بھائی کے قبضے میں ۴۲۲۲۰ روپئے کی جاگیر تھی - ۲۰۰۰ کا مواجب اُن کے گزارے کے لئے مقرر کیا گیا - یعنے تینوں سرداروں کے لئے فی ۲۴۰۰ روپئے - گلاب سنگھ مفسدوں میں شامل نہیں ہوسکا کیونکہ وہ لاہور میں زیر حراست تھا - گلاب سنگھ اور اُس کے بھائی شیر سنگھ کو خوردسال مہاراجہ کی سرپرستی اور قلعہ کے خانگی امور کا اہتمام سپرد تھا اور گلاب سنگھ ظاہر الاہور سے چلے جانے اور اپنے باپ کے ساتھ شامل ہونے کی طیاری کر رہا تھا کہ وہ ۱۷ ستمبر کو پکڑا گیا اور لاہور میں جنگ کے خاتمہ تک نظر بند رکھا گیا - مگر اس کے خلاف کوئی بات ثابت نہیں ہوئی اور لڑائی سے پہلے جو اس کی

جاگیر تین ہزار روپئے کی تھی اُس کے عوض لڑائی کے بعد تین ہزار روپے کی پنشن اس کے واسطے مقرر کی گئی ؛

بی بی تیج کور کی مہاراجہ دلیپ سنگھ سے شادی نہیں ہوئی - لڑائی کے بعد نسبت ٹوٹ گئی اور آخر کار اس کی شادی جنیجا سنگھ پسر سردار اشیر سنگھ گل ماڑی والے کے ساتھ ہوئی جس سے دو بیٹے پیدا ہوئے - تیجکور ۱۸۶۳ء میں فوت ہو گئی - جنوری ۱۸۵۴ء میں چتر سنگھ شیر سنگھ اور عطر سنگھ جن کا طریق الحاق پنجاب کے بعد قابل اعتراض نہیں رہا قید سے رہا کئے گئے اور اُن کو اجازت ہوئی کہ اپنی بود و باش کے واسطے خاص حدود کے اندر جگہ پسند کر لیں - ان کا مواجب بھی بڑھا دیا گیا یعنے چتر سنگھ کا آٹھ ہزار اور شیر سنگھ کا چھ ہزار روپیہ مواجب مقرر ہوا - برہما - ایران اور سونتھال کی لڑائیوں میں راجہ شیر سنگھ نے سرکار کی سچا آوری خدمات کے لئے درخواست کی بلکہ گذشتہ جنگ چاین میں بھی اُس نے اپنی خدمات گورنمنٹ کو پیش کیں - جب مفسدہ ہندوستان میں ہوا تو سردار گلاب سنگھ کو فوج میں کمان افسری ملی اور تمام مفسدے میں اُس نے داد شجاعت دی - اس کو کپتانی کا خطاب ملا اور اس کے بھائیوں تیجسنگھ اور اوتار سنگھ کے ساتھ اسے ۲۸۰۰ روپئے سالانہ آمدنی کی زمینداری اودھ میں عطا ہوئی - علاوہ ازیں ہر ایک بھائی کو بطور ذاتی پنشن کے ۷۲۰ روپیہ سالانہ ملتا تھا اور یہ اضافہ راجہ شیر سنگھ کی وفات پر جو ۱۸۵۸ء میں بمقام بنارس ہوئی ہوا تھا ؛

ہندوؤں کے عقیدہ کے بموجب راجہ شیر سنگھ کی زندگی بھر کے قصور اُس کی پاک موت کے سبب دور ہو گئے - جب راجہ نے اپنے آپ کو قریب المرگ سمجھا تو اُس نے اپنے پاس برہمن بلائے اور اُن سے دریافت کیا کہ میں تناسخ کے عذاب سے جس سے ہندوؤں کو ہمیشہ خوف رہتا ہے کس طرح بچ سکونگا - انہوں نے جواب دیا کہ سات روز تک برت رکھ کر گنگا کے کنارے پر پڑا رہنا چاہئے اور بھاگوت سننا چاہئے جو کہ

۱۸ پرانوں میں سب سے زیادہ اوتم ہے۔ چنانچہ ہر روز صبح کے وقت راجہ کو دریا ے گنگ کے کنارے پر لے جاتے تھے اور دن بھر جیسا کچھ اُس کے تھوڑے بہت ہوش حواس کام دیتے تھے وہ اس پران کی کتھا کو سنتا رہتا تھا۔ ساتویں دن شام کو اس نے دو ہزار روپے برہمنوں کو دان کئے اور مر گیا۔ اِس طرح دور از وطن بنارس کے پاک شہر میں پاک دریا کے کنارے پر قبل از وقت راجہ شیر سنگھ نے وفات پائی +

اس کا باپ سردار جیر سنگھ اُسی سال کے شروع میں کلکتہ میں فوت ہو چکا تھا۔ سردار جیر سنگھ کے بیٹوں میں سے اب صرف اوتار سنگھ باقی رہ گیا ہے۔ اس نے رائے بریلی واقع ممالک مغربی و شمالی میں سکونت اختیار کر لی ہے اور رفتہ رفتہ پنجاب سے قطع تعلق کرتا جاتا ہے +

کپتان گلاب سنگھ کے معاملہ کو لارڈ نیپیر آف میگڈالا نے جب کہ وہ منصب اعلےٰ کمانڈر انچیف ہند پر ممتاز تھے جنگی رفاقت اور دیرینہ اتحاد کے لحاظ سے سرگرمی سے اپنے ہاتھ میں لیا۔ نیز سر ہنری ڈیورس صاحب نے اس پر نظر توجہ فرما کر ۱۸۷۲ء میں وہ حکم منسوخ کر دیا۔ جسکی رُو سے اُس کو پنجاب میں سکونت اختیار کرنے کی ممانعت تھی۔ تب سے سردار مذکور خاندان اٹاری کی چھوٹی شاخ کا سرکردہ شمار ہوتا رہا۔ ۱۸۷۴ء میں اس نے امرتسر میں بود و باش اختیار کی۔ ۱۸۷۵ء میں اسے اختیارات مجسٹریٹی ملے اور اُسی سال حضور مارکوئس آف رپن گورنر جنرل ہند کی لاہور میں تشریف آوری کے موقع پر حضور ممدوح کے اسٹاف میں ایڈیکانگ مقرر ہوا۔ اس سے دو سال بعد وہ بارہ ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ پر مہاراجہ جموں و کشمیر کا مشیر مقرر ہوا۔ ۱۸۸۳ء میں کپتان گلاب سنگھ صرف ایک بیٹا نہال سنگھ جو اُسوقت چار سال کا تھا چھوڑ کر مر گیا۔ اُسوقت گلاب سنگھ کی جائداد رائے بریلی اور اٹاری میں سات لاکھ کی تھی جس کی سالانہ آمدنی قریب ستر ہزار روپے کے ہوتی تھی۔ یہ جائداد زیر اہتمام لالہ گورکھ رائے ساکن امرتسر کے ہے اور وہ زیر نگرانی ڈسٹرکٹ کورٹ آف وارڈس کام کرتا ہے۔ اس

نابالغ وارث کو سرکار انگریزی سے تین ہزار چھ سو روپے سالانہ بطور مواجب ملتا ہے
اور اسی قدر ریاست جموں سے ملتا ہے۔ کپتان گلاب سنگھ ایسی قدر تربیت یافتہ
شخص تھا اور اُس کی فیاضی۔ فراخ حوصلگی اور مروت سے لوگ اُسے عزیز رکھتے
تھے۔ حکام انگریزی و معززین پنجاب جن سے اُس کی ملاقات تھی اُسے عزت کی نگاہ
سے دیکھتے تھے۔ کپتان گلاب سنگھ دل کی بیماری سے اچانک فوت ہوا۔ اُس کی
اُسوقت کوئی ایسی بڑی عمر نہ تھی۔ اس کے مرنے سے سکھوں کو نقصان عظیم پہنچا۔

سردار دیال سنگھ مجیٹھیہ

نودھ سنگھ
وفات ۱۷۶۸ء
|
سردار دیسا سنگھ
وفات ۱۸۳۲ء
|
- سردار لہنا سنگھ — وفات ۱۸۵۴ء
  - سردار دیال سنگھ — ولادت ۱۸۴۹ء
- سردار گوجر سنگھ — وفات ۱۸۴۳ء
- سردار رنجودھ سنگھ — وفات ۱۸۷۲ء
  - سردار گجندر سنگھ — ولادت ۱۸۶۵ء

موضع مجیٹھہ جو امرتسر سے دس میل کے فاصلے پر شمال کی جانب واقع ہے اس کے نام پر پنجاب کے نہایت مشہور خاندانوں سے ایک خاندان نامزد ہوا ہے۔ مجیٹھیوں کے بڑے خاندان کی تین شاخیں ہیں ایک شاخ میں اب سردار دیال سنگھ دوسری میں صورت سنگھ اور تیسری میں مہتاب سنگھ ہیں۔ ان سرداروں میں قرابت بعیدہ ہے اور ان کے خاندانوں کا حال بالکل جدا جدا ہے۔ سردار دیال سنگھ اور سردار مہتاب سنگھ پانچویں پشت میں بھائی ہوتے ہیں اور صورت سنگھ کئی پشت کے فرق سے یکجدی ہے تینوں سرداروں کا مورث اعلےٰ زمانہ حال سے چودھویں پشت میں تھا۔

سردار دیال سنگھ کا خاندان رتبہ اور اقتدار میں اوّل درجہ کا ہے۔ اس کا پڑدادا نودھ سنگھ ایک معزز زمیندار شیرگل جٹ کی نسل سے تھا۔ نودھ سنگھ نے دھرم کوٹ بگّہ کے زبردست سردار امر سنگھ بگّہ کی ہمشیرہ سے شادی کی اور اپنے سالے کا جو کنھیہ مسل میں سے تھا اور جس کے پاس ضلع گورداسپور میں بڑا علاقہ تھا۔ ولیدار بنگیا۔ اس نے موضع مجیٹھہ میں ایک جاگیر ڈھائی ہزار روپئے کی جس میں دو چاہ بھی تھے حاصل کی اور ۱۷۶۸ء

میں ایک بیٹا دیسا سنگھ جس کی عمر بیس برس کی تھی چھوڑ مرا۔ یہ لڑکا اپنے باپ کے ترکے پر قابض ہوا اور ۱۸۰۹ء تک سرداران بھنگی کی ملازمت میں رہا۔ لیکن اس سال جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار بدھ سنگھ بگہ کے علاقہ پر جو کانگڑہ کی مہم کے لیئے حسب الطلب سامان رسد وغیرہ بہم پہنچانے میں قاصر رہا تھا تصرف کر لینے کی نیت سے مجیٹھیہ اور دھرم کوٹ کی طرف کوچ کیا تو دیسا سنگھ نے جو اپنے زمانے میں بہت دانا تھا دیکھا کہ مہاراجہ کا مقابلہ کرنے سے کچھ حاصل نہوگا اور علاوہ اس کے اسکو بدھ سنگھ سے کچھ انس بھی نہ تھا اس لئے وہ مہاراجہ کی جانب آگیا۔ مہاراجہ نے خوشی سے اس کو لے لیا اور جب بدھ سنگھ مغلوب ہوا تو مہاراجہ نے دیسا سنگھ کو جاگیر سکل گڈھ اور بھاگووال جو مدت تک علاقہ بگہ میں شامل رہے چکے تھے عطا کی ؛

سردار دیسا سنگھ بعد ازاں رنجیت سنگھ کے ہمرکاب کانگڑہ کی مہم پر گیا جہاں کہ رنجیت سنگھ کو راجہ سنسار چند کٹوچ نے اسواسطہ بلایا تھا کہ گورکھوں کو جو زیر حکم امر سنگھ تھاپا کے ملک میں گھس آئے تھے نکال دینے میں مدد کرے سنسار چند کو اپنے دوستوں اور دشمنوں میں تمیز کرنے میں مشکل ہوئی ہوگی کیونکہ رنجیت سنگھ نے گورکھوں کو نکال کر سنسار چند سے قلعہ پر جو وادئے کانگڑہ کی کلید تھا قبضہ کر لیا اور دیسا سنگھ کو قلعے کا کمیدان مقرر کیا۔ علاوہ اس عہدہ کے دیسا سنگھ پہاڑی ریاستوں کا ناظم مقرر کیا گیا جس میں ریاستیں ذیل شامل تھیں۔ کانگڑہ۔ چمبہ۔ نورپور۔ کوٹلہ۔ شاہ پور۔ جسروٹہ۔ بسولی۔ منکوٹ۔ جسوان۔ سیبہ۔ گلیر۔ کہلور۔ منڈی۔ سکیت۔ کلو اور دتارپور۔ ۱۸۱۱ء میں سردار دیسا سنگھ قلعہ کوٹلہ کی طرف فوج لے کر روانہ ہوا جو کانگڑہ اور نورپور کے نصف راہ میں واقع ہے۔ اس قلعہ پر دھیان سنگھ کا تصرف تھا جو راجہ گلیر کا وزیر تھا مگر اس نے قلعے کی مضبوطی پر بھروسا کر کے اپنے آپ کو ایک خود مختار رئیس سمجھ رکھا تھا۔ مہاراجہ نے دیسا سنگھ سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اس قلعہ کو ایک ہفتے میں فتح کریگا تو نصف

علاقہ تلوک ناتھ جس میں وہ قلعہ واقع تھا جاگیر میں دیا جائیگا - اِس صاحب ہمت سردار نے وقت معہودہ کے اندر قلعہ کو تسخیر کرلیا اور جاگیر موعودہ جمعی سات ہزار روپیہ حاصل کی - دو سال بعد دیسا سنگھ راجہ ہری پور کے علاقہ کو مہاراجہ کے ملک کے ساتھ الحاق کرنے کو بھیجا گیا جبکہ راجہ ہری پور کو پہلے لاہور میں شرمناک طریقے سے پکڑ لیا تھا +

سردار دیسا سنگھ شہر امرتسر کا حاکم مقرر کیا گیا تھا اور سنہ ۱۸۱۸ء میں اس نے ملتان کی مہم میں شہزادہ کھڑک سنگھ کی فوج میں نمایاں خدمات کیں - بعدازاں وہ اپنی پہاڑی نظامت پر واپس گیا اور حسب معمول متفرق ریاستوں سے زر مالگذاری اور خراج وصول کرتا رہا - صرف بلاسپور سرکش رہ گیا تھا چنانچہ دیسا سنگھ نے راجہ پر چڑھائی کرکے اس کے ملک پر دونوں طرف دریائے ستلج کے یعنے اس طرف بھی جو سکھوں کے علاقہ کی طرف تھا اور دوسری طرف جو سرکار انگریزی کے زیر حفاظت تھا قبضہ کرلیا - چونکہ یہ تصرف عہدنامہ ۲۵ - اگست سنہ ۱۸۰۹ء کے خلاف تھا - اسلئے اِس کی مزاحمت کے لئے سرکار انگریزی کی فوج فی الفور آمادہ ہوگئی رنجیت سنگھ نے اپنے نائب کی اس حرکت کو ناپسند کیا اور دیسا سنگھ کو مجبور کیا کہ کپتان رس صاحب کی جو سرحد کوہستان کے حاکم تھے خدمت میں حاضر ہوکر معذرت کرے - دیسا سنگھ کی معذرت فوراً قبول ہوگئی لیکن صاحب موصوف اور دیسا سنگھ میں آپس میں ایسی تکلف کی ملاقات ہوئی کہ مہاراجہ کو رشک ہوا اور کچھ عرصے تک مہاراجہ نے اس کو ہر ایک عہدہ دار انگریزی سے ملنے کی ممانعت رکھی - مسٹر مورکرونٹ صاحب نے جو سنہ ۱۸۲۰ء میں امرتسر سے گذرے دیکھا کہ اس ممانعت کے سبب دیسا سنگھ اُن سے ملنے سے معذور رہا - اِسی زمانے کے قریب سردار دیسا سنگھ کو علاقہ بگووالہ واقع ضلع فیروزپور بطور جاگیر عطا ہوا - دیسا سنگھ نے اِس علاقے میں ایک قلعہ بنایا اور علاقہ ملانوالہ میں اس نے چند دیہات پر جو سردار

آہلووالیہ کے علاقہ میں تھے بزور تصرف کرلیا۔ اس کی جاگیر بہت وسیع تھی۔ رنجیت سنگھ کے عہد سلطنت میں دیسا سنگھ کو مع اس کے فرزند لہنا سنگھ کے ۲۵۰۴۳۱ روپے سالانہ کی جاگیریں ملیں۔ ان جاگیروں میں مجیٹھہ۔ تلوک ناتھ۔ سگووالہ۔ پرانے علاقہ نگہ کا ایک بڑا حصہ جس کا وہ ناظم بہتر تھا اور بھاؤوال۔ ہریکے۔ خودپور۔ نوشہرہ ننگلی۔ زبان آباد واقع ضلع کانگڑہ شامل تھے۔

سردار دیسا سنگھ سنہ ۱۸۳۲ء میں فوت ہوگیا اور اس کی کل جاگیر اور اعزاز پر اسکا بڑا بیٹا سردار لہنا سنگھ قابض ہوا۔ دیسا سنگھ اپنی حیات میں ہمیشہ خوشحال رہا اور اس کے بادشاہ کی عطوفت جس نے اس کو خطاب کثیر الاقتدار عنایت کیا تھا کبھی کم نہ ہوئی۔ دیسا سنگھ ایک صاحب نصیب جری سپاہی اور عقلمند اور فیاض منتظم تھا اسکا نام اب بھی وہ لوگ محبت سے یاد کرتے ہیں جن پر اس نے کبھی ظلم نہیں کیا تھا۔

سردار لہنا سنگھ سنہ ۱۸۱۸ء کی مہم ملتان میں قابل تعریف خدمات بجالایا اور تھوڑے عرصے میں اپنی لیاقت اور علم کے سبب مشہور ہو گیا جب رنجیت سنگھ نے اپنی ساس مائی سدا کور کے ملک پر تصرف کرنے کا ارادہ کیا تو اس ناگوار کام کی تعمیل کے واسطے لہنا سنگھ منتخب کیا گیا تھا۔ اس فتنہ پرداز خاتون کو گرفتار کرکے امرتسر میں قید کیا گیا۔ اس کا سارا علاقہ ضبط کیا گیا اور عظیم کنہیا مسل نے جس کی وہ سرغنہ تھی اس کے بچانے کی جدوجہد نہیں کی۔ رنجیت سنگھ کو ایسی آسانی سے کامیابی کی امید نہ تھی اور اس نے بھرے دربار میں یہ بات کہی کہ سب کنہیا سردار بزدل اور دغاباز ہیں۔ جن لوگوں نے یہ تقریر سنی ان میں جودھ سنگھ ہر چند رس بھی تھا۔ وہ فوراً روانہ ہو گیا اور چند آدمی لے کر قلعہ اٹل گڑھ میں جا بیٹھا اور کچھ عرصے تک بہادری سے اس قلعہ کے اندر رڈٹا رہا۔ قلعہ اٹل گڑھ پر بھی تین ہفتہ تک لڑائی رہی اور مائی سدا کور کی ایک باندی جس میں معلوم ہوتا ہے کہ اپنی رانی کا خاص حصہ

اور جرأت پیدا ہو گئی تھی۔ اس قلعے کو بچانے کے لئے لڑتی رہی۔

دیسا سنگھ کے مرنے کے بعد اس کے فرزند کو دریائے راوی اور ستلج کے بیچ کے پہاڑی علاقے کی نظامت ملی اور وہ اس منصب پر ۱۸۴۴ء تک ممتاز رہا۔ لہنا سنگھ پہاڑ میں نہیں رہتا تھا بلکہ امرتسر اور مجیٹھیہ میں رہا کرتا تھا۔ امرتسر میں مثل اس کے باپ کے دربار صاحب کا اہتمام اس کو سپرد رہا۔ یہ منصب بڑی عظمت کا تھا اور اس کے اہتمام میں بڑی مستقل مزاجی اور معاملہ فہمی درکار تھی۔ سال میں ایک مرتبہ لہنا سنگھ پہاڑ کا دورہ کرتا تھا۔ اس دورے میں وہ ملک کی دیکھ بھال۔ رعایا کی حق رسی اور حساب کتاب کی جانچ پڑتال کرتا تھا۔ لہنا سنگھ حلیم المزاج اور نیک آدمی تھا اور مثل دیسا سنگھ سکھوں کے عہد کے نہایت عمدہ ناظموں میں سے تھا۔ عہد مذکور لوٹ کھسوٹ اور بدنظمی کے لئے بہت مشہور تھا۔ لہنا سنگھ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حضور میں نہایت رسوخ تھا اور اس کی صلاح کو مہاراجہ عزت کے ساتھ سنا کرتے تھے اور اس کو خطاب حسام الدولہ ملا تھا۔

۱۸۳۴ء میں گوجر سنگھ مجیٹھیہ برادر لہنا سنگھ شاہ انگلستان کے واسطے کلکتہ کو تحائف لے جانے کے لئے منتخب کیا گیا تھا اور اس کو یہ ہدایت تھی کہ اگر ممکن ہو تو شکارپور کی نسبت سرکار انگریزی کا منشاء دریافت کرنے کی کوشش کرے۔ یہ انتخاب اچھا نہ تھا۔ کیونکہ سردار گوجر سنگھ ایک نوجوان اور معمولی لیاقت کا آدمی تھا اور خود بینی اور عیاشی میں گرفتار تھا۔ یہ اپنے ساتھ سکھ فوج میں سے چھانٹ چھانٹ کر سو آدمی بہت تزک و احتشام سے لے گیا۔ اس کے ساتھ نگرانی کے لئے رائے گوبند جس رائے کشن چند کا بھائی۔ گلاب سنگھ کمیدان جس کا نام بعد ازاں کلکتہ ہوا اور ریو سنگھ کمیدان بھیجے گئے۔ ان لوگوں کو اس سردار کے ٹھیک رکھنے میں نہایت دشواری ہوئی۔ کلکتے میں سردار مذکور ایک فرنگی عورت پر عاشق زار ہو گیا اور اس کے ساتھ شادی کرنی چاہی جس کے باعث گوبند جس نہایت متوحش ہوا اور رنجیت سنگھ

اس حرکت سے سخت ناراض ہوئے۔ چنانچہ اُس کے کلکتے سے واپس آنے کے بعد کچھ عرصے تک اُس کو دربار سے خارج کیا گیا۔ شکارپور کے باب میں وہ کچھ خبر نہیں لایا مگر انگریزوں کے عادات اور طرز بہت سے سیکھ آیا جن کی وجہ سے دربار لاہور میں خوب دل لگی رہتی تھی۔ انگریزی نوائقنوں میں سے گوجر سنگھ کو ایک شوق شمپین شراب کے پینے کا پیدا ہو گیا تھا اُس کے نشے میں ایک روز شام کے وقت کلکتہ سے واپس آنے کے دو برس بعد وہ امرتسر میں اپنے گھر کی منڈیر پر پھرنے لگا اور اُس پر سے چالیس فٹ نیچے گر کر وہیں مر گیا۔

سنہ ۱۸۴۰ء میں رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد کنور نونہال سنگھ نے ایک فوج زیر حکم سردار اجیت سنگھ سندھانوالیہ اور جنرل ونتورا منڈی پر بھیجی۔ راجہ بلبیر سین اسیر ہو کر امرتسر میں لایا گیا اور قلعہ گوبندگڈھ میں قید کیا گیا اور اُس کا ملک الحاق کیا گیا مگر لہنا سنگھ نے دل سے اپنے پرانے دوست کی مدد کرنی چاہیئے اور جب مہاراجہ شیر سنگھ تخت نشین ہوئے تو لہنا سنگھ کی سفارش سے راجہ موصوف قید سے رہا کیا گیا اور اُس کا ملک اُس کو واپس دیا گیا۔ لہنا سنگھ نے سندھانوالیوں اور اَور سرداروں کے ساتھ اُس عہد نامے پر دستخط کئے تھے جس کی رُو سے شیر سنگھ کو بہر حال کسی قدر عرصے کے واسطے تخت نشینی سے محروم رکھنے کی تجویز تھی اور جب شہزادہ موصوف نے لاہور کی طرف کوچ کر کے قلعہ کا محاصرہ کیا تو لہنا سنگھ بہت خائف ہوا اور جمعدار خوشحال سنگھ کے مکان میں محاصرہ کے ختم ہونے تک چھپا رہا۔ جب راجہ ہیرا سنگھ کو اقتدار حاصل ہوا تو سردار لہنا سنگھ کو جس سے پنڈت جلا معتمد راجہ ہیرا سنگھ کو نفرت تھی اپنی جاگیر اور اپنی جان کا اندیشہ ہوا اور اُسنے دفعتاً دھرم بھاؤ میں پھر کر پنجاب کو چھوڑ دیا اور تیرتھوں کو چلا گیا۔ پہلے وہ ہردوار گیا اور بعد اُس کے بنارس الہ آباد جگناتھ اور کلکتے کو گیا۔ جب ستلج کی لڑائی نومبر سنہ ۱۸۴۵ء میں ہوئی تو لہنا سنگھ کلکتہ

میں تھا۔ پنجاب کے چھوڑنے سے پہلے اُس نے اپنی جاگیرات کا اہتمام اپنے سوتیلے بھائی رنجودھ سنگھ کو سپرد کر دیا تھا جو سردار دیسا سنگھ کا ایک پہاڑی عورت سے سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔

اس وقت سردار رنجودھ سنگھ سکھ فوج میں ایک سپہ سالار تھا۔ تھوڑا عرصہ پہلے وہ اُس مہم سے واپس آیا تھا جو وزیر جواہر سنگھ نے راجہ گلاب سنگھ پر جموں کو بھیجی تھی اور انگریزوں سے لڑائی کے واسطے بھی وہ بالکل مستعد تھا کیونکہ انگریزوں سے وہ بہت خوش نہ تھا۔ اس نے اپنی برگیڈ کو لے کر جس میں دس ہزار پیادہ فوج اور ساٹھ توپیں اور کچھ غیر آئین سوار تھے پھلور کو کوچ کیا اور ۷ جنوری ۱۸۴۶ء کو دریا کو اس نیت سے عبور کیا کہ اگر ممکن ہو تو لدھیانہ پر حملہ کرے اور محاصرے کی توپیں جو فوج انگریزی کے ہڈکوارٹر کو جاتی تھیں چھین لے۔ ۲۱ جنوری کو اس نے سر ہیری سمتھ کی فوج کو بدووال کے مقام پر روک لیا جو لدھیانے کو کوچ کئے جاتی تھی اور تقریباً کل اسباب اُس فوج کا لوٹ لیا۔ مگر یہ کام اس کی جرنیلی کے باعث نہیں ہوا بلکہ زیادہ تر اس سبب سے ہوا کہ فوج انگریزی تھکی ہوئی تھی۔ اِس امر سے رنجودھ سنگھ کی فوج جس کے ساتھ سردار اجیت سنگھ لاڈوہ والہ آکر شامل ہو گیا تھا ایسی دلیر ہو گئی کہ اِس نے علیوال میں ۲۸ جنوری کو ایک مضبوط مقام انگریزی فوج پر حملہ کرنے کے لئے برخلاف اپنے جرنیل کے حکم کے چھوڑ دیا۔ جو شکست اس فوج کو ہوئی وہ تاریخ کے متعلق ہے اُس کے یہاں ذکر کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ رنجودھ سنگھ اور سرداران فوج سکھ سے کچھ اچھا تھا اگر ایسے لوگوں کو سردار کہا جائے جو لڑائی کے وقت ہمیشہ سب سے پیچھے ہوتے تھے اور بھاگنے کے وقت سب سے پہلے۔ اس کی جرنیلی ایسی ذلیل تھی جیسی راجہ لعل سنگھ کی اور اسکی بزدلی ایسی روشن تھی جیسی راجہ تیج سنگھ کی مگر وہ دغاباز نہ تھا۔ اُس کے ستمند فوج

انگریزی کے لشکر میں نہ تھے جیسے کہ راجہ لعل سنگھ کے تھے اور وہ راجہ لعل سنگھ کی طرح انگریزوں کی فتح کی دعا نہ مانگتا تھا نہ اُن کی فتح کے واسطے محنت کرتا تھا۔

لڑائی کے ختم ہونے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد سردار لہنا سنگھ اہالیان کونسل اور صاحب رزیڈنٹ کے بلانے سے کلکتہ سے واپس آیا۔ اس نے کونسل میں باضابطہ شریک ہونے سے انکار کیا مگر قبول کیا کہ خلوت میں جو صلاح مجھ سے لی جائے گی حتی المقدور دونگا اور امرتسر گوبند گڈھ اور کل علاقہ مانجھہ کی حکومت جو راوی اور بیاس کے بیچ میں پہاڑوں سے لیکر قصور تک تھا منظور کر لی۔ اس وقت لہنا سنگھ اور رنجودھ سنگھ میں سخت جھگڑا برپا ہوا۔ رنجودھ سنگھ نے بڑے مشکل وقت میں جاگیرات جو اُس کے سپرد ہوئی تھیں محفوظ رکھی تھیں اسلئے لہنا سنگھ کے واپس آنے پر اُس نے نصف کا دعویٰ کیا۔ لہنا سنگھ کی یہ خواہش تھی کہ کچھ تھوڑی سی جاگیر قریب بیسویں حصہ کے منجملہ کل جاگیر کے اُسے دے۔ دونوں تجویزیں بعید از انصاف تھیں۔ آخر سر ہنری لارنس صاحب کے بہت کچھ کہنے سننے سے اس تکرار کا فیصلہ ہوا۔ صاحب موصوف نے لہنا سنگھ کو سمجھا کر بارہ ہزار روپئے سالانہ کی جاگیر رنجودھ سنگھ کو دلوائی۔

اگست ۱۸۴۶ء میں لہنا سنگھ نے کونسل میں شامل ہونا منظور کر لیا۔ مانجھہ کا انتظام اس کا حسب مراد ہوا۔ اگرچہ اس کو بہت سے وقت دینے میں تامل رہتا تھا تاہم اُس نے ایسی تدبیر کی کہ رہزنوں اور ڈاکوؤں سے ملک کو پاک کر دیا۔ اِن ڈاکوؤں نے ستلج کی لڑائی کے بعد سارے علاقہ کو تاخت و تاراج کر دیا تھا۔ کوئی سردار ایسا نہ تھا جس کی حکومت سردار لہنا سنگھ کی حکومت کی مانند ہر دل عزیز ہو۔ مگر اس کی جہاں دیدہ آنکھ نے دیکھ لیا کہ فساد پیدا ہونے کے آثار نمودار ہو رہے ہیں اس لئے اس نے پنجاب سے چلے جانے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ ۱۸۴۷ء میں وہ بنارس کو روانہ ہو گیا۔

اُس کی ذاتی جاگیر اور و حرم ارتھ ۰۰۰ ۲۴ روپے سالانہ کی اور ۱۵ ہزار روپے کی جاگیر جو بعوض خدمات تھی اُس کے پاس برقرار رہیں مگر اس کی اور سب جاگیرات ضبط ہو گئیں۔ دربار نے وعدہ کیا کہ جب وہ پنجاب میں پھر واپس آئیگا تو یہ اُسے واگذار کر دی جائینگی*

ستلج کی لڑائی کے خاتمہ پر سردار رنجودھ سنگھ جسے امن پسند نہیں تھا ایک انگریزی افسر کے ہمراہ قلعہ کانگڑہ کے حاکم کے پاس اِس غرض سے بھیجا گیا کہ وہ اسے مطیع ہو جانے کی ہدایت کرے۔ اس نے اِس کام کی تکمیل میں بہت کوشش نہیں کی اور اِس بات کے یقین کرنے کی بہت وجوہات ہیں کہ اس کی برانگیختگی کے باعث قلعے والی فوج عرصے تک جمی رہی جو بصورت دیگر اِس قدر عرصہ تک نہ ٹھیر سکتی۔ بعد ازاں رنجودھ سنگھ لاہور میں جج مقرر ہوا مگر اِس منصب میں اس نے قابل اطمینان کام نہیں کیا۔ جب اس کے بھائی کے ساتھ تنازعہ کا فیصلہ ہو گیا تو کچھ توپیں جو لہنا سنگھ کو واپس مل جانی چاہئے تھیں رنجودھ سنگھ نے اپنے امرتسر والے مکان میں چھپا رکھیں۔ اس نے ان کے چھپا رکھنے سے انکار کیا مگر جب حکماً تلاشی لی گئی تو ایک بڑی توپ بم کے گولوں کی۔ دو چوبیس پونڈ گولوں اور ایک چھ پونڈ گولے کی توپ ملی۔ اِس طریق کے سبب صاحب رزیڈنٹ کی سفارش سے اہالیان دربار نے اس کو جج کے عہدے سے برخاست کر دیا اور اس کی جگہ سردار کاہن سنگھ مان اِس منصب پر مقرر ہوا۔ دوسرے سال یعنی ۱۸۴۸ء میں ملتان کے فساد شروع ہوتے ہی رنجودھ سنگھ مولراج کے ساتھ باغیانہ خط و کتابت کرتا ہوا پکڑا گیا اسلئے قید کیا گیا اور لڑائی کے خاتمہ پر رہا ہوا*

جب رنجودھ سنگھ گرفتار کر کے قلعے کو بھیجا گیا تو دس ہزار ٹکیاں اس کے لاہور کے مکان میں ایک صندوقچے میں بند رہ گئی تھیں۔ جب سردار رہا ہوا تو اس مال

کا پتہ نہ ملا۔ کہتے ہیں کہ چور چرا لے گئے ہونگے مگر یقین ہے کہ بعض متمول اور معزز سردار بتا سکتے تھے کہ وہ روپیہ کہاں گیا۔ دربار نے اس کی جاگیر ضبط کر لی مگر الحاق کے بعد اس کے بھائی نے ڈھائی ہزار روپیہ سالانہ اس کا مقرر کر دیا۔ لہنا سنگھ کی وفات پر یہ مواجب بند ہو گیا مگر سرکار نے نقد پنشن تین ہزار روپئے سالانہ کی اس کے لئے مقرر کر دی۔ یہ پنشن رنجودھ سنگھ کو اس کی وفات تک جو ۱۸۸۲ء میں ہوئی برابر ملتی رہی۔ اس کا اکلوتا بیٹا گجندر سنگھ تھوڑے عرصے سے کورٹ آف وارڈس کی نگرانی سے آزاد ہوا ہے ✤

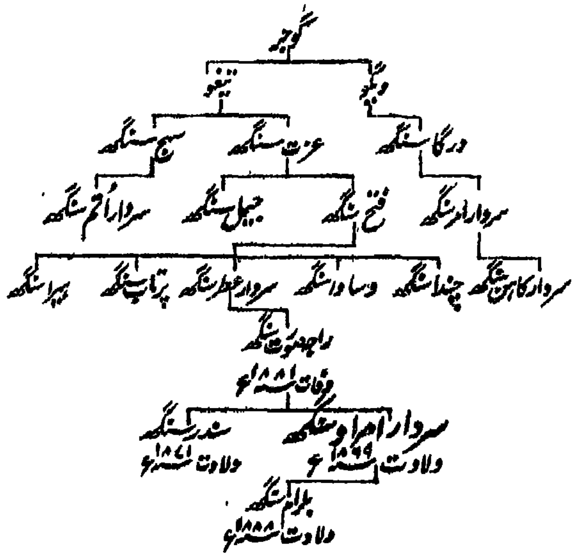
سردار لہنا سنگھ ۱۸۶۱ء میں پنجاب کو واپس آیا مگر دو برس کے بعد پھر بنارس کو واپس چلا گیا جہاں وہ ۱۸۶۷ء میں فوت ہو گیا۔ ایک بیٹا اس کا سردار دیال سنگھ ہے جو اب خاندان کا سرکردہ ہے۔ یہ انگریزی فارسی اور ہندی میں اچھا تعلیم یافتہ ہے۔ اس کے پاس چھ ہزار روپئے کی دوامی جاگیر ہے اور ۲۰۰۰ روپئے صیغہ دھرم ارتھ سے جس میں سے ۱۲۰۰ روپئے گرنتھیان تلوک ناتھ واقع ضلع کانگڑہ کے واسطے ہیں اسے ملتے ہیں اور اضلاع امرتسر۔ گورداسپور و فیروزپور میں اس کی جائداد ہے جو اس کے باپ نے چند سال ہوئے خریدی تھی۔ علاوہ اس کے بنگال کے ضلع شاہ آباد میں بھی اس کی اراضیات ہیں۔ چند سال ہوئے سردار دیال سنگھ سیر کے واسطے انگلستان کو گیا تھا۔ اب وہ معمولی طور پر اکثر لاہور میں رہتا ہے اور تا حال اُسنے عامہ خلائق کے کاموں میں دلچسپی اور مستعدی نہیں دکھلائی ✤

سردار لہنا سنگھ بڑی لیاقت کا آدمی تھا۔ وہ کاریگر صناع تھا اور موجد بھی تھا۔ سکھوں کے توپ خانے کو اس نے بہت فروغ دیا اور چند نہایت خوبصورت توپیں اسکی بنائی ہوئی علی وال اور اور لڑائیوں میں بھیجی گئی تھیں اور چیزوں میں اس نے ایک گھنٹہ بھی بنایا تھا جس سے گھنٹہ۔ دن۔ مہینے اور چاند کے تبدلات

معلوم ہوتے تھے۔ اس کو علم ہیئت اور ریاضی کا شوق تھا اور کئی زبانوں پر حاوی تھا۔ حکمرانی کے لحاظ سے لہنا سنگھ ہردلعزیز تھا۔ غریبوں پر وہ کبھی ظلم نہیں کرتا تھا اس کی تشخیص نرم تھی اور اس کے فیصلے حقیقت میں انصاف کے ساتھ ہوتے تھے۔ بہ حیثیت مدبر ملک کہہ سکتے ہیں کہ لاہور میں فقط یہ ایک ہی ایماندار آدمی تھا۔ اگرچہ فریب اور رشوت ستانی کو دربار لاہور میں فروغ تھا مگر لہنا سنگھ کے ہاتھ ہمیشہ پاک رہتے تھے۔ گو اس کے گرد حریص اور بہت سے بے ایمان مدبر تھے مگر اس کی ایمانداری پر کبھی دھبہ نہیں آیا*

اگر سنہ ۱۸۴۵ء میں سردار لہنا سنگھ کی سیرت اور انتظامی لیاقت کا کوئی آدمی پنجاب میں سر دھرا ہوتا تو جو بڑی بڑی تباہیاں اس ملک پر نازل ہوئیں وہ ہرگز نہ ہوتیں لیکن وہ سچا حبیب الوطن نہ تھا۔ وہ یہ بات نہیں سمجھتا تھا کہ مدبر ملک کا مذہب بلکہ حقیقت میں ہر ایک بہادر آدمی کا مذہب یہی ہے کہ خطرے کے وقت اپنے ملک کا حامی رہے اور جو مصیبتیں اس پر پڑیں ان میں شریک ہو اور ضرورت کے وقت اس کے زوال کے ساتھ اپنا بھی خاتمہ سمجھے*

سردار امراؤ سنگھ مجیٹھیہ



مثل دیگر اشخاص خاندان مجیٹھیہ کے عزت سنگھ اور سہج سنگھ دونوں بھائی سرداران شکر چکیہ کے نیک و بد میں شامل تھے۔ عزت سنگھ نے علاقہ دھنی کا ایک قطعہ اپنے واسطے پیدا کیا تھا اور بمشکل تمام دائمی لڑائیوں سے اپنی وفات تک جو سنہ ۱۷۶۲ء میں واقع ہوئی اُس علاقہ پر قبضہ رکھا۔ اس کی وفات کے وقت اس کے بیٹے فتح سنگھ اور جے مل سنگھ بچہ ہی تھے پس اس کے بھائی سہج سنگھ نے اُس کے علاقہ کو سنبھالا۔ سنہ ۱۸۱۲ء میں سہج سنگھ مر گیا اور اُس کا بڑا بیٹا اوتم سنگھ کُل علاقہ پر قابض ہو گیا اور فتح سنگھ اور جے مل سنگھ نے کچھ تکرار نہیں کی اگرچہ وہ اپنے باپ کے ترکہ کے حصہ کا دعوے کرتے تو واجبی تھا۔ یہ سب چچازاد بھائی اتفاق سے بسر کرتے رہے اور جب رنجیت سنگھ کو عروج ہوا تو اُس کی انہوں نے اطاعت اختیار کر لی اور خراج دے کر اپنے علاقے پر بحال رہے۔ مگر تھوڑے عرصے کے بعد سنہ ۱۸۰۳ء

میں مہاراجہ نے راولپنڈی کی طرف کوچ کیا اور نیلا اور رہتاس کو جو ایک بڑا اور مضبوط قلعہ دریائے جہلم سے چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے طلب کیا جس کو سردار چڑت سنگھ نے افغانوں سے چھینا تھا۔ سردار اُتم سنگھ نے قلعے کے حوالہ کرنے سے انکار کیا مگر لڑائی کے شروع ہونے سے پہلے سمجھ گیا اور دونوں مہاراجہ کو دے دئیے۔ مہاراجہ نے اس قلعہ کو موہر سنگھ لمبہ اور راجہ نور خاں کے سپرد کیا اور نیز کُل علاقہ دھنی پر تصرف کر لیا جو گھوڑوں کی عمدہ نسل کے باعث اُس زمانے میں مشہور تھا۔ عطر سنگھ جسے اُتم سنگھ نے متبنّے کیا تھا سنہ ۱۸۰۹ء میں راولپنڈی کے گرد و نواح کے علاقہ کا ناظم مقرر کیا گیا۔ اُتم سنگھ سنہ ۱۸۲۷ء میں فوت ہو گیا اور اُس کی کُل جاگیر ضبط ہو گئی۔ مگر اُس کے خاندان کو مہاراجہ نے مفلس نہیں کر دیا۔ عطر سنگھ کو ۲۲۰۰۰ روپیہ کا علاقہ سید کسرا اور گوجر مجل میں ملا اور اُس کے چچازاد بھائی کاہن سنگھ کو جس کا باپ سردار امر سنگھ ہزارے میں کام آیا تھا اُسی قدر علاقہ کوٹ بھائی اور سید پور میں ملا۔ کاہن سنگھ کا باپ امر سنگھ نامی سپاہی تھا۔ یہ سردار امر سنگھ کلاں کر کے مشہور تھا اور سردار مہتاب سنگھ مجیٹھیہ کا باپ امر سنگھ خورد کہلاتا تھا۔

جب دیوان رام دیال ہزارے میں مارا گیا تو امر سنگھ کلاں اس ملک کا ناظم مقرر کیا گیا تھا۔ اوّل اوّل تو اُس کی نظامت میں کم و بیش امن رہا مگر آخر کار اُس نے محمد خاں ترین سے جو ایک نامی رئیس تھا تکرار پیدا کر لیا اور تارا گڑھ میں ڈھونڈ۔ زرین۔ تنول اور کرڑال قوموں کو جو محمد خاں کی جانب ہو گئی تھیں سخت شکست دی۔ لڑائی ختم ہو گئی غنیم بھاگ گئے تھے اور فوج سکھ میدان سے چلی آئی تھی اُس وقت امر سنگھ پیاسا اور تھکا ہوا ایک چھوٹے نالے پر جسے سمندر کہتے تھے نہانے اور پانی پینے کے واسطے گیا۔ اس کے ساتھ تھوڑے سے سوار تھے دشمن کے بہت سے آدمیوں نے جب پھر کر دیکھا کہ جمعیت تھوڑی ہے تو فوراً حملہ آور ہوئے اور امر سنگھ اور اُس کے

ہمراہیوں کو سخت محاربہ کے بعد قتل کر ڈالا۔ ایک مہینے تک سردار کی لاش اُسی جگہ پڑی رہی جہاں وہ مارا گیا تھا مگر آخر کار سکھوں نے لاش کو پا لیا اور شایان تعظیم و تکریم سے اُسے داہ دے دیا۔

آجتک یوسف زائی میں امر سنگھ کا نام لوگوں کو خوب یاد ہے اور اب بھی ایک بڑا درخت دکھاتے ہیں جس میں ایک سوراخ وار پار ہے اور کہتے ہیں کہ یہ سوراخ امر سنگھ کے ایک تیر سے ہوا تھا۔ تھوڑے عرصے کے بعد عطر سنگھ کو اپنے خاندان کے پرانے علاقہ دھنّی کا انتظام سپرد کیا گیا مگر اُس کو یہ علاقہ جاگیر میں نہیں دیا گیا۔ عطر سنگھ ۱۸۴۳ء میں ہزارہ میں مارا گیا اور صورت سنگھ جو اس کا اکلوتا بیٹا تھا اُس کے ترکے کا وارث ہوا۔ یہ نوجوان اپنے سواروں کے ساتھ پشاور میں متعین ہوا اور جنگ اول پنجاب ۱۸۴۵ء میں نوشہرہ کے گرد و نواح کا اُسے انتظام کرنا پڑا جہاں بڑی بدنظمی پھیل گئی تھی۔ راجہ لعل سنگھ نے اپنی وزارت میں اس امر میں کوشش کی کہ صورت سنگھ اپنی جاگیر واقع جہلم چھوڑ کر اُس کے عوض دوآبہ باری میں اور جاگیر لے مگر جب صورت سنگھ اس پر راضی نہوا تو راجہ موصوف نے اپنے بھائی امر چند کو بھیجا کہ زبردستی جاکر جاگیر اور قلعہ سید کسرا پر تصرف کرے۔ صورت سنگھ نے اس کا مقابلہ کیا اور وہ ضرور مغلوب ہو جاتا اگر لعل سنگھ اپنی فتنہ پردازی کے سبب جو اُس نے کشمیر کے باب میں کی تھی اختتام سال ۱۸۴۶ء میں اپنے منصب سے معزول نہ ہو جاتا۔ تاہم صورت سنگھ کی جاگیر کا بڑا حصہ ضبط کیا گیا جو اوائل ۱۸۴۷ء میں پھر واپس مل گیا۔ جب ۱۸۴۸ء کا مفسدہ ہوا تو سردار کاہن سنگھ پشاور میں اردلی رجمنٹ کا کمان افسر تھا۔ آخر تک سردار مذکور وفادار رہا مگر اس کی وفاداری کا باعث زیادہ تر اُس کی بزدلی تھی نہ کہ نمک حلالی۔ جب پشاور کی فوج باغی ہوئی تو اُس نے حتی المقدور اُسے راہ راست پر لانے میں کوشش کی۔ مگر جب

سردار چتر سنگھ اٹاری والہ پشاور میں پہنچا تو کاہن سنگھ اس کے ساتھ مل گیا اگرچہ وہ اس شرکت سے خوش نہ تھا۔ اور لڑائی کے خاتمہ تک باغی فوج کے ساتھ مل کر لڑتا رہا۔

سردار صورت سنگھ کسی طرح اپنے چچا زاد بھائی کے خوف اور ہراس میں شریک نہ تھا۔ وہ بغاوت میں ابتدا ہی سے شریک ہو گیا تھا اور حقیقت میں مفسدہ پردازوں میں وہ بھی ایک تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جولائی ۱۸۴۷ء میں پہلے اس نے سردار چتر سنگھ کے ساتھ بغاوت کا مشورہ کیا اور جب جولائی ۱۸۴۸ء میں وہ پشاور سے مع پانسو سواروں کے راجہ شیر سنگھ کے ساتھ شامل ہونے کے واسطے بلایا گیا تو اس کی سردار چتر سنگھ کے ساتھ راہ میں ایک اور ملاقات ہوئی اور وہ راجہ شیر سنگھ کے پاس اس کے باپ کا پیغام جو بغاوت کے بارے میں تھا لے گیا۔ راجہ شیر سنگھ کی بغاوت کا بڑا سبب بھی صورت سنگھ ہی معلوم ہوتا ہے۔ شیخ امام الدین کا بیان ہے کہ ملتان میں جب ۱۴ ستمبر کو راجہ شیر سنگھ کے عہدہ داروں کا مجمع ہوا اس میں راجہ شیر سنگھ نے اپنے آدمیوں کو وفادار رہنے کے لئے سمجھانے میں کوشش کی مگر صورت سنگھ نے سپاہیوں کے ساتھ گرم جوشی سے تقریر کی اور اس کے دلائل سے سپاہ کی طبیعت ایسی بھڑک اٹھی کہ راجہ شیر سنگھ اپنی جان صرف اسی طرح بچا سکتا تھا کہ ان کے ساتھ ہو کر [illegible] کی طرف چلا جائے۔ جب شیر سنگھ ملتان سے روانہ ہوا تو صورت سنگھ فوج کے ایک حصہ کا افسر بنایا گیا جس میں دو ہزار آدمی اور دو توپیں تھیں۔ ضلع گوجرانوالہ میں جا پہنچ کر [illegible] میں فوج نے بہت زیادتیاں کیں۔ چنیوٹ میں خصوصاً جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے اور [illegible] میں مسجدوں کو گرا دیا اور بہت سے لوگوں کے ساتھ شرمناک سلوک کیا گیا۔ نیز صورت سنگھ نے دو لاکھ روپیہ سرکاری خزانے کا جو ملتان کو جاتا تھا لوٹ لیا۔ گجرات کی لڑائی کے بعد پاداش کا وقت آیا۔ صورت سنگھ کی جاگیر جمعی ۲۲۷۵۰ روپیہ ضبط کی گئی اور اس کو بنارس بھیجا گیا جہاں وہ نظر بند رہا اور ۶۰

روپئے سالانہ پنشن پاتا رہا ؛

کاہن سنگھ کے طریق کی نسبت کچھ رحم کیا گیا۔ اُس نے وفادار رہنے میں کوشش کی تھی مگر آخرکار اوروں کو دیکھ کر اور ترغیب میں آکر وہ طبیعت کو قابو میں نہ رکھ سکا اسلئے اُس کا جرم صورت سنگھ کے برابر نہ تھا۔ اس کی جاگیر جبھی .... ۴۰۰۰ روپئے ضبط کی گئی تھی مگر اُس کو ۲۶۰۰ روپئے سالانہ کی پنشن ملی جس کو وہ اپنی وفات تک جو ۱۸۵۳ء میں وقوع میں آئی لیتا رہا۔ جب کاہن سنگھ کی جاگیریں ضبط ہوئیں تو اُس کے پاس دو ہاتھی تھے جو ریاست کی تقریبات کے موقع پر کام میں آتے تھے۔ اس سردار نے سمجھا کہ میں اور میرے ہاتھی اگر بیکار بیٹھے رہے تو یہ پنشن گزارے کے لئے کافی نہ ہوگی اسلئے اُس نے اپنے ہاتھیوں سے کام لینے کا ارادہ کیا چنانچہ ایک چوکھٹا طیار کرایا اور اس کے نیچے بیس ہل برابر برابر لگائے۔ اس چوکھٹے میں اُس نے ہاتھی جوت دئے اور ان زیرک حیوانوں نے مجیٹھہ کے کھیتوں میں اس طرح ہل چلایا کہ گویا پیدائش سے اسی کام میں لگے ہوئے تھے لوگ ہر طرف سے یہ عجیب و غریب تماشا دیکھنے آتے تھے۔ اس سردار کے پاس ایک بڑا کنواں تھا جس میں رہٹ لگا ہوا تھا انہیں ہاتھیوں سے رہٹ چلا کر مذکورہ کھیتوں کی آبپاشی ہوتی تھی ؛

۱۸۵۷ء کے فساد میں سردار صورت سنگھ جلاوطنی کی حالت میں بنارس میں تھا۔ برگشتگی ایام سے اُس کو عقل آگئی تھی اور اب وہ وفاداری میں ایسا سرگرم ہوا جیسا پہلے بغاوت میں تھا۔ چوتھی جون ۱۸۵۷ء کو نمبر ۳۷ پلٹن ہندوستانی پیادگان کی بنارس میں توڑ دی گئی تھی اور لدھیانہ کے سکھوں کی پلٹن پر جو اُس موقع پر وہاں موجود تھی کچھ شبہ پیدا ہوا اسلئے جو توپیں ۳۷ پلٹن کے واسطے طیار کی گئی تھیں وہ سکھوں کی طرف موڑ دی گئیں۔ اس تمام معاملے میں معلوم ہوتا ہے کہ سخت غلطی ہوئی اور کوئی وجہ بےیقین کرنے کی نہ تھی کہ سوائے وفاداری کے اِن سکھوں کا کچھ اور منشا تھا

مگر البتہ ایسی سخت آزمایش میں وہ نمک حلال نہیں رہ سکتے تھے اور مجبوراً تو پوں پر حملہ کیا آخر بہت نقصان اُٹھا کر پیچھے ہٹے اور میدان سے بھاگ گئے۔ اتفاقاً خزانہ بنارس پر جس میں کئی لاکھ روپئے اور بہا مانی جندان کے جواہرات قیمتی قریب بیس لاکھ روپئے کے تھے اسی سکھ پلٹن کے ایک دستے کا پہرہ تھا۔ خزانہ کے متصل ہی صاحب کلکٹر کی کچہری تھی۔ یہ مکان مضبوط عمارت کا تھا اور اس کی چھت پر قریب بارہ سول عہدہ داروں کے بغاوت کے وقت میں خزانہ اور اپنی جانوں کے بچانے کے واسطے کھڑے ہوئے تھے۔ جب سکھوں کی گارد نے اپنے رفیقوں کی سرگذشت سُنی تو اُن کی پریشانی اور غیظ و غضب انتہا درجہ کو پہنچ گیا اور بلاشبہ سرکش ہو کر وہ خزانہ کو لوٹ لیتے اور صاحب لوگوں پر حملہ کرتے اگر سردار صورت سنگھ اُن کے پاس نہ جاتا اور اپنے ذاتی دباؤ سے بعد قیل و قال کے اُنہیں نمک حلالی پر قایم نہ رکھتا۔ جون کی اُس تمام رات کو یہ سردار مع پنڈت گوکل چند کے جو اسکا لائق مددگار اس کام میں تھا اِن سکھوں کی منت کرتا اور اُنہیں بدلائل سمجھاتا رہا تا وقتیکہ صبح کے قریب یہ چھوٹی سی جمعیت ٹکسال کو زیر حراست فوج گورہ بھیجی گئی۔ جونپور میں ایک اور جمعیت لُدھیانے کی پلٹن کی مقیم تھی۔ جب اِن لوگوں نے اپنی پلٹن کی تباہی کا حال سنا تو وہ غصہ میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے کمان افسر کو گولی سے مار دیا۔ صاحب جوائنٹ مجسٹریٹ کو قتل کیا اور خزانہ لے کر لکھنؤ کو کوچ کر گئے۔ اگر صورت سنگھ وفاداری اور بہادری نہ دکھلاتا تو بنارس میں بھی ایسا ہی وقوع میں آتا جیسا کہ جونپور میں ہوا۔ تھوڑے عرصے کے بعد سردار صورت سنگھ اُس فوج کا افسر مامور ہوا جو اُن آدمیوں کے لانے کو بھیجی گئی تھی جو سلطان پور سے بھاگے تھے اور کئی اور موقعوں پر بھی میدان جنگ میں اُس سے نمایاں بہادری ظہور میں آئی۔ ۶ جولائی کو جب سردار صورت سنگھ راجپوتوں کی ایک جماعت سے لڑ رہا تھا جنہوں نے بنارس پر حملہ کیا تھا تو اُس کی

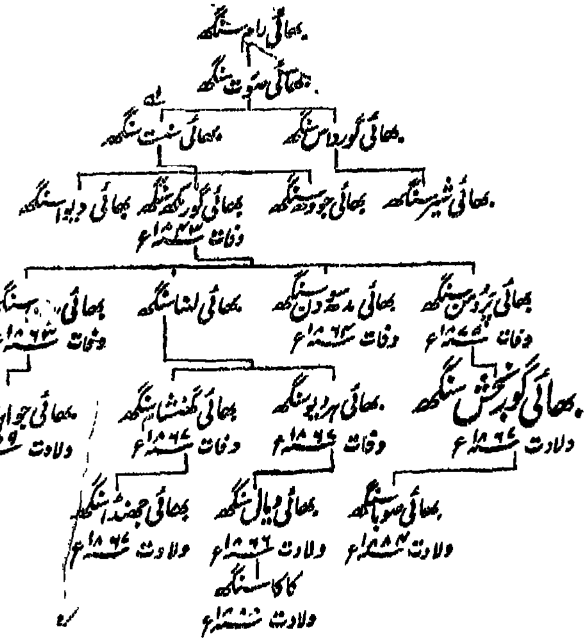
ران میں تلوار کا ایک سخت زخم آیا جس کے سبب کئی مہینے تک وہ بستر پر پڑا رہا اور آخر کار لنگڑا ہو گیا ؁

سنہ ۱۸۵۷ء کے مفسدہ کی خدمات کے صلے میں گورنمنٹ ہند نے سردار صورت سنگھ کو ۴۰۰۰ روپے سالانہ کی پنشن اور دو مری ضلع گورکھپور واقع ممالک مغربی و شمالی میں ایک بڑی قیمتی جاگیر دوام کے لئے عطا کی۔ علاوہ اس کے اُسے پنجاب جانے کی بھی اجازت مل گئی۔ سنہ ۱۸۶۱ء میں وہ مجیٹھہ میں واپس آیا اور جب تک زندہ رہا اپنے وقت کا بڑا حصہ اپنی جائداد کے ترقی دینے میں صرف کرتا رہا۔ وہ مستعد آدمی تھا اور کاروبار سے اُسے الفت تھی۔ سنہ ۱۸۶۲ء میں وہ آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا اور اُسے اختیارات دیوانی اور فوجداری ملے جنہیں وہ مجیٹھہ میں استعمال میں لاتا تھا۔ اُس نے کچہری کے لئے ایک معقول مکان اپنی لاگت سے بنوایا تھا۔ سنہ ۱۸۷۷ء میں دہلی کے قیصری دربار میں اُسے خطاب راجگی عطا کیا گیا اور اسی سال سی۔ ایس۔ آئی بنایا گیا۔ راجہ صورت سنگھ سنہ ۱۸۸۱ء میں بمقام مجیٹھہ دو بیٹے امراؤ سنگھ اور سندر سنگھ چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ ان لڑکوں کی والدہ رانی کرم کور سنہ ۱۸۸۲ء میں مر چکی تھی۔ ترکہ کا اہتمام اور لڑکوں کی سرپرستی سردار کپتان گلاب سنگھ اٹاری والہ کو زیر نگرانی کورٹ آف وارڈس تفویض ہوئی۔ سنہ ۱۸۸۶ء میں جب کپتان گلاب سنگھ نے انتقال کیا تو لالہ گورکھ رائے وکیل امرتسر اس کی جگہ مہتمم مقرر ہوا۔ نومبر سنہ ۱۸۸۲ء میں ہر دو نابالغ امرتسر کے سرکاری مدرسے میں داخل ہوئے۔ سردار امراؤ سنگھ نے امتحان انٹرنس پنجاب اور کلکتہ یونیورسٹی پاس کیا ہے اور اب وہ اور اُس کا بھائی لاہور کے ایچیسن کالج میں تعلیم پاتے ہیں۔ سردار سندر سنگھ سنہ ۱۸۸۹ء کے امتحان مڈل میں کامیاب ہوا۔ سنہ ۱۸۸۸ء میں امراؤ سنگھ کی شادی کپتان گلاب سنگھ کی لڑکی سے ہوئی۔ سردار سندر سنگھ کی شادی سنہ ۱۸۸۸ء میں سردار کشن سنگھ رئیس کندولہ ضلع لدھیانہ کی لڑکی سے ہوئی۔

یہ سردار راجہ فرید کوٹ کا ماموں ہے۔ مگر اسی سال یہ لڑکی مرگئی ۱۸۸۲ء میں راجہ صورت سنگھ کو اس کی ۴۸۰۰ کی سالانہ پنشن کے عوض اسی مقدار کی دوامی جاگیر ملی جس کی نسبت یہ حکم ہوا کہ اس کے جانشین کو جس کا تعین گورنمنٹ کی مرضی پر موقوف ہوگا بلا تقسیم ملا کریگی۔ جائداد کی کل سالانہ آمدنی قریب پچاس ہزار روپئے کے ہے جس میں چالیس ہزار روپیہ اودھ کی جائداد کا ہے جو ضلع گورکھپور میں واقع ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ سردار سندر سنگھ کی شادی دختر سردار سر عطر سنگھ کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ رئیس بھدوڑ ضلع لدھیانہ سے ہوئی ہے۔ اس شادی کے مصارف بعینہ قواعد جدیدہ مجوزہ سردار عطر سنگھ کے مطابق کئے گئے۔ معزز خاندانوں میں یہ پہلی شادی ہے جس میں ان قواعد کی پابندی کی گئی اور ان نئے قواعد کی غرض اندھا دھند مہمان داری اور فضول خرچیوں کا روکنا ہے جو نسبت اور شادی کے موقعوں پر کئے جاتے ہیں۔ اور جن سے بہت سے ہندوستانی خاندان مقروض ہو جاتے ہیں ؞

سردار امراؤ سنگھ کی ایک ہمشیرہ کی شادی ۱۸۸۵ء میں سردار اجیت سنگھ رئیس علاول پور ضلع جالندھر کے لڑکے سے ہوئی ؞

بھائی گوربخش سنگھ



بھائی گوربخش سنگھ کے بزرگ چنیوٹ ضلع جھنگ میں آباد تھے اور مختلف اوقات میں بعض اُن میں سے ملتان کے مسلمان رئیسوں کے ملازم رہے ہے۔ مگر اس خاندان کی ابتدائی تواریخ میں کوئی بڑے واقعات نہیں ہیں۔ رام سنگھ گورو گوبند سنگھ کا سکھ بنا۔ اپنے علاقے میں وہ سکھ دھرم کا سرگرم پرچارک تھا حتی کہ حکام ملتان کو خوف ہوگیا اور اس کی گرفتاری کا حکم ہوا مگر اس کو وقت پر خبر ہوگئی اور امرتسر کو بھاگ گیا۔ ناظم ملتان نے رام سنگھ کے اکلوتے بیٹے صورت سنگھ کو نوکر رکھ لیا اور رام سنگھ یہ سمجھ کر کہ اب کچھ اندیشہ نہیں ہے اپنے وطن کو واپس چلا گیا اور وہاں پہنچ کر تھوڑے ہی عرصے بعد مر گیا۔ اس کے بعد صورت سنگھ نے ملتان کو چھوڑ کر مثل اپنے باپ کے ملک میں جا بجا سکھ دھرم کا پرچار کرنا شروع کر دیا اور اس کے باپ کی طرح اس پر بھی

لہ شجرہ انگریزی میں سال وفات ۱۸۰۰ء غلط چھپا ہے۔ فقرہ ۲ سے ظاہر ہے کہ سنت سنگھ ۱۸۲۱ء میں حیات تھا۔ مترجم

تنگ ہوگیا مگر وہ کسی تدبیر سے بہت سا اپنا مال و متاع لے کر امرتسر کو بھاگ گیا اور وہاں اُن رئیسوں کا جو ذہبی اقتدار ہوتے جاتے تھے مورد عنایات ہوگیا اور امرتسر کے دربار صاحب کا مہتمم مقرر ہوا۔ دوآبہ جالندھر میں اُس کو تھوڑی سی جاگیر ملی وہاں اُس نے ایک قلعہ بنایا اور اس کے بعد وہ امرتسر کو واپس چلا گیا جہاں جا کر فوت ہوگیا +

سنہ ۱۸۰۶ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے دوآبہ جالندھر کا میدانی ملک فتح کیا مگر اُنہوں نے سنت سنگھ کی جاگیر بحال رکھی اور اُس کو بجائے اُس کے باپ کے دربار صاحب کی مرمت اور آراستگی کا اہتمام دیا۔ بھائی سنت سنگھ اچھا سپاہی تھا اور کئی مرتبہ اُس نے تعریف کے قابل خدمت کی۔ سنہ ۱۸۲۱ء کی مہم میں مہاراجہ رنجیت سنگھ منکیرہ کے راستے پر ایک چھوٹے سے قلعے کے محاصرے میں مصروف تھے۔ دفعتاً آسمان پر تاریکی چھا گئی اور سخت طوفان آیا۔ رنجیت سنگھ ایک سخت جھونکے میں آ کر ایک گڑھے میں جہاں سے مورچوں کے واسطے مٹی کھودی گئی تھی جا پڑے۔ سنت سنگھ مہاراجہ کو گرتے ہوئے دیکھ کر اپنے فائدے کی اُمید پر خندق میں کود پڑا اور مہاراجہ کو اپنی بغل میں اُٹھا کر اُن کے خیمہ کو خوشی خوشی لے گیا۔ اِس خدمت کے صلے میں اُس کو ۲۸۰۰ روپئے کی جاگیر اضلاع امرتسر اور سیالکوٹ میں عطا ہوئی۔ خواہ یہ روایت سچ ہو یا جھوٹ مگر یہ بات تحقیق ہے کہ سنت سنگھ کی جاگیر کثیر تھی اور مہاراجہ اُس پر بہت مہربانی فرماتے تھے +

اِس عرصے میں بھائی گوردواس سنگھ جو دربار صاحب میں گرنتھی تھا مر گیا اور سنت سنگھ نے اُس کے غم میں معاملات دنیا کو ترک کر کے گرنتھ کے پڑھنے اور تفسیر کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اپنے باپ کے عوض دربار میں گورمکھ سنگھ حاضر ہوا اور مثل سنت سنگھ کے مورد الطاف شاہی ہوا۔ بھائی سنت سنگھ گیانی کے لقب سے مشہور تھا اور اپنے

موت کے زمانے تک بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس نے رامائن کی ایک شرح اور رسم پوہل پر ایک کتاب لکھی ✦

جب پردومن سنگھ تیرہ برس کی عمر کو پہنچا تو مہاراجہ نے اس کو نوکر رکھ لیا اور اسے کالیوال کی جاگیر جمعی گیارہ سو روپئے مرحمت فرمائی۔ بھائی گورمکھ سنگھ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں کچھ بہت اقتدار حاصل نہیں تھا کیونکہ اس کا دشمن بھائی رام سنگھ مہاراجہ کے حضور میں بہت رسوخ رکھتا تھا۔ نونہال سنگھ کے وقت میں گورمکھ سنگھ کا اور بھی کم رسوخ تھا اور جب شاہزادہ موصوف مارا گیا تو گورمکھ سنگھ بہت سرگرمی سے شیر سنگھ کا جانبدار ہو گیا جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ بھائی رام سنگھ فریق مقابل یعنے مائی چند کور کا طرفدار تھا ✦

جب شیر سنگھ مہاراجہ ہوا تو اس نے گورمکھ سنگھ کی خدمتیں فراموش نہیں کیں۔ چنانچہ مہاراجہ گورمکھ سنگھ کا بہت لحاظ کرتا تھا اور اس نے گورمکھ سنگھ کو بہت جاگیر عنایت کی۔ مگر حقیقت میں اصلی اختیار راجہ دھیان سنگھ وزیر دربار لاہور اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ مہاراجہ اگرچہ دھیان سنگھ سے نفرت کرتا تھا اور جانتا تھا کہ کُل قوم اس سے ناراض ہے مگر تاہم اس سے اپنی مخلصی نہ کر سکتا تھا۔ بایں ہمہ مہاراجہ نے گورمکھ سنگھ کو اس کے مقابلے پر قائم کیا اور بھائی بسبب بزرگی مذہب اور مہاراجہ کے ساتھ عرصے سے محبت رکھنے کے باعث مہاراجہ کے حضور سے خارج نہ ہو سکتا تھا ورنہ اور معاملات میں مدبر ملک اور مذہبی پیشوا میں مقابلہ نہایت ناموزوں تھا۔ گورمکھ سنگھ کی حمایت پر کوئی زورآور فریق نہیں تھا نہ یہ کسی وضع بالیاقت کا آدمی تھا حالانکہ راجہ دھیان سنگھ اپنے زمانے میں نہایت لائق۔ تیز فہم۔ صاحب تدبیر اور محتاط تھا یہاں تک کہ اپنے دشمنوں پر وار کرنے اور ان کے تباہ کرنے میں بھی نہیں چوکتا تھا ✦

مہاراجہ شیر سنگھ کے تمام عہد سلطنت میں بھائی گورمکھ سنگھ برابر راجہ دھیان سنگھ کے خلاف سازشیں کرتا رہا اور سندھانوالیوں نے جو راجہ مذکور کی جان لینے کے لئے توڑ جوڑ کئے اُن میں شامل ہوا جب وزیر مقتول کا بیٹا راجہ ہیرا سنگھ صاحب اختیار ہوا تو اس نے بھائی رام سنگھ اور مصر لعل سنگھ کی فہمایش سے گورمکھ سنگھ کو معہ اس کے دوست مصر بیلی رام توشہ خانیہ کے قید کیا اور ان کو شیخ امام الدین خاں کے سپرد کر دیا جس نے ان کو قتل کر ڈالا۔ بھائی رام سنگھ اپنے حریف گورمکھ سنگھ سے زیادہ لائق آدمی تھا لیکن کچھ اعلے درجے کے چال چلن کا آدمی نہ تھا۔ دونوں ناقابل اعتماد اور مفتری تھے اور دونوں نے اپنی ہوا و ہوس اور افترا پردازی کے لئے مذہب کو آڑ بنا رکھا تھا۔

گورمکھ سنگھ کے مرنے کے بعد کل جائداد اس کے خاندان کی ضبط کی گئی اور اُنکے مکانات اور جائداد منقولہ پر سرکار نے قبضہ کر لیا۔ بھائی پردومن سنگھ اور اُس کے بھائی امرتسر میں پابجولاں قید کئے گئے اور ان کے ساتھ نہایت سخت سلوک کیا گیا۔ شہر کی مذہبی جماعتوں نے ان کی رہائی کے واسطے بہت کوشش کی اور آخر کار پردومن سنگھ کسی تدبیر سے نکل گیا اور اپنے سب سے چھوٹے بھائی ارجن سنگھ کے ساتھ لدھیانے کو بھاگ گیا اور وہاں سرکار انگریزی کے ظل حمایت میں رہا تاوقتیکہ ہیرا سنگھ کے قتل ہونے سے اُس کو لاہور کو واپس آنے کی جرأت ہوئی۔ چاروں بھائیوں کو اُن کی جاگیرات کا ایک حصہ جس کی جمع ۵۴۰۰ روپئے تھی ضلع امرتسر میں واگذار ہوا۔ بھائی پردومن سنگھ اپنے باپ کا کریا کرم کرنے کے واسطے ہردوار کو چلا گیا اور اس کے ساتھ وعدہ ہوا کہ واپس آنے پر باقی جاگیر بھی واگذار کر دی جائیگی جب وہ واپس آیا تو اس کے مکانات جو امرتسر میں تھے دئے گئے اور غالب ہے کہ باقی جائداد بھی اُس کو مل جاتی اگر سرکار انگریزی سے لڑائی شروع نہ ہو جاتی جس

کا انجام یہ ہوا کہ ۱۸۴۹ء میں ملک پنجاب سرکار انگریزی کے علاقہ میں شامل کیا گیا۔
سرکار انگریزی نے ۸۸۴۴۵ روپئے کی جاگیر واقع سوا صنعات موجھل وکلیر گھوم چین
حیات کے لیئے سب بھائیوں کے نام باخذ چہارم جمع واگذار کر دی۔ اس سے زیادہ
سرکار انگریزی اس خاندان کے لئے کچھ نہ کر سکتی تھی۔ بھائی گورمکھ سنگھ نے جائداد
کثیر اپنی پرہیزگاری اور افترا پردازی سے حاصل کی تھی۔ اس کو دولت و اقتدار
کمال درجہ کا حاصل بھی ہوا اور اس کے ہاتھ سے جاتا بھی رہا اور غالب ہے کہ سکھ
سرکار اور خصوصاً فوج سکھ بھائی کے قتل کی پشیمانی کے سبب اس کے خاندان
کو پھر منصب اعلےٰ پر ممتاز کر دیتی حالانکہ یہ قتل ان کی ہی بد طینتی کی وجہ سے ہوا۔
لیکن سرکار انگریزی سے یہ توقع نہ ہو سکتی تھی کہ اس کو اس خاندان کی نسبت پشیمانی
یا اس کے ساتھ ہمدردی ہوتی ؛

بھائی پردومن سنگھ ۱۸۵۳ء میں سردار لہنا سنگھ کے ہمراہ بنارس کو گیا۔ بعدہ اس کو دربار
صاحب امرتسر کی مرمت کا اہتمام سپرد ہوا اور اخراجات دربار صاحب کے واسطے جو جاگیر
چار ہزار روپئے سال کی دوام کے لیئے واگذار رہی وہ بھی اس کے سپرد ہوئی۔ وہ
ایک نہایت اولوالعزم اور خیر خواہ خلائق تھا۔ ان تمام امور میں جو دربار صاحب کے
متعلق تھے یا جو شہر سے علاقہ رکھتے تھے وہ بہت شوق سے حصہ لیتا تھا۔ اور شہر کا
آنریری مجسٹریٹ بھی تھا۔ وہ ۱۸۸۷ء میں فوت ہو گیا ؛

اس کا بیٹا بھائی گوربخش سنگھ اس کا جانشین تسلیم ہوا اور حضور والیسرائے کے
درباریوں میں اسے باپ کی جگہ ملی۔ یہ ہونہار معلوم ہوتا ہے اور کورٹ آف وارڈس
کی سرپرستی میں اس نے عمدہ تعلیم پائی ہے اور پنجاب یونیورسٹی کے امتحان انٹرنس
میں کامیاب ہوا ہے۔ اس کے باپ کی جاگیر کی تین چوتھائی جو سات سو بیس روپئے
سالانہ ہوتی ہے اس کی حین حیات واگذار رہی اور علاوہ اس کے ایک پنشن دوسو

چالیس روپے سال کی اس کی والدہ کے واسطے مقرر ہوئی +
امرتسر میں ایک وسیع باغ اور ایک بنگلہ جو دربار صاحب میں ہے اور چند دکانیں جو شہر کے مختلف حصوں میں ہیں مع حویلی واقع ہردوار اس خاندان کے قبضہ میں ہیں۔ گوربخش سنگھ عنقریب سن بلوغ کو پہنچیگا اور غالباً اپنے باپ کی طرح دربار صاحب کی مرمت وغیرہ کا مہتمم ہوگا +
ارجن سنگھ ۱۸۶۳ء میں مرگیا۔ اس کے بیٹے جواہر سنگھ کے واسطے سرکار سے ایک سو روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر ہوا جو ۱۸۸۲ء میں اس کے بالغ ہوجانے پر موقوف ہوگیا۔ ارجن سنگھ کی بیوہ کو امرتسر کے خزانہ سے دو سو پچاس روپے سالانہ کی پنشن ملتی ہے +
جواہر سنگھ بدچلن نکلا اور جو کچھ اس کے پاس تھا فضول خرچی میں ضائع کر دیا +
۱۸۵۷ء میں مدھ سودن سنگھ سرکار انگریزی کی ملازمت میں داخل ہوا اور وہ ان دس سواروں کا جمعدار مقرر کیا گیا جو اس کے بھائی نے بھرتی کئے تھے۔ اسی سال جب کہ اجنالہ میں باغی پکڑے گئے تو اس موقع پر مدھ سودن سنگھ موجود تھا اور یہاں سے رسالدار مقرر ہو کر تھانیسر کو بھیجا گیا جہاں وہ ۱۸۶۴ء میں مرگیا۔ اس کی بیوہ کو دو سو پچاس روپے سالانہ کی جین حیات پنشن ملتی ہے +
مدھ سودن سنگھ کا بھائی لہنا سنگھ جو زندہ ہے پہلے نائب تحصیلدار تھا۔ مگر خانگی صدمات کے باعث جو اس کی بیوی اور دو لڑکوں کے مرجانے سے اس کو پہنچے وہ بہت ملول ہوئے کہ ملازمت سے علیحدہ ہوگیا۔ وہ ہوشیار آدمی ہے اور تعلیم نسوان کے بارے میں بہت شوق ظاہر کرتا ہے +

سردار رُوڑ سنگھ نوشہریہ

چوہڑ سنگھ
سردار مرزا سنگھ
سردار شیر جیت سنگھ وفات ۱۸۲۶ء — سردار کاہن سنگھ
وساوا سنگھ ولادت ۱۸۴۴ء — سردار جبا سنگھ وفات ۱۸۴۵ء
ہرنام سنگھ وفات ۱۸۹۵ء
سردار رُوڑ سنگھ ولادت ۱۸۶۶ء
سردار چھمن سنگھ ولادت ۱۸۹۶ء

مثل سرداران مجیٹھہ سردار رُوڑ سنگھ شیر گل جٹ قوم کا ہے۔ چودھری سروانی نے جو قوم کے بانی شیر سے تیرھویں پشت میں تھا موضع نوشہرہ آباد کیا جس کو راے پور سروانی بھی کہتے ہیں۔ یہ گاؤں شاہ جہان کے عہد سلطنت میں آباد ہوا تھا۔ سروانی کو یہ گاؤں اِس شرط پر کہ علاقہ گرد و نواح کا معاملہ وصول کرے معافی میں ملا۔ کئی پشت تک اِس خاندان میں چودھرات کا منصب رہا اور جو معاملہ وصول ہوتا وہ خزانہ شاہی میں داخل کیا جاتا تھا۔ مگر مرزا سنگھ ۱۷۵۲ء میں سردار جے سنگھ اور حقیقت سنگھ کنھیہ کی مسل میں شامل ہوا اور مفتوحہ علاقے میں سے دیہات رتن گڈھ۔ اُچاپ بھوری۔ بھیکو چک۔ رام پور۔ سالو وال۔ ملکانہ اور کئی دیہات اندر جمعی ۱۵ ہزار روپیہ سال اُس کے حصّے میں آئے ٭

مرزا سنگھ ۱۷۸۸ء میں مر گیا اور حقیقت سنگھ کے بیٹے سردار جے مل سنگھ نے مرزا سنگھ

کی بہت اور عمدہ خدمات کو فراموش کر کے اس کے علاقہ کا بڑا حصہ ضبط کر لیا اور سردار فتح سنگھ کھنیہ نے اس کو اور بھی زیادہ گھٹا دیا۔ مگر جب مرزا سنگھ کے بیٹے جوان ہوئے تو سردار ندہان سنگھ کنہیہ نے ان کو ماد ھوپور اور سالووال جمعی پندرہ سو روپیہ ضلع ہوشیارپور میں عطا کئے اور مائی سدا کور خوشدامن مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کاہن سنگھ کو مواضعات۔ بھوگڑھ۔ بریالہ اور کوٹالہ جمعی دو ہزار روپئے سالانہ دئے۔ جب رنجیت سنگھ نے کنہیہ مسل کا علاقہ چھین لیا تو کاہن سنگھ کے پاس سے موخرالذکر دیہات نکل گئے۔ مگر اس کو غیر آئین رسالہ میں عہدہ دیا گیا اور وہ اپنی رجمنٹ کے ساتھ بمقام قصور اور ۱۸۰۹ء کی مہم کانگڑے میں لڑا جب سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ علاقہ کوہستان مابین راوی و ستلج کا ناظم مقرر ہوا تو کاہن سنگھ اس کے ماتحت کیا گیا اور اس وقت سے کاہن سنگھ اور اس کا بیٹا جبا سنگھ سرداران مجیٹھیہ کی ملازمت میں رہے۔ یہ دونوں مجیٹھیہ سرداروں کے ساتھ میدان جنگ میں جاتے رہے اور ان کے ماتحت ملکی عہدوں پر متعین رہے۔ اسلئے ان کا حال ان کے آقاؤں سے اہم واقعات میں کچھ بہت مختلف نہیں ہے +

سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کے ماتحت سردار جبا سنگھ دو سال تک دربار صاحب امرتسر کا مہتمم رہا۔ جب لہنا سنگھ بنارس کو چلا گیا تو جبا سنگھ دربار لاہور کی ملازمت میں رہا مگر الحاق پنجاب کے وقت وہ بیکار ہو گیا اور اس کی سات سو ستر روپئے سال کی نقد پنشن ضبط ہو گئی جبا سنگھ کے قبضے میں ۲۸۰۰ روپئے کی جاگیر رہی جس کا زیادہ حصہ ضلع گورداسپور میں ہے یہ جاگیر دیہات ملکانہ۔ حیاتی۔ سالووال۔ بہرام پور۔ ملکاوالہ۔ رنگڑھ اور شیرگڑھ میں ہے اور علاوہ اس کے دو چاہات اور ایک باغ نوشہرہ ننگل میں ہیں جہاں وہ سکونت پذیر تھا اور یہ جاگیریں خاندان میں دوامی ہیں +

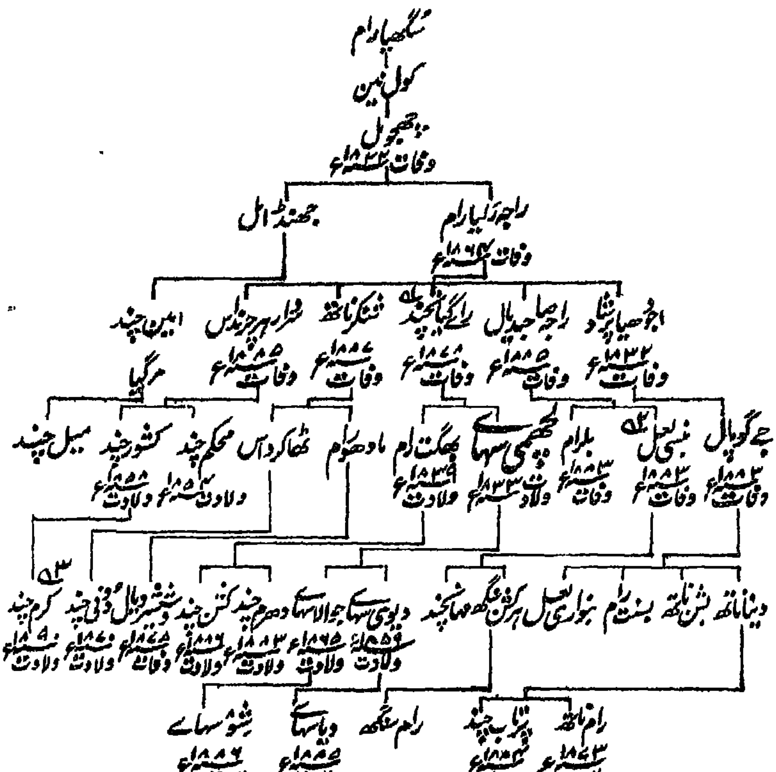
ہرنام سنگھ سردار جبا سنگھ کا اکلوتا بیٹا محکمہ پولیس میں ڈپٹی انسپکٹر تھا اور ۱۸۶۵ء میں

لہ جلد انگریزی میں بیاس غلطی سے چھپا ہے۔ مترجم

فوت ہو گیا۔ کاہن سنگھ کا بھائی رنجیت سنگھ سرداران مجیٹھیہ کے ماتحت نہیں رہا۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد وہ جلد راجہ ہیرا سنگھ کے برگیڈ میں رسالہ کا کمان افسر مقرر ہوا اور اپنے باپ کی نصف جاگیر اُس کے ورثہ میں آئی۔ ملتان۔ بنوں۔ پشاور اور دیگر مقامات میں اُس نے خدمات کیں مگر وہ کچھ مشہور آدمی نہ تھا۔ ۱۸۷۶ء میں وہ صرف ایک بیٹا وساوا سنگھ جو اُس وقت چھ ماہ کا تھا چھوڑ کر مر گیا مگر یہ بھی بچپن میں ہی فوت ہوا ٭

ہرنام سنگھ کی وفات پر اُس کا صرف ایک لڑکا اروڑ سنگھ بعمر چار سال موجود تھا۔ اِس نابالغ لڑکے کی جائداد کورٹ آف وارڈس کی سرپرستی میں نوبت بہ نوبت زیر اہتمام سرداران گلاب سنگھ بھاگووالیہ اور اجیت سنگھ اٹاریوالہ کے رہی۔ ۱۸۸۵ء میں اروڑ سنگھ نے سن بلوغ کو پہنچکر خود جائداد کو سنبھالا۔ کورٹ آف وارڈس کے اہتمام میں اُسکی تعلیم کی جانب سے غفلت نہیں ہوئی چنانچہ اروڑ سنگھ نے درجہ انٹرنس تک تعلیم پائی۔ سردار اروڑ سنگھ نوشہرے کا اعلٰے نمبردار ہے اور علاوہ پچاسی گھماؤ اراضی واقع ضلع گورداسپور کے پچیس گھماؤ زمین بطور حق الخدمت اُس کے قبضہ میں ہے۔ امرتسر میں اس کے چند مکانات بھی ہیں جس سے اُس کی کُل سالانہ آمدنی بقدر پانچہزار روپئے کی ہوتی ہے۔ اس کی ذاتی لیاقت کے باعث اُسے امرتسر کے لوکل بورڈ کا ممبر نامزد کیا گیا اور ۱۸۸۸ء میں وہ امرتسر کا آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا ٭

رائے لچھمی سہائے



رائے لچھمی سہائے ایک معزز برہمن خاندان سے ہے جس کے بزرگ شاہان دہلی کے ملازم تھے۔ روایت ہے کہ سُگھیارام نے اپنی جان پر کھیل کر محمد شاہ کی جان بچائی تھی۔ ایک روز ایک راجپوت دربار شاہی میں آکر بادشاہ پر حملہ کرنے کو طیار ہی تھا کہ سگھیارام نے جھپٹ کر اُسے قتل کر ڈالا۔ لیکن خود بھی سخت زخمی ہوا۔ سگھیارام کا بیٹا کول نین دہلی چھوڑ کر لاہور میں آکر آباد ہوا۔ اُس زمانے میں لاہور عمدہ جائے سکونت نہ تھی کیونکہ اُس پر نادر شاہ اور احمد شاہ کی یورشیں ہوتی تھیں اور قوم سکھ جن کا

ؔ۱ شجرہ انگریزی میں غلطی سے ۱۸۵۸ء چھپا ہے۔ مترجم

ؔ۲ شجرہ انگریزی میں ان دونوں کا سال وفات ۱۸۳۳ء و ۱۸۳۶ء غلطی سے چھپا ہے۔ مترجم

ؔ۳ جس لڑکے کی ولادت شجرہ انگریزی میں ۱۸۸۸ء درج ہے وہ فوت ہو چکا ہے۔ مترجم

زور اور جسارت یوگا فیبوگا ترقی پر تھی اس شہر پر آئے دن دھاڑے مارتے تھے۔ افغانوں کے ساتھ ایک جنگ میں کول نین کے ستائیس رشتہ دار مارے گئے اور خود وہ بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا۔ کول نین عالم شباب میں ہی صرف ایک بیٹا چھجو مل جسکی عمر اُسوقت دس سال کی تھی چھوڑ کر فوت ہو گیا +

جب چھجو مل بالغ ہوا تو اُس نے سردار جے سنگھ کنہیہ کی نوکری اختیار کی کنہیوں کی مسل اُس زمانے میں سب سکھ مسلوں سے زیادہ طاقتور تھی۔ چھجو مل کو اس سردار کی فوج میں کمان افسری ملی اور گرد و نواح کے سرداروں پر جو چڑھائیاں ہوئیں اُن میں اکثر چھجو مل جاتا رہا۔ ۱۷۸۳ء میں جو لڑائی بمقام اچل جسا سنگھ رامگڑھیہ اور سردار مہان سنگھ سوکرچکیہ کے ساتھ ہوئی تھی اور جس میں سردار جے سنگھ کا بیٹا گوربخش مارا گیا اُس میں بھی چھجو مل موجود تھا۔ بعد ازاں چھجو مل شہر امرتسر میں جو اس زمانے میں رونق اور ترقی پاتا جاتا تھا کنہیوں کے کٹڑے کا چودھری مقرر ہوا اور سردار جے سنگھ کے مرنے کے بعد اُسے یہی منصب سردار کی بہو مائی سدا کور کی ملازمت میں حاصل رہا۔ سرداران گرد و نواح کا یہ خیال ہوا کہ ریاست کنہیہ میں ایک عورت رئیسہ ہے اسلئے وہ ایک آسان شکار ہے لیکن مائی سدا کور چھجو مل کی امداد سے دلیرانہ لڑتی رہی۔ کئی مرتبہ چھجو مل کو اپنا کٹڑہ دشمنوں کے حملوں سے بچانا پڑا اور ایک مرتبہ رام گڑھیوں کے دفع کرنے میں چھجو مل نے برچھی کے دو زخم کھائے۔ چھجو مل نے محصول چونگی نصف سے زیادہ گھٹا دیا۔ اس سبب سے بیوپاریوں کو کنہیوں کے کٹڑہ میں آباد ہونے کی زیادہ رغبت ہوئی۔ اس اثنا میں رنجیت سنگھ کی شادی مائی سدا کور کی دختر کے ساتھ ہو چکی تھی۔ رنجیت سنگھ اُسوقت اپنے دشمن سرداران بھنگی کے خوف سے امرتسر میں بہت ہوشیاری اور احتیاط سے جایا کرتا تھا اور جب جاتا تو چھجو مل کے پاس رہا کرتا تھا۔ ۱۸۰۲ء میں رنجیت سنگھ کو امرتسر پر قبضہ کرنے میں چھجو مل سے بہت امداد ملی اور وہ رامانند کے ساتھ ۱۸۱۲ء تک شہر امرتسر میں چونگی کے محاصل کے اہتمام میں مامور رہا بعدہٗ وہ کانگڑے کو بھیجا گیا اور

وہاں تین سال تک رہکر اُسنے ہردوار اور بنارس کی یاترا کیلئے اجازت لیلی جب ۱۸۱۵ء میں وہ تیرتھوں سے واپس آیا تو اُس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پھر نوکری اِس سبب سے نہ کی کہ مہاراجہ نے مائی سدا کور کا کل ملک جس کے سبب جھجو مل نے پہلے مہاراجہ کی ملازمت اختیار کی تھی ضبط کر لیا تھا۔ جھجو مل ۲۴ ۱۸۲۱ء میں فوت ہو گیا۔

جھجو مل کے سب سے بڑے بیٹے رلیارام نے بہت عمدہ تعلیم حاصل کی تھی۔ اِس کو سنسکرت فارسی اور ہندی میں اچھی دستگاہ تھی اور علم ریاضی اور طبیعات میں بھی دخل تھا۔ ۱۸۱۱ء میں رلیارام ضلع امرتسر کی حکومت پر مامور ہوا اور ڈکیتی اور رہزنی کے دفعیہ میں اس نے بہت ہمت اور جرات سے کام کیا۔ رنجیت سنگھ اس کی سرگرمی سے ایسا محظوظ ہوا کہ اسے ۱۸۱۲ء میں محال چونگی کا افسر اعلےٰ بنایا۔ ہنوز کشمیر ملتان اور ڈیرہ جات میں سے کوئی ملک فتح نہیں ہوا تھا لیکن اُن میں سے جو جو ملک حاصل ہوتا گیا اُس کی چونگی کا انتظام رلیارام کو سپرد ہوا۔ رلیارام کے تقرر سے پہلے محصول کی تحصیل کا کوئی قاعدہ معین نہیں تھا ہر سردار کا یہ طریق تھا کہ جو بیوپاری یا سوداگر اُسکے علاقہ میں سے گذرتا تھا اُس سے جتنا کچھ ممکن ہو سکتا تھا وصول کر لیتا تھا۔ رلیارام نے کانہائے نمک پنڈ دادنخاں کے محاصل میں بہت افزونی کی اور رونہ کا طریقہ جاری کیا۔

۱۸۲۱ء میں جب فوج سکھ منکیرہ کی لڑائی میں مصروف تھی اور سردار جے سنگھ اٹاریوالہ باغی ہو گیا تو مصر رلیارام مع دیگر سرداران کے اُس کی سرزنش کے واسطے بھیجا گیا۔ رلیارام نے ایک بھاری جمعیت سے کلر کہار پر جو باغی سردار کی مضبوط گڈھی تھی حملہ کر کے اُسے فتح کر لیا اور جے سنگھ مجبور ہو کر دوست محمد خاں والئے کابل کے پاس پناہ کے واسطے بھاگ گیا۔ رلیارام کی جرات ہمت اور دیانت داری کے باعث دربار میں اِس کے بہت دشمن ہو گئے تھے چنانچہ ۱۸۳۰ء میں اپنے دشمنوں کی غمازی کے سبب بالخصوص جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کرپارام چوپڑے کے رسوخ کی وجہ سے وہ مورد عتاب ہوا اور

ایک لاکھ روپئے جرمانہ ادا کرنے کا اُس کو حکم ہوا۔ ۱۸۳۳ء میں رلیارام محافظ دفتر مقرر ہوا۔ ۱۸۳۴ء میں اس نے مکھڈ ضلع راولپنڈی میں ایک کان گندک کی دریافت کی جس کے باعث مہاراجہ شیر سنگھ اس سے ایسے خوش ہوئے کہ اُنہوں نے اسکو گیارہ ہزار کی جاگیر علاقہ جنڈیالہ میں دی اور ایک معزز خطاب بھی بخشا ۔

مصر رلیارام کے دوسرے بیٹے صاحبدیال کو اوّل اوّل عہدہ منشی گری اپنے باپ سے ماتحت محکمہ پرمٹ میں ملا اور وہ ۱۸۳۲ء میں فوج آئین کے بخشی خانہ کے دفتر میں تبدیل ہوا۔ ۱۸۳۹ء میں صاحبدیال پرمٹ جالندھر کا افسر اعلےٰ مقرر ہوا اور تا اختتام جنگ ستلج اِس عہدہ پر مامور رہا۔ ۱۸۴۶ء میں جب جھنگ کا بڑا ضلع جو صوبہ ملتان کے ثلث حصہ کے قریب تھا اُس صوبہ سے علیحدہ کیا گیا تو مصر رلیارام وہاں کا کاردار مقرر ہوا اور اُس کو اور صاحبدیال کو حکم ہوا کہ سررشتہ محصول کی اصلاح کریں۔ اگست ۱۸۴۷ء میں دونوں باپ بیٹوں کو اعزازی خطاب ملے اور اُسی سال ماہ ستمبر میں کل علاقے کے پرمٹ کا اہتمام ان کو سپرد ہوا۔ اُن کو حکم تھا کہ پندرہ روزہ حساب بنا کر ایک نقل سیدھی صاحب رزیڈنٹ کی خدمت میں اور ایک اہالیان دربار کے پاس بھیجا کریں۔ تمام عملہ ماتحت کی بحالی برطرفی اُن کے اختیار میں تھی۔ اِس نئے انتظام کا اصلی بوجھ مصر صاحبدیال پر آپڑا کیونکہ اس کا باپ اب بوڑھا ہو گیا تھا۔ صاحبدیال جس سرگرمی اور لیاقت سے یہ خدمت بجالایا وہ بہت تعریف کے قابل تھی کیونکہ اس انتظام کے بہت مراتب ایسے تھے جو اُس کے اپنے خیالات بندوبست مال کے غالباً متناقض تھے ۔

سکھ سرکار کے پرانے انتظام کے بموجب تقریباً ہر جنس پر محصول لیا جاتا تھا۔ اشیاء آسایش اور ضروری میں کوئی تمیز نہیں ہوتی تھی اور غریب اور امیر پر محصول واجبی لگانے میں کچھ توجہ نہیں کی جاتی تھی۔ جلانے کی لکڑی۔ ترکاری۔ غلہ۔ گھی اور

دیگر ضروریات جو نہایت مفلس آدمی کے واسطے بھی لابدی ہیں سب پر محصول لیا جاتا تھا اور فقط یہی بات نہ تھی کہ محصول کی شرح نامناسب طور پر مقرر ہوئی بلکہ اُس کے وصول کرنے کا طریقہ رعایا کے حق میں بہت تکلیف دہ تھا۔ تمام ملک میں جا بجا رپٹ خانہ تھے جہاں مسافر یا سوداگر سے بدسلوکی ہوتی تھی محصول زیادہ لیتے تھے اور دیر تک روکے رکھتے تھے۔ ہر قصبہ میں خاص محصول معین تھے۔ ایک چیز پر تین دفعہ محصول لیا جاتا تھا۔ ایک جس وقت وہ قصبہ کے اندر لائی جاتی۔ دوسرے جب وہ دوکان پر پہنچتی اور تیسرے جب وہ پھر شہر سے باہر لے جائی جاتی تھی۔ لیکن جس قدر لوگوں کو تکلیف اور بیوپار میں ہرج ہوتا تھا اُس اندازے پر باوجود محصول کی زیادتی کے سرکار کو فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ ۴۸ مدات سے کل ۱۶۲۳۷۰۱۱۴ روپئے وصول ہوتے تھے اور خرچ عملہ وغیرہ کا جو محصول کے وصول کرنے کے واسطے مامور تھا ایک لاکھ دس ہزار روپیہ یعنے قریب سات روپیہ سینکڑہ کے تھا۔ دیوان مولراج کے حساب سے جو اُس وقت تک پنڈدادنخاں کی کانہائے نمک کا مہتمم تھا جب تک کہ رلیارام نے اِس محکمہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا معلوم ہوتا ہے کہ منجملہ ۱۰۸۲۰ روپئے آمدنی کے تیس روپئے فیصدی اخراجات انتظام اور نقصان میں جاتا تھا۔

میجر ہنری لارنس صاحب رزیڈنٹ اور ان کے بھائی مسٹر جان لارنس صاحب کی تدبیر اور مصر رلیارام اور صاحبدیال کی امداد سے کل انتظام تبدیل کیا گیا۔ رپٹ خانہ۔ محصول گذرات اور محصول چونگی موقوف کئے گئے۔ تین راستے سرحد پر قائم کئے گئے۔ ایک بیاس اور ستلج کے کنارے کنارے دوسرا دریائے سندھ کے کنارے اور تیسرا سرحد شمال و مشرق پر تجارت کشمیر کے واسطے۔ نئے رپٹ میں محصول فقط ۲۲ اجناس پر لگایا گیا اور آمدنی کا تخمینہ ۲۲۸۴۰۱۳۰ روپیہ ہوا اور اخراجات تحصیل کے لئے ۳۴۰۰۰ روپئے کا تخمینہ کیا گیا یعنے تین روپئے فیصدی سے کم۔ نئے محاصل کے وصول کے

باب میں یہ تدبیر کی گئی کہ وہ آبکاری کے لیسنس سے لیا جائے۔ معابر پر ہلکا محصول لگایا جائے جس کی آمدنی کا تخمینہ ایک لاکھ روپئے کا ہوا اور کانہائے نمک کا انتظام زیادہ کفایت اور عمدگی سے کیا جائے۔ تجارت کو نہایت آسانی حاصل ہوگئی اور آمدنی کا نقصان صرف محصول پرمٹ کا آٹھواں حصہ ہوا۔ الحاق پنجاب کے بعد پرمٹ کا محصول کل پنجاب میں موقوف کیا گیا مگر چھ برس کے بعد آبکاری کی آمدنی چھ لاکھ روپیہ ہوگئی اور محصول نمک سے ۱۵ لاکھ اور تجارت پر بندشیں دور ہوجانے سے ملک میں واقعی ایسی خوشحالی ہوئی کہ پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی +

نومبر ۱۸۴۷ء میں مصر صاحبدیال کو خطاب محسن الدولہ بیربر عطا ہوا۔ جون ۱۸۴۸ء میں یعنے بغاوت ملتان کے تین ماہ بعد بھائی مہاراج سنگھ مشہور بابا بیر سنگھ کا چیلہ بہت سی جمعیت ایسے آدمیوں کی اکٹھی کرکے جو سرکار سے ناخوش تھی مانجھہ سے مولراج مفسد کے ساتھ شامل ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ سکھ فوج میں سے کوئی اس کے پکڑنے کا قصد نہ کرتا تھا لیکن مصر صاحبدیال نے جو اس زمانہ میں جھنگ کا کاردار تھا اور جہاں آبادی مسلمانوں کی ہے اقرار کیا کہ اگر مہاراج سنگھ جھنگ کی طرف بھگا دیا جائے تو میں ذمہ وار ہوں کہ وہ آگے نہ جانے پائیگا۔ چنانچہ خوش نصیبی سے یہ بات حاصل ہوگئی۔ چند غیر آئین سپاہیوں نے مع چودھویں پلٹن ڈریگون کے بھائی کی جمعیت کا تعاقب کیا لنگر خاں ساہیوالیہ ملک صاحب خاں ٹوانہ اور اور مسلمان رئیس بھی اس کا پیچھا کرتے رہے۔ بھائی کے جھنگ میں پہونچنے تک اس کی جمعیت کم ہوکر صرف بارہ سو آدمی کی رہ گئی جو بالکل تھکے ہوئے تھے۔ اس جمعیت پر بابا مالی سنگھ تحصیلدار نے مصر صاحبدیال کی سپاہ سے سخت حملہ کیا اور دریائے چناب کی جانب جو چڑھا ہوا تھا انہیں ہٹادیا۔ نصف سے زیادہ غنیم کی جمعیت دریا میں ڈوب گئی اور جو تلوار اور دریا سے بچی وہ لاہور کو اسیر کرکے بھیجی گئی +

لڑائی کے زمانہ میں صاحب دیال اور اُس کے باپ نے بہت اور بڑی بڑی خدمتیں کیں۔ انہوں نے دوآبہ رچنا اور جج میں امن قائم رکھا اور فوج انگریزی کو کوچ کے وقت رسد افراط سے بہم پہنچائی۔ جب شیر سنگھ باغی ہوکر ملتان سے اوپر کو کوچ کرتا تھا تو صاحب دیال نے اُس کے خچر۔ اونٹ اور بیل جو دو ہزار سے شمار میں زیادہ تھے گرفتار کر لئے جس سے اُس کی فوج کے آگے بڑھنے میں درحقیقت ہرج ہوا گو قطعی طور پر نہ رُکی۔ نومبر میں صاحب رزیڈنٹ نے مصر صاحب دیال کو منتخب کر کے اِس خدمت پر مامور کیا کہ دربار کی طرف سے فوج انگریزی کے ہیڈ کوارٹر کے ساتھ رہے۔ اِس خدمت کو مصر موصوف نے نہایت سرگرمی اور عقلمندی سے انجام دیا۔ غنیم کے حرکات و سکنات کے باب میں اُس نے نہایت عمدہ خبریں حاصل کیں اور فوج کے لئے سامان رسد افراط سے مہیا کیا۔ بعد ازاں مصر صاحب دیال نواب امام الدین خاں سکندر خاں بندہ خاں اور اور سرداروں کے ساتھ کرنیل ٹیلر صاحب کی فوج کے ساتھ شامل ہونے کو گیا اور جب بڑے بڑے مفسدوں نے اطاعت اختیار کر لی تو صاحب دیال نے رعایا سے ہتھیار چھیننے میں مفید خدمات کیں ؛

الحاق پنجاب پر گیارہ ہزار کی جاگیر اور چھ ہزار نو سو روپئے نقد رلیارام کی حین حیات کے لئے بحال رکھا گیا اور نقد وظیفہ میں سے تین ہزار دو سو روپئے سالانہ اُس کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے شنکر ناتھ کو ملنا تجویز ہوا۔ صاحب دیال کے نام ۱۰۰۸۰ روپئے کی جاگیر اور ۲۰۰۰ نقد حین حیات کے لئے بحال رکھا گیا۔ منجملہ جاگیر کے ۵۵۰۰ روپئے کی تین پشت تک واگذار رہی اور ۲۰۰۰ روپئے کی علے الدوام۔ صاحب دیال اور رلیارام دونوں متمول آدمی تھے۔ ایسا کوئی آدمی نہ تھا کہ جس کو ٹھیکہ کانہا نے نمک کا ملا ہو اور وہ دولت مند نہوا ہو کیونکہ ٹھیکہ دار سرکار میں ایک مقررہ رقم سالانہ ادا کرتا تھا اور اُس کو اختیار رہتا تھا کہ جس وقت اور جس جگہ چاہے نمک فروخت کرے۔

رلیارام جیسے لائق آدمی کے اہتمام میں نمک کا ٹھیکہ دولت کی کان تھا اگرچہ اُس نے اپنے ذاتی فائدے کے واسطے کبھی حق خدمت سرکار کو فراموش نہیں کیا۔ لاہور کی سرکار میں رلیارام اور صاحبدیال جیسے لائق ملازم کم تھے اور اُن کے برابر ستدین نوکر کوئی بھی نہ تھا۔ سلطنت کی آخری ابتری کے دنوں میں شاید رلیارام اور صاحبدیال کے سوا اور کوئی شخص نہ تھا جس نے ان کی مانند مردمی اور خیرخواہی سے اپنے فرائض کو ادا کیا ہو اور فقط یہی دو شخص تھے جو صاحب رزیڈنٹ کے عمدہ انتظام کی مصلحت کو سمجھتے تھے اور اُس کی تائید کرتے تھے۔ یہ وہ انتظام تھا کہ جس کے سوا ملک پنجاب اُن آفتوں سے ہرگز نہ بچ سکتا تھا جو آخر کار اُس پر عائد ہوئیں ؂

۱۸۴۹ء میں رلیارام اور صاحبدیال دونوں پنجاب کو چھوڑ کر تیرتھوں کو چلے گئے رلیارام کو جیسے ۱۸۴۷ء میں سرکار سکھ نے خطاب دیوانی دیا تھا ۱۸۵۱ء میں خطاب راجگی عطا ہوا اور صاحب دیال کو بھی ایسا ہی خطاب ملا اور فی الحقیقت یہ دونوں ایسے اعزاز کے مستحق بھی تھے۔ راجہ رلیارام پھر پنجاب کو واپس نہیں آیا اور اپریل ۱۸۶۴ء میں بمقام بنارس فوت ہو گیا۔ راجہ صاحب دیال ۱۸۵۱ء میں واپس آیا اور کشن کوٹ ضلع گورداسپور میں سکونت پذیر ہوا۔ اِس قصبہ کا بانی راجہ صاحب دیال تھا اور وہاں اس نے ایک سرائے تین شوالے ایک تالاب اور پانچ کنوئیں بنوائے۔ ایام غدر ۱۸۵۷ء میں راجہ صاحب دیال نے اپنی صلاح اور کارگذاری سے سرکار انگریزی کو اپنی وفاداری کا ثبوت دیا اور اِس کے صلے میں اس کو ایک ہزار روپئے کا خلعت عطا ہوا۔ ۱۸۶۰ء میں اس کو دو ہزار روپئے کی اور دوامی جاگیر عطا ہوئی۔ فروری ۱۸۶۴ء میں راجہ صاحب دیال حضور وایسرائے کی لیجس لیٹو کونسل کا ممبر مقرر ہوا اور کلکتہ میں جاکر کونسل مذکور میں شامل ہوا اور کونسل کے برخاست ہونے کے بعد پنجاب کو واپس آیا۔ ۱۸۶۵ء میں بمقام امرتسر اس کا انتقال ہو گیا جس سے ہر ایک فرقے کے

لوگوں کو تاسف ہوا۔ دونوں بیٹے اس کی حیات میں مر چکے تھے۔ اسواسطے خاندانی جاگیر اس کے پوتے ٹھاکر ہرکشن سنگھ خلف منشی لعل کو ملی۔ اس کا دوسرا پوتا مہاچند ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پاتا ہے ✤

رلیارام کے اور بیٹوں کا ذکر مختصر کیا جاتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا بیٹا اجودھیا پرشاد گوشہ نشین آدمی تھا اور پرستش میں مصروف رہتا تھا۔ یہ جوان ہی مرگیا اور اس کا بیٹا جے گوپال پرمٹ کے محکمہ میں رلیارام کے ماتحت ملازم رہا۔ جے گوپال ۱۸۵۳ء میں مرگیا۔ اس کا بیٹا دینا ناتھ ضلع لاہور میں نائب تحصیلدار ہے اور دوسرے دو بیٹے کشن ناتھ اور بسنت رام بنارس میں سکونت پذیر ہیں۔ جے گوپال کے سب سے چھوٹے بیٹے جوالا لعل کو اسکی نابالغی میں ایک سو بیس روپئے سالانہ پنشن ملتی ہے ✤

گیان چند مہاراجہ کے وقت میں پنڈ دادن خاں میں راجہ گلاب سنگھ کے ماتحت محکمہ نمک کے دفتر میں افسر تھا۔ سرکار انگریزی کے عہد میں اس کو پنڈ دادن خاں میں عہدہ تحصیلداری ملا لیکن ۱۸۵۴ء میں وہ ملازمت سے سبکدوش ہو کر امرتسر میں جا رہا اور تب سے وہیں رہتا رہا۔ ۱۸۶۲ء میں وہ امرتسر میں آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا اور اس منصب کے فرائض کو اس نے قابل تعریف طور پر انجام دیا اور لوگ بھی اس سے خوش رہے۔ گیان چند ۱۸۷۰ء میں بمقام امرتسر فوت ہو گیا۔ اس کا بڑا بیٹا رائے لچھمی سہائے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر خاندان کا سرکردہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کا دوسرا بیٹا بھگت رام ریاست جموں میں تحصیلدار ہے۔ رائے لچھمی سہائے کا بڑا بیٹا دیوی سہائے بھی اسی ریاست میں افسر جنگلات ہے اور اس کا دوسرا لڑکا جوالا سہائے لاہور کالج میں تعلیم پاتا ہے۔ امتحان بی۔ اے میں اس نے کامیابی حاصل کر لی ہے اور اسکا نام عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کے منظور شدہ امیدواران کی فہرست میں درج ہے۔ رائے لچھمی سہائے اور اس کا بھائی بھگت رام ایک سو بیس گھماؤں اراضی کے

تحصیل امرتسر میں اور ساٹھ گھماؤ کے تحصیل پنڈ دادن خاں میں بالاشتراک مالک ہیں ۔
شنکر ناتھ کو اوّل امرتسر کی ٹکسال میں نوکری ملی اور پھر وہ اضلاع جھیلم اور ہزارہ میں نائب مقرر ہوا۔ ۴۸-۱۸۴۹ء کے مفسدے میں اس نے بھی مثل اپنے اور بھائیوں کے اچھی خدمت کی۔ اور بٹالہ دینانگر اور پٹھان کوٹ کے اطراف میں امن کی صورت قائم رکھی۔ شنکر ناتھ ۱۸۵۷ء میں بمقام بنارس جہاں اس نے چند سال سے سکونت اختیار کر لی تھی فوت ہوگیا۔ اس کے بیٹے امرتسر میں رہتے ہیں ؛

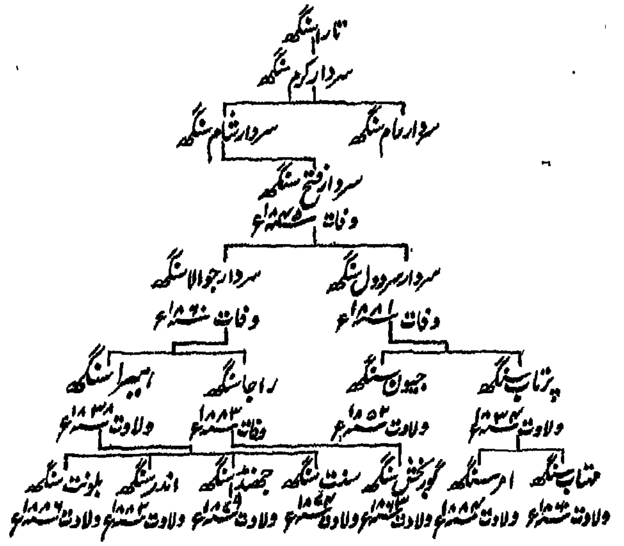
سردار ہرچرنداس نے اوّل محکمہ پرمٹ میں بعہدہ نیابت ملازمت کرنی شروع کی لیکن راجہ ہیرا سنگھ کی وزارت کے ایام میں ڈیرہ مولراجیہ میں سات سو سواروں کا افسر مقرر ہوا۔ ۱۸۴۸ء میں اس کو دربار لاہور نے لاہور کا جج مقرر کیا اور ساتھ ہی رکن الدولہ کا خطاب دیا۔ الحاق پر اس کے پاس دس ہزار روپئے کی جاگیر تھی جو اس کے پاس بحال رکھی گئی کہ اس وقت وہ لاہور میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھا جو عہدہ ججی کے عوض اسے ملا تھا۔ سردار مذکور نے ۱۸۵۲ء میں اس عہدے سے استعفا دے دیا اس لئے اس کی جاگیر گھٹا کر ۳۹۹۸ روپئے سالانہ کی کر دی گئی۔ سردار موصوف امرتسر میں رہتا رہا اور لاہور امرتسر کی سڑک پر اس نے اپنی صرف سے ایک خوب صورت سرائے تعمیر کرائی۔ یہ خاندان ہمیشہ نیکی اور فیاضی کے باعث مشہور رہا ہے اور اس امر کی تصدیق بہت سی تعمیرات رفاہ عام سے ہوتی ہے جو پنجاب کے بہت سے اطراف میں ان کی طرف سے تعمیر ہوئی ہیں۔ علاوہ اُن تعمیرات کے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے راجہ رلیا رام نے ایک سرائے متصل دروازہ رام باغ واقع امرتسر۔ ایک سرائے اور شوالہ بیاس کے گھاٹ گگڑیوال[1] کے قریب اور ایک پختہ تالاب متصل شہر امرتسر بنوائے تھے ؛

سردار ہرچرنداس نے ۱۸۶۴ء میں انتقال کیا اس کی جاگیر جو ۳۹۹۸ روپئے

[1] جلد انگریزی میں نگرسی وال لکھا ہے جو غلط ہے۔ مترجم

واقع اضلاع امرتسر و گورداسپور اس کی وفات پر سرکار میں ضبط ہو گئی۔ اسے ریاست کپورتھلہ سے بھی بارہ سو روپئے سالانہ ملا کرتا تھا۔ وہ امرتسر کا آنریری مجسٹریٹ تھا اور وہاں کے چیدہ معززین میں شمار ہوتا تھا اس کے بیٹوں حکم چند اور کشور چند کو قریب چار ہزار روپئے کے سالانہ آمدنی ہے جس میں ۱۱۴۱ گھماؤ اراضی معافی واقع موضع کرینڈا تحصیل ترن تارن ضلع امرتسر بھی شامل ہے جو سرائے متذکرہ بالا واقع بر لب سڑک لاہور کے متعلق ہے ایک وظیفہ پندرہ سو ساٹھ روپئے سالانہ کا ریاست کپورتھلہ سے ملتا ہے باقی مکان اور دوکانوں سے کرایہ آتا ہے*

سردار ہیرا سنگھ مان



سردار ہیرا سنگھ مان اُسی خاندان میں سے ہے جس میں سرداران مان مغل چک ضلع گوجرانوالہ ہیں۔ قوم جاٹ مان کا کچھ حال خاندان مغل چک کے ذکر میں درج ہے۔ یہ شاخ جس میں ہیرا سنگھ ہے کئی پشت سے مانانوالہ ضلع امرتسر میں رہتی تھی۔ [illegible]ء میں جب یہ گاؤں لوٹا گیا اور مسمار کیا گیا تو تارا سنگھ اپنے سب گھر کو لے کر اپنے سالوں کے پاس نارلی میں جا بسا۔ اِس زمانے میں سکھوں کو عروج حاصل ہوتا جاتا تھا۔ تارا سنگھ نے ایک جمعیت سواروں کی لے کر جس میں بہت آدمی اُس کی اپنی قوم کے تھے ضلع امرتسر میں کئی گاؤں دبا لئے اور مرتے دم تک اُن پر تصرف رکھا۔ اسکا وارث امر[1] سنگھ دل چلا آدمی تھا اور لوٹنے اور ملک گیری کے فن میں اپنے باپ سے زیادہ کامیاب رہا۔ وہ بھنگیوں کی مسل میں شریک ہو گیا اور اضلاع لاہور سیالکوٹ اور امرتسر میں جاگیریں حاصل کیں۔ اُس نے مانانوالہ کو پھر آباد کیا اور وہاں سکونت اختیار کی*

سردار ہیرا

[1] جلد انگریزی میں کرم سنگھ درج ہے (؟)

کرم سنگھ کے بعد اُس کے دو بیٹے رام سنگھ اور شام سنگھ وارث ہوئے۔ یہ نوجوان ۱۸۰۰ء کے قریب بھنگی مسل کو چھوڑ کر سردار مہاں سنگھ سوکرچکیہ کے ساتھ جا کر مل گئے۔ سردار موصوف اُن کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتا رہا۔ جنگ و جدل میں انہیں شریک کرتا رہا اور مال غنیمت میں سے انہیں حصہ دیتا رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ رام سنگھ کو اپنے قدیم رفیقوں کے ساتھ کچھ عداوت نہ تھی۔ چنانچہ اُس نے اپنی اکلوتی بیٹی بی بی سدا کور کی شادی بھنگی سردار بھاگ سنگھ ہلووالیہ کے بیٹے سردار سوبھا سنگھ سے کی جس نے ضلع سیالکوٹ میں قلعہ سوبھا سنگھ کی بنیاد ڈالی۔ ۱۸۰۸ء میں رام سنگھ مرگیا اور اُس کے چھوٹے بھائی شام سنگھ کو کل جاگیر پر تصرف کر لینے دیا گیا۔ مگر ۱۸۰۹ء میں سردار مہاں سنگھ نے سوائے مانو والا اور رلیا بد ضو جمعی بتیس ہزار روپئے کے کل علاقہ ضبط کر لیا۔ اس جاگیر پر شام سنگھ مرتے وقت تک قابض رہا۔ مہاں سنگھ کی حیات میں شام سنگھ کچھ نوکری نہیں دیتا تھا مگر رنجیت سنگھ کے عہد میں پندرہ سوار کی خدمات دیتا رہا +

شام سنگھ نے اپنے بیٹے فتح سنگھ کو تھوڑی ہی عمر میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حضور میں حاضر کر دیا تھا اور جب شہزادہ کھڑک سنگھ چند سال کی عمر کا ہوا تو فتح سنگھ خاص اُن کی خدمت کے لئے مامور ہوا۔ اس سردار نے یہ یہ خدمتیں کیں تھیں اوّل کانگڑہ میں ۱۸۰۹ء میں۔ پھر ڈسکہ میں جہاں اُس کے شانے میں زخم آیا پھر چونیاں میں جہاں اُس کے ہاتھ میں زخم لگا اور پھر ساہیوال میں جہاں فتح خاں سے قصبہ فتح کرنے کے بعد وہ کمیدان مقرر ہوا اور ایک سال تک وہیں رہا۔ ۱۸۱۱ء میں کھڑک سنگھ نے اس کو اپنے خاص علاقہ میں سے ایک لاکھ روپئے کی جاگیر بعوض تین سو سواروں کی خدمات کے عنایت کی اور سردار جن کی تعداد مع اُن کے سواروں کے سات سو تھی اُس کے ماتحت کئے گئے اور بعض مفسدوں کی سرزنش کے واسطے وہ جموں بھیجا گیا۔ بعد ازاں اور سرداروں کے ساتھ وہ کلو اور کانگڑے کو بھیجا گیا۔ وہ

جنگ اٹک میں لڑا اور ۱۸۱۴ء کی پُر آفت مہم میں جو کشمیر پر ہوئی شامل تھا - یہ
دیوان جیون مل کے ساتھ رام دیال والی فوج کے ہمراہ شہزادہ کھڑک سنگھ کی طرف
سے گیا تھا۔ تھوڑے عرصے کے بعد پھر سردار فتح سنگھ جموں ایک بلوہ کے فرو کرنے
کے واسطے بھیجا گیا تھا۔ اِس میں وہ کامیاب ہوا اور سب سرغنوں کو لاہور میں پکڑ کر
لے آیا۔ لیکن بھیا رام سنگھ مختار و معتمد شہزادہ کھڑک سنگھ نے جو فتح سنگھ سے اس کے
اختیار اور رسوخ کے باعث نفرت کرتا تھا ایک تدبیر اس کے بدنام کرنے کی نکالی +

اس نے گلاب سنگھ اور دھیان سنگھ کو جو بعد میں بلقب راجہ ملقب ہوئے ترغیب
دیکر دو سرغنوں ترپڈہ ہوا اور ستھرا نامی کو جو اُن کے چچا میاں موتا کے قتل میں شریک
تھے مروا ڈالا اور باقی سرکشوں کو چھڑوا دیا جو اپنی پہاڑیوں کو چلے گئے اور دوبارہ جا کر
پھر فساد کیا۔ چنانچہ جیسے بھیا رام سنگھ کو توقع تھی شہزادہ اِسوجہ سے بہت خفا ہوا اور
جو جاگیر اس نے فتح سنگھ کو دی تھی ضبط کر لی۔ مگر مہاراجہ نے اِس معزز سردار کی اِس
بے حرمتی پر رحم کیا اور اس کو ۵ ہزار روپئے کی جاگیر مع ۵ ہزار روپئے نقد بشرط
اور اسے خدمات ۱۲۵ سوار عطا کی۔ ۱۸۱۸ء میں ملتان میں قلعہ کوٹ باجے خاں کا سر
کرنا اِس سردار کو سپرد ہوا اور یہ اس خدمت میں کامیاب ہوا۔ ۱۸۱۹ء میں وہ مہم
کشمیر میں شامل رہا اور دوسرے سال اپنی محلان کی جاگیر کے ملاحظہ کے واسطے ستلج
کے پار گیا۔ مہاراجہ نے جو راولپنڈی کی طرف کوچ کر رہے تھے اس کو طلب کیا مگر
اس نے فقط اپنے بیٹے سردول سنگھ کو مع اپنی سپاہ کے بھیجدیا۔ اس طریق سے
مہاراجہ کو غصہ آیا اور اُس نے اِس شبہ سے کہ سردار مذکور انگریزوں سے کچھ سازش
کرنے میں مصروف ہے اس کی کل جاگیر سواے مانانوالہ کے ضبط کر لی +

دسمبر ۱۸۲۱ء میں جب قلعہ منکیرہ فتح ہوا اور اس مہم میں فتح سنگھ نے بہت
بہادری دکھلائی تو وہ پھر مورد الطاف ہوا اور اس کو نئی جاگیریں عطا ہوئیں اور

وہ قلعہ مفتوحہ کا کمان افسر مقرر ہوا۔ ۱۸۲۳ء میں وہ مہاراجہ کے ہمراہ پشاور گیا اور بعدازاں شاہزادہ شیر سنگھ اور کھڑک سنگھ کی دو مہموں میں جو ٹبوں پر ہوئی تھیں شامل رہا اور اس عرصے میں اس کا بیٹا بجائے اس کے سنگیرہ میں کام دیتا رہا +

۱۸۲۹ء میں پھر سردار فتح سنگھ شہزادہ کھڑک سنگھ کی خدمت میں مامور ہوا اور دو سال کے بعد اُس کا بیٹا سنگیرہ سے طلب کیا گیا اور ایک ٹرپ سواروں پر کمان افسر ہوا۔ ۱۸۳۱ء میں وہ شاہزادہ شیر سنگھ اور جنرل ونتورا کے ہمراہ مشہور سید احمد کے خلاف بھیجا گیا۔ اس سید کا افغانان آنروے سندھ پر اقتدار نہیں رہا تھا اور وہ بالاکوٹ واقع ہزارہ میں آپڑا تھا اور وہاں اُس کو اقوام دھمتور اور پکھلے اور اپنے ہندوستانی معتقدین سے مدد ملنے کا بھروسا تھا۔ یہاں سید پر سکھوں نے حملہ کرکے قلعہ بالاکوٹ فتح کرلیا اور سید خود مع اکثر ہمراہیوں کے قتل ہوا اگرچہ جو لوگ اُسکے پیرو اور معتقد تھے اُنہوں نے بعدازاں یہ مشہور کیا کہ وہ بچ کر نکل گیا اور دریا نے اسکو راستہ دے دیا۔ ۱۸۳۴ء میں یہ سردار شاہزادہ نونہال سنگھ کے ساتھ پشاور گیا اور بعدازاں بنوں ٹانک اور پشاور میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات تک خدمات کرتا رہا۔ جب یہ واقع ہوا تو فتح سنگھ نونہال سنگھ کے ساتھ پشاور میں تھا اور سردول سنگھ ٹانک میں — نئے مہاراجہ نے سردار کو نئی جاگیر کوٹ بارنیجاں ضلع گوجرانوالہ میں جمعی تئیس ہزار روپئے کی عطا کی اور یہ ملا کر اُس کے پاس ۳۲۰۰۰ روپئے کی جاگیر ہو گئی اور سو سواروں کی نوکری اُس کے ذمہ مقرر ہوئی +

سردول سنگھ جنرل ونتورا کے ماتحت ۱۸۴۰ء میں منڈی کی لڑائیوں میں خدمات کرتا رہا اور کملاگڈھ کے محاصرہ اور تسخیر میں شامل رہا۔ اپریل ۱۸۴۱ء میں فتح سنگھ سات سو سواروں کے ساتھ دس لاکھ روپئے کے پہنچانے کے واسطے جو کابل جاتا تھا فیروزپور سے پشاور تک گیا۔ فروری ۱۸۴۵ء میں راجہ لعل سنگھ اپنے حریف سردار

جواہر سنگھ کی بہت سی تکرار کے بعد جس کو وہ لاہور میں پیچھے چھوڑ جانے سے ڈرتا تھا فوج نے کر جموں کو راجہ گلاب سنگھ کے برخلاف جانے پر رضامند ہوگیا۔ فتح سنگھ اُن سرداروں میں سے ایک تھا جسے اُس نے اپنے ساتھ لے جانے پر اصرار کیا تھا۔ فوج کے ساتھ شامل ہونے کے بعد لعل سنگھ نے فتح سنگھ کو مع چند اور شخصوں کے نامہ و پیام کے لئے بھیجا۔ گلاب سنگھ سفیروں سے باعزاز تمام پیش آیا اور چند روز تک راجہ اُن کو دم دیتا رہا کبھی اطاعت کا اقرار کرتا تھا اور کبھی کہتا تھا کہ مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ ایسی دمبازیاں ایسے موقعوں کے واسطے راجہ گلاب سنگھ کو بہت یاد تھیں۔ آخرکار سفیر گلاب سنگھ سے یہ وعدہ لے کر کہ جو عہدنامہ میری معتمد موجودہ لاہور کریں میں اُس پر قائم رہونگا واپس آئے۔ لاہور سے جتنے روپئے کا دعوے ہوا تھا اُس سے اس نے انکار کیا مگر یہ بات کہی کہ اگر وہ رقوم ثابت ہوجائینگی تو میں دے دونگا اور یہ درخواست اِسی غرض سے کی کہ وزیر بچنا[1] ہیرانند اور گنپت راے میرے بھتیجے ہیرا سنگھ کے معتمد جن کے اعتبار پر یہ دعوے کیا گیا ہے میرے پاس بھیج دئے جائیں۔ چنانچہ ان تین آدمیوں کو

[1] مہاراجہ شیر سنگھ کی وفات تک بچنا جو جنڈیالہ پرگنہ شیخوپورہ کا ایک جٹ تھا راجہ ہیرا سنگھ کے پہاڑی علاقہ کا پنڈت جلا کے ماتحت ناظم تھا۔ جب ہیرا سنگھ کی وزارت پر پنڈت جلا لاہور کو گیا تو پہاڑی علاقہ میں بچنا اس کی جگہ وزیر کے خطاب سے مامور ہوا۔ جب راجہ گلاب سنگھ نے ۱۸۴۴ء میں دربار کو علاقہ جسروٹہ دے دیا تو بچنا خزانہ دینے کو وہاں رہا اور بعد ازاں وہ لاہور بلایا گیا۔ یہاں اُس نے سنا کہ سکھوں کی زیادتیوں کے سبب پہاڑی لوگ نہایت ناراض ہیں تو اُس نے اپنے واسطے دوبارہ منصب نظامت جسروٹہ ماتحت دربار حاصل کیا اور وہ وہاں جارہا تھا کہ راہ میں سے جموں کو بلایا گیا۔ یہ لائق آدمی تھا اور پہاڑ کے لوگ اس کو بہت عزیز رکھتے تھے کیونکہ وہ آدمی ایماندار تھا اور ملائمت سے حکومت کرتا تھا۔

سے کر یہ سفیر پھر جموں کو گئے ❖
فتح سنگھ مان کے علاوہ سفارت جموں میں بابا میاں سنگھ جو ایک نہایت پرہیز گار بوڑھا بیدی تھا۔ رتن چند دوگل جو منشیوں میں بہت معزز تھا اور سردار شیر سنگھ اٹاریوالہ ایک ساتھ گئے۔ چند روز تک یہ سب آدمی جموں میں رہے مگر کوئی معاملہ طے نہیں ہوا کیونکہ راجہ گلاب سنگھ سکھوں کی فوج کے ساتھ جن کی پنچائتیں بھی اس وقت جموں میں تھیں علیحدہ عہد و پیمان کر رہا تھا ❖
آخر کار ۲۸۔ فروری کو وزیر جپنا اور راجہ میں سخت تکرار ہوئی اور راجہ نے چار لاکھ روپیہ بطور پیشگی واجبی دعوے کے پورا پورا روپیہ ادا کر دینے کے اقرار پر دیا اور سفیر رخصت ہوئے۔ ایک کانٹوں کی باڑ کے پاس سے گذرتے ہوئے جو شہر جموں کے گرد لگا دی گئی تھی راجہ کی فوج نے سفیروں پر باڑ سر کی۔ سردار فتح سنگھ اور وزیر جپنا وہیں مارے گئے اور دیوان گنپت رائے جو ان کے ساتھ ایک ہی ہاتھی پر سوار تھا سخت زخمی ہوا اور دوسرے روز مر گیا۔ راجہ گلاب سنگھ نے اپنی بے گناہی اور افسوس ظاہر کیا کہ یہ معاملہ بلا میری خواہش اور حکم کے واقع ہوا ہے۔ بابا میاں سنگھ۔ شیر سنگھ اور رتن چند کو اس نے برائے نامہ و پیام اور بطور یرغمال جموں میں رکھ چھوڑا ❖
اس امر میں کہ راجہ گلاب سنگھ نے ان سفیروں کے قتل کی تدبیر کر رکھی تھی کچھ بھی شک نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس کو سردار فتح سنگھ سے کچھ عداوت نہ تھی مگر یہ سردار اسی ہاتھی پر سوار تھا جس پر وہ شخص تھا جس کے قتل کرنے کا اس نے پختہ ارادہ کر لیا تھا اور جیسا میاں اُتم سنگھ نونہال سنگھ کے ساتھ قتل ہوا تھا اسی طرح فتح سنگھ وزیر جپنا کے ساتھ مارا گیا۔ جب جپنا جسروٹہ کا ناظم مقرر ہوا تو گلاب سنگھ نے یہی سمجھا کہ اس تقرر سے گویا وہ علاقہ پھر میرے قبضے میں آ گیا۔ مگر اس کی یہ امید پوری نہیں ہوئی۔ پنڈت جلا نے جپنا کو گلاب سنگھ سے متنفر اور بدظن کر دیا تھا اور جب وہ سفیروں

کے ساتھ شامل ہو گیا تو راجہ گلاب سنگھ نے دیکھا کہ جس کو میں اپنا دوست سمجھتا تھا حقیقت میں وہ بالکل دربار کا خیر خواہ ہے۔ وہ جانتا تھا کہ بچنا کی دشمنی سے مجھے بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے کیونکہ بچنا کو پہاڑی ایسا عزیز سمجھتے تھے کہ یہ ممکن تھا کہ گلاب سنگھ کی راجپوت سپاہ کو وہ بالکل سکھوں کی طرف پھیر لیتا اور اس سبب سے راجہ گلاب سنگھ نے اسکے قتل کر ڈالنے کا ارادہ ٹھان لیا ❋

سردار فتح سنگھ کی موت کا سرداروں کو بہت غم و اندوہ ہوا اور فوج اگر چاہتی تو فتحسنگھ کی موت کو گلاب سنگھ سے جنگ کرنے کا بہانہ بنا لیتی مگر درحقیقت فوج اس زمانے میں سرداروں کی کچھ پرواہ نہ کرتی تھی اور بالخصوص فوج کو فتح سنگھ جیسے پرانے زمانے کے سردار کی جو فوج آئین کو نہایت خوفناک بدعت سمجھتا تھا اور جس کے خیالات اور سب باتیں بڑے مہاراجہ کے زمانے کی تھیں مطلق پرواہ نہ تھی ❋

دو مہینے بعد جب راجہ گلاب سنگھ کو لاہور لایا گیا تو منجملہ ۶۸ لاکھ روپئے کے جو اس کے ذمے واجب الادا تھے ۱۱ لاکھ روپیہ سردار فتح سنگھ کے خون بہا کی بابت تھا ❋

مئی سنہ ۱۸۴۵ء میں سردار جواہر سنگھ نے ۳۰۰۰۰ ہزار روپیہ کی جاگیر جو مہاراجہ کھڑک سنگھ نے سردار فتح سنگھ کو دی تھی ضبط کر لی۔ اسوقت سردار سردول سنگھ حسن ابدال میں تھا اور اسی سال اگست میں سردار مذکور نے مع سرداران اٹاریوالہ اور دیگر سرداران کے شہزادہ پشورا سنگھ سے قلعہ اٹک واپس لے لیا۔ یہ سردار ستلج کی لڑائی میں لڑا اور اگست سنہ ۱۸۴۶ء میں راجہ لعل سنگھ وزیر نے بغیر کسی ظاہری وجہ کے اس کی کل بقیہ جاگیر سواے مانانوالہ جمعی تین ہزار روپئے کے ضبط کر لی۔ سردول سنگھ شملے کو میجر ہنری لارنس صاحب کی خدمت میں اپیل کرنے گیا اور وہاں سے صاحب موصوف کے ہمراہ لاہور کو واپس آیا۔ لعل سنگھ کی معزولی اور جلاوطنی کے بعد سردار فتح سنگھ کے قرضخواہوں نے سردار سردول سنگھ پر اس کے باپ کے قرضہ سوا لاکھ روپئے کے ادا

کرنے کا تقاضا کیا اور میجر لارنس صاحب نے دربار سے سفارش کرکے سردول سنگھ کو ۲۲۰۰۰ روپیہ کی جاگیر بشرط ادائے خدمات تیس سوار دلوادی۔ مگر ان میں سے ۲۰ سواروں کی ملازمت پانچ برس تک معاف ہونے کی شرط کی گئی تاکہ اس نوکری کے عوض کا روپیہ جو چھ ہزار ہوتا تھا قرض کے ادا کرنے میں صرف کیا جائے۔ الحاق کے وقت اس خاندان کی ذاتی جاگیر جو ساڑھے دس ہزار روپئے کی تھی۔ حین حیات کے لئے واگذار ہوئی۔ منجملہ اس کے تین ہزار روپئے کی اس طرح پر دوامی کی گئی۔ کر ۱۴۴۷ روپئے کی سردول سنگھ کی اور ۱۵۵۳ روپئے کی جوالا سنگھ کی اولاد نرینہ کے نام رہے۔

سردار جوالا سنگھ جس کی سردول سنگھ کے ساتھ ان بن تھی ۱۸۵۶ء میں فوت ہوگیا۔ اِن کی بہن بی بی کا کو جس کی شادی سردار اجیت سنگھ سندھانوالیہ کے ساتھ ہوئی تھی اپنے شوہر کی وفات جو ستمبر ۱۸۴۳ء میں قلعہ لاہور میں ہوئی سن کر اس کے کپڑوں کے ساتھ نورنگ آباد میں ستی ہوگئی۔ ۱۸۴۸ء کے مفسدہ میں سردار سردول سنگھ سرکار کا وفادار رہا اور ۱۸۵۷ء میں اگرچہ وہ تنگ دست تھا مگر تاہم اپنی حیثیت کے مطابق اس نے ہندوستان میں خدمات بجالانے کے لئے سوار بھرتی کئے۔

سردار سردول سنگھ مان نے ۱۸۸۱ء میں انتقال کیا۔ کچھ عرصے سے بوجہ مصروفیت کاروبار خانگی اس نے عامۂ خلائق کے کاموں میں چنداں شوق ظاہر نہیں کیا۔ وہ عجیب طبیعت کا آدمی تھا چنانچہ اکثر وہ اپنے بیٹوں اور دیگر رشتہ داروں سے ناراض ہوجاتا تھا۔ اس کی ۷۵۰۰ روپئے کی جاگیر میں سے ۱۴۴۷ روپئے کی جاگیر اُس کے دو بیٹوں پرتاب سنگھ اور جیون سنگھ کے نام برقرار رہی باقی ضبط سرکار ہوگئی۔ علاوہ اِس کے سردول سنگھ کے بیٹوں کے پاس حقیت جدی مواضعات مانانوالہ اور مہوکا واقع ضلع امرتسر میں حصہ میں اور ایک باغ جو امرتسر میں ہے اس پر بھی یہی قابض ہیں۔ نیز موضع مانانوالہ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں جو ان کے باپ نے آباد کیا

تھا اِن کا حصہ ہے ٭

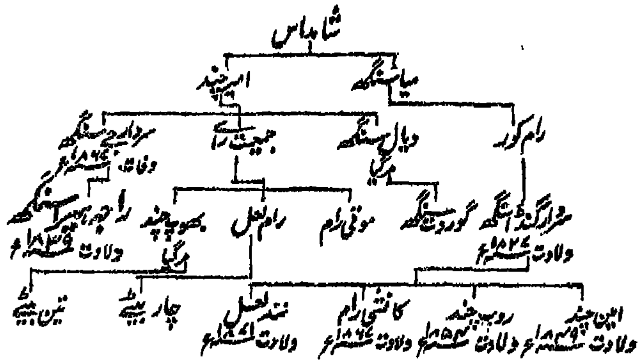
پرتاب سنگھ کے بیٹے مہتاب سنگھ کی شادی ارجن سنگھ ساکن روپڑ ضلع انبالہ کی لڑکی سے ہوئی۔ مہتاب سنگھ بے علم آدمی ہے اور عوام الناس کے کاموں سے اُس کو رغبت نہیں ہے ٭

جیون سنگھ نے دو بیاہ کئے مگر اُس کے کوئی اولاد نہیں ہے۔ اُس کی ایک بیوی سردار فتح سنگھ جالندھروالہ کی بیٹی تھی اور دوسری سردار اُتم سنگھ ڈپٹی انسپکٹر پولیس ضلع منٹگمری کی لڑکی تھی ٭

سردار راجا سنگھ اور ہیرا سنگھ اپنے باپ سردار جوالا سنگھ کی وفات پر اُس کے وارث ہوئے اور ۳۲۵۰ روپئے کی جاگیر جو اُن کے جدی موضعات مانانوالہ اور مہوکا میں تھی اُن کے نام بحال رہی۔ راجا سنگھ ۱۸۸۳ء میں فوت ہوگیا۔ اُس کا اکلوتا بیٹا گوربخش سنگھ اُسکا وارث ہوا ٭

ہیرا سنگھ ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر اور امرتسر کے لوکل بورڈ کا چیرمین ہے۔ کابل کی گذشتہ مہم کے واسطے جب باربرداری کے جانور خریدے جاتے تھے اور نیز دیگر موقعوں پر اُس نے عمدہ خدمات کیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ اِس وقت اِس معزز پرانے خاندان میں صرف یہی ایک معزز آدمی باقی رہ گیا ہے۔ حضور وائسراے کے دربار میں اِس کو کرسی ملتی ہے ٭

راجہ ہیرا سنگھ[1] ہیرا پوریہ



راجہ ہیرا سنگھ قوم کا گوندر سود سکھ ہے۔ اِس کا اصلی وطن موضع ہیرا پور ہے جو تحصیل ترنتارن میں موضع جھبال کے متصل راجہ ہیرا سنگھ نے خود آباد کیا تھا۔ اِس کا دادا عہد خالصہ میں ایک معمولی محرر تھا۔ راجہ ہیرا سنگھ کے والد سردار جے سنگھ نے اوّل ہی اوّل سپاہ گری اختیار کی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فرانسیسی رجمنٹ میں جمعدار ہوا۔ [illegible]ء میں جب بمقام پشاور سکھوں کی باغی فوج نے لارنس صاحب پر حملہ کیا اُس وقت جے سنگھ نے خوب داد شجاعت دی اور وہ اوّل پنجاب کے غیر آئین رسالے میں رسالدار مقرر ہوا۔ یہ رسالہ سر ہنری ڈیلی کے ماتحت تھا اور انہوں نے ہی اِس کو بھرتی کیا تھا۔ کئی سرحدی مہموں میں صاحب موصوف نے جے سنگھ کی بہادری کی تعریف کی چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ "جے سنگھ سے بڑھ کر کوئی جوانمرد فوج میں نہیں ہے اور میری نظر سے اُس سے زیادہ لائق اور تجربہ کار افسر نہیں گذرا"۔ جرنیل جان واٹسن صاحب جے سنگھ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "وہ بڑے لائق اور قابل افسروں میں سے ہے اور مثل اُس کے دیانتدار اور راست باز میرے دیکھنے میں کم آیا ہے

[1] جلد مشہورہ سر گرفن صاحب میں اِس خاندان کا حال درج نہیں +

تمام مفسدہ میں محاصرہ دہلی سے لے کر لکھنؤ کے الحاق تک وہ برابر میرا داہنا بازو رہا ہے" سر جیمس ہوپ گرنٹ صاحب جو لکھنؤ میں رسالجات کے کمان افسر تھے اور سر کالن کیمبل کمانڈر انچیف بھی مندرجہ بالا تعریفات کی گرم جوشی کے ساتھ تائید کرتے ہیں۔ مفسدے کے اختتام پر سردار جے سنگھ اودھ میں چوتھے رسالہ پولیس کا کمان افسر مقرر ہوا۔ علاوہ معمولی جنگی پنشن اور آرڈر آف مرٹ اور برٹش انڈیا کے تمغے جیمس دیہات علاقہ جھدان ضلع بھڑائچ میں عطا ہوئے۔ جے سنگھ ۱۸۶۶ء میں فوت ہو گیا۔

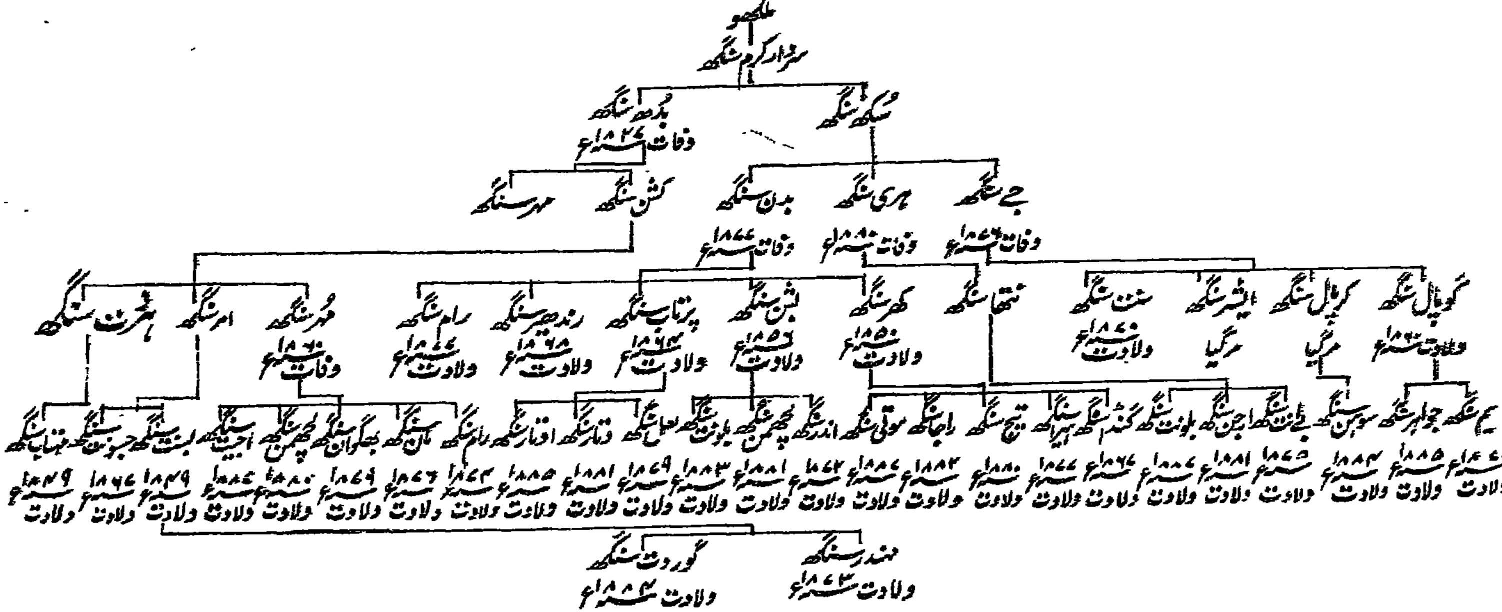
اُس کا بیٹا ہیرا سنگھ بھی ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کا کچھ کم خدمت گزار ثابت نہیں ہوا ہے۔ ۱۸۵۵ء میں وہ اپنے باپ کے رسالہ میں وفعدار کیا گیا۔ مفسدے کے آغاز میں وہ جمعدار مقرر ہوا اور اختتام بغاوت پر اُسے رسالداری کے عہدے پر ترقی دی گئی۔ اکثر ضروری موقعوں پر وہ شامل رہا اور تسخیر دہلی و لکھنؤ کے وقت بھی موجود تھا اور اُس نے آرڈر آف مرٹ کا تمغہ حاصل کیا۔ مہم چین کے لئے اُس نے اپنی خدمات پیش کیں اور وہ فین صاحب کے رسالہ میں رسالدار کیا گیا اور اُس سے نمایاں خدمات ظہور میں آئیں۔ اپنے باپ کے انتقال پر اُس نے نوکری چھوڑ دی اور جاگیر تعلقداری واقع اودھ کے ترقی دینے میں مصروف ہوا۔ چنانچہ اُس نے اسّی ہزار بیگہ اراضی علاقہ پرتھاپور تحصیل نان پارہ ضلع بھڑائچ میں خرید کی۔ ہیرا سنگھ سرکاری جمع وقت معینہ پر ادا کرنے اور اپنے مزارعان کے ساتھ رعایت کے ساتھ برتاؤ رکھنے میں ایک ضرب المثل زمیندار ہے۔ تحصیل ترنتارن میں موضع ہیرا اور بھی اُس نے زر خرید کیا ہے۔ پنجاب اور اودھ میں وہ غربا کے ساتھ سلوک کرنے اور نیک خیراتی کاموں میں دل کھول کر مدد دینے کے باعث نامور ہے۔ اُس نے ایک معقول رقم محض اسی کام کے واسطے علیحدہ رکھی ہے جس کے سود سے کونین خرید ہو کر اُس کے تعلقے کے باشندوں کو جو مرض بخار میں مبتلا ہوں تقسیم ہوتی ہے۔ اس نے اپنے اصلی وطن

موضع جبھال کے باشندوں کی آسایش کے واسطے بیس ہزار روپئے کے صرف سے ایک عالی شان تالاب تعمیر کرا دیا ہے اور اس کی مرمت کے واسطے دس ہزار روپیہ خزانہ سرکار میں جمع کر دیا ہے۔ بھڑانچ اور نیپال گنج میں اس نے بہت کام عامہ خلائق کی آسائش و آرام کے لئے کئے ہیں جس سے وہ اس ملک کے باشندوں میں دیگر پنجابی زمینداروں سے زیادہ ہر دل عزیز اور قابل قدر بن گیا ہے ؎

ستمبر ۱۸۸۸ء میں سر اکلنڈ کالون لفٹننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی کی سفارش پر ہز ایکسیلنسی مارکوئس آف ڈفرن نے سردار ہیرا سنگھ کو خطاب راجگی عطا فرمایا۔ جنرل والڈ فیبن جو افسران سرکار انگریزی میں سے غالباً سب سے زیادہ ہیرا سنگھ سے واقف تھے۔ اس کی نسبت حسب ذیل لکھتے ہیں۔ "میرے ہندوستانی واقفوں میں کوئی ایسا آدمی نہیں جس کی میں ہیرا سنگھ سے زیادہ صحیح تعریف کر سکوں اس کی علیحدگی کا رنج میری رجمنٹ کے ہر ایک افسر اور سپاہی کو ہے۔ محاصرہ دہلی اور بعد ازاں تمام مہم ۱۸۵۸ء میں اس نے بہادری کے ساتھ نمایاں خدمت کی۔ غیر ملک چین کے جنگ میں خدمات کرنے کے واسطے اس نے سب سے پہلے درخواست کی اور فیبن رسالے کے بھرتی کرنے میں اس نے مجھے بڑی امداد دی۔ میں اپنی رجمنٹ میں سے اور ہر شخص کو دے سکتا ہوں مگر ہیرا سنگھ کو نہیں دے سکتا۔ میں نے اس سے بڑھ کر صادق اور راست باز افسر نہیں دیکھا۔"

سردار [illegible] سنگھ جو خاندان کی دوسری شاخ سے راجہ ہیرا سنگھ کا چچا زاد بھائی ہے چند سال تک انیسویں بنگال رسالہ میں رسالدار رہا۔ اس کا بڑا بیٹا امین چند ریاست جموں کے ایک ضلع کا افسر ہے اور اس کے دوسرے دو بیٹے ریاست کپورتھلہ میں ملازم ہیں ؎

سردار ہردت سنگھ بہادر چینہ



اِس خاندان کے ایک بزرگ ہیرو نے جو قوم کا گل جاٹ تھا۔ موضع چھینہ جو راجہ سانسی ضلع امرتسر سے قریب پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے سنہ ۱۶۰۰ء کے قریب آباد کیا تھا۔ اُس کے سب سے بڑے بیٹے وادو نے ایک دوسرا گاؤں اُسی نام سے جنتروال کے پاس آباد کیا اور یہاں اُس کی اولاد آج تک آباد ہے۔ اِس خاندان کے آدمی ملکھو کے زمانے تک جو تارا سنگھ[1] کی مسل کے ساتھ شامل ہو گیا معمولی کسان تھے۔ ملکھو کے پانچ بیٹوں میں سے سب سے زیادہ نامی کرم سنگھ ہوا جس کو تارا سنگھ نے جس کے کوئی اولاد نہ تھی متبنے کر لیا تھا۔ تارا سنگھ کے مرنے کے بعد کرم سنگھ بھنگی مسل کے ساتھ ہو گیا اور فیروز کی۔ کالے کی۔ روڑکی اور باجرا پر جو ضلع سیالکوٹ میں ہیں قبضہ کر لیا۔ اِس کے علاوہ اُس کے قبضہ میں چھینہ اور دیہات ملحقہ رہے۔ رنجیت سنگھ کے مقابلے میں تمام بھنگی سرداروں نے ایک ایک کر کے اطاعت قبول کر لی اور رجے سنگھ بھی اُن کے ساتھ سب کچھ کھو بیٹھا اور سارا علاقہ اُس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ مگر تھوڑے ہی عرصے کے بعد اُس کو چھینہ۔ نگراں اور فیروز کی جن کی ۵۰۰۰ روپے بعوض ادائے خدمات ننگر سواروں کے واپس مل گئے۔ جے سنگھ اپنے دونوں بیٹوں سکھا سنگھ اور بُدھ سنگھ کو ساتھ لے کر بہت لڑائیوں میں لڑتا رہا مثلاً ملتان کشمیر اور پشاور۔ اُس کی وفات کے بعد جاگیر اُس کے بیٹوں کو برابر حصّوں میں ملی۔

جو انقلاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد ہوئے اُن میں اِن کی جاگیر سالم بنی رہی مگر سنہ ۱۸۴۶ء میں راجہ لعل سنگھ نے اس کو گھٹا کر ۱۲ ہزار چھ سو روپے کی کر دی اور ۲۵ سواروں کی نوکری کی شرط لگا دی۔ دو سال بعد اِس خاندان کے اکثر سردار مفسدوں میں شامل ہو گئے جو راجہ شیر سنگھ کے ماتحت تھے اور اُن کے ہمراہ تمام لڑائی میں لڑتے رہے۔ اِسلئے الحاق کے بعد جے سنگھ۔ مہر سنگھ۔ ہر سنگھ۔

[1] عرف تارا سنگھ شہید۔

ہرودت سنگھ - امر سنگھ - عطر سنگھ اور فتح سنگھ کے حصے ضبط ہوگئے اور ہر ایک کو
۲۴۰ روپئے کا وظیفہ حین حیات کے لئے ملا - جو حصے ضبط ہوئے وہ پندرہ ہزار
سات سو پچیس روپئے کے تھے - صرف بدن سنگھ اور مہاں سنگھ کے پاس جو نمک حلال
رہے تھے اُن کے حصے واگذار رہے جن کی جمع ۵۷۷۵ روپئے تھی جس میں ۱۶۵۰ ذاتی
تھے اور ۴۱۲۵ بعوض حق الخدمت ۔

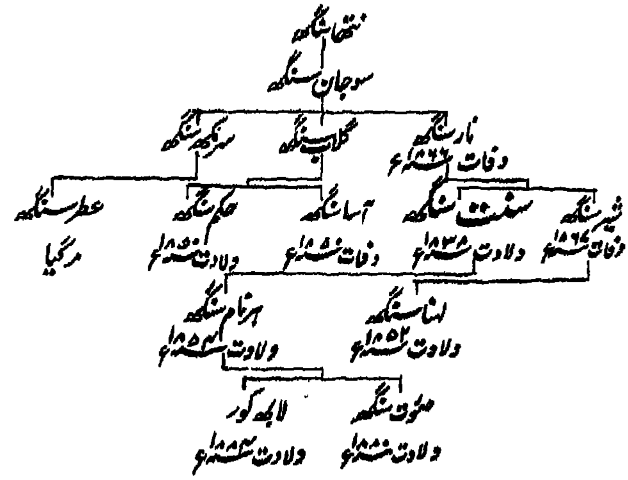
سنہ ۱۸۵۷ء کے مفسدے میں جے سنگھ - ہرودت سنگھ اور امر سنگھ ہڈسن صاحب کے رسالہ
میں بھرتی ہوئے - جے سنگھ رسالدار اور ہرودت سنگھ جمعدار ہوا اور فروری سنہ ۱۸۵۹ء
تک اُس نامی رسالہ میں نوکری کرتے رہے جبکہ عام تخفیف کے باعث امر سنگھ اور
جے سنگھ برطرف کئے گئے - جے سنگھ کو تین سو روپئے کی جاگیر تا حین حیات لی اور
امر سنگھ کو پچاس گھماؤ اراضی رکھ اوٹیاں تحصیل اجنالہ میں معافی میں ملی ۔

ہرودت سنگھ اب تک نویں بنگال رسالہ میں رسالدار میجر ہے اور اس کو خطاب سردار بہادر کا ملا ہوا
ہے - جب سنہ ۱۸۷۶ء میں سردار جے سنگھ مرگیا تو اُس کی جگہ ہرودت سنگھ واشمر بنگل
درباری ہوا اور اب بھی اِس خاندان کا سرگروہ ہے - اس کا بیٹا مہتاب سنگھ چھٹے
بنگال رسالہ میں رسالدار ہے - سنہ ۱۸۸۲ء کی مہم مصر کی خدمات کے صلے میں مہتاب سنگھ
کو سردار بہادر کا خطاب عطا ہوا - سردار ہرودت سنگھ کا بھتیجا پرتاب سنگھ سولھویں بنگال
رسالے میں دفعدار ہے - سردار جے سنگھ کی جاگیر اور پنشن اُس کے انتقال پر سنہ ۱۸۷۶ء
میں ضبط ہوگئی - اُس کی بیوہ کو بارہ سال کے واسطے ایک سو بیس روپئے سالانہ
کی پنشن نابالغوں کی پرورش کے لئے بطور امداد دی گئی - اسے مرتے دو سال ہوئے
ہیں - اسی طرح سردار ہرودت سنگھ کے مواجب بھی سنہ ۱۸۸۰ء میں بند ہوگئے اور اسکے
بیٹے نتھا سنگھ کے واسطے ایک سو بیس روپئے سالانہ مقرر ہوا - سردار بدن سنگھ سنہ ۱۸۶۲ء
میں پانچ لڑکے چھوڑ کر مرگیا - سرکار نے اُن کے باپ کی جاگیر واقع موضعات سینہ

وجہ ایک ثلث چار سو روپے سالانہ آمدنی کی اُن کے نام برقرار رکھی۔ اس کا بڑا بیٹا کہر سنگھ امرتسر کے ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر ہے ✤

اس خاندان کا سرداران ٹھنگہ۔ کندولہ اور راجہ سانسی ضلع امرتسر کے ساتھ شادی بیاہ کا رشتہ ہے اور اسوقت اس کو بہت کچھ مقامی رسوخ حاصل ہے ✤

سردار سنت سنگھ ائمہ والہ



سنہ ۱۷۳۰ء کے قریب نتھا سنگھ اوجل جاٹ نے اپنے وطن لکر کی واقع ضلع گورداسپور کو چھوڑکر امرتسر میں آکر ایک ویران گاؤں پھر آباد کیا جس کا نام اُس نے پرانے باشندوں کے حقوق کی کچھ پرواہ نہ کرکے ائمہ رکھا جس کے معنے حق زمینداری ہیں۔ اس کے بیٹے سوجان سنگھ کو ورثے میں فقط یہی گاؤں نہیں بلکہ اُس کے چچا دل سنگھ کی جاگیر بھی ملی جو سردار سیوا سنگھ اولکھ والے سے ایک تنازع میں مارا گیا تھا۔ یہ علاقہ وسیع تھا اور اس میں اسّی گاؤں ڈسکہ۔ سپرور اور اجنالہ کے پرگنوں کے شامل تھے؛

سنہ ۱۷۸۳ء[1] کی قحط سالی میں سوجان سنگھ نے چہار باجوہ واقع ضلع سیالکوٹ پر راجہ رنجیت دیو کے فرزند برج راج دیو سے چھین کر قبضہ کرلیا۔ وہ بھنگی مسل کے ساتھ شامل ہوکر سردار کرم سنگھ کے ماتحت لڑتا رہا تھا۔ سوجان سنگھ سنہ ۱۷۹۹ء میں مرگیا اور اُس کا سب سے بڑا بیٹا نار سنگھ جو اُس وقت کم سن تھا سردار گلاب سنگھ بھنگی کے ساتھ شامل ہوگیا جو اُس مسل کا رئیس تھا جو رنجیت سنگھ کے لاہور فتح کرنے کے بعد اس کی مخالف ہوگئی

[1] سنہ ۱۷۸۳ء کا ایسا سخت قحط تھا کہ پنجاب میں ویسا قحط کسی کی یاد میں نہیں ہے۔ تین ناقص سالوں میں سے یہ سال اخیر تھا ہزاروں آدمی فاقہ سے مرگئے اور بہت سے کشمیر اور ہندوستان کو چلے گئے۔ لوگوں میں یہ سال چالیسہ مشہور ہے کیونکہ یہ سال سنہ [illegible] تھا؛

تھی۔ رنجیت سنگھ کے اوپر ایک مہم کی تیاری ہوئی اور اس میں نار سنگھ بھی شریک ہوا مگر سردار گلاب سنگھ کثرت عیاشی سے کوٹھانی میں مرگیا اور مہم تتر بتر ہوگئی ٭

اس کے تھوڑے عرصے بعد ۱۸۰۲ء میں نار سنگھ رنجیت سنگھ کے ساتھ ہوگیا اور پنڈی بھٹیاں کی مہم میں اس کے ہمراہ گیا اور پھر بھنگی اور قلعہ کلر کی مہم میں شامل ہوا۔ اس چڑھائی کا جو دھ سنگھ اٹاری والہ نے بہت بہادری سے مقابلہ کیا۔ ۱۸۰۴ء میں نار سنگھ رنجیت سنگھ کے ساتھ راجہ سنسار چند کٹوچ کی لڑائی میں گیا۔ سنسار چند نے دوآبہ جالندھر کے ایک حصے پر تصرف کرلینا چاہا تھا مگر ہوشیارپور کے متصل اس کو شکست ہوئی اور وہ مجبوراً پہاڑ کو واپس چلا گیا۔ دوسری مہم جس میں نار سنگھ شریک رہا حافظ احمد خاں والیٔے جھنگ سے ہوئی تھی۔ جس میں حافظ احمد خاں اسیر ہوا اور اس کا علاقہ ضبط کیا گیا۔ ملتان پر جو پہلے ناکام مہم ہوئی اس میں نار سنگھ شریک تھا اور دونوں کشمیر کی مہموں میں دیوان رام دیال کے ماتحت شہزادہ کھڑک سنگھ کے ڈیرہ میں شامل تھا۔ کشمیر کی فتح پر اس کو چودہ ہزار روپئے کی جاگیر ساتہا علاقہ جموں میں ملی تھی۔ ۱۸۲۳ء میں وہ ٹیری کی لڑائی میں لڑتا رہا اور سردار ہری سنگھ نلوہ کے زیر حکم بمقام ناڑہ لڑا۔ ۱۸۳۵ء میں وہ سکھ فوج کے ساتھ زیر حکم شہزادہ کھڑک سنگھ اس مہم میں شریک ہوا جو ٹنکوٹ کے مزاریوں کے اوپر ہوئی تھی ٭

جب جواہر سنگھ وزیر ہوا تو نار سنگھ پر بڑی مہربانی ہونے لگی کیونکہ نار سنگھ کی دوسری شادی مہارانی جنداں کی ایک خالہ سے ہوئی تھی اور مہارانی جنداں جواہر سنگھ کی بہن تھی۔ اس کو ایک ہاتھی مع ہودج طلائی ملا اور وہ مولراجیہ رجمنٹ کا کمان افسر مقرر ہوا۔ اسیا تبا کے سردار کے ساتھ وہ سرکشوں کے اوپر بھیجا گیا جنہوں نے علاقہ پھالیہ ضلع گجرات تاخت و تاراج کر دیا تھا اور کیر صاحب کے گردوارہ کو جہاں گورونانک کیر یعنے چوہوں کی اکھاڑی ہوئی مٹی پر سوئے تھے لوٹ لیا تھا۔ سرکشوں کی جلد سرکوبی

ہوگئی اور مال غنیمت سے بہت کچھ واپس لیا گیا +

ستلج کی لڑائی میں نارسنگھ نے سردار رنجودھ سنگھ مجیٹھیہ کے ماتحت خدمات کیں ملتان کے مفسدے میں وہ مع اپنے فوجی دستے کے سرکار کا نمک حلال رہا اور رودھ مصر لیا رام سپرنٹنڈنٹ کانہائے نمک کے ماتحت پنڈ دادنخاں کو بھیجا گیا۔ جب راجہ دینا ناتھ چتر سنگھ کے پاس سے بینی رام واپس آ رہا تھا تو یہ بھی اس کے ہمراہ لاہور آیا۔ ۱۸۴۵ء میں سردار نارسنگھ کی بڑی جاگیر ضبط ہوگئی تھی تب سے اس کے پاس صرف ۲۲۰۰ روپئے کی جاگیر اور ۱۲۰۳ روپئے کا نقد وظیفہ رہا۔ ۱۸۴۹ء میں یہ جاگیر اس کے حین حیات تک واگذار رہی۔ وہ ۱۸۶۶ء میں فوت ہوگیا۔

نارسنگھ کا بھائی گلاب سنگھ مولراجیہ رجمنٹ میں پانچ سو روپئے سال کے مواجب پر نوکر رہا اس کی لڑکی کی شادی سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ سے ہوئی تھی مگر وہ شادی کے بعد چھ مہینے کے اندر ہی مر گئی۔ اس کا تیسرا بھائی سرمکھ سنگھ عالم شباب میں ہی مر گیا تھا۔

نارسنگھ کا بیٹا سردار سنت سنگھ اب اس خاندان کا سر کردہ ہے۔ جاگیر ضبط ہوگئی ہے اس واسطے سنت سنگھ تنگ حالت میں ہے۔ اس کی والدہ مسماۃ کشن کور کو جو ۱۸۸۴ء میں فوت ہوگئی دو سو چالیس روپئے سال کا ایک وظیفہ مراحم خسروانہ ملتا تھا۔ ہرنام سنگھ کی شادی سردار کاہن سنگھ روسہ ساکن ٹوڈر پور ضلع لاہور کی لڑکی سے ہوئی۔ یہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کی والدہ مہارانی جنداں کی بھتیجی تھی۔ سردار سنت سنگھ اور اس کا بیٹا ہرنام سنگھ ایمہ والہ میں رہتے ہیں جو ضلع امرتسر میں متصل موضع جھبال واقع ہے۔ اس کے پاس دو سو ایکڑ اراضی ملکیت میں ہے۔ وہ باوضع آدمی ہے اور عامۂ خلائق کے کاموں میں دلچسپی ظاہر کرتا ہے۔ وہ لوکل بورڈ کا ممبر اور اپنے گاؤں کا نمبردار ہے +

سردار سنت سنگھ وائسرےگل درباری ہے +

سردار ارجن سنگھ چاہل

کتھا سنگھ
|
کرم سنگھ
وفات ۱۸۲۳ء
|
گوربخش سنگھ
وفات ۱۸۳۶ء
|
جوالا سنگھ
وفات ۱۸۴۶ء
|
ارجن سنگھ
ولادت ۱۸۴۵ء
|
اقبال سنگھ
ولادت ۱۸۶۹ء

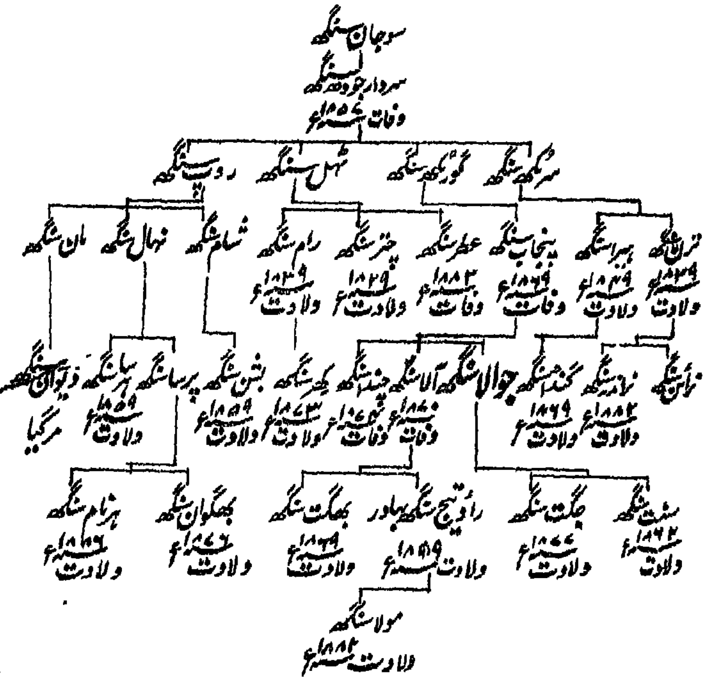
کتھا سنگھ چاہل جاٹ مع اپنے بھائیوں کے بھنگی سرداران لہنا سنگھ اور گوجر سنگھ کا نوکر تھا جنہوں نے ۱۷۶۴ء میں لاہور پر تصرف کر لیا تھا۔ اِن میں سے کوئی بڑے درجے کو نہیں پہنچا بلکہ چھوٹی چھوٹی جاگیریں بعوض ادائے خدمات اُن کو ملتی رہیں۔ کتھا سنگھ بہاولپور کی سرحد پر ایک معرکہ میں مارا گیا اور اُس کا بیٹا کرم سنگھ اُس کی جاگیر پر جو پانچ ہزار روپئے کی تھی قابض ہوا۔ چند سال تک کرم سنگھ بھنگیوں کی مِسل میں شامل ہو کر لڑائیوں میں لڑتا رہا اور اپنی شجاعت اور لیاقت کے سبب مشہور ہو گیا۔ ۱۷۹۹ء میں رنجیت سنگھ نے سردار لہنا سنگھ کے بیٹے چیت سنگھ سے لاہور چھین لیا۔ کرم سنگھ پہلے پہلے اپنے قدیم آقا کے نیک و بد میں شریک رہا جس کو رنجیت سنگھ نے ساٹھ ہزار روپئے کی جاگیر دی تھی لیکن جب اُس نے دیکھا کہ ایسے شخص کے ساتھ رہنے میں کچھ آئندہ کی بہتری کی توقع نہیں تو کرم سنگھ نے مہاراجہ کی ملازمت اختیار کر لی اور مہاراجہ نے اُس کو کئی گاؤں اجنالہ میں مرحمت فرمائے۔ تھوڑے ہی

عرصے میں کرم سنگھ مورد الطاف ہو گیا اور ایک مقتدر سردار بن گیا۔ پنڈی بھٹیاں اور
جھنگ کی مہموں کے بعد کرم سنگھ کو کئی نئے دیہات جاگیر میں ملے اور قصور کی مہم کے
بعد جس میں کرم سنگھ نے خصوصاً نمایاں کام کیا تھا رنجیت سنگھ نے اُس کو علاقہ دودہ
اور خانووال دیدئے۔ آخرکار کرم سنگھ کی جاگیر ڈیڑھ لاکھ روپیہ تک پہنچ گئی اور ڈھائی سو
سواروں کی خدمت اُس کے ذمہ مقرر کی گئی۔ اِس جاگیر میں وہ دیہات شامل تھے جو
آج تک ارجن سنگھ کے قبضہ میں ہیں۔ سردار کرم سنگھ ۱۸۲۳ء کی ٹیری کی لڑائی میں
جس میں یوسف زائی کے غازیوں نے سکھوں کو تقریباً شکست دے دی تھی ایک گولی
کے لگنے سے ایسا سخت مجروح ہوا کہ جانبر نہ ہو سکا۔ زخمی ہونے کے بعد سردار مذکور کو اسکے
خیمے میں لے گئے مگر وہ دوسرے ہی دن مر گیا اور اُس کی موت کا مہاراجہ اور فوج دونوں
کو بہت افسوس ہوا۔ یہ گورکھ پلٹن کا کمان افسر تھا۔ سردار کرم سنگھ کا پسماندہ بیٹا
گورمکھ سنگھ اُس کے بعد اُس کی کُل جاگیر پر قابض ہوا۔ یہ نوجوان پہلے کئی سال تک
اپنے باپ کے ماتحت خدمات کرتا رہا تھا اور ٹیری کی لڑائی میں لڑا تھا۔ جب دیوان
موتی رام دوسری مرتبہ کشمیر سے واپس بلایا گیا اور دیوان چونی لعل ناظم کشمیر مقرر ہوا تو
گورمکھ سنگھ اُس کی امداد کے واسطے کشمیر کو بھیجا گیا اور وہاں وہ دو سال رہا۔ ۱۸۲۹ء
میں گورمکھ سنگھ کوہاٹ بھیجا گیا تھا جہاں اُس نے عمدہ اور بہادرانہ کام کیا مگر اُسی سال
ماہ ستمبر میں وہ مرض ہیضہ میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا۔ جوالا سنگھ اپنے باپ کی وفات کے
وقت صرف چار سال کا تھا مہاراجہ نے اُس کی کُل جاگیر سوا تین ہزار روپئے کے
ضبط کر لی اور یہ راجہ ہیرا سنگھ کے اہتمام میں دی گئی۔ جوالا سنگھ خود ۱۸۴۶ء میں ۲۴
سال کی عمر میں ایک بیٹا ارجن سنگھ سات برس کا چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ اُس کے گذارہ
اور خاندان کے لحاظ سے مہاراجہ دلیپ سنگھ نے دو دیہات گڑھی اور لاہیاں جمعی اکہزار
روپیہ ارجن سنگھ کے نام واگذار کر دئیے اور الحاق پنجاب کے وقت یہ دونوں دیہات

ارجن سنگھ کے حین حیات واگذار ہوئے اور علاوہ ازیں اُسے دو کنوئیں موضع چاہل پرگنہ ترن تارن ضلع امرتسر میں ملے بعد ازاں یہ جاگیر دوام کے لئے واگذار رکھی گئی ؀

ارجن سنگھ کی جاگیر بندوبست ثانی کی تادست ۲۵۰۰ روپئے کی ہے۔ وہ اور اُس کا بیٹا اقبال سنگھ اب اِس خاندان کے رُکن ہیں۔ یہ سردار فہمیدہ اور عمدہ چلن کا آدمی ہے۔ یہ کئی برس سے ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر اور ترن تارن کے لوکل بورڈ کا میر مجلس ہے۔ یہ ایچیسن کالج کی کونسل کا بھی ممبر ہے اور اپنے ضلع میں ترقی تعلیم کے لئے اُس نے بہت کوشش کی ہے۔ سنہ ۱۸۸۸ء میں وہ امرتسر کا آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا۔ یہ واشمر ڈگل درباری ہے؀

سردار جوالا سنگھ رسولپوریہ[له]



سردار جوالا سنگھ کا بزرگ سوجان سنگھ شکرچکیہ مسل میں سے تھا۔ یہ ۱۷۶۰ء میں مانجھہ سے چلا گیا اور انبالہ اور بعدہ دوآبہ جالندھر میں اس نے ایک بڑا علاقہ پیدا کر لیا جس کی سالانہ جمع چوبیس ہزار روپے تھی۔ جودھ سنگھ رئیس کلسیہ نے اس کے بیٹے جودھ سنگھ کو علاقہ مولی ضلع انبالہ سے بے دخل کر دیا اور اس کے بعد اس خاندان کے بہت سے مقبوضات واقع ضلع ہوشیارپور اور جالندھر اس کے ہاتھ سے جاتے رہے۔ اسکا وطن رسول پور پرگنہ ترن تارن ضلع امرتسر تھا۔ جودھ سنگھ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے دس ہزار روپے سالانہ کی جاگیر جنگی خدمات کی معمولی شرط پر عطا کی تھی۔ ۱۸۴۹ء میں الحاق کے وقت صرف دو ہزار کی جاگیر اس کے پاس رہنے دی گئی باقی ضبط

[له] گرفن صاحب کی جلد میں اس خاندان کا حال درج نہیں ہوا

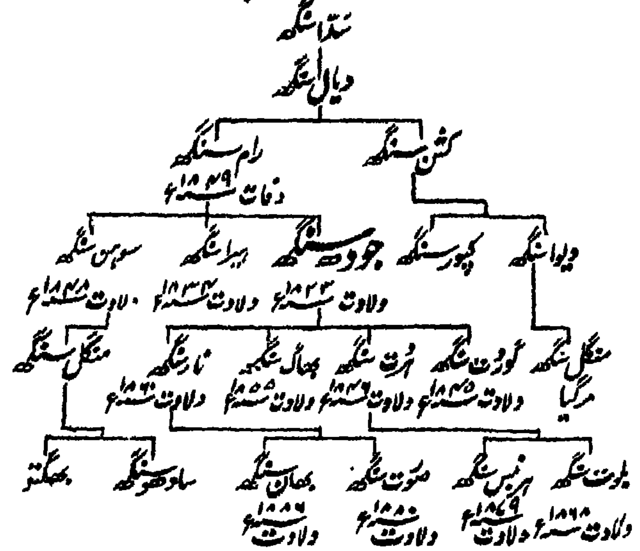
ہوگئی۔ موا ضعات روڑکی، سیچارا۔ اور سراے واقع پرگنہ گڈھ شنکر ضلع ہوشیارپور اس جاگیر میں شامل تھے۔ سنہ ۱۸۵۰ء میں جودھ سنگھ کی وفات پر یہ جاگیر ضبط ہوگئی۔ صرف موضع روڑکی کا حصہ جسکی جمع تین سو ساٹھ روپیہ سالانہ تھی بنظر ترحم اُس کے ورثا کے نام واگذاشت رہا۔ اسکا پوتا پنجاب سنگھ ایک برگزیدہ سپاہی تھا اور ۳۲ لڑائیوں میں شریک ہوا تھا۔ اُس کی بہادرانہ خدمات کے صلہ میں اُسے سرداری کا خطاب ملا۔ سکھوں کی سلطنت کے زوال سے پہلے وہ پندرہ برس تک مہاراجہ کے گھوڑ چڑھوں میں رہا اور الحاق کے تھوڑے سے عرصہ بعد جب پنجاب کا دوسرا غیر آئین رسالہ بھرتی کیا گیا تو پنجاب سنگھ اس کا رسالدار مقرر ہوا۔ اس عہدہ پر وہ سنہ ۱۸۵۸ء تک مامور رہا اور پھر اودھ پولیس کے پانچویں رسالہ کا کمان افسر کرکے تبدیل کیا گیا۔ سنہ ۱۸۶۰ء میں لفٹنٹ جنرل سر سیم براؤن صاحب نے اس کی نسبت یہ لکھا کہ کسی شخص نے پنجاب سنگھ سے بڑھکر بہادرانہ کام نہیں کئے جیسا وہ بہادر ہے ویسا ہی عقیل اور فہیم بھی ہے۔" سر ہوپ گرنٹ صاحب جو سنہ ۱۸۵۷ء میں رسالہ کے ایک حصہ کے کمان افسر تھے پنجاب سنگھ کو ایک بہادر اور جوانمرد سپاہی لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو کچھ اس کو انعام دیا جائے اُس کا یہ مستحق ہے۔ دہلی کے محاصرے میں یہ موجود تھا اور اس نے آخری حملہ میں حصہ لیا۔ بلندشہر اور علیگڈھ کی لڑائیوں میں وہ کرنیل گریٹ ہیڈ کے فوجی دستے کے ساتھ تھا۔ اس کے علاوہ وہ آگرہ اور کانپور کے قرب وجوار کی لڑائیوں میں خدمات انجام دیتا رہا اور لکھنؤ کے بچانے میں بھی اُس نے امداد دی۔ اس کی حسن خدمات کے صلے میں اُسے آرڈر آف میرٹ اور برٹش انڈیا کے تمغے ملے اور ملک اودھ کے ضلع کھیری میں اسے زمین عطا ہوئی جس کی جمع اُسوقت ۵۸۱۲ روپئے سالانہ تھی لیکن اب اس سے بہت زیادہ ہے۔ پنجاب میں رکھ سوکرچک پرگنہ ترن تارن ضلع امرتسر میں اسے سات سو ایکڑ زمین کے حقوق ملکیت دیئے گئے جس کا ۵۰۰۳ روپئے معاملہ قرار پایا۔

سردار جوالا سنگھ پنجاب سنگھ کا سب سے بڑا بیٹا ہے یہ رسولپور میں رہتا ہے اور اس گرد و نواح میں سربرآوردہ آدمی ہے۔ یہ ذیلدار اور ڈسٹرکٹ کمیٹی کا ممبر ہے۔ اس کا بڑا بیٹا سنت سنگھ ممالک متوسط کے رسالہ میں جمعدار ہے۔ اس کے دادا بھائی ٹہل سنگھ نے اودھ کی جنگی پولس میں بحیثیت جمعداری ایام غدر میں عمدہ خدمات کیں۔ اب یہ تھوڑی سی پنشن پاتا ہے۔ اس کا دوسری شاخ سے چچا نہال سنگھ اسی رسالہ میں رسالدار تھا۔ اسے پچاس روپئے کی دوامی جاگیر رکھ بروالی پور پرگنہ ترن تارن میں ملی۔ اس کا ایک بیٹا رسولپور میں نمبردار ہے*

جوالا سنگھ کا بھائی آلا سنگھ بھی ایک نامی سپاہی تھا۔ سنہ ۱۸۷۰ء میں جب کہ یہ رسالہ ممالک متوسط میں نوکر تھا دو بیٹے چھوڑ کر مر گیا۔ اس کے بیٹوں نے بھی مثل اس کے جنگی ملازمت اختیار کی۔ اس کا بڑا بیٹا تیج سنگھ گیارھویں بنگال لینسر میں رسالدار ہے۔ یہ سر ہنری لمسڈن صاحب کے ہمراہ سرحدی کمیشن میں گیا اور ہنگامہ پنج دہ کے متعلق اس نے عمدہ خدمات کیں جس کے صلے میں اسے راؤ صاحب کا خطاب ملا۔ اس کا چچا چندا سنگھ اسی رسالے میں وردی میجر تھا۔ تیج سنگھ کا بھائی بھگت سنگھ گیارھویں بنگال لینسر میں دفعدار ہے*

سردار جوالا سنگھ نے علاوہ اس اراضی کے جو اس کے باپ کو ایام غدر کی حسن خدمات کے صلے میں عطا ہوئی تھی چودہ مواضعات ضلع کھیری ملک اودھ میں جمعی پانچ ہزار پانسو روپئے خریدے ہیں۔ ضلع امرتسر میں اس کی ملکیت بہت تھوڑی ہے یعنے صرف پانسو بیگہ کے قریب زمین اس کے وطن رسولپور میں اس کے پاس ہے۔ رسولپور یہ سرداروں کا دریائے ستلج کے شمال میں بہت سے معزز خاندانوں کے ساتھ شادی بیاہ کا رشتہ ہے*

سردار جودھ سنگھ چھاپہ والہ



دیال سنگھ وادو باجرہ ضلع سیالکوٹ کا ایک غریب زمیندار تارا سنگھ کنھیہ کی فوج کے سواروں میں بھرتی ہوا تھا۔ کئی مہموں میں وہ اپنے آقا کی خدمات بجالایا اور اسے پانچہزار روپئے کی جاگیر پٹھانکوٹ کے علاقے میں ملی۔ تارا سنگھ کی وفات پر اسکے بیٹوں میں جانشینی کے بارے میں تنازع برپا ہوا ایک لڑائی میں جو اسی وجہ سے ہوئی دیال سنگھ مارا گیا اور اُس کی جاگیر کو فتح سنگھ نے چھین لیا۔ اس طرح سے اُس کے دو بیٹے کشن سنگھ اور رام سنگھ ویسے ہی مفلس ہو گئے جیسے اُن کا باپ اپنی شروع ملازمت کے ایام میں تھا۔ وہ ضلع امرتسر میں موضع چھاپہ کو چلے گئے جہاں اُن کا باپ اپنا گھر چھوڑ کر اوّل ہی اوّل آباد ہوا تھا اور جہاں ایک اونچی جگہ پر اُس نے ایک چھاپہ یعنی لکڑی کی باڑ اپنے گھر کے گرد بنائی تھی جس کے نام سے اس خاندان اور اُس گاؤں کا نام مشہور ہوا ۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ان دونوں بھائیوں کو نوکر رکھ لیا اور اُن کو پانسو سوار

پر افسر کرکے شہزادہ کھڑک سنگھ کے زیر حکم مامور کیا۔ کشن سنگھ سنہ ۱۸۳۴ء میں لڑائی میں مارا گیا اور اُس کے بھائی کو جس نے اُسی مہم میں نمایاں خدمات کی تھیں سات گاؤں ضلع امرتسر میں بطور جاگیر ملے۔ جب کھڑک سنگھ کا مع دالطاف چیت سنگھ مارا گیا تو شہزادہ .. جو ہمیشہ رام سنگھ پر نظر عنایت رکھتے تھے اُس کو اپنی مُہر سپرد کی اور ساتھ ہی اُسے ضلع امرتسر اور شاہ پور میں جاگیر عطا کی۔ کھڑک سنگھ کے بیٹے نونہال سنگھ کو اپنے باپ کے رفیقوں سے محبت نہ تھی اور اُس نے رام سنگھ کو قید کرنے کی دھمکی دی اور غالب ہے کہ وہ قید کر بھی دیتا اگر اُسی روز کہ جب اُسکے باپ کا داہ کرم ہوا تھا وہ خود نہ مارا جاتا۔ شیر سنگھ کے عہد میں رام سنگھ کو فوج میں کئی کمان افسریاں ملیں اور اُس کی ذاتی جاگیر راجہ دھیان سنگھ کی سفارش سے بڑھا کر پندرہ ہزار روپئے کی گئی کیونکہ یہ دھیان سنگھ کو مہاراجہ کھڑک سنگھ کی بیخ کنی میں مدد دیتا رہتا تھا۔

سنہ ۱۸۴۸ء میں سردار رام سنگھ سردار شمشیر سنگھ سندھانوالیہ کے ماتحت کچھ غیر آئین رسالوں کا کمان افسر کرکے بنوں بھیجا گیا تھا۔ سردار شمشیر سنگھ اُس سکھ فوج کا افسر تھا جو لفٹنٹ ایڈورڈس صاحب کی مدد اور اُس ضلع کے انتظام اور امن قایم رکھنے کے لئے بھیجی گئی تھی۔ سنہ ۱۸۴۸ء میں جو سکھوں کی فوج قلعہ دلیپ گڈھ میں باغی ہوئی تھی اُس کو خاص اُکسانے والا رام سنگھ ہی تھا۔ رام سنگھ کا دشمن فتح خان ٹوانہ اس قلعے کا مہتمم تھا جس کا سکھوں نے محاصرہ کرلیا تھا۔ اِس قلعہ کو جوانمردی سے بچایا گیا مگر محصورین کو پانی نہ ملا اسلئے قلعے کو تھام نہ سکے آخرکار فتح خاں مارا گیا اور قلعہ سر ہوگیا۔ محصورین میں ایک شخص ملک میر عالم خاں نامی تھا جس کے ساتھ رام سنگھ کو بہت محبت ہوگئی تھی اور اُس کو رام سنگھ نے مالگذاری ادا کرنے کے واسطے روپیہ اپنے پاس سے دیا تھا۔ قلعہ بہت کچھ

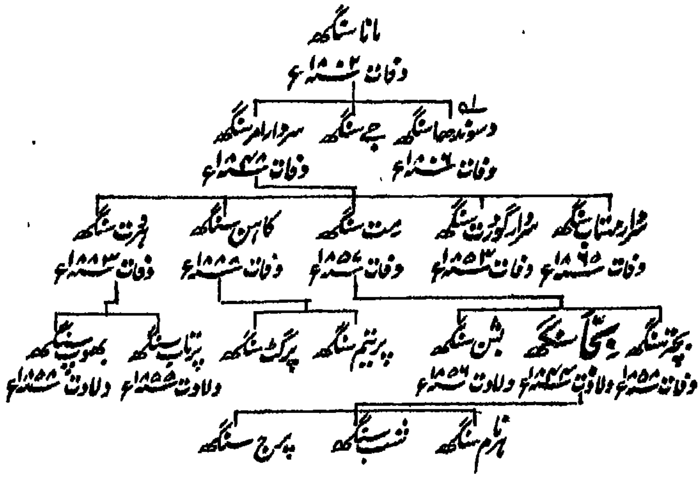
اسی کی مدد سے فتح ہوا اور قلعہ کو اسی کے سپرد کر کے رام سنگھ سکھوں کی فوج کے ساتھ راجہ شیر سنگھ کے شریک ہونے کے لئے روانہ ہو گیا +

سردار رام سنگھ سکھوں کی فوج میں ایک نہایت شجاع افسر تھا۔ رام نگر اور چلیانوالہ میں وہ بہت جوانمردی سے لڑا اور گجرات کی لڑائی میں جو چند مشہور آدمی مارے گئے ان میں سے یہ بھی ایک تھا۔ اس خاندان کی کل جاگیر بغاوت کے سبب ضبط ہو گئی مگر ۱۸۵۷ء میں دیوا سنگھ سرکار انگریزی کی فوج میں رسالدار مقرر ہوا۔ بیٹے اُسکے اور اُس کے چچازاد بھائی جودھ سنگھ کے مکانات واگذار کئے گئے +

اب اس خاندان کا اس جگہ کچھ رُعب داب نہیں ہے۔ جودھ سنگھ کو ساٹھ روپئے سالانہ کی ایک چھوٹی سی پنشن ملتی ہے۔ دیوا سنگھ ہیرا سنگھ اور سوہن سنگھ بھی تھوڑی تھوڑی پنشنیں پاتے ہیں۔ اس خاندان کی زرعی جائداد بٹ کر چند بیگھہ ہر ایک کے حصہ میں آئی ہے جو قابض اور اُس کے اہل و اطفال کے گذارے کے واسطے بھی مکتفی نہیں ہے +

سردار جودھ سنگھ دا ئسر یگل درباری ہے +

سردار بچتا سنگھ مجیٹھیہ



مانا سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دادا سردار چڑہت سنگھ کا ایک ملازم تھا۔ اپنے آقا کے ساتھ وہ چٹھوں کے خلاف لڑتا رہا اور اس خدمت کے عوض چار ہزار روپئے کی جاگیر حاصل کی۔ سردار مہاں سنگھ کے ماتحت بھی وہ ملازمت کرتا رہا اور اس کو جاوہا ضلع جہلم میں جاگیر ملی۔ جب ۱۷۹۹ء میں رنجیت سنگھ نے لاہور پر قبضہ کیا تو مانا سنگھ ضعیف العمر ہو گیا تھا مگر اس وقت بھی چاق و چوبند تھا اور ۱۸۰۲ء کی مہم میں اس نے خدمات کیں۔ اسی سال وہ قلعہ چنیوٹ کے سامنے جس کو رنجیت سنگھ جسا سنگھ بھنگی سے چھینا چاہتا تھا مارا گیا۔ مانا سنگھ کا سب سے بڑا بیٹا دسوندھا سنگھ اپنے باپ کی حیات میں مر گیا تھا اور اس کی کل جاگیر ضبط ہو گئی تھی۔ جب امر سنگھ جنگی خدمات کے قابل ہو گیا تو مہاراجہ نے اس کو دیہات تھلا نوالہ اور شیخوپور جمعی پندرہ سو روپئے سالانہ جاگیر میں مرحمت کئے اور ڈیرہ خاص میں بھرتی کیا۔ اس ڈیرے میں سکھ امرا کے بیٹے بھرتی ہوتے تھے اور یہ

ل‍ه اس کا سال وفات [illegible]

غیر آئین گھوڑچڑھوں کا رسالہ تھا۔ سنہ ۱۸۱۸ء کے محاصرہ ملتان میں نوجوان امرسنگھ نے بڑی بہادری دکھلائی اور اِس مہم کی خدمات کے صلے میں اُس کو علاقہ ماجرا عطا ہوا۔ دوسرے سال کشمیر کی مہم کے بعد اُس کو جاوما جاگیر میں ملا جو اُس کے باپ مانا سنگھ کے قبضے میں رہا تھا۔ ضلع شاہ پور میں رو کھڑیوں نے مالگذاری دینے سے انحراف کیا اور امرسنگھ اُن کی سرزنش کے واسطے بھیجا گیا۔ اِس مہم میں اُس کو خوب کامیابی حاصل ہوئی۔ سنہ ۱۸۳۴ء میں جب صوبہ پشاور باقاعدہ ممالک خالصہ میں شامل کیا گیا تو امرسنگھ اُس فوج کے ساتھ گیا تھا جو زیر حکم شہزادہ نونہال سنگھ اور سردار ہری سنگھ نلوہ کے پشاور کو بھیجی گئی تھی۔ اِس مہم میں امرسنگھ باہر کی چوکیوں پر مامور کیا گیا تھا اور اُسے افغانوں کے ساتھ کئی سخت لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ شب قدر میں جب افغانوں نے ایک بھاری شبخون مارا تو ایک گولی سے امرسنگھ زخمی ہوا لیکن اگرچہ حملہ ناگاہ ہوا تھا تاہم اُس نے اپنے آدمی جمع کرکے دشمن کو بھگا دیا +

جمرود کی لڑائی میں جو ۳۰۔ اپریل سنہ ۱۸۳۷ء کو ہوئی سردار امرسنگھ قلب سکھ فوج کا افسر تھا۔ اِس سپاہ میں مہاراجہ کی اردلی والی فوج جو ڈیرہ جمعدار والے کے نام سے مشہور تھی اور ایک ہزار غیر آئین سوار تھے۔ اِس موقع پر اُس نے نمایاں شجاعت دکھلائی مگر افغان جمعیت میں کثیر تھے اسلئے فوج سکھ کو شکست ہوئی اور اُن کا جنرل مارا گیا۔ آخری مہم جس میں سردار امرسنگھ لڑا وہ سنہ ۱۸۴۳ء میں بمقام پکھلی ہوئی۔ یہاں کچھ سرکشی ہوگئی تھی جسے امرسنگھ نے جلد فرو کردیا۔ ستلج کی لڑائی میں وہ شریک نہیں ہوا اور لڑائی کے خاتمہ پر بوجہ مشہور نشانہ باز ہونے کے مہاراجہ دلیپ سنگھ کو بندوق چلانا سکھانے کے واسطے منتخب ہوا۔ دوسرے سال وہ پنجاب سے تیرتھ کرنے کے لئے ہردوار چلا گیا اور تھوڑے سے عرصے کے بعد وہیں مرگیا +

مہتاب سنگھ سنہ ۱۸۱۱ء میں پیدا ہوا اور ابھی لڑکا ہی تھا کہ غیر آئین رسالہ میں صوبہ دار

مقرر کیا گیا۔ ۱۸۳۱ء میں مہاراجہ کے روپڑ جانے سے کچھ عرصہ پہلے وہ کرنیل کیا گیا اور دو رجمنٹوں کا افسر بنا کر راستہ میں تعینات کیا گیا۔ ۱۸۳۴ء میں وہ اپنے باپ کے ساتھ پشاور کو گیا اور تمام مہم میں برابر نمایاں خدمات کرتا رہا۔ اسی سال میں اس کے چھوٹے بھائی گورودت سنگھ نے مہاراجہ کی ملازمت اختیار کی۔ ۱۸۳۹ء میں سردار مہتاب سنگھ نے سردار تیج سنگھ کے ماتحت مہم آفریدی میں خدمات انجام دیں۔

مہاراجہ شیر سنگھ نے ۱۸۴۱ء میں اس کو جنرل بنایا اور ۴ پلٹنوں ۲۶ توپوں اور ایک اکال رجمنٹ کا کمان افسر مقرر کر کے پشاور میں مامور کیا۔ اس کا طریق فوج انگریزی کی نسبت جو اوائل ۱۸۴۲ء میں کابل کی دوسری مہم پر جانے کے لئے پشاور پہنچی تھی نہایت مخالفانہ اور معاندانہ تھا۔ مہاراجہ شیر سنگھ اور راجہ دھیان سنگھ کے قتل کے بعد جنرل مہتاب سنگھ نے جو لاہور کو واپس آگیا تھا سندھانوالیوں کے مقابلے میں راجہ ہیرا سنگھ کو مدد دی اور جب امن قائم ہوگیا تو راجہ ہیرا سنگھ نے اس کے طریق کو شکرگذاری کے ساتھ یاد رکھا اور اس کو بہت سے تحفہ تحائف دئے تاہم جب ہیرا سنگھ لوگوں میں ہردلعزیز نہ رہا تو مہتاب سنگھ اس کے مخالف ہونے سے نہ رکا۔ راجہ ہیرا سنگھ اور پنڈت جلا کے قتل کے لئے جو سازش ہوئی تھی اس میں مہتاب سنگھ شریک تھا اور جس فوج نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل کیا اس میں اس کے آدمی بھی شامل تھے۔ اس سازش میں اس کے ساتھ جنرل میوا سنگھ مجیٹھیہ بھی تھا جس کا اصل نام سلطان سنگھ تھا اور مہتاب سنگھ کا دور کا رشتہ دار اور وزیر کا جانی دشمن تھا۔

مہتاب سنگھ کا طریق ایک ایسے شخص کے قتل کی تدبیر کرنے میں جس کی نسبت وہ پکی دوستی کا دم بھرتا تھا اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی نیت اس بارے میں صاف ظاہر تھی۔ مہتاب سنگھ مع فوج اور تمام سکھ قوم کے ایک مغرور اور عیاش

نوجوان کی حکومت سے تنگ آ گئے تھے جس میں سب برائیاں تو ڈوگروں کی تھیں مگر اُن کی سی نہ لیاقت تھی نہ زور اور نہ شجاعت۔ پنڈت جلا سے جو کہ ہیرا سنگھ کے مزاج میں دخیل تھا اور بھی زیادہ لوگوں کو نفرت تھی اور چونکہ ہیرا سنگھ پنڈت جلا کو نہ چھوڑتا تھا اسلئے یہ ضروری تھا کہ دونوں ہی قتل کئے جائیں علاوہ نفرت کے اور بھی خانگی بواعث تھے۔ مہتاب سنگھ کے باپ سردار امر سنگھ نے مہم کچھی میں اپنے سپاہیوں کو چار پانچ ہزار روپئے اسلئے دئے تھے کہ انہوں نے قابل تعریف خدمت کی تھی اور اُس کو امید تھی کہ مجکو سرکار سے یہ روپیہ ملجائیگا مگر پنڈت جلا نے جو یہ بات جانتا تھا کہ جتنا خزانہ بھرا رہیگا اُتنا ہی اُس کو ہاتھ مارنے کا زیادہ موقع ملیگا سردار مذکور کو انعام کا ایک حصہ بھی دینے سے انکار کیا اِس وجہ سے امر سنگھ رنجیدہ ہوا کہ اُس نے ملازمت ترک کر دی۔ اِس کے علاوہ خود مہتاب سنگھ بھی سکھوں کے بڑے گورو بابا بیر سنگھ کے معاملے میں ہیرا سنگھ کا فریب کھا چکا تھا۔ نرم الفاظ انعام اور وعدوں سے اُس کو ترغیب دی گئی تھی کہ سردار عطر سنگھ سندہانوالیہ کے مقابلہ میں اپنی فوج بڑہا دے۔ فریب کے باعث ایسا موقع آن پڑا کہ لڑائی کے بغیر چارہ نہ رہا اور لڑائی کے بعد گورو موصوف زمین پر حالت مرگ میں پایا گیا اور مہتاب سنگھ کے دل میں یہ بات سما گئی کہ وہ کسی قدر اُس کی موت کا باعث ہوا۔ گو اُس کا اپنا ضمیر صاف بھی تھا تب بھی وہ سکھ فوج اور قوم کی لعنت ملامت سے نہ بچ سکا اور اُس کی برگیڈ مع برگیڈ جنرل کورٹ صاحب کے جس کا افسر گلاب سنگھ کلکتیہ تھا اور ڈیرہ چاریاری جس کا افسر جواہر مل دت تھا مدت تک گورومار کے لقب سے مشہور رہے۔

مہتاب سنگھ ستلج کی لڑائی میں برابر کام دیتا رہا۔ مثل بہت سے اور سکھوں کے اُس کو گمان تھا کہ فتح سکھوں کی ہی ہوگی اور اُس نے خزانہ کے منشیوں سے وعدہ

کہا تھا کہ دہلی کی لوٹ سے تمہارے واسطے چاندی کے قلمدان لاؤنگا ۔ لڑائی کے بعد راجہ لعل سنگھ نے اُسے سردار بنایا اور وہ اور اُس کا بھائی گوردت سنگھ جس کو رتبہ جنرل کا مل چکا تھا پشاور میں مامور ہوئے تھے لیکن مئی ۱۸۴۶ء میں اُس کی بدلی پنڈدادن خاں کو ہو گئی ۔ اِس زمانے میں دربار میں اُس کی توقیر رہی تھی ۔ فقط ایک آدمی سردار شیر سنگھ اٹاریوالہ تھا جو کسی قدر اُس کا دم بھرتا تھا مگر میجر لارنس صاحب رزیڈنٹ کے اقتدار کے باعث وہ موقوفی سے بچ گیا ۔ جب ۱۸۴۸ء میں پنجاب کے شمال میں مفسدہ ہوا تو سردار مہتاب سنگھ پانچ سو سواروں کے ساتھ میجر نکلسن صاحب کے ماتحت راولپنڈی میں متعین تھا ۔ صاحب موصوف نے اُس کے طریق کی نسبت نہایت تعریف کی ۔ اُس کی فوج مع اُس کے بھائی مت سنگھ کے سرکار لاہور کی تمام لڑائی میں وفادار رہی اور جنگ گجرات میں سرکار انگریزی کی طرف سے لڑی ۔ الحاق پنجاب پر اُس کی ذاتی جاگیر جمعی ۹۷۰۵ روپئے دو پُشت کے واسطے واگذار ہوئی اور ۱۸۶۲ء میں اُس کی نصف جاگیر اُس کے صُلبی وارثوں کے نام دوام کے لئے واگزار ہوئی ✽

۱۸۵۷ء میں سردار مہتاب سنگھ نے کچھ سوار ہندوستان میں خدمات انجام دینے کے لئے بھرتی کئے اور یہ سوار اُس کے بھتیجے بچتر سنگھ کے ماتحت ہندوستان کو بھیجے گئے ۔ اِس جمعیت نے اودھ میں قابل تعریف خدمت کی اور باغیوں کے ساتھ کئی مرتبہ اُن کا مقابلہ ہوا ۔ بچتر سنگھ ۱۸۵۸ء میں بمقام کانپور ہیضہ میں مُبتلا ہو کر مر گیا اُس کا بھائی بچا سنگھ اُس کی جگہ رسالے میں جمعدار ہوا ✽

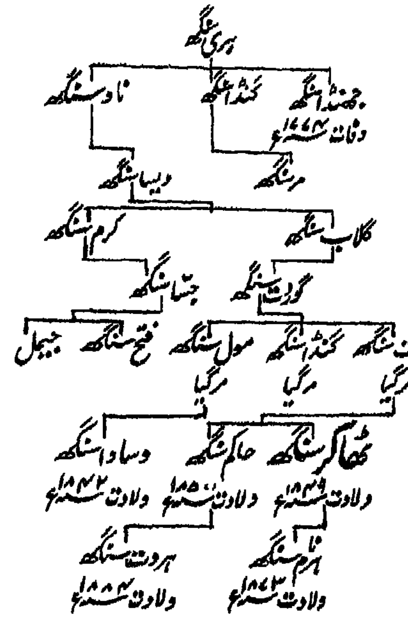
جنرل گوردت سنگھ ۱۸۵۳ء میں لاولد فوت ہوا ✽

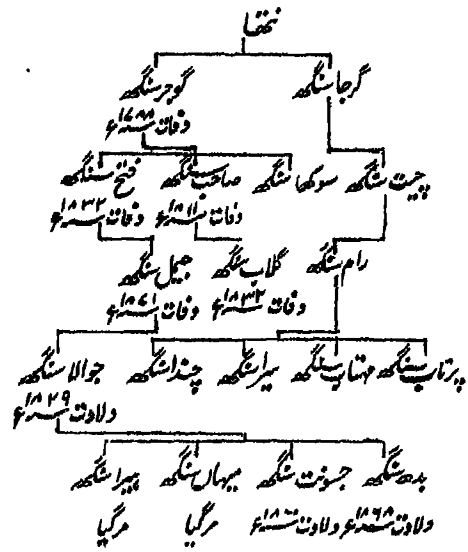
مت سنگھ جو فوج خالصہ میں ۱۸۴۴ء میں کرنیل تھا ۱۸۵۷ء میں مر گیا ۔ کاہن سنگھ اپنے باپ کی بجائے اپنی فوج کی کمان افسری پر ۱۸۴۳ء میں مامور ہوا ۔ اور

ہردت سنگھ مہاراجہ دلیپ سنگھ کی بچھیرہ پلٹن کا جنرل تھا۔

سردار مہتاب سنگھ اپنی وفات تک جو ۱۸۹۵ء میں ہوئی مجیٹھہ میں سکونت پذیر رہا۔ اس کے مکانات لاہور اور امرتسر دونوں جگہ تھے اور امرتسر میں وہ ۱۸۶۲ء میں آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا تھا۔ مہتاب سنگھ بڑا شکاری تھا اور اکثر کپورتھلہ میں رہتا تھا کیونکہ راجہ اہلو والیہ سے اس کی بہت دوستی تھی۔ اس کی صرف ایک لڑکی تھی جس کی شادی سردار بخشیش سنگھ سندھانوالیہ سے ہوئی اور جو ۱۸۸۹ء میں لاولد فوت ہوگئی۔ مہتاب سنگھ کی دو بیوہ اب تک زندہ ہیں۔ سردار رت سنگھ کے بیٹوں میں سے تیجا سنگھ خانہ نشین ہے اور بشن سنگھ سولھویں بنگال رسالہ میں رسالدار ہے۔ سردار کاہن سنگھ جو آنریری مجسٹریٹ تھا ۱۸۸۰ء میں دو نابالغ لڑکے چھوڑ کر مرگیا جن میں سے ایک ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پاتا ہے۔ سردار ہردت سنگھ ۱۸۸۳ء میں دو لڑکے چھوڑ مرا جو مجیٹھہ میں اپنی اراضی کا انتظام کرتے ہیں عامہ خلائق کے کاموں میں کچھ حصہ نہیں لیتے۔

سردار ٹھاکر سنگھ بھنگی





بھما سنگھ جو ایک قصور کا باشندہ تھا طاقت ور بھنگی مسل کا بانی سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر اس میں اور ایک قزاق میں تھوڑا ہی فرق تھا اور اس کے ہمراہی تین سو سے تعداد

میں زیادہ نہ تھے۔ اُس کا بھتیجا ہری سنگھ اُس کا جانشین ہوا جو بھوپ سنگھ کا بیٹا تھا جو کہ پنوہ متصل وڈالی کا زمیندار اور بہت لائق آدمی تھا۔ اس نے رہزنوں کے ایک گروہ کو فوج کی صورت میں بنالیا اور پنجاب کے بہت سے علاقہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ چونکہ اُس کو بھنگ پینے کا شوق تھا اس سبب سے اُس کی مسل کا نام بھنگی مشہور ہو گیا۔ بعضے کہتے ہیں کہ اس مسل کا نام بھما سنگھ سے نکلا ہے جو ایسا مدمغ تھا کہ اُس کو سکھ بالاباش راونجاسر کہتے تھے۔ مگر چونکہ یہ خطاب تُرکی تھا اس لیئے وہ اس سے اتنا ناراض ہوا کہ اس نے اپنے رفیقوں سے کہا کہ اسکی پہلوار مقرر کیا جائے۔ چنانچہ جب وہ امرتسر کے دربار صاحب میں گیا تو اُس کو خالصہ کے واسطے بھنگ رگڑنے کا کام سپرد ہوا اس لیئے وہ بھنگی مشہور ہو گیا۔ مگر پہلی وجہ تسمیہ جو بیان کی گئی ہے وہ بالعموم مانی جاتی ہے۔

ہری سنگھ نے جس کا صدر مقام گلوالی ضلع امرتسر میں تھا بہت سے گردونواح کے علاقہ سیالکوٹ۔ کریال اور میروال پر قبضہ کر لیا۔ اِس نے چنیوٹ اور جھنگ سیال کو لوٹا جموں پر یورش کر کے اُسے اپنا باجگذار بنالیا اور ملتان پر بھی حملہ کیا مگر ناکام رہا۔ ۱۷۶۲ء میں اِس نے خواجہ سعید کے کوٹ پر جو لاہور سے دو میل کے فاصلے پر ہے حملہ کیا جہاں خواجہ عابد افغان ناظم کا سلح خانہ تھا اور وہاں سے بہت کچھ لوٹ مع اسلحہ اور سامان جنگ کے اُس کے ہاتھ آئی۔ ۱۷۶۳ء میں وہ کنہیوں اور رام گڑھیوں کے ساتھ شریک ہو کر قصور پر حملہ آور ہوا۔ دوسرے سال ایک لڑائی میں جو امر سنگھ والیئے پٹیالہ سے ہوئی مارا گیا اور دو بھائی جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ جو اُس کے نوکر تھے بھنگی مسل کی ایک شاخ کے کمان افسر مقرر ہوئے۔ یہ پنج دار متصل ترن تارن کے ڈھلوں جاٹ تھے اور اُن کے ماتحت اِس مسل کو بہت اقتدار حاصل ہوا۔ اُن کے بہت سے مشہور سردار رفیق تھے مثلاً بھاگ سنگھ اہلو والیہ

تارا سنگھ۔ شیر سنگھ اور رائے سنگھ بوڑیہ والہ۔ سدھ سنگھ دوویہ۔ صاحب سنگھ سیالکوٹیہ۔ مدہان سنگھ ہٹو اور نیز ان کے ساتھ دونوں بھنگی سردار گوجر سنگھ اور لہنا سنگھ تھے جنکا حال آئندہ درج ہوگا اور جو ان سے درجہ میں کچھ کمتر نہ تھے *

سنہ ۱۷۶۶ء میں جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ نے کثیر التعداد فوج کے ساتھ ملتان پر حملہ کیا۔ شجاع خاں ناظم ملتان اور مبارک خاں بہاولپور والے نے دریائے ستلج کے کنارے پر اُن کا مقابلہ کیا۔ فتح کا دعوے دونوں طرف میں سے کسی کو نہ ہو سکا مگر ایک عہدنامہ لکھا گیا جس کی رو سے پاک پٹن افغان اور سکھوں کی حدِ فاصل قرار پائی۔ اس کے بعد جھنڈا سنگھ امرتسر کو واپس آیا اور وہاں پر بھنگی قلعے کی تیاری میں مصروف ہوا جسکو ہری سنگھ نے بنانا شروع کیا تھا اور جس کے لون منڈی بازار کے عقب میں کھنڈر اب تک پائے جاتے ہیں جھنڈا سنگھ نے تھوڑے ہی عرصے میں رئیس ملتان سے جو عہدنامہ کیا تھا اُس کو توڑ ڈالا اور سنہ ۱۷۷۱ء میں اُس کے علاقے پر یورش کی۔ ڈیڑہ مہینے تک اُس نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا اور ناکام رہا۔ جہان خاں کے زیر حکم ایک افغان فوج آپہنچی جس کے باعث جھنڈا سنگھ کو مجبوراً محاصرہ اُٹھا لینا پڑا۔

دوسرے سال سنہ ۱۷۷۲ء میں جھنڈا سنگھ کو زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ شجاع خاں۔ شریف خاں سدوزائی اور شریف بیگ تکلو جو یکے بعد دیگرے ناظم ملتان مقرر ہوئے تھے اُن کا آپس میں جھگڑا ہو گیا چنانچہ شریف خاں تکلو نے جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ کو اپنی مدد کے واسطے بُلایا۔ یہ سردار ایسی دعوت کے قبول کرنے کو مستعد ہی بیٹھے تھے چنانچہ ایک کثیر فوج لے کر روانہ ہوئے۔ شجاع خاں کو اور نیز اُس کے معاون بہاولپور کے داؤد پوتروں کو شکست دے کر ملتان پر اُنہوں نے قبضہ کر لیا۔ شریف بیگ نے جب ایسا دھوکا کھایا تو وہ پہلے تلمبہ اور پھر خیر پور ٹمیوالی میں پناہ گزیں ہوا اور موخر الذکر مقام میں تھوڑے ہی عرصے کے بعد فوت ہو گیا *

بعدہ جھنڈا سنگھ نے شمال کی طرف کوچ کیا اور دیوان سنگھ چاچووالیہ کو ایک کثیر سپاہ دیکر ملتان کی حفاظت کے واسطے مقرر کیا۔ جھنڈا سنگھ پہلے رام نگر گیا جہاں اُس نے زمزمہ[1] المعروف بہ بھنگی توپ چٹھوں سے واپس لی اور وہاں سے جموں کی طرف گیا جہاں اُس کا معاون اور باجگذار راجہ رنجیت دیو اپنے فرزند برج راج دیو اور سرداران کنہیہ اور سوکرچکیہ سے مقابلہ کر رہا تھا۔ کچھ عرصے تک جانبین کی فوج لڑتی رہی اور کبھی ایک فریق

[1] اِس توپ کا حال کسی قدر ذکر کے قابل ہے۔ یہ توپ مع ایک اور توپ کے جو اُس کے برابر کی تھی لاہور میں سنہ ۱۷۵۷ء میں شاہ ناظر نے احمد شاہ کے وزیر اعظم شاہ ولی خاں کے حکم سے ڈھالی تھی۔ اِس توپ پر چند شعر کندہ ہیں اور تاریخ اِس کی مصرع اخیر میں سے سنہ ۱۱۷۰ ہجری بحساب ابجد نکلتی ہے مصرع اخیر یہ ہے مصرع پیکرے اژدہاے آتشبار ؛

یہ توپ تانبا اور پیتل ڈھال کر بنائی تھی جو جزیہ میں لئے گئے تھے یعنے لاہور سے فی گھر ایک برتن لیا گیا تھا۔ سنہ ۱۷۶۱ء میں جب احمد شاہ پانی پت میں افغانوں پر فتح پا کر کابل کو واپس جا رہا تھا تو زمزم توپ لاہور میں خواجہ عابد کے پاس جس کو اُس نے ناظم مقرر کیا تھا چھوڑ گیا کیونکہ اُس کا تخت تیار نہ تھا۔ دوسری توپ وہ اپنے ساتھ لے گیا مگر وہ چناب کو عبور کرنے میں زمین میں دھس گئی۔ زمزم توپ باقی رہ گئی۔ کہتے ہیں کہ جب ہری سنگھ بھنگی نے خواجہ عابد خاں کا سلح خانہ لوٹا تو اُس نے توپ بھی اپنے قابو میں کر لی اور اُسے امرتسر لے گیا۔ مگر یہ بات سچ نہیں کیونکہ یہ بات تحقیق ہے کہ جب تک سنہ ۱۷۶۲ء میں خواجہ عابد خاں ناظم رہا تب تک یہ توپ تخت سے اُتری ہوئی شاہ برج لاہور میں پڑی ہوئی تھی۔ جب سنہ ۱۷۶۴ء میں لہنا سنگھ اور گوجر سنگھ نے لاہور فتح کیا تو اُنہوں نے اِس توپ پر قبضہ کر لیا۔ دو دن کے بعد سردار چڑت سنگھ سوکرچکیہ بھنگی سرداروں کو مبارکباد دینے آیا اور اشارہ کیا کہ مجھے بھی کچھ حصہ لوٹ میں سے ملنا چاہئے بھنگی جانتے تھے کہ چڑت سنگھ مبارکباد دینے کے واسطے نہیں آیا بلکہ گدھ کی طرح لاش کی بُو پر آیا ہے۔ اِنہوں نے خیال کیا کہ اُس سے چالاکی کریں اور چونکہ اُن کو منظور نہ تھا کہ ایسے مقتدر سردار کو اپنا دشمن بنا لیں اِسلئے اُنہوں نے نہایت نرمی سے اُس سے کہا کہ یہ زمزم توپ جو ساری لوٹ میں

غالب ہو جاتا تھا کبھی دوسرا مگر اتفاقاً سردار چڑت سنگھ مارا گیا اور بھنگی فتح مند ہوتے
ہوتے معلوم ہوئے مگر سردار کنہیہ نے جھنڈا سنگھ کو جب کہ وہ اپنے لشکر میں گھوڑے پر

سب سے اچھی چیز ہمارے ہاتھ لگی ہے لے جاؤ۔ اُن کو امید تھی اور یقین تھا کہ چڑت سنگھ اُس کو لے نہیں جا سکیگا۔ مگر چڑت سنگھ نے جب دیکھا کہ کچھ ہاتھ نہیں لگتا تو اُس نے اپنے آدمیوں کو جمع کیا اور بہت محنت سے توپ اپنے لشکر میں اور بعد ازاں گوجرانوالہ کو اپنے قلعے میں لے گیا۔ گوجرانوالہ میں احمد خاں چٹھے نے اُس توپ کو چھین لیا اور اپنے نئے قلعے احمد نگر میں اُسے لے گیا مگر اُس کا بھائی پیر محمد بہت ناراض ہوا کیونکہ وہ بھی اپنا دعوے اس توپ پر سمجھتا تھا آخر دونوں بھائیوں میں آپس میں اس توپ پر لڑائی ہوئی جس میں ایک بیٹا پیر محمد خاں کا اور دو بیٹے احمد خاں کے مارے گئے۔ آخر کار پیر محمد نے گوجر سنگھ بھنگی کو اپنی مدد کے واسطے بلایا اور اُس نے احمد خاں کو کسی طرح قابو کر لیا اور ایک دن اور ایک رات اُس کو پانی تک نہ دیا تاوقتیکہ احمد خاں نے توپ کے دینے کا وعدہ کیا۔ گوجر سنگھ نے اپنے دوست سے دغا کر کے آپ توپ کو گجرات لے جا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ گجرات میں یہ توپ دو برس تک رہی بعدہ بھنگی سردار شامتِ اعمال سے اُسے سردار چڑت سنگھ سوکر چکیہ کے مقابلے پر لے گئے۔ بھنگیوں کو شکست ہوئی اور یہ توپ جو جلد لے جائی نہ جا سکتی تھی پھر سوکر چکیہ سردار کے ہاتھ آ گئی ۱۷۷۲ء میں چٹھے جو ہمیشہ سردار چڑت سنگھ سے لڑتے رہتے تھے پھر اس توپ پر قابض ہو گئے اور اُس کو اُنہوں نے قلعہ منچر میں رکھا اُس تھوڑے عرصے کے بعد اُس کو رسول نگر میں لے گئے جس کا نام اب رام نگر ہے۔ یہاں دوسرے سال جب سردار جھنڈا سنگھ ملتان سے واپس آ رہا تھا تو اُس نے اِس توپ کو چھین لیا اور اُسے امرتسر بھیج دیا اور وہاں یہ توپ بھنگیوں کے قلعے میں ۱۸۰۲ء تک رہی۔ اُس سال رنجیت سنگھ نے جس کو اِس توپ کے حاصل کرنے کی بہت بڑی خواہش تھی بھنگیوں کو امرتسر سے نکال دیا اور اُس پر اپنا قبضہ کر لیا۔ رنجیت سنگھ کے عہد سلطنت میں یہ توپ بڑے شان و شکوہ سے پانچ لڑائیوں پر لے جائی گئی تھی یعنے ڈسکہ۔ قصور۔ سجانپور۔ وزیر آباد اور ملتان۔ ۱۸۱۸ء میں ملتان کے محاصرے میں اس توپ کو سخت ضرر پہنچا۔ یہ ناقابل استعمال خیال کی گئی اسلئے لاہور میں لا کر دہلی دروازے کے باہر رکھی گئی جہاں یہ ۱۸۶۰ء تک رہی۔ پھر یہ لاہور کے عجائب خانہ کے سامنے لیجا کر رکھی گئی اور اب تک وہاں ہی ہے ؎

سوار جار مانتھا گولی مار کر اس نصرت کا رخ بدل دیا - یہ واقعہ ۱۷۸۲ء کا ہے ؛

گنڈا سنگھ اس مسل کا کمان افسر ہوا اور اس نے دیکھا کہ اب جموں میں کچھ فائدہ نہ ہوگا اسلئے وہ امرتسر کو چلا گیا جہاں اس نے بھنگیوں کے کٹڑے کو بڑھانا اور مضبوط کرنا اور سرداران کنہیہ کے خلاف جنہوں نے اس کے بھائی کو مروا ڈالا تھا توڑ جوڑ کرنے شروع کئے اپنی عداوت ظاہر کرنے کا اسے فوراً ہی موقع مل گیا - جھنڈا سنگھ نے پٹھان کوٹ اپنے ایک شلدار کو دے دیا تھا جس کا نام نند سنگھ تھا اور جس کو منسا سنگھ بھی کہتے تھے - یہ شخص اپنے آقا کی وفات کے قریب ہی زمانے میں فوت ہوا اور اسکی بیوہ نے اپنی بیٹی اور پٹھان کوٹ کی جاگیر تارا سنگھ کو دی جو حقیقت سنگھ کنہیہ کا قریبی رشتہ دار تھا - گنڈا سنگھ اس امر سے نہایت غضبناک ہوا اور اس نے اصرار کیا کہ تارا سنگھ جاگیر واپس دے دے مگر کنہیوں نے نہ مانا - گنڈا سنگھ نے ایک جمعیت کثیر فراہم کر کے بھنگی توپ اور بہت سے رام گڈیہ سرداروں کو بطور رفقا ساتھ لے کر پٹھان کوٹ پر چڑھائی کی حقیقت سنگھ تارا سنگھ اور گوربخش سنگھ کنہیہ اور امر سنگھ بگا اس کے مقابلے کے واسطے دینانگر کو کوچ کر گئے اور اس مقام پر ایک لڑائی ہوئی جس سے جنگ کا فیصلہ نہیں ہوا مگر وہ دینانگر میں جہاں کہ وہ خیمہ زن تھا بیمار ہو کر دس روز میں ہی مر گیا - اس کے بھتیجے چڑت سنگھ کو اس کی جگہ سردار بنایا مگر کنہیوں سے جو اول ہی لڑائی ہوئی اس میں چڑت سنگھ مارا گیا اور بھنگیوں کی فوج جس کا افسر کوئی نہیں رہا تھا امرتسر کو واپس چلی آئی ؛

اب دیسو سنگھ اس مسل کا سردار ہوا اور ایک شخص گوجر سنگھ نامی اس کا وزیر بنا - کر بھنگیوں کی طاقتور مسل کے اب دن ختم ہونے پر آ گئے تھے اور ایک لڑکے کی طاقت اور عقلمندی بہت سے سرکش سرداروں کو جنہیں اس بات کا غرور تھا کہ وہ ہر سنگھ اور جھنڈا سنگھ کے ماتحت لڑے تھے قابو میں نہ رکھ سکی - پہلے بھاگ سنگھ اہلو والیہ

خود سر ہو گیا بعد اُس کے جھنگ نے خراج دینے سے انکار کیا اور ۱۷۸۰ء میں ملتان اُس کے قبضے سے جاتا رہا ◆

یہ بات یاد ہو گی کہ سردار جھنڈا سنگھ دیوان سنگھ کو ملتان کا ناظم بنا کر چھوڑ آیا تھا کئی سال تک تو دیوان سنگھ سنبھالا رہا اور اُس نے ۱۷۷۲ء میں رئیس بہاولپور اور شجاع خاں کے بیٹے مظفر خاں کے حملے کو روکا گو خود بھی نقصان اُٹھایا مگر ۱۷۷۹ء میں احمد شاہ کا بیٹا تیمور شاہ بہت سی فوج لے کر ملتان پر چڑھ آیا اور دیوان سنگھ ایک مہینے سے زیادہ اُس سے لڑتا رہا آخر کار ہار مانی اور وہاں سے بلا مضرت چلے جانے کی اُسے اجازت دے دی گئی۔ دیسو سنگھ کا ایک بڑا دشمن سردار مہاں سنگھ سوکرچکیہ مسل کا سردار تھا جسے اب بہت اقتدار اور زور حاصل ہوتا جاتا تھا ۱۷۸۲ء میں آٹھ سال سرداری کر کے سردار دیسو سنگھ لڑائی میں مارا گیا تھا مگر یہ بات تحقیق نہیں ہے کہ آیا یہ سردار جھنوٹ کے سامنے مارا گیا جس پر اُس نے یورش کی تھی یا مہاں سنگھ کے ساتھ لڑائی میں قتل ہوا۔ دیسو سنگھ کے بعد اُس کا بیٹا گلاب سنگھ اُس کا جانشین ہوا اور اِس سردار کا حال کچھ قابل ذکر نہیں ہے۔ یہ شخص کمزور اور عیاش تھا اور اِس میں اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ جو ملک اِس کا باپ چھوڑ گیا تھا اُس کو ہی سنبھالے رکھتا۔ ہر سال اُس کا علاقہ گھٹتا گیا اور آخر کار صرف شہر امرتسر اور کچھ دیہات مانجھے میں اِس کے باقی رہ گئے ◆

۱۸۰۰ء میں کئی سردار رنجیت سنگھ کے مقابلے کے واسطے جمع ہو گئے جس نے لاہور پر سال گزشتہ کے ماہ جولائی میں قبضہ کر لیا تھا اور جس کے فتوحات کا رؤسائے پنجاب میں تہلکہ پڑ گیا تھا۔ اِس سازش میں بڑے سردار یہ تھے سردار جسا سنگھ رامگڑھیہ صاحب سنگھ اور گلاب سنگھ بھنگی اور نظام الدین خاں قصوریہ۔ انہوں نے آپس میں یہ صلاح کی کہ رنجیت سنگھ کو بھسین میں مشورے کے لئے بلائیں اور وہاں اُس کو

ڈالیں۔ مگر نوجوان رئیس رنجیت سنگھ بہت ہوشیار تھا اور وہاں جاتے وقت اپنے ہمراہ بڑا لاؤ لشکر لے گیا تاکہ اُس کی جان کو کچھ گزند نہ پہنچے اور دو مہینے کے بعد خوب جشن منا کر وہ لاہور کو واپس آیا۔ اگرچہ رنجیت سنگھ جان سلامت لے کر بچ آیا مگر گلاب سنگھ ایسا خوش قسمت نہ تھا۔ وہ کوئی موقع بہت زیادہ شراب پینے کا ہاتھ سے نہ دیتا تھا اور جب شراب پیتا تھا ہر رات کو عیاشی کرتا تھا چنانچہ اُن ایام میں اس نے شراب اس کثرت سے پی کہ آخر وہ موت کا شکار ہو گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُس کو زہر دیا گیا تھا مگر اس کہانی کا کچھ بھی ثبوت نہیں ہے کیونکہ یہ کچھ بھی ایسی وقعت نہیں رکھتا تھا کہ کوئی اس کے مارنے کا خیال بھی کرتا۔ گلاب سنگھ ایک بیٹا گوردت سنگھ چھوڑ مرا جو دس برس کی عمر کا تھا اور جس کی شادی سردار صاحب سنگھ بھنگی پسر گوجر سنگھ اور فتح سنگھ کنہیہ کی لڑکیوں سے ہوئی تھی۔ مگر رنجیت سنگھ کے سامنے کوئی رشتہ داری خواہ وہ کیسی ہی زبردست ہو کسی کام کی نہیں تھی کیونکہ اُس نے امرتسر پر قبضہ کر لینے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ رنجیت سنگھ نے سنہ ۱۸۰۲ء میں بھنگیوں سے فساد کرنے کی نیت سے زمزمہ توپ گوردت سنگھ سے طلب کی۔ چونکہ اس نسل کی شان و شوکت اور ناموری بہت کچھ اس توپ کے قبضہ کے سبب ہوئی تھی اور اگرچہ گوردت سنگھ کی ماں سکھاں کو اُس کے صلاح کاروں نے سمجھایا کہ توپ دیدے مگر اُس نے اُس کے جدا کرنے سے انکار کیا اور لڑنے کی تیاری کی۔ یہ تیاریاں محض فضول تھیں۔ رنجیت سنگھ فتح سنگھ آہلووالیہ کے ساتھ امرتسر پر چڑھ گیا اور بھنگیوں کے قلعے پر حملہ کیا اور پانچ گھنٹے کے اندر اُس کو فتح کر لیا۔ سکھاں اور اُس کے بیٹے نے سردار جودھ سنگھ رام گڈھیہ کے پاس جا کر پناہ لی اور رنجیت سنگھ نے کُل بھنگیوں کے علاقے پر تصرف کر لیا۔ گوردت سنگھ کا اور کچھ زیادہ حال معلوم نہیں ہے۔ وہ اپنے بزرگوں کے گاؤں پنجوار پرگنہ ترن تارن ضلع امرتسر میں مر گیا جہاں اُس کی اولاد اب

معمولی کسان ہے +

دوا ورزیادہ مقتدر سرداران بھنگی مسل کا ذکر قابل اندراج ہے جن کے نام سردار لہنا سنگھ اور گوجر سنگھ ہیں۔ یہ سردار اگرچہ جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ کے ساتھ بعض لڑائیوں میں شریک رہے مگر ان کا اپنا حال بالکل علیحدہ ہے۔ لہنا سنگھ کا دادا کاہلون جاٹ قوم کا زمیندار تھا جو قحط سالی میں اپنے گاؤں سدا والہ ضلع امرتسر سے ستاپور دوآبہ جالندھر میں متصل کرتارپور چلا گیا تھا۔ یہاں اس کو ایک شخص نے گود لیا جو بڑھئی اور محاصل کے اکٹھا کرنے کا کام کرتا تھا؛ اسی جگہ اس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام درگاہا رکھا گیا۔ درگاہا کا بیٹا لہنا سنگھ بڑے حوصلے کا لڑکا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے باپ نے اسواسطے اس کو مارا کہ کھیت میں اس کے مویشی گھس گئے تھے۔ لہنا سنگھ گھر سے بھاگ گیا اور کچھ عرصے تک آوارہ پھرتا رہا بعدہ موضع روڑانوالہ میں پہنچا جو اٹاری سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ اسجگہ گوربخش سنگھ بھنگی رہتا تھا ؛ سردار ہری سنگھ کے ماتحت نہایت عمدہ لڑنے والوں میں سے تھا۔ گوربخش سنگھ کے قبضے میں قریب چالیس گاؤں کے تھے اور وہ تمام ملک میں دور دور تک سوار ہے کر لوٹ مار کرتا پھرتا تھا۔ اس کو نوجوان لہنا سنگھ سے الفت سی ہو گئی اور اس نے اس کو اپنے سواروں میں بھرتی کر لیا۔ کچھ عرصے بعد لاولد ہونے کی وجہ سے گوربخش سنگھ نے اس کو متبنےٰ کر لیا۔ گوربخش سنگھ سنہ ۱۷۶۳ء میں مرگیا اور اس کے مرتے ہی اس کے نواسہ گوجر سنگھ اور لہنا سنگھ میں فساد ہو گیا۔ ہر ایک ترکے کا دعوے کرتا تھا۔ جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ بھنگی ان دونوں کی تکرار کے رفع کرنے کے ارادے سے آئے مگر گوجر سنگھ کوئی بات نہ مانتا تھا اور اپنے ہمراہیوں کو لے کر روڑانوالے کو چلا گیا۔ لہنا سنگھ نے تعاقب کیا اور اسے گھیر لیا چنانچہ ایک لڑائی ہوئی جس میں چند آدمی طرفین کے مارے گئے۔ آخرکار کچھ بندوبست ہوا جس کی رو سے لہنا سنگھ اور گوجر سنگھ نے علاقے کو آپس میں تقسیم کر لیا۔

لہنا سنگھ نے روڑانوالہ لیا اور گوجر سنگھ نے ایک نیا گاؤں رتی اور بھڑوال کے بیچ میں آباد کیا جس کا نام اس نے رنگڑھ رکھا اس سبب سے کہ اس جگہ لہنا سنگھ کے ساتھ لڑائی ہوئی تھی جس کا اب وہ پکا دوست ہو گیا تھا۔

اس کے بعد دونوں سرداروں نے لاہور پر قبضہ کرنے کی تدبیر کی جس پر احمد شاہ کی طرف سے کابلی مل قابض تھا۔ یہ ناظم ڈرپوک مگر ظالم تھا اور چونکہ سکھوں کے سوار روز بروز زیادہ دلیر ہوتے جاتے تھے اور شہر کی دیواروں تک لوٹ مار کر جاتے تھے اس لئے کابلی مل کو اپنی جان کا اندیشہ ہو گیا چنانچہ جب اس کو بھنگی سرداروں کے منصوبے کی خبر خفیہ طور پر ملی تو وہ اپنے بھتیجے امیر سنگھ کو اپنی جگہ چھوڑ لاہور سے بھاگ گیا۔ کابلی مل نے جموں کا رخ کیا مگر بعض لوگ جو اس کے ظلم کے مارے لاہور چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس کے ساتھ ایسی بدسلوکی سے پیش آئے کہ اگر کچھ سپاہ جو راجہ رنجیت دیو والئے جموں نے اس کے ساتھ کر دی تھی اسے نہ بچا لیتی تو وہ غالباً اس کو جان سے مار ڈالتے۔ راجہ نے اس کو راولپنڈی بھیج دیا جہاں احمد شاہ کی فوج ونیال ٹھہری ہوئی تھی۔ یہاں کابلی مل تھوڑے ہی عرصے کے بعد مر گیا۔

ایک اندھیری رات میں لہنا سنگھ اور گوجر سنگھ نے دو سو آدمی لے کر لاہور پر ناگاہ قبضہ کر لینے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے دروازے بند پائے مگر ایک شخص دیال سنگھ نامی نے ان کو ایک بدررو دکھایا جس کی راہ سے سمٹ سمٹا کر اندر پہنچ جانا ممکن تھا۔ گوجر سنگھ سب سے پہلے اور گوجر سنگھ کے بعد لہنا سنگھ اور دیگر سکھ اس میں داخل ہوئے۔ قلعے کو اچانک انہوں نے جا مارا۔ امیر سنگھ نائب ناظم ناچ دیکھتا ہوا گرفتار ہوا اور اسے بیڑیاں پہنائی گئیں اور صبح ہونے سے پہلے تمام شہر پر ان سرداروں کا تصرف ہو گیا۔ دوسرے روز صبح کو جے سنگھ کا بھتیجا سوبھا سنگھ کنہیا آ پہنچا۔ افغانوں کی گزشتہ یورش کے زمانے سے یہ اپنے گاؤں کاہنہ میں چھپا ہوا تھا۔ چونکہ ان سرداروں کے دوستوں

میں سے تھا اگرچہ اس تسخیر میں مدد دینے کے لئے وقت پر وہ نہ پہنچا مگر اس کو دونوں سرداروں نے اس فتح میں حصہ دیا۔ بعدہ اور بھنگی اور کنہیہ سردار آئے اور سب سے پیچھے چڑت سنگھ سوکرچکیہ آیا جس کا خوش کرنا بہت مشکل تھا اور وہاں سے اس وقت تک نہ ہلا جب تک بھنگیوں نے اس کو زمزم توپ نہ دے دی جسے وہ گوجرانوالہ کو لے گیا۔ تینوں سرداروں نے لاہور کو آپس میں بانٹ لیا۔ لہنا سنگھ نے قلعہ مع بستی خضری کشمیری اور روشنائی دروازوں کے لیا اور گوجر سنگھ نے شہر پناہ کے باہر اپنے واسطے ایک قلعہ بنایا جس کا نام اس نے قلعہ گوجر سنگھ رکھا اور ۱۷۶۵ء میں وہ شمال کی طرف اور نیا ملک فتح کرنے کو بڑھا۔

لہنا سنگھ اور سوبھا سنگھ امن کے ساتھ لاہور میں رہتے تاوقتیکہ احمد شاہ آخری مرتبہ ۱۷۶۷ء میں پنجاب پر چڑھ کر آیا اور اس وقت وہ پنجواڑ کو چلے گئے۔ مگر اس دُرانی بادشاہ نے اپنی عمر اور ضعیفی کے تقاضے سے اور نیز اس وجہ سے کہ کوئی شخص ادینہ بیگ خاں جیسا ہوشیار نہ تھا جسے وہ صوبہ چھوڑ جاتا اسلئے اس نے سکھ سرداروں کے ساتھ اتفاق کرنے کا قصد کر لیا۔ چنانچہ لہنا سنگھ کے پاس اس نے کچھ میوہ بھیجا مگر اس نے یہ کہکر واپس کر دیا کہ ہم گنوار آدمی ہیں ہم کو غلہ ہی میوہ ہے میوہ ایک عیش کا سامان ہے جو بادشاہوں کے لئے چاہیئے۔ اس انکسار کے جواب سے خوش ہو کر بادشاہ نے لہنا سنگھ کو لاہور پر بحال کر دیا اور خود کابل کو واپس چلا گیا جہاں وہ ۱۷۷۳ء میں مر گیا۔ اس کے بعد قریب بیس برس لاہور کے سردار آرام سے ۱۷۹۷ء تک حکومت کرتے رہے۔ اس سال شاہ زمان نے جو کابل کے تخت پر بیٹھا تھا پنجاب پر حملہ کیا اور لہنا سنگھ پھر لاہور سے چلا گیا۔ جب بادشاہ چلا گیا تو پھر لاہور کو واپس آیا مگر اسی سال فوت ہو گیا۔ سوبھا سنگھ بھی انہیں ایام میں مر گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا موہر سنگھ اس کا جانشین ہوا اور لہنا سنگھ کی جگہ چیت سنگھ مسند نشین ہوا۔

۱۷۹۸ء میں شاہ زمان پھر پنجاب میں آیا مگر وہ لاہور میں چند ہی ماہ رہا کیونکہ ایران سے ایک ایسی خبر آئی جس سے اس کو کابل کو فی الفور واپس جانا پڑا۔ سردار رنجیت سنگھ سوکر چکیہ نے اپنی خدمتوں کے عوض شاہ زمان سے شہر لاہور حاصل کیا۔ اس کی بڑی خدمت یہ تھی کہ اس نے آٹھ توپیں جو راوی میں ڈوب گئی تھیں نکلوا کر شاہ کو بھیج دیں تھیں۔ شہر لاہور کی بخشش برائے نام ہی تھی کیونکہ رنجیت سنگھ کو شہر لاہور پر بزور خود قبضہ کرنا پڑا مگر یہ کچھ امر مشکل نہ تھا۔ لاہور کے مشترک حاکموں میں صرف گوجر سنگھ کا بیٹا صاحب سنگھ کچھ ہمت کا آدمی تھا سو وہ گجرات گیا ہوا تھا۔ چیت سنگھ دماغ کا کمزور اور موہر سنگھ نہ کسی چلن کا آدمی تھا نہ کچھ اقتدار رکھتا تھا۔ رعایا کو ان کی حکومت سے نفرت تھی اور ان کے اپنے متوسل بھائی گوربخش سنگھ، حکیم حاکم رائے اور عاشق محمد رنجیت سنگھ کے حامی تھے انہوں نے رنجیت سنگھ کو لکھ بھیجا کہ اسے لاہور کا لے لینا آسان بات ہے۔ رنجیت سنگھ ایک بڑی فوج لے کر انارکلی میں آداخل ہوا اور چیت سنگھ کو جس نے اس کے مقابلے کے واسطے بڑھنے کا خیال کیا تھا محکم دین چودھری لوہانکوٹ نے جس کے اہتمام میں لوہاری دروازہ تھا سمجھایا کہ یہ حرکت بے فائدہ ہے اور خود دشمن کو دروازہ کھول دیا۔ رنجیت سنگھ نے بآسانی شہر پر قبضہ کر لیا اور چیت سنگھ اور موہر سنگھ بھاگ گئے۔

رنجیت سنگھ نے کچھ عرصے کے بعد چیت سنگھ کو ساٹھ ہزار روپئے کی جاگیر موضع وٹنکی میں دی جس پر وہ اپنی وفات تک قابض رہا جو ۱۸۱۵ء میں ہوئی۔ اس کی آٹھ بیویاں تھیں مگر کسی سے کوئی بیٹا نہیں پیدا ہوا لیکن اس کی وفات کے چار مہینے بعد بی بی حکم کور کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا [illegible] سنگھ رکھا گیا اور رنجیت سنگھ نے اس کے نام موضع وٹنکی میں چھ ہزار روپئے کی جاگیر واگذار کر دی۔ یہ جاگیر بعد ازاں بہت گھٹائی گئی اور اس کے عوض اس کو موضع لدی میں جاگیر دی گئی اور ۱۸۱۹ء

میں پھر اس کے عوض چک ڈیڈو دیا گیا جو لہنا سنگھ کے پرانے علاقے میں سے تھا۔ الحاق پنجاب کے بعد یہ گاؤں عطر سنگھ اور اس کی والدہ کے نام ان کی حین حیات کے لئے واگذار ہوا +

سردار گوجر سنگھ جو لاہور کے شمال کی طرف ملک فتح کرنے گیا تھا اپنی مہم میں بخوبی کامیاب ہوا۔ یہ تھوڑے عرصے میں لہنا سنگھ اور سوبھا سنگھ کی نسبت زیادہ مقتدر ہو گیا۔ اس نے پہلے گجرات پر حملہ کیا جو سلطان مقرب نامی ایک گکھڑ رئیس کے قبضے میں تھا اور عین دیواروں کے باہر اس کو شکست دے کر اس نے شہر اور گرد و نواح کے ملک پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت سے گوجر سنگھ نے گجرات کو اپنا صدر مقام قرار دیا۔ اور دوسرے سال سنہ ۱۷۶۶ء میں اس نے جموں کی طرف کوچ کیا اور اسے تاخت و تاراج کر کے مع جھنڈا سنگھ بھنگی کے اسے باجگذار بنایا۔ بعد ازاں اس نے بتدریج پونچھ اسلام گڈھ اور دیوا بٹالہ کو زیر کر لیا۔ سنہ ۱۷۶۷ء میں احمد شاہ نے آخری مرتبہ پنجاب پر چڑھائی کی اور کل سکھ سرداروں کو بھگاتا ہوا چلا آیا کیونکہ سکھوں کو ان دنوں افغان فوج کا ایسا خوف تھا کہ کھلے میدان میں اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کا کسی کو خیال بھی نہیں گذرتا تھا اور پنجاب میں مثل مشہور تھی کہ کھادا پیتا لاہا دا رہندا احمد شاہ دا۔ یعنی جو کچھ کھایا پیا وہ ہمارا۔ باقی احمد شاہ کا +

جو سردار بھاگ گئے تھے ان میں گوجر سنگھ بھی تھا۔ وہ لاہور کو گیا اور جیسے احمد شاہ آگے کو بڑھا وہ فیروز پور کو چلا گیا جب درانی بادشاہ نے پنجاب سے پیٹھ پھیری تو گوجر سنگھ نے پھر شہر لاہور کے اپنے حصے پر قبضہ کر لیا اور اس کو اپنے ایک قریبی رشتہ دار تخت سنگھ کے سپرد کر دیا۔ بعد ازاں وہ امرتسر کو گیا اور اس متبرک شہر کی حفاظت کے واسطے اس نے قلعہ گوجر سنگھ کی بنیاد رکھی۔ جہاں اس کے بعد موجودہ قلعہ گوبندگڑھ بنایا گیا۔ چڑت سنگھ سوکرچکیہ نے بھی ایک قلعہ دربار صاحب کے شمال کی طرف

بنایا اور جیسا سنگھ رام گڈھیہ کا قلعہ مشرق کی طرف تھا اور بھنگیوں کا جنوب کی طرف۔
بعدہ اُس نے اپنے گاؤں رن گڈھ میں اپنے سب سے بڑے بیٹے کی شادی بھاگ سنگھ آہلووالیہ کی لڑکی سے کی اور جب شادی ہوچکی تو اپنی کُل فوج لے کر گجرات کو چلا گیا اور اپنے پُرانے علاقوں پر پھر بآسانی قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد اُس نے سردار چڑت سنگھ سوکر چکیہ کے ساتھ رُہتاس کے مشہور قلعے کا جو گکھڑوں کے قبضے میں تھا محاصرہ کیا کئی مہینے کے محاصرے کے بعد قلعہ فتح ہؤا اور کُل گرد و نواح کا علاقہ راولپنڈی تک مع وہاں کی عمدہ جنگجو قوموں جنجوہوں۔ گکھڑ اور آوانوں کے اپنے زیر فرمان کرلیا۔ پھر اُس نے اپنے دوسرے بیٹے صاحب سنگھ کی شادی پہلے سردار چڑت سنگھ کی ایک بیٹی کے ساتھ اور کچھ عرصے کے بعد ہمیر سنگھ جنیند والے کی ایک لڑکی سے کردی۔
گوجر سنگھ نے اپنے علاقے کو اپنے دونوں بڑے بیٹوں سُکھا سنگھ اور صاحب سنگھ میں تقسیم کردیا تھا۔ ان دونوں میں تنازع ہوگیا اور چھوٹے نے سردار مہاں سنگھ سوکر چکیہ کی شہ سے جو اَوروں کی بے وقوفی سے اپنا فائدہ ہمیشہ نکالنا چاہتا تھا اپنے بھائی پر حملہ کیا جو لڑائی میں مارا گیا۔ گوجر سنگھ نے جب یہ سنا تو وہ نہایت غضبناک ہؤا اور صاحب سنگھ کے قبضہ سے علاقہ لے لینا چاہا۔ چنانچہ وہ گجرات پر کُوچ کرکے پہنچا اور کسی نے اُس کا مقابلہ نہیں کیا صاحب سنگھ نے جو اب علانیہ سرکش ہوگیا تھا اپنے آپ کو اسلام گڈھ میں قلعہ بند کرلیا۔ مگر گوجر سنگھ کی حد سے زیادہ کارروائی کرنے کی خواہش نہ تھی اس لئے جس وقت اُس کے فرزند نے عفو چاہا اُسی وقت اُس نے معاف کردیا اور اُس کے پرانے علاقے پر اُسے بحال کرکے اُس علاقے کو جو سکھا سنگھ کے قبضے میں تھا اپنے سب سے چھوٹے بیٹے فتح سنگھ کو دے دیا۔ مگر ایک اور باعث نااتفاقی کا جلد پیدا ہوگیا۔ سردار مہاں سنگھ رسول نگر کا محاصرہ کررہا تھا جو اُس وقت کے دشمن چٹھوں کا دارالریاست تھا اس اثنا میں ایک بڑا عہدہ دار

شہر میں سے بھاگ کر سردار گوجر سنگھ کے لشکر میں پناہ گزیں ہؤا۔ مہاں سنگھ نے
اِس افسر کو مانگا مگر گوجر سنگھ نے دینے سے انکار کیا لیکن صاحب سنگھ نے جو اپنے
سالے کو خوش کرنا چاہتا تھا اُس افسر کو اُس کے حوالے کر دیا اور وہ قتل کیا گیا۔ گوجر سنگھ
اپنے بیٹے کی نافرمانی سے بہت ناراض ہؤا اور اُس نے اُسے بد دعا دی کہ جیسی تو نے
اپنے باپ کی بے حرمتی کی ہے ویسے ہی تیرا بیٹا بھی تیری بے عزتی کرے۔ صاحب سنگھ
کی اِس حرکت سے گوجر سنگھ کو اتنا غم ہوا کہ وہ بیمار ہو گیا اور اپنا کُل علاقہ اپنے سب
سے چھوٹے بیٹے فتح سنگھ کو دے کر لاہور چلا گیا جہاں وہ ۱۷۸۸ء میں مر گیا۔ اِسکی
سمادھ مثمن برج کے پاس ہے۔

اگرچہ گوجر سنگھ کی بہت بڑی خواہش تھی کہ اپنے بڑے بیٹے کو اپنا جانشین نہو نے
دے مگر سرداران خالصہ نے اُس کی خواہش کو مد نظر نہ رکھا۔ صاحب سنگھ نے بلا مقابلہ
فتح سنگھ سے اپنے باپ کا علاقہ چھین کر اُس پر قبضہ کر لیا اور فتح سنگھ گوجرانوالہ
میں مہاں سنگھ کے پاس جا رہا۔ کچھ عرصہ سالے بہنوئی یعنی مہاں سنگھ اور صاحب سنگھ
آپس میں صلح وصفائی سے رہے مگر ۱۷۸۹ء میں اُن میں تنازع ہو گیا اور دو
برس تک ایک دوسرے کے دشمن رہے۔ آخر کار ۱۷۹۱ء میں مہاں سنگھ نے
صاحب سنگھ کو قلعہ سودھرے میں مقید کر کے اُسے نہایت تنگ کیا۔ بھنگی سردار
نے لہنا سنگھ والئے لاہور اور کرم سنگھ ڈھلوں کو اپنی مدد کے واسطے بلایا۔ لہنا سنگھ تو
نہ ہلا مگر کرم سنگھ بڑی فوج لے کر آ پہنچا تاکہ مہاں سنگھ سے محاصرہ اٹھوا دے۔ اُس
میں اور مہاں سنگھ میں معرکہ آرائی ہوئی۔ سردار سوکرچکیہ اِس زمانے میں بہت
بیمار تھا اور لڑائی کے وقت اُس کو ہاتھی کے اوپر غش آ گیا تھا چنانچہ مہاوت
ہاتھی کو موڑ کر میدان سے مہاں سنگھ کو باہر لے گیا۔ اُس کی فوج نے جب اپنے
سردار کو نہ دیکھا تو بھاگ کھڑی ہوئی محاصرہ اٹھ گیا اور مہاں سنگھ گوجرانوالہ کو چلا گیا

جہاں وہ تین دن کے بعد مر گیا۔ مہان سنگھ کی موت اس سبب سے اور بھی جلد ہی ہوئی کہ اس کا دوست جودھ سنگھ وزیر آبادیہ اس کو دغا دے گیا تھا۔ سنہ ۱۷۹۷ء میں شاہ زمان نے پنجاب پر یورش کی اور صاحب سنگھ پہاڑ میں چلا گیا۔ شاہ زمان صرف چند روز لاہور میں رہ کر افغانستان کو واپس چلا گیا۔ اس نے پنڈ دادنخاں میں ایک افسر شہنچی مع سات ہزار افغان فوج کے تعینات کیا اور جب صاحب سنگھ گجرات واپس آیا تو یہ افسر مع ضلع جہلم کی مسلمان اقوام کے اس پر حملہ آور ہوا۔ صاحب سنگھ نے بشمولیت نہال سنگھ اور وزیر سنگھ اٹاریوالہ اور جودھ سنگھ وزیر آبادیہ اور کرم سنگھ ڈہلوں کے اس کے ساتھ لڑائی کی اور اسے شکست فاش دی۔ یہ واقع سنہ ۱۷۹۸ء کا ہے اور یہ نوبت اول تھی کہ سکھوں نے میدان جنگ میں افغانوں کو عمدگی سے شکست دی۔ شہنچی کی اس شکست کے چند ماہ بعد شاہ زمان نے پھر پنجاب پر حملہ کیا مگر وہ تھوڑے ہی دن پنجاب میں رہا اور رنجیت سنگھ کو لاہور دے کر چلا گیا جس کو رنجیت سنگھ نے فتح کر لیا جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ فتح سنگھ بھنگی اب رنجیت سنگھ کے ساتھ مل گیا اور رنجیت سنگھ نے اس سے اس کے بھائی کے نصف علاقہ کے دے دینے کا وعدہ کیا اور اس مدد سے فتح سنگھ نے فتح گڈھ جس کا نام اب کوٹ بارینخاں ہے اور سودھرے پر تصرف کر لیا۔ جب صاحب سنگھ نے لاہور کی فتح کا حال سنا تو وہ بڑی فوج لے کر رنجیت سنگھ کے مقابلے کے واسطے آیا اور رام گڈیہ اور قصور کی فوجیں بھی مشرق اور جنوب سے اسی نیت سے آئیں مگر بھسین میں جو ملاقات ہوئی اس میں لڑائی نہیں ہوئی۔ اسی سال کے اندر ہی عداوت شروع ہو گئی اور کچھ عرصے تک جاری رہی۔ فتح سنگھ کی اپنے بھائی سے صلح ہو گئی۔ مگر یہ اتفاق عرصے تک نہیں رہا کیونکہ فتح سنگھ نے جب مائی صاحب کور زوجہ صاحب سنگھ سے سلوک رکھا جو اپنے خاوند کی تیسری شادی سے ناراض ہو کر قلعہ جلال پور میں اس سے لڑتی رہی

تو صاحب سنگھ نے فتح سنگھ کی جائداد اور علاقے پر تصرف کر لیا۔ فتح سنگھ پھر
رنجیت سنگھ کے پاس چلا گیا مگر رنجیت سنگھ نے یہ یاد کرکے کہ لڑائی کے وقت
وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا اس کے واسطے کچھ کرنا نہ چاہا اور وہ لاہور میں نہایت افلاس
کی حالت میں رہ کر مجبوراً اپنے بھائی کے پاس گجرات چلا گیا جس نے اس کو دولت
نگر اور علاقے دیئے +

صاحب سنگھ میں اب وہ ہمت نہ رہی تھی جس کے باعث وہ مشہور تھا اور وہ شراب
نوشی اور عیاشی میں پڑ گیا۔ وہ سردار نہال سنگھ اٹاری والہ اور اپنے دیوان محکم چند
سے بھی جو بعد ازاں بہت مشہور ہوا لڑ پڑا اور یہ دونوں رنجیت سنگھ کے پاس چلے
گئے سنہ ۱۸۰۶ء میں صاحب سنگھ واسطے لاہور کے ساتھ پٹیالہ کی مہم میں گیا اور جب
وہ لڑائی ختم ہو گئی تو گجرات کو واپس آیا۔ سنہ ۱۸۱۰ء میں رنجیت سنگھ نے صاحب سنگھ
کا ملک لے لینے کا ارادہ کر لیا اور حکم سنگھ اٹاریوالہ اور سیوا سنگھ کو اس کام کے واسطے
روانہ کیا۔ صاحب سنگھ نے مقابلہ کرنا بے فائدہ دیکھا اور پچاس سوار لے کر وہ گجرات
سے بھاگ گیا اور دیوا بوتالہ کے قلعے میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ رنجیت سنگھ نے اس کے
کل علاقے پر تصرف کر لیا اور پچیس ہزار روپئے کا علاقہ گلاب سنگھ کے نام واگذار کیا
جس نے اپنے باپ کے خلاف سازش کی تھی۔ سنہ ۱۸۱۰ء میں جب رنجیت سنگھ
ملتان کے محاصرے میں مصروف تھا تو مائی لچھمی والدہ صاحب سنگھ وہاں گئی اور
اپنے فرزند کی شفاعت اس طرح سے کی کہ علاقہ بجوانت جمعی ایک لاکھ روپیہ اس کے
نام واگذار ہو گیا۔ یہ علاقہ صاحب سنگھ کے پاس اس کی وفات تک رہا جو دوسرے
سال ہوئی رنجیت سنگھ نے اس کی بیوگان دیا کور اور رتن کور کے ساتھ چادر ڈالکر
انہیں اپنے محل میں داخل کر لیا۔ دیا کور دختر دیوان سنگھ ورک پشورا سنگھ اور کشمیرا سنگھ
کی مشہور والدہ تھی ملتانا سنگھ کی ماں رتن کور مشہور تھی۔ سردار فتح سنگھ گجراتیہ اپنے

بھائی کی وفات اور ملک ضبط ہو جانے کے بعد کپورتھلہ چلا گیا اور وہاں آہلووالیہ سردار
کا دو برس تک نوکر رہا جب اُس کی ماں بھی مرگئی تو اُس کو ضلع امرتسر میں رن گڈھ
اور چند دیہات جاگیر میں ملے اور وہ سردار شام سنگھ اٹاریوالہ کا نوکر ہو گیا جہاں کئی سال
تک اُس کی فوج میں ملازمت کرتا رہا۔ سردار فتح سنگھ گجراتیہ بنوں میں ملک دلاساجان
کے قلعے کے محاصرے میں مارا گیا انہی ایام کے قریب ۱۸۳۲ء میں گلاب سنگھ مرگیا اور
اُس کی کل جاگیر ضبط ہو گئی ۔

جے مل سنگھ جو فتح سنگھ کا اکلوتا بیٹا تھا کچھ عرصے تک سردار شام سنگھ کی فوج میں نوکر
رہا اور سرحد اور پشاور میں خدمات انجام دیتا رہا مگر اُس کی اُس کے سردار سے اَن بن
ہو گئی اور اس سبب سے اُس پر بہت سی آفتیں آئیں کہ جس کا ذکر اس مختصر جگہ
میں طوالت کا باعث ہوگا۔ شام سنگھ کی دشمنی کے سبب اُس کی جاگیر ضبط ہو گئی اور
جب سرکار انگریزی نے ملک کا الحاق کیا تو وہ نہایت افلاس کی حالت میں تھا۔ وہ
رن گڑھ میں رہتا تھا نہ کچھ اسکی پنشن تھی نہ اُس کے پاس کچھ جاگیر تھی اور یہ حال اُس
کا ہے جو بڑے بھنگی خاندان کا رکن تھا جو نسبت اور خاندانوں کے ستلج اور اٹک
کے مابین سب سے زیادہ اقتدار اور علاقہ رکھتا تھا۔ وہ سنہ ۱۸۷۱ء میں ایک
لڑکا جوالا سنگھ چھوڑ مرا جو رن گڑھ متصل اٹاری ضلع امرتسر میں رہتا
ہے۔ جوالا سنگھ کا بیٹا بدھ سنگھ اُسی گاؤں کا نمبردار ہے۔ کوئی پنشن یا جاگیر
اِس خاندان کے نام نہیں ہے مگر چار سو گھماؤں سے زیادہ اراضی بحقوق
ملکیت اُس کے قبضے میں ہے ۔

ٹھاکر سنگھ جو سردار گوردت سنگھ کی صلبی اولاد میں سے ہے۔ خاندان کا سرکردہ خیال کیا
جا سکتا ہے۔ وہ پنجوار کا ذیلدار ہے اور ایک معزز اور باہمت زمیندار مشہور ہے اور پراونشل
درباری ہے۔ اُس کے اور اُس کے بھائی حاکم سنگھ کے نام ایک سو نوے روپئے سالانہ

کی آمدنی کی معافی واگذار ہے اور قریب دو ہزار بگہ اراضی کے وہ مالک ہیں۔ انکے چچا مول سنگھ کی بیوہ کو ایک سو اسّی روپئے سالانہ پنشن ملتی ہے ٭
عطر سنگھ یا اُس کی اولاد کا ضلع امرتسر میں اب کوئی نام ونشان نہیں رہا ہے ٭

سردار گلذار سنگھ کالیانوالہ

سلابی
|
صاحب سنگھ
|
حکومت سنگھ
|
کور سنگھ
|
سردار دل سنگھ تہیرنہ
وفات ۱۸۲۳ء

سردار عطر سنگھ وفات ۱۸۴۳ء — چتر سنگھ وفات ۱۸۴۵ء — جوالا سنگھ خوردسال مرا — چیت سنگھ

(سردار عطر سنگھ کا فرزند)
سردار لعل سنگھ
ولادت ۱۸۲۲ء
|
گلذار سنگھ
ولادت ۱۸۶۶ء
(برادر زادہ متبنّٰی -)

جیمل سنگھ
جتا سنگھ — جے سنگھ
|
سردار فتح سنگھ کالیانوالہ
وفات ۱۸۰۷ء
|
بی بی لسداں
(سردار رنجیت سنگھ ٹسوں والے سے شادی ہوئی)
|
سردار اتر سنگھ سوں والہ
|
اچھر سنگھ

سردار گلذار سنگھ پرانے خاندان کالیانوالہ میں سے نہیں ہے اور نہ وہ بڑے سردار فتح سنگھ کالیانوالے کا رشتہ دار ہے جس کے سبب موجودہ خاندان کو دولت اور اعزاز حاصل ہُوا۔ فتح سنگھ کے خاندان کا حال یہاں مختصر طور پر بیان کرنا ضروری ہے سردار فتح سنگھ کا دادا جے مل سنگھ سندھو جٹ تھا اور اپنے خاندان میں سے پہلے اسی نے سکھ دھرم اختیار کیا۔ وہ کالی لکھو کا متوطن تھا جو امرتسر کے متصل واقع ہے۔ یہ شکر چکیہ سرداروں چڑت سنگھ اور مہان سنگھ کا ساتھی تھا اور اُن کے ہمراہ قوم چٹھہ سے جو ضلع گوجرانوالہ کے شمالی حصہ میں آباد ہے ہمیشہ جنگ وجدل میں مصروف رہا کرتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ چند چٹھے قزاقوں کے ساتھ ایک معرکے میں اسکے دونوں بیٹے جے سنگھ اور جتا سنگھ

مارے گئے۔ فتح سنگھ رنجیت سنگھ کی ملازمت میں ۱۷۹۸ء کے قریب داخل ہوا اور اپنے آقا کا بہت جلد مورد الطاف ہوگیا۔ وہ بہادر اور ہوشیار سپاہی تھا اور ۱۸۰۷ء تک جو مہمیں مہاراجہ نے کیں تقریباً سب میں اُس نے داد سپہ گری دی۔ وہ غلام محمد خاں چٹھہ۔ جودھ سنگھ وزیر آبادیہ اور ندھان سنگھ اٹو کے خلاف لڑتا رہا۔ جب مہاراجہ نے شہر لاہور پر تصرف کیا اور جب آہلووالیہ اور کنہیہ سرداروں کی مدد سے اُس نے بھنگیوں اور رام گڈھیوں سے امرتسر چھینا تو فتح سنگھ مہاراجہ کے ساتھ موجود تھا۔ جھنگ اور پنڈی بھٹیاں کی مہموں میں وہ لڑتا رہا اور یہ بات بہت کچھ اُسی کے صلاح کے باعث ہوئی کہ رنجیت سنگھ نے ۱۸۰۵ء میں جسونت راے ہولکر کا انگریزوں کے خلاف ساتھ نہیں دیا۔ فتح سنگھ کے حسن خدمات اور امداد کے سبب انگریزوں اور ہولکر میں آخرکار صلح ہوگئی اور ہولکر نے سردار مذکور کو اُسکی خدمات کے صلے میں بیش بہا انعام دئے۔ جسا سنگھ بھنگی سے چنیوٹ کے لینے میں فتح سنگھ نے کار نمایاں کیا اور جب ۱۸۰۶ء میں احمد خاں سیال سے جھنگ لیا گیا تو وہ ضلع فتح سنگھ کو ساٹھ ہزار روپئے سالانہ پر اجارے میں دیا گیا مگر احمد خاں نے تھوڑے ہی عرصے کے بعد فتح سنگھ سے فیصلہ کرلیا اور فتح سنگھ لاہور کو واپس چلا آیا*

۱۸۰۶ء کے اختتام کے قریب سردار فتح سنگھ قصور کو جہاں قطب الدین خاں فساد کر رہا تھا بھیجا گیا۔ یہ پٹھان رئیس دلیرانہ لڑتا رہا مگر اُس نے بخوشی ایک لاکھ روپیہ سکھوں کو دے کر اپنا پیچھا چھڑایا۔ ۱۸۰۷ء کے شروع میں ایک سکھ فوج خاص رنجیت سنگھ کے زیر حکم قصور پر پھر چڑھ گئی اور ایک عرصے کی لڑائی کے بعد اُسکو سر کرلیا۔ فتح سنگھ نے قطب الدین سے وعدہ کیا کہ اگر وہ قلعہ قصور حوالے کردے تو اُسے ممدوٹ کے علاقے میں امن سے رہنے دیا جائیگا۔ اگرچہ رنجیت سنگھ نے اِس

اقرار کو پسند نہ کیا مگر فتح سنگھ نے اِس کو پورا کرنا فرض سمجھا*

فتح سنگھ کے زیرکمان لڑنا بہت سے سکھ سردار اپنا فخر سمجھتے تھے ایسے سرداروں میں سے امیر سنگھ سندھانوالیہ۔ دل سنگھ نہیرنہ۔ دھنا سنگھ ملوئی۔ فتح سنگھ مٹو اور اُتم سنگھ چھاچھی تھے*

سنہ ۱۸۰۸ء میں رنجیت سنگھ نے پٹیالہ سے واپس آتے ہوئے قلعہ نرائن گڑھ کا جو سردار کشن سنگھ کے قبضے میں تھا محاصرہ کیا۔ پندرہ دن تک محاصرہ قائم رہا اور مہاراجہ کو اِس توقف کے سبب بیتابی ہوئی چنانچہ اُس نے فتح سنگھ کو جو اِس فوج کا خاص کمان افسر تھا کہا کہ تم کو میرے پاس رہنے کا بہ نسبت میدان کارزار میں جانے کے زیادہ شوق ہے۔ فتح سنگھ نے اِس بات سے غصہ کھاکر قلعے پر حملہ کیا مگر کامیاب نہ ہوا اور ایسا مجروح ہوا کہ جانبر نہ ہو سکا۔ رنجیت سنگھ اُس کے دیکھنے کو اُس کے خیمہ میں آیا کہتے ہیں کہ فتح سنگھ نے مہاراجہ کو صلاح دی کہ کسی جٹ کو آئندہ ریاست کے اعلےٰ ترین عہدے پر مامور نہ کرنا۔ یہ بات تو مشتبہ ہے کہ آیا ایسی صلاح حقیقت میں دی گئی تھی یا نہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ ایسے ہی اصول پر کام کرتا تھا کیونکہ درحالیکہ اُس کے نہایت شجاع افسر اور جرنیل جٹ سکھ تھے۔ مگر کونسل میں اُس کو برہمنوں راجپوتوں بلکہ مسلمانوں پر زیادہ اعتبار تھا*

فتح سنگھ لاولد تھا اور رنجیت سنگھ اُس کی کُل جاگیر ضبط کر لیتا مگر سردار فتح سنگھ کی وفات سے کچھ رحم اور افسوس کھاکر اُس نے امرتسر میں پہنچکر مست سنگھ پڈہانیہ کو مائی سیوان بیوہ سردار موصوف کے پاس خلعت دیکر بھیجا اور حکم دیا کہ مائی سے کہے کہ جس کسی کو وہ اپنے شوہر کا وارث نامزد کریگی اُسے منظور کیا جائیگا کئی ایسے سردار تھے جن کے ساتھ فتح سنگھ کو بہت محبت تھی مگر دھنا سنگھ ملوئی اور دل سنگھ نہیرنہ سے اُسے زیادہ اُنس تھا۔ دل سنگھ نہیرنہ اُس کا پتر یلہ یعنے دھرم کا بیٹا تھا اور وہ

اُس کو بہت عزیز رکھتا تھا لیکن فتح سنگھ کے ترکے کے وارث ہونے میں دل سنگھ نہ اپنے نصیب پر شاکر رہا نہ فتح سنگھ کی مہربانی پر۔ جس رات مت سنگھ کالے میں پہنچا دل سنگھ نے اُس سے خفیہ ملاقات کی اور پانچہزار روپئے اُس کو دئیے اسلیئے مت سنگھ نے مائی سیواں سے کہا یوں تو جس کو تمہارا جی چاہے نامزد کرو مگر رنجیت سنگھ صرف دل سنگھ سے ہی خوش ہوگا لہذا دل سنگھ منتخب ہؤا ۔

باوجود رنجیت سنگھ کی فیاضی کے جو اِس موقع پر ظہور میں آئی بہت سے آدمی کہتے تھے کہ دل سنگھ کو یہ جاگیر فتح سنگھ کی موت کی خوشی میں دیگئی ہے کیونکہ رنجیت سنگھ مدت سے فتح سنگھ سے خائف تھا اور اُس نے اِس سردار کو قلعہ نرائن گڈھ پر ایسی دشوار گذار جگہ سے حملہ کرنے کے لیئے اِس اُمید پر اُکسایا تھا کہ وہ مارا جائے۔ ایک موقع پر وزیر آباد میں رنجیت سنگھ نے فتح سنگھ سے کہا کہ اپنی فوج ایک طرف کرے تاکہ دیکھیں اُس کی تعداد کس قدر ہے۔ جب یہ حکم دیا گیا تو ساری فوج بڑے سردار کالیانوالہ کی طرف چلی گئی اور رنجیت سنگھ نے جب اپنے آپ کو بالکل تنہا دیکھا تو اُس نے بہت غم و غصہ کھایا۔ اِس بات کو رنجیت سنگھ کبھی نہیں بھولا اور نہ اِس سردار کی طرف سے جس کا فوج پر اِس قدر اقتدار تھا کبھی غافل ہؤا ۔

دل سنگھ نہیرنہ کا خاندان ابتداء میں کڑیال علاقہ شیخوپورہ میں رہتا تھا اور یہ ذات کا نہیرنہ یعنی ناخن تراش یا نائی تھا۔ کہتے ہیں کہ اِس خاندان کا ایک بزرگ جو ورک جٹ تھا و نیز چند قوم جنڈی نہیرنہ کی لڑکی پر عاشق ہوگیا اور اُس کو بھگا لے گیا تب سے اِس خاندان کا لقب نہیرنہ چلا آتا ہے۔ مگر یہ بات جھوٹ ہے اور صرف اُس وقت سے گھڑی گئی ہے جب سے اِس خاندان کو فروغ حاصل ہؤا۔ دل سنگھ جاٹ نسل سے نہیں تھا۔ صاحب سنگھ نہیرنہ بھگوان سنگھ کا رفیق تھا اور وہ بہادر اور کامیاب لٹیرا مشہور ہوگیا۔ جب چڑت سنگھ ذی اقتدار ہوا تو دونوں صاحب سنگھ

اور بھگوان سنگھ اُس کے ساتھ مل گئے اور جب اُس نے علاقہ پنڈدادن خان کو فتح کیا تو بھگوان سنگھ نے تیسرے حصے کا دعوےٰ کیا۔ چڑت سنگھ کو یہ ناگوار ہوا اور چونکہ صاحب سنگھ پر اُسے پورا بھروسہ تھا اِسلئے اُسنے اپنے آزار دِہ دوست سے نجات حاصل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ تھوڑے عرصے بعد تینوں شکار کھیلنے گئے۔ اور جب ایک جنگلی سؤر پاس سے ہوکر نکلا تو چڑت سنگھ نے پکار کر کہا کہ "اُس کو زندہ نہ جانے دینا"۔ صاحب سنگھ نے جو اِن الفاظ کے معنے خوب سمجھتا تھا بھگوان سنگھ کو گولی سے مار دیا۔ اِس خدمت کے عوض اس کو جاگیر ملی۔ اُس کا بیٹا حکومت سنگھ اور پوتا گور سنگھ دونوں شکر چکیہ سرداروں کے ملازم تھے لیکن یہ کچھ مشہور آدمی نہ تھے ✤

سردار دل سنگھ ایک بہادر اور لائق آدمی تھا اور سردار فتح سنگھ کالیانوالہ جس کے زیر حکم وہ لڑا کرتا تھا اُس کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ فتح سنگھ کی وفات کے وقت دل سنگھ کی جاگیر قریباً ۶۰،۰۰۰ روپئے کی تھی مگر جب جاگیرات کالیانوالہ باستثناء ستر ہزار روپئے کی جاگیر کے جو مائی سیواں اور فتح سنگھ کے نواسوں کے نام واگذار ہوئی دل سنگھ کو ملیں تو اِس کی جاگیر ساڑھے تین لاکھ روپئے کی ہوگئی۔ کئی سردار جو فتح سنگھ کے زیر حکم لڑا کرتے تھے اب دل سنگھ کے ماتحت لڑے اور یہ نہیر نہ سردار لڑائی میں مثل بڑے بڑے جنٹ آمرا کے داد شجاعت دیتا رہا۔ قصور۔ ملتان۔ کشمیر اور ڈیرہ اسمعیلخاں کی مہموں میں دل سنگھ کی کارگذاریاں قابل تعریف تھیں ✤

سنہ ۱۸۱۴ء میں دل سنگھ دیوان محکم چند کے پوتے رام دیال کے ساتھ دس ہزار فوج کی جمعیت دیکر اِس غرض سے روانہ کیا گیا کہ بندن سر کی راہ سے کشمیر کو جائیں جب کہ رنجیت سنگھ خود پونچھ کی راہ سے روانہ ہوا۔ اِس جمعیت کے مقابلے پر غنیم کی جو فوج آئی وہ تعداد میں بہت زیادہ تھی اور اُس نے اِس کو گھیر لیا۔ مگر صرف اِس سبب سے بلا گزند واپس جانے دیا کہ عظیم خاں کی دیوان محکم چند کے

ساتھ دوستی تھی۔ ۱۸۱۵ء کے موسم بہار میں پھر رام دیال کے ساتھ دل سنگھ نے ملتان اور بہاولپور کے علاقوں کو تباہ کیا ہر شہر سے جرمانہ اور خراج وصول کرتا گیا اور اسی سال کے آخر میں وہ بھمبر اور راجوری کے سرداروں کے مقابلے پر بھیجا گیا جنھیں اس نے مطیع کیا اور شہر راجور کا بڑا حصہ جلا دیا۔ یہ سردار ۱۸۲۳ء میں فوت ہو گیا۔ اس کے خاندان کے لوگ کہتے ہیں کہ وہ مرض ہیضہ سے مرا مگر عام زبان زد یہ ہے کہ اس نے اس سبب سے زہر کھا لیا تھا کہ مہاراجہ نے اسے اس امر پر ملامت کی تھی کہ اس کی فوج خراب حالت میں تھی۔ اس کی جاگیر اس کے بڑے بیٹے عطر سنگھ کو ملی ؎

۱۸۳۴ء میں عطر سنگھ زیر حکم کنور نونہال سنگھ پشاور بھیجا گیا تھا۔ وہاں دیوان حاکم رائے نے جو شہزادہ کا ڈیوڑھی دار اور نہایت مورد الطاف تھا بعضے سرداروں کو جو عطر سنگھ کے زیر حکم لڑا کرتے تھے ورغلایا کہ تم مع اپنی فوج کے میری طرف آ جاؤ۔ اس پر عطر سنگھ بلا اجازت فوج چھوڑ کر مہاراجہ کے حضور میں فریاد کرنے کے لئے لاہور چلا آیا۔ یہاں اس کے حال پر کچھ توجہ نہ ہوئی اور حکم ملا کہ بلا توقف اپنی فوج کے ساتھ بنوں میں جا کر شامل ہو جائے۔ عطر سنگھ نے انکار کیا۔ اس پر مہاراجہ نے باستثناء خاندانی جاگیر موضع کالہ جمعی ساڑھے تین ہزار روپیہ اور حمید پور جمعی ساڑھے سات سو روپئے کے اس کی کل جاگیرات ضبط کر لیں۔ یہ حال مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات تک رہا۔ مہاراجہ کے بعد کھڑک سنگھ نے ۱۲۷۵۰ روپئے کی جاگیر عطر سنگھ کو بلا معاوضہ خدمات واگذار کر دی اور مہاراجہ شیر سنگھ نے عطر سنگھ کے گنگا جی سے واپس آنے کے بعد جہاں وہ مہاراجہ کھڑک سنگھ اور کنور نونہال سنگھ کے پھول لیکر گیا تھا پنڈی گھیب اور ہیرو وال میں ۱۰۲۰۰ روپئے کی جاگیر بشرط ادائے خدمات دو سو سواروں کے عطا کی۔ اس میں دو ہزار

روپئے کی جاگیر اس کے بیٹے لعل سنگھ کے نام پر تھی۔ عطر سنگھ لاہور اور اضلاع گرد و نواح کا عدالتی مقرر ہوا اور اس کو پنڈیوالہ غیر آئین رسالے کی جو پہلے ملکھا سنگھ پنڈیوالہ نے بھرتی کیا تھا۔ کمان افسری ملی۔ جواہر سنگھ کے وزیر ہونے تک اس کی جاگیرات میں تغیر و تبدل نہیں ہوا مگر اس کے وزیر ہوتے ہی عطر سنگھ نے عرض کی کہ اگرچہ پنڈی گھیب کی براے نام جمع ۶۵۰۰۰ روپئے ہے لیکن پچاس ہزار روپئے سے زیادہ وصول نہیں ہوتا چنانچہ اس کے عوض اسے علاقہ چونیاں ڈھنڈیانوالی اور گھڈیاں جمعی ساٹھ ہزار روپئے ملا۔

جب جواہر سنگھ کے حکم سے کنور پشاورا سنگھ قتل ہوا تو فوج نے وزیر کے طریق سے نہایت غضب میں آکر اس کے قتل کی نیت کر لی اور جادۂ اطاعت سے قدم باہر رکھا۔ ۱۹ ستمبر کو رانی جنداں نے سردار عطر سنگھ کو دیوان دینا ناتھ اور فقیر نورالدین کے ہمراہ فوج کے پاس بمقام میانمیر اس واسطے بھیجا کہ اس کو سمجھا کر راہ راست پر لائیں مگر ان کی صلاح کو فوج نے نہ مانا۔ فقیر کو تو رخصت کر دیا مگر دیوان دینا ناتھ اور عطر سنگھ کی توہین کی اور لشکر میں قید کر لیا اور وزیر کے قتل کے بعد ۲۲ ستمبر کو فوج نے جو رانی سے ہمیشہ خوف کھاتی تھی ان کو لاہور اس واسطے بھیجا کہ مصالحت کرا دینے میں ساعی ہوں۔

سردار عطر سنگھ ۱۸۴۵-۴۶ء کی مہم ستلج میں برابر خدمات کرتا رہا اور فیروز شہر کی لڑائی میں اس کا بھائی چتر سنگھ مارا گیا۔ ستمبر ۱۸۴۶ء میں عطر سنگھ کو حکم ہوا کہ فوج خالصہ کے ساتھ جو مفسدہ فرو کرنے کے لئے کشمیر جاتی تھی شامل ہو جائے مگر باوجود متواتر حکم کے اس نے ذرا بھی خیال نہ کیا اور اپنے وطن میں جو امرتسر کے متصل تھا اپنی بھتیجی کی شادی کرنے کے بہانے سے بیٹھا رہا۔ اس کے اس طریق کے باعث اس کی جاگیر ضبط کی گئی مگر تھوڑے ہی عرصے کے بعد

اُسے پھر واپس مل گئی اور اُس کی مقدار ۸۰۰ ۱۱ روپیہ کردی گئی۔ دسمبر ۱۸۴۶ء میں جو کونسل آف ریجنسی مقرر ہوئی اُس میں عطر سنگھ بھی شامل کیا گیا اور اِس منصب پر وہ الحاق پنجاب تک مامور رہا۔ جب اپریل ۱۸۴۸ء میں پہلے ہی ملتان کے مفسدے کی خبر پہنچی تو اُس کو وہاں جانے کا حکم ہؤا اور جتنی غیر آئین فوج تھی اُس کے زیر کمان کی گئی۔ جب رزیڈنٹ مقیمہ لاہور نے دیکھا کہ اُس موسم میں وہاں گورہ فوج کا بھیجا جانا خلاف مصلحت ہے تو عطر سنگھ مع اور سرداروں کے واپس بلایا گیا مگر بعدہ وہ راجہ شیر سنگھ کے ہمراہ رسالہ کا کمان افسر ہو کر ملتان کو گیا۔

اِس سردار کا اپنی فوج پر جیسا کہ چاہیئے رعب داب نہیں تھا کچھ خود ضعیف العقل اور متلون مزاج تھا اور اگرچہ اُس کی اپنی نیت اچھی تھی مگر وہ اِس قابل نہ تھا کہ اپنی فوج کو جادۂ اطاعت پر قائم رکھ سکتا۔ روز بروز فوج زیادہ سرکش ہوتی گئی اور جوق جوق مولراج باغی کی طرف جاتی رہی۔ آخر کار تینوں سکھ جرنیلوں سردار عطر سنگھ راجہ شیر سنگھ اور سردار شمشیر سنگھ نے بہ مشورت میجر اڈورڈس صاحب اور باتفاق انگریزی جرنیل کے یہ تجویز کی کہ فوج کو ملتان سے جہاں اُسے ترغیب کا موقع تھا کہیں اور بھیجدیا جائے چنانچہ سردار عطر سنگھ کی فوج کی نسبت راستے کی حفاظت کے لیئے تلمبہ میں مقیم رہنے کی تجویز ہوئی مگر اس پر عملدرآمد ہونے سے پہلے کُل فوج سرکش ہو گئی اور جب راجہ شیر سنگھ آ کر اُس میں شامل ہو گیا تو ملتان کو کوچ کر گئی۔ سردار عطر سنگھ گھوڑے پر سوار ہو کر مع چند سواروں کے میجر اڈورڈس صاحب کے لشکر میں جا ملا اور اُس کے بیٹے لعل سنگھ کو فوج اپنے ہمراہ لے گئی مگر وہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد فوج سے نکل بھاگا اور میجر اڈورڈس صاحب کے لشکر میں آکر شامل ہو گیا۔

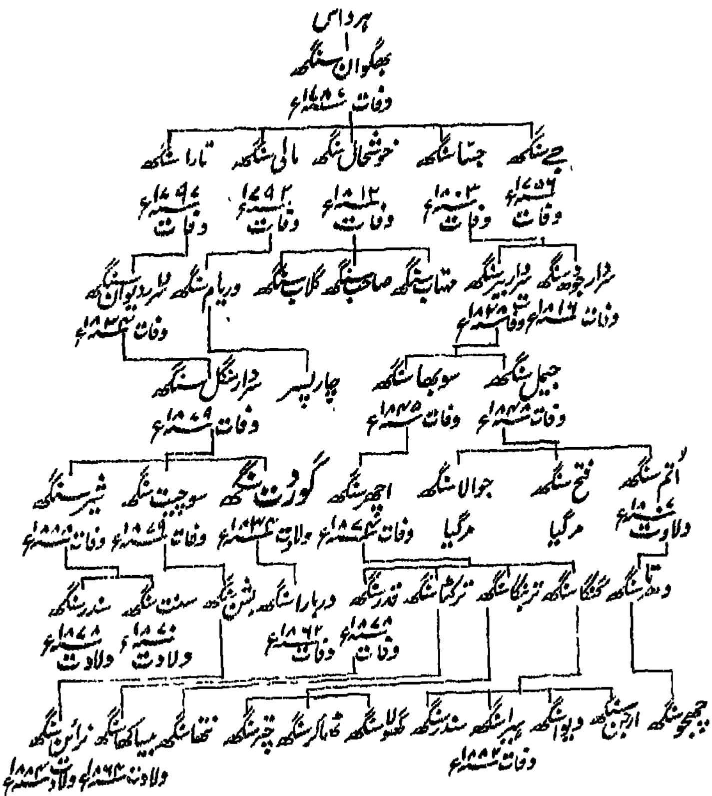
جون ۱۸۴۷ء میں لعل سنگھ پانسو سواروں کا کمان افسر مقرر کر کے حسن ابدال بھیجا

گیا اور وہاں تیسری مئی ۱۸۴۸ء تک رہا جب کہ اُس کو حکم ملا کہ جو فوج راجہ شیر سنگھ کے ساتھ ملتان کو جاتی ہے اُس کے ساتھ جا ملے۔ جب دیوان کشن کور عدالتی بٹالہ مفسدوں میں شامل ہو گیا تو سردار لعل سنگھ اُس کی جگہ مقرر ہوا اور قریب تین مہینے یعنے الحاق تک اِسی عہدے پر مامور رہا۔

الحاق پر سردار عطر سنگھ کی کُل ذاتی جاگیریں جو تعداد میں ۴۷۷۵۰ روپئے کی تھیں اُس کی حین حیات کے لئے واگذار ہوئیں اور چہارم جاگیر اُس کے بیٹے لعل سنگھ اور اُس کے نرینہ ورثا کے نام دوام کے لئے واگزار ہوئی۔ سردار لعل سنگھ کی جاگیر جمعی ۳۶۰۰ روپئے جو حال میں ہی یعنے ۱۸۴۸ء میں عطا کی گئی تھی ضبط ہو گئی مگر اُس کو ۴۸۰۰ سالانہ کا نقد مواجب اُس کے باپ کی جاگیر میں سے جس کے ساتھ اُس کا تنازع رہتا تھا دیا گیا۔

سردار عطر سنگھ دسمبر ۱۸۵۱ء میں فوت ہوا اور اُس کی تین چوتھائی جاگیر ضبط کیگئی۔ فروری ۱۸۶۲ء میں لعل سنگھ کا حصہ بڑھا کر دوام کے لئے پندرہ ہزار کا کیا گیا لعل سنگھ موضع کالہ ضلع امرتسر میں رہتا تھا اور اُسی جگہ ۱۸۸۴ء میں اُس نے وفات پائی۔ کئی سال تک وہ عامۂ خلائق کے کاموں میں شریک نہیں ہوا بجز اس کے کہ وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سمادھ واقع لاہور کی کمیٹی کا ممبر تھا۔ وہ پرانی وضع کا سکھ سردار تھا اور آخر تک اُس نے باز اور اور کئی طرح سے شکار کھیلنے کا شوق رکھا۔ اُس نے چار شادیاں کیں اولاد کسی سے نہ ہوئی۔ آخر اُس نے اپنے بھتیجے گلذار سنگھ کو متبنے کیا۔ سر چارلس ایچیسن صاحب سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب کی خاص سفارش پر گورنمنٹ ہند نے پندرہ ہزار روپئے کی جاگیر دوام کے لئے گلذار سنگھ کے نام واگذار کی۔ گلذار سنگھ کی تعلیم گھر میں ہوئی۔ یہ ایک خوبصورت خوش اطوار اور ہوشیار نوجوان ہے اور کالے میں سکونت پذیر ہے علاوہ جاگیر کے اُس کے پاس اور جائداد زرعی اور سکنی بھی ہے

سردار گوردت سنگھ رام گڑھیہ



رام گڑھیہ مسل جس سے سردار گوردت سنگھ کے خاندان کا نام مشہور ہے سکھوں کی مسلوں میں ایک نہایت طاقت ور مسل تھی اور اٹھارھویں صدی کے آخر میں آٹھ ہزار جنگ آور میدان میں لانے کا مقدور رکھتی تھی - اس مسل کے سرداروں میں سے جسا سنگھ نہایت مشہور تھا اگرچہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس مسل کا وہ بانی تھا کیونکہ کئی برسوں تک جن میں مفسدہ برپا رہا۔ یہ مسل خوشحال سنگھ اور نند سنگھ کے ماتحت قائم رہی مگر اس کو زور اور شہرت فقط ۱۷۵۸ء میں ہی حاصل ہوئی جب کہ جسا سنگھ اس کا سردار ہوا۔

جسّا سنگھ کا دادا ہردا اس ہندو بجار سر سنگھ ضلع لاہور میں رہتا تھا۔ یہ شخص اپنے گاؤں میں اپنے غریبانہ پیشہ پر قانع تھا مگر اس کے بیٹے بھگوان نے جس کی طبیعت میں زیادہ ولولہ تھا پہل لیکر اور اپنے نام کے ساتھ لفظ سنگھ بڑھا کر ملک میں پھرتا اور اپنے نئے مذہب میں لوگوں کو شامل کرنا اختیار کیا۔ آخرکار وہ اچھو گل میں جا بسا جہاں اس کے ہاں پانچ بیٹے پیدا ہوئے۔ جے سنگھ۔ جسّا سنگھ۔ خوشحال سنگھ۔ مالی سنگھ اور تمارا سنگھ جن میں سے چار پچھلے مشہور آدمی اور رام گڑھیہ مسل کے سردار ہوئے۔ ان بھائیوں کی عمروں میں کچھ بڑا فرق نہ تھا اور ۱۷۵۲ء میں جب وہ بالغ ہوئے تو مشہور نواب اُدینہ بیگ خاں کے نوکر ہو گئے۔ اس لائق نواب نے جو بادشاہان دہلی کی طرف سے دوآبہ جالندھر کا صوبہ دار تھا سکھوں کو احمد شاہ دُرانی کا مقابلہ کرنے میں جرأت اور رغبت دلائی اس امید سے کہ اُن کی مدد سے کُل اختیار اُس کو اِس ملک میں حاصل ہو جائیگا اور غالب ہے کہ اِس اُمید میں وہ کامیاب ہوتا مگر ۱۷۵۸ء میں وہ قبل از وقت مر گیا۔ جب احمد شاہ کا بیٹا شہزادہ تیمور ادینہ بیگ کی سرزنش کے واسطے فوج لے کر چڑھا تو نواب موصوف پہاڑوں کے اندر چلا گیا اور جسّا سنگھ اور اُس کے بھائی اس کو چھوڑ کر امرتسر چلے گئے اور وہاں جا کر نند سنگھ سنگھنی کی فوج میں شامل ہو گئے۔ جے سنگھ اُنہیں ایام کے قریب مجیٹھہ کے متصل افغانوں کے ساتھ لڑتا ہُوا ایک جنگ میں مارا گیا۔

امرتسر اِس زمانے میں ایک بڑا گاؤں تھا۔ جب افغان واپس گئے تو نند سنگھ اور جسّا سنگھ نے اِس کو کچھ مستحکم کیا اور ایک حِصّے کے گرد دھول کوٹ بنا کر اُس جگہ کا نام رام رونی رکھا۔ جب اُدینہ بیگ پہاڑوں سے واپس آیا تو اُس نے اِس خیال سے کہ سکھ بہت زور پکڑتے جاتے ہیں مرزا عزیز بخش کو نئے قلعہ کے سر کرنے کے واسطے بھیجا اور حقیقت میں یہ کام کچھ مشکل بھی نہ تھا۔ جسّا سنگھ

اور اُس کے دوست دلیرانہ لڑے اور کئی مرتبہ قلعہ سے لڑتے ہوئے باہر نکلے مگر نواب کی فوج کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے آخر رات کے وقت قلعہ چھوڑ کر بھاگ گئے اور بہت سا نقصان اُٹھا کر نواب کی فوج کو چیر کر نکل گئے۔ رام رونی مسمار کر دی گئی مگر ادینہ بیگ تھوڑے ہی عرصے کے بعد مر گیا اور جسا سنگھ نے اپنی مسل کی سرداری اختیار کر کے اِس قلعہ کا نام جس میں وہ ایسی دلیری سے لڑا تھا رام گڑھ اور اپنی مسل کا نام رام گڑھیہ رکھا۔ اِسی اثنائے میں اُس نے کنہیہ مسل کی امداد سے قصبہ دینا نگر۔ بٹالہ۔ کلانور۔ سری ہرگوبند پور۔ قادیان۔ گھومن اور اضلاع امرتسر اور گورداسپور میں بہت سے اور قصبوں پر قبضہ کر لیا جن کی جمع کا چھ سے دس لاکھ روپیہ تک تخمینہ کیا جاتا تھا۔ اِس کے علاوہ جسا سنگھ نے جو اپنے علاقے کا تنہا مالک تھا بہت سے دیہات دوآبہ جالندھر میں حاصل کئے۔ اپنے بھائیوں کو اُس نے اپنے ماتحت علیحدہ جاگیریں دیں۔ اُس کے بھائیوں کی کوتہ اندیشی کے سبب اِس خاندان پر بڑی آفت آئی۔ ایک مرتبہ جسا سنگھ آہلووالیہ گورداسپور کے قریب اچل کو تیرتھ کے واسطے جاتا تھا خوشحال سنگھ مالی سنگھ اور تارا سنگھ نے اُس پر حملہ کیا اُس کی فوج منتشر ہو گئی اور خود جسا سنگھ آہلووالیہ قید ہو گیا۔ اگر جسا سنگھ کے بھائی اُس کے رقیب کو مار ڈالتے تو وہ بہت خوش ہوتا مگر جب وہ قید کر کے لایا گیا تو جسا سنگھ رام گڑھیہ کو اُسے بہت سے تحائف دے کر چھوڑ دینے کے سوا اور کچھ چارہ نہ رہا کیونکہ پرانے سکھ سرداروں میں سپہگری کے جوہر بہت تھے۔ مگر سردار آہلووالیہ کے دل سے اِس بات کا غصہ نہیں مٹا۔ یہ کُل خالصہ کا سردار بلکہ اس کا بانی مبانی گنا جاتا تھا اور اُس کے ہمراہی اور خوشامدی اُس کو سلطان القوم کہتے تھے ایسے سردار کی ہتک رام گڑھیہ نوجوانوں نے جن کی داڑھیاں ابھی نکلنی ہی شروع ہوئی تھیں ایسی توہین

کی چنانچہ جسا سنگھ آہلووالیہ نے سخت قسم کھائی کہ جب تک محل املاک رامگڑھیہ پر تصرف نہ کرلونگا کبھی پگڑی نہ اُتارونگا۔ بہت سے سردار اُس کی مدد کے واسطے آئے جنہیں سردار جسا سنگھ آہلووالیہ کی توہین کا چنداں خیال نہ تھا بلکہ زیادہ تر اُن کی نظر لوٹ اور نئی جاگیروں پر تھی۔ اِن سرداروں میں گنڈا سنگھ اور جھنڈا سنگھ بھنگی۔ جے سنگھ اور حقیقت سنگھ کنہیہ رام گڈھیوں کے پرانے دشمن چڑت سنگھ۔ نار سنگھ چمیاریوالہ اور کئی ایک اَور بھی تھے۔ انہوں نے جسا سنگھ پر چاروں طرف سے حملہ کیا اور سخت لڑائی کے بعد رام گڈھیوں کے تمام علاقے پر تصرف کرلیا۔ خوشحال سنگھ بیگووال میں جے سنگھ کنہیہ کے ساتھ لڑتے ہوئے بہت سخت زخمی ہوا۔ تارا سنگھ کے ہاتھ سے کالانور جاتا رہا اور جسا سنگھ معہ اپنی رسالہ کی بہت سی جمعیت لیکر ستلج پار سرسہ کی طرف بھاگ گیا اور اپنے دو بیٹے امر سنگھ والئے ٹپیالہ کے پاس مدد مانگنے کے لئے بھیجے ⁂

جسا سنگھ ۱۷۸۳ء تک سرسہ کے علاقہ میں رہا۔ اسنے تمام ملک کو اپنے سواروں کے ساتھ تاخت وتاراج کرڈالا۔ اور دہلی کی دیواروں تک لوٹ مار کی۔ ایک مرتبہ وہ شہر دہلی کے اندر چلا گیا اور مغلوں کی چھاؤنی میں سے چار توپیں لے آیا۔ نواب میرٹھ اپنے علاقے کو اُس کی لوٹ کھسوٹ سے بچانے کی غرض سے اسے دس ہزار روپئے سالانہ خراج دیتا تھا۔ ایک دن ایک برہمن نے اس کے روبرو آکر فریاد کی کہ ناظم حصار نے میری دو بیٹیاں زبردستی چھین لی ہیں۔ جسا سنگھ اپنی جمعیت جمع کرکے حصار پر چڑھ گیا اور اُس کو لوٹا اور برہمن کی بیٹیاں اُسے واپس دلا دیں۔ بعض اوقات وہ نہایت تنگ دست ہو جاتا تھا ایک روایت ہے اور جو ممکن ہے کہ سچ ہو کہ سرسہ میں اتفاقاً سردار کے ایک نوکر کے ہاتھ سے ایک برتن کوئیں میں گر گیا ایک غوطہ زن کوئیں میں اُس برتن کے نکالنے کے

لیئے اُتار اگیا۔ کوئیں کی تہ میں سے اُس کو چار صندوق اشرفیوں کے بھرے ہوئے ہاتھ لگے جن کی قیمت پانچ لاکھ روپئے تھی اِس روپئے سے جسا سنگھ اپنی سپاہ کی تنخواہ دے کر اور نئی سپاہ بھرتی کرنے کے قابل ہو گیا ؛

سنہ ۱۷۸۳ء میں سرسہ ایک سخت قحط کے سبب بہت کچھ تباہ ہو گیا اور سردار جسا سنگھ پنجاب کو واپس چلا آیا۔ لدھیانے میں اس کو سردار مہاں سنگھ سوکر چکیہ اور سنسار چند والئے کانگڑہ کے قاصد ملے جنہوں نے یہ پیغام دیا کہ اگر تم ہمارے ساتھ شامل ہو کر جے سنگھ کنھیہ سے لڑو تو ہم تمہارا املاک تم کو واپس دلا دینگے۔ جسا سنگھ نے فوراً اِس درخواست کو منظور کر لیا چنانچہ یہ تینوں رفیق فوج لے کر بٹالہ کی طرف چڑھ گئے۔ جے سنگھ کا بیٹا گوربخش سنگھ ان کے مقابلے پر ۸۰۰۰ آدمی کی جمعیت لے کر آیا مگر اس نے شکست کھائی اور قتل ہوا۔ سردار کنھیہ نے مجبور ہو کر علاقہ رام گڈھیہ اُسکے پُرانے مالک کو اور قلعہ کانگڑہ جو اُس کے قبضے میں چار سال تک رہا تھا سنسار چند کو واپس دے دیا مگر جسا سنگھ کے نصیب میں آرام نہیں لکھا تھا چنانچہ وہ کئی سال تک کنھیہ مسل کے ساتھ جھگڑوں میں پھنسا رہا کبھی ہارتا اور کبھی جیتتا تھا ؛

سنہ ۱۷۹۶ء میں جسا سنگھ کی کنھیوں کے ساتھ آخری اور بہت سخت نبرد آزمائی ہوئی اُس زمانے میں مائی سدا کور بیوہ گوربخش سنگھ اُس مسل کی رئیسہ تھی اور اُس نے اپنی کُل جمعیت اور اپنے نوجوان داماد رنجیت سنگھ کی فوج سے جسا سنگھ کو میانی کے قلعے میں جو ضلع ہوشیارپور میں متصل دریاے بیاس واقع ہے گھیر لیا۔ جسا سنگھ کچھ عرصے تک لڑتا رہا مگر اس کے پاس سامان رسد وغیرہ بہت کم رہ گیا اس لئے اس نے ایک قاصد صاحب سنگھ بیدی کے پاس امرتسر اِس غرض سے بھیجا کہ وہ دشمن سے صلح کرا دے۔ جس وقت رام گڈھیہ سردار کا قاصد پہنچا اُسوقت رنجیت سنگھ کی طرف سے جودہ سنگھ وزیرآبادیہ اور دل سنگھ گل بیدی مذکور کے

پاس موجود تھے۔ صاحب سنگھ بیدی نے ان کی معرفت سداکور اور رنجیت سنگھ کو پیغام بھیجا کہ قلعہ میانی کا محاصرہ اٹھالو مگر سداکور کو اپنے شوہر کے قتل کا انتقام لیئے بغیر ٹلنا منظور نہ تھا اور اس کا دشمن اب اس کے ہاتھ میں تھا پس اس نے بیدی کے حکم کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ جتا سنگھ نے پھر ایک قاصد بھیجا اور بیدی نے کہا کہ وہ میرا کہنا نہیں مانتے مگر خدا خود تمہاری مدد کریگا"۔ قاصد میانی کو واپس گیا اور اسی شب دریاے بیاس اتنا چڑھ آیا کہ کنہیوں کا لشکر مع بہت سے آدمیوں اور گھوڑوں اور اونٹوں کے بہ گیا۔ سداکور اور رنجیت سنگھ بمشکل بچکر گوجرانوالہ کو چلے گئے +

جتا سنگھ ۱۸۰۳ء میں فوت ہوگیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا جودھ سنگھ جانشین ہوا۔ یہ سردار کچھ بالیاقت آدمی نہ تھا چنانچہ دیوان سنگھ اس کے چچازاد بھائی نے اس کی بہت سی جاگیر دبالی۔ آخرکار رنجیت سنگھ کو علاقہ رام گڈھیہ دبا لینے کی حرص ہوئی اسلئے اس نے جودھ سنگھ پر بظاہر التفات کرنا شروع کیا۔ اس نے ایک عہدنامہ جس میں خاندان رام گڈھیہ کے ساتھ دائمی دوستی کا اقرار تھا تحریر کرایا اور دربار صاحب امرتسر کے متبرک مندر میں گرنتھ صاحب کے سامنے اس عہدنامہ پر اپنی شاہانہ اور ناخواندہ وضع پر کیسر کی چھاپ لگائی۔ جودھ سنگھ کو اور بھی اچھی طرح فریب میں لانے کی غرض سے رنجیت سنگھ قلعہ رام گڈھیہ کو تنہا گیا اور حکم دیا کہ ہمارا نیا قلعہ گوبند گڈھ بھی اسی وضع پر تیار کیا جائے۔ رنجیت سنگھ کو قسموں کی گو وہ کیسی ہی سنجیدہ ہوں چنداں پرواہ نہ تھی مگر جودھ سنگھ اس کا گرویدہ ہو چکا تھا اور رنجیت سنگھ کا ایسا جاں نثار ہوگیا کہ اسے کوئی بہانہ اس کے علاقے کے الحاق کر لینے کا ہاتھ نہ آیا۔ وہ مہاراجہ کے ساتھ اپنی کل فوج سمیت قطب الدین کے خلاف قصور کی آخری مہم پر گیا جس میں فتحیابی حاصل ہوئی +

جب ۱۸۱۶ء میں جودھ سنگھ مرگیا تو اس کے پس ماندگان میں آپس میں نزاع

پیدا ہوئی۔ دیوان سنگھ بیر سنگھ اور جودھ سنگھ کی بیوہ علیحدہ علیحدہ ملک کے دعویدار ہوگئے۔ مہاراجہ نے یہ خبر سنکر تینوں رشتہ داروں بیر سنگھ۔ مہتاب سنگھ اور دیوان سنگھ کو نادون میں طلب کیا اور وعدہ کیا کہ ثالثی سے اِس فساد کو طے کیا جائیگا۔ جب وہ پہنچے تو مہاراجہ اُن سے مہربانی سے پیش آئے مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد ملاقات کے خیمہ سے مہاراجہ چلے گئے اور فوراً خیمہ مہاراجہ کی فوج نے گھیر لیا اور تینوں رامگڑھیہ سردار قید کر لئے گئے۔ بعد ازاں مہاراجہ امرتسر کی طرف گئے اور سخت جنگ کے بعد قلعہ رام گڈھ پر قبضہ کر لیا۔ وہاں سے شمال کی طرف کوچ کر کے مہاراجہ نے رام گڈھیوں کا وسیع علاقہ دبالیا اور تھوڑے عرصے میں اُن کے سب قلعوں پر قبضہ کر لیا جن کی تعداد سو سے زیادہ تھی اور اِس طرح زعفرانی عہدنامہ مذبح ہوگیا۔

بیر سنگھ اور مہتاب سنگھ تھوڑے ہی عرصے کے بعد رہا کئے گئے اور سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کے ماتحت مامور ہوئے اور سردار نہال سنگھ اٹاریوالہ کی سفارش سے ۲۵۰۰۰ روپئے کی جاگیر اِس خاندان کو واگزار ہوئی۔ دیوان سنگھ کچھ عرصے تک اپنا ۰۰۰ہ روپئے کا حصّہ دھرم کوٹ میں لینے سے انکار کرتا رہا اور قید رہا مگر آخر کار اُس نے رہائی کی غرض سے منظور کر لیا اور قید سے مخلصی پاتے ہی پٹیالہ کو بھاگ گیا جہاں اُس کی اوّل اوّل اچھی خاطر ہوئی مگر ایک سال کے بعد وہ لاچار ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ کچھ عرصے تک جابجا پھرتا رہا۔ آخر کار اُس نے مہاراجہ کی اطاعت کر لینی مناسب سمجھی اور لاہور میں واپس آکر سات سو آدمیوں کا افسر مقرر ہوا جو مہم کشمیر پر جانے والے تھے۔ اِسکے بعد اسکا حال کچھ معلوم نہیں ہوتا سوا اسکے کہ وہ بارہ مولہ میں جو سرینگر کی راہ پر ایک سخت پہاڑی مقام ہے ۱۸۳۴ء تک جبکہ وہ فوت ہوا مامور رہا بیر سنگھ چھ برس پہلے ۱۸۲۸ء میں مرچکا تھا اور اُس کے مرنے کے بعد اُس کی جاگیر سے

وہ تلث ضبط کئے گئے +

سردار منگل سنگھ چھوٹی عمر میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا حضوری ملازم رہا اور مہاراجہ نے اُس کو دھرم کوٹ۔ کالووالہ۔ ٹھبرہ اور گنڈیلہ میں ۹۰۰۰ روپئے کی جاگیر بخشی جس میں سے ۲۰۰۰ روپئے کی جاگیر اُس کی ذاتی تھی اور ۷۰۰۰ کی بعوض خدمات ۔ اپنے باپ کے مرنے کے بعد سردار منگل سنگھ چار سو پیادہ اور ایک سو دس سواروں کا افسر مامور ہوکر پشاور بھیجا گیا یہ سوار پُرانی رام گڈیہ مسل کے تھے یہاں منگل سنگھ نے سردار تیج سنگھ اور ہری سنگھ نلوہ کے ماتحت عمدہ خدمات کیں اور جمرود کی مشہور لڑائی میں جو اپریل ۱۸۳۷ء میں ہوئی اور جس میں دلاور ہری سنگھ مارا گیا لڑا۔ ۱۸۳۹ء میں منگل سنگھ پشاور سے واپس بُلایا گیا اور ستلج اور بیاس کے مابین کے پہاڑی علاقے میں بھیجا گیا۔ یہاں وہ سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کے زیر حکم رہا اور جب تک یہ سردار پشاور میں رہا پہاڑی قلعوں پر مامور رہا اور ۱۸۴۰ء کے مفسدہ کے فرو کرنے میں اُس نے بہت مستعدی سے کام کیا +

مہاراجہ شیر سنگھ کے عہد سلطنت میں سردار منگل سنگھ اکثر سکیت منڈی اور کلو میں سردار لہنا سنگھ کے ماتحت مامور رہا اور ۱۸۴۶ء تک جبکہ ستلج کی لڑائی ختم ہوئی وہیں رہا۔ رئیسان راجپوت مع راجہ بلبیر سین منڈیوالہ کے جو اُن کا افسر تھا سرکار انگریزی کے ساتھ سنگھ سرکار کا فساد دیکھ کر خاموش نہ رہ سکے اسلئے سردار منگل سنگھ کو بہت کچھ کرنا پڑا مگر اُس نے اِس علاقہ پر اپنا تصرف رکھا تاوقتیکہ عہدنامہ نہم مارچ ۱۸۴۶ء کے باعث اُس کو اپنی خدمات کو عزت سے چھوڑ دینے کا موقع ملا +

دوسری سکھوں کی لڑائی میں سردار منگل سنگھ سرکار کا وفادار رہا اور اضلاع امرتسر اور گورداسپور میں راستوں کی حفاظت اور امن قائم رکھنے میں بہت اچھی خدمت

کی - اِس زمانے میں اُس سے کارنمایاں یہ ہوا کہ اُس نے مشہور ڈاکو اور مفسد ہری سنگھ کو جس نے کچھ عرصے سے امرتسر کے نواح میں تہلکہ ڈال رکھا تھا گرفتار کیا - اِس مفسد کو اُس نے سنگر پورہ میں متصل رن گڈھ منگل گرفتار کیا اور سرکار سے اُس کو یہی علاقہ جمعی ۳۰۰۰ روپئے جاگیر میں ملا اور الحاق کے بعد بھی اُسکے نام یہ جاگیر واگذار کی گئی +

سنہ ۱۸۶۲ء میں سردار جودھ سنگھ مان کے سبکدوش ہونے پر سردار منگل سنگھ امرتسر کے دربار صاحب کا منیجر مقرر کیا گیا - اِس خدمت کو جو ذرا مشکل ہے سردار موصوف بہت دانشمندی اور قابلیت سے انجام دیتا رہا - اسی سال سردار مذکور امرتسر کا آنریری مجسٹریٹ بنایا گیا - سنہ ۱۸۷۶ء میں عالی جناب پرنس آف ویلز نے اِسے سی - ایس - آئی کا خطاب عطا کیا - یہ سنہ ۱۸۷۹ء میں فوت ہو گیا +

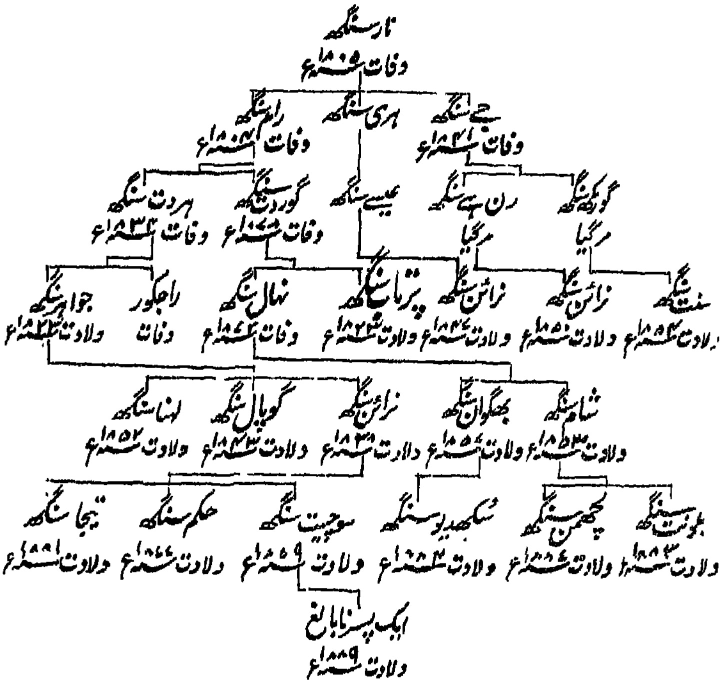
سردار منگل سنگھ تعلیم یافتہ اور آزادانہ خیالات کا آدمی تھا - یہ بات کچھ اُس کے ہی رسوخ اور طریق کے سبب ہوئی کہ شہر امرتسر میں عورتوں کی تعلیم کا سلسلہ ایسا باقاعدہ اور وسعت سے جاری ہو گیا +

سنہ ۱۸۵۸ء میں سردار منگل سنگھ کا سب سے بڑا بیٹا گوردت سنگھ کرنیل ایبٹ صاحب کے پاس ہوشیارپور میں جہاں وہ ملک اودھ میں خدمات کے واسطے سوار بھرتی کر رہے تھے حاضر ہوا - گوردت سنگھ کو عہدہ رسالداری دیا گیا اور وہ اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ء تک اودھ کے پولس رسالہ میں خدمات انجام دیتا رہا اور اپنے افسروں کو کمال خوش رکھا مگر جب وہ پولس تخفیف میں آگئی تو وہ امرتسر کو واپس آیا اور وہاں انسپکٹر پولیس مقرر ہوا + وہ سنہ ۱۸۸۰ء میں بارہ سو روپئے سالانہ پنشن لے کر ملازمت سے سبکدوش ہوا - گوردت سنگھ مع اپنے بھتیجوں کے ۳۰۰۰ روپئے سالانہ کی جاگیر پر جو سردار منگل سنگھ کو دوام کے لئے ملی تھی قابض

ہے۔ سردار منگل سنگھ کا دوسرا بیٹا سُجیت سنگھ پنجاب میں منصف تھا اور یہ ۱۸۷۹ء میں مر گیا۔ اُس کا تیسرا بیٹا شیر سنگھ چند سال تک پولیس میں ڈپٹی انسپکٹر رہا۔ کاروبار خانگی کے انتظام کے لئے اِس نے ملازمت سے استعفا دیدیا اور ۱۸۹۸ء میں فوت ہو گیا۔ اِس خاندان کے کئی نوجوانوں نے فوج اور پولیس میں ملازمت اختیار کر لی ہے۔

خاندان رندھاوہ

سردار پرتاب سنگھ رندھاوہ چمیاری



خاندان چمیاری کا بانی نار سنگھ نہیں جو دراصل اِس کا مورث اعلےٰ تھا بلکہ ساول سنگھ ایک دور کا رشتہ دار تھا جس نے ۱۷۷۰ء کے قریب سکھ دھرم اختیار کیا اور بھنگی مسل میں شامل ہوگیا۔ ساول سنگھ اپنے آقا ہری سنگھ کی طرف سے بہت لڑائیوں میں گیا مگر اپنے ذاتی مفاد کو معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے برابر مدِنظر رکھا کیونکہ چند سال کے بعد دریائے راوی کے بائیں کنارے پر اُس کے قبضے میں ایک بڑا علاقہ تھا جس میں اچنالہ اور چمیاری جسے چمبیاری بھی کہتے ہیں

شامل تھے اور اسی گاؤں سے اس خاندان کا نام چلا ہے۔ ساول سنگھ ایک لڑائی میں لاولد مارا گیا مگر اس کی بیوی مائی ملکیاں نے اپنا علاقہ نار سنگھ کو جو اُسکے شوہر کا چچازاد بھائی اور جاں نثار ساون اور بہادر اور دل چلا تھا۔ دے دیا۔ اس انتظام کو گورمتا یعنے سکھوں کی قومی پنچایت نے منظور کیا اور نار سنگھ ساول سنگھ کے کل علاقہ کا مسلّم وارث بنکر فتوحات پر آمادہ ہوا۔ امرتسر کے رُخ دریا کے علاقے پر قانع نہ ہوکر اس نے ضلع سیالکوٹ پر یورش کی اور پسرور اور کتنے ہی اور دیہات پر جو اُس کے متصل واقع ہیں قبضہ کرلیا۔ بعد ازاں وہ کنہیوں کی مسل میں جو فروغ پاتی جاتی تھی جاکر شریک ہوگیا اور ضلع سیالکوٹ میں بمقام نونارا اپنے پرانے رفیقوں سے خوب لڑا۔ اس کی طرف مہاں سنگھ نوجوان رئیس سوکرچکیہ تھا اور مقابلے پر جھنڈا سنگھ اور دیگر بہادر بھنگی سردار تھے۔ اس لڑائی کا باعث بہت خفیف تھا۔ نار سنگھ نے جھنڈا سنگھ کے ایک گاؤں میں سے گذر کرتے ہوئے ایک ہرے اناج کے کھیت میں اپنے گھوڑے چرنے کے لئے چھوڑ دئے۔ اس پر بھنگی سردار بہت غصے میں بھر آیا اور اصرار کیا کہ گھوڑوں کو ہٹالے۔ نار سنگھ نے کہا کہ گھوڑوں کو چرتے ہوئے میں دق نہیں کرونگا۔ اس توہین کو جھنڈا سنگھ برداشت نہ کرسکا اور اپنے سب آدمی جمع کرکے اور جتنے دوست اکٹھے کرسکا اکھٹے کرکے اُس نے نار سنگھ پر چڑھائی کی۔ نار سنگھ بھی اُس کے مقابلے کے واسطے تیار تھا۔ اس لڑائی میں کسی کو ہار جیت نہ ہوئی۔ کچھ عرصے کے بعد گو نار سنگھ کے سوکرچکیہ دوست اس بات سے بہت ناراض ہوئے کہ اُس نے اپنی بیٹی کرم کور کی سردار جھنڈا سنگھ کے بھتیجے امر سنگھ سے شادی کردی تاہم سوکرچکیوں سے نار سنگھ نے کھلے طور پر علیحدگی نہیں کی اور ۱۷۹۹ء میں وہ مہاں سنگھ کے بیٹے کے ساتھ لاہور کے محاصرے میں شریک ہوا۔

نار سنگھ سنہ۱۸۰۶ء میں فوت ہوگیا۔ اُس کا بڑا بیٹا رام سنگھ اُس سے کچھ مہینے پہلے جسونت راؤ ہلکر مرہٹہ کے لشکر میں ہیضہ سے مر چکا تھا۔ اُس کے مرنے پر رنجیت سنگھ نے اِس خاندان کے بہت سے علاقہ پر قبضہ کر لیا جس میں علاقہ سیالکوٹ کے گاؤں اور سندو وال غنی والہ اور چمیاری کے علاقے شامل تھے۔ قصبہ چمیاری اِس خاندان کے قبضے میں رہنے دیا گیا جو اب تک اِس خاندان کی ملکیت ہے۔

چمیاری بہت پُرانا قصبہ ہے اور اُس کی ابتدا کے بارے میں کئی روائتیں ہیں جو اِس جگہ بیان کی جاتی ہیں۔ ایک روائت یہ ہے کہ راجہ سالواہن والئے سیالکوٹ جو سنہ۹۰ء کے قریب حکمران تھا جب اُس طرف سے گزرا جہاں اب چمیاری ہے تو اُس نے ایک لڑکی کو کنوئیں پر پانی بھرتے دیکھا۔ اُس کے حیرت افزا حسن کو دیکھ کر اُس نے اُس کا نام دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اُس کا نام چمبا اور اُس علاقے کے راجپوت رئیس کی لڑکی ہے۔ سالواہن نے اُس سے شادی کی درخواست کی لیکن اُس کے باپ نے انکار کیا کیونکہ راجہ کے نام سے تمام پنجاب میں لڑکیوں اور اُن کے والدین میں ایک تہلکہ مچ رہا تھا وجہ یہ کہ راجہ سالواہن روز نئی شادی کیا کرتا تھا اور کنواری لڑکیاں ملک میں کم ہوتی جاتی تھیں۔ مگر راجہ اِس انکار سے اپنے مطلب سے باز نہ آیا۔ اُس نے قسم کھائی کہ اگر چمبا کے ساتھ میری شادی ہو جائے تو آٹھ روز تک میں اور شادی نہ کرونگا اور اِس معقول شرط پر لڑکی کے باپ نے مان لیا۔ آٹھ دن میں راجہ سالواہن حسین چمبا پر ایسا مفتون ہوگیا کہ اُس نے اپنی اور تمام بیویوں کو طلاق دیدی اور تمام عمر چمبا کی ہی محبت میں گرفتار رہا۔ اِس سرگذشت کی شہرت اور یادگار کی غرض سے راجہ نے اُس کنوئیں کے گرد جہاں اُس نے پہلے چمبا کو پانی بھرتے

ہوئے دیکھا تھا اُس کے نام سے قصبہ چمپاری آباد کیا ؛
ایک اور روایت ہے کہ چمپاری راجہ سالواہن کی چاہتی بیوی کی ذات کے نام پر آباد ہؤا تھا جس کا نام لونا تھا جو چمپالی راجپوت راجہ پیپا واسئے پپنکھہ کی بیٹی تھی۔ یہ رسالو کی ماں تھی جسکے نام سے سیالکوٹ کا نام پہلے رسالکوٹ مشہور تھا۔
لونا نہایت حسین تھی لیکن نیک بخت ایسی نہ تھی۔ چنانچہ روایت ہے کہ اچھران کے جو راجہ سالواہن کی رانیوں میں سے ایک تھی ایک حسین لڑکا پیدا ہؤا جس کا نام پورن رکھا گیا۔ منجموں نے جو نومولود کا زائچہ بنانے کے لئے جمع ہوئے بیان کیا کہ اگر بارھویں سال سے پہلے لڑکا باپ کا مُنہ دیکھ لیگا تو لڑکے پر نہایت سخت آفت نازل ہوگی۔ اُس زمانے میں منجموں کے قول پر بہت اعتقاد تھا۔ ایک اونچا بُرج بنایا گیا اور لڑکے کو اُس میں رکھا تا وقتیکہ ملازموں نے سمجھا کہ بارہ برس پورے ہوگئے اور لڑکے کو باپ کے پاس لے گئے جو اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ مگر از روئے حساب بارہ برس پورے ہونے میں ایک دن باقی رہ گیا تھا ؛
جب لونا نے اس پیارے لڑکے کو دیکھا وہ فوراً اُس پر عاشق ہوگئی۔ یہ اُس کا چنداں قصور نہ تھا بلکہ گرہ کا پھل تھا۔ آخرکار جب اُس سے ضبط نہو سکا تو اُس نے پورن کو بغل میں لے کر اپنا سارا تعشق ظاہر کیا مگر یہ لڑکا اپنے بُرج کے عالم تنہائی میں عشق کا فن نہ سیکھا تھا لونا کی آہ وزاری سُن کر ہنس پڑا اور وہاں سے بھاگ گیا۔ جب لونا نے دیکھا کہ پورن میری طرف ملتفت نہیں ہوا وہ نہایت غضبناک ہوئی اور اُس کا عشق تنفر سے مبدل ہوگیا۔ اُس نے اپنے بال بکھیر لئے اور کپڑے پھاڑ ڈالے اور جب راجہ اندر آیا تو رو کر کہا کہ پُورن نے مجھ پر ہاتھ ڈالنا چاہا تھا۔ راجہ نے بلا تحقیقات فوراً حکم دیا کہ لڑکے کو جنگل میں لے جا کر مار ڈالیں۔ اِس لڑکے کو جب جلاد لے چلے تو اُس

نے بہت منت سماجت کی کہ مجھے جان سے نہ مارو۔ چنانچہ کسی قدر تامل کے بعد اُنہوں نے وعدہ کیا کہ ہم تجھے جان سے نہیں مارینگے اور اُس کے دونوں ہاتھ کاٹ کر ایک کنوئیں میں پھینک دیا کہ وہاں آپ ہی مرجائیگا مگر خدا کی قدرت سے وہ بچ رہا۔ دو سال کے بعد جوگی گورکھ ناتھ اُس کنوئیں پر اپنے بارہ ہزار چیلوں کے ساتھ آئے۔ ان چیلوں میں سے ایک نے کنوئیں سے پانی بھرتے دیکھا کہ ایک لڑکا کنوئیں میں ہے اور اُس کو نکال کر اپنے گورو کے پاس لے گیا جس نے کرامات سے اُس کے دونوں ہاتھ پھر جوڑ دیئے گورکھ ناتھ تب پورن کو قلعے میں لے گئے اور اُس کی ماں اچھراں کو جو اپنے پسر کے غم میں اندھی ہوگئی تھی پھر بینائی بخشی۔ راجہ سالواہن ان عجائب واقعات سے حیران اور پریشان ہوگیا اور چاہا کہ اپنا راج اپنے بیٹے کو دے دے مگر پورن نے قبول نہ کیا اور دنیا کو ترک کر کے گورکھ ناتھ کا چیلہ ہوگیا اور تادم مرگ اُسی کے ساتھ رہا۔

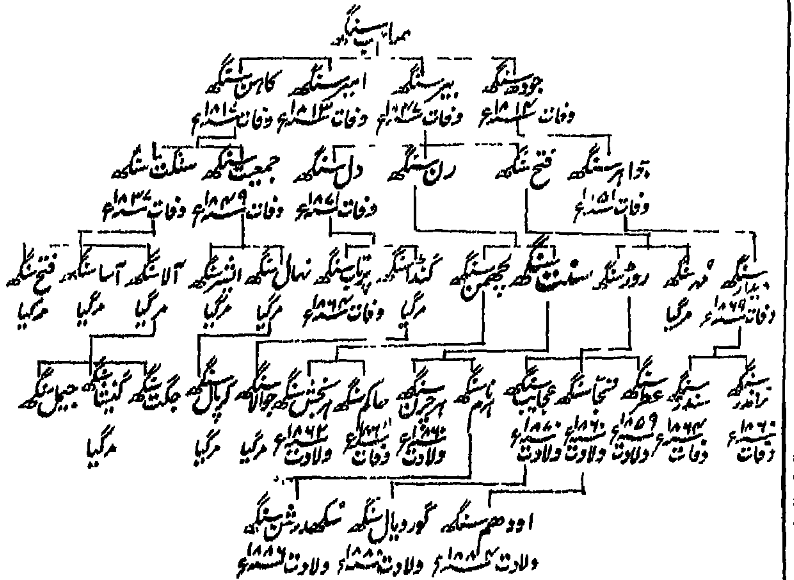
غرضیکہ چمیاری کے آباد کئے جانے کے بارے میں ایسی روائتیں ہیں مگر اس میں شُبہ نہیں کہ یہ بہت پُرانا قصبہ ہے۔ یہ قصبہ قریباً سب کا سب بڑے طوفان میں غارت ہوگیا تھا جو ایک ہزار برس کے قریب ہوئے اُس وقت آیا تھا جب کہ پانچوں دریا پنجاب کے آپس میں مل گئے تھے لیکن بادشاہوں نے اُسے پھر از سر نو آباد کیا۔ سنہ ۱۷۲۲ء میں سکھوں نے اس قصبہ کو جلا دیا اور جب نارسنگھ کے قبضے میں آیا تو یہ ویران تھا مگر اُس نے اِس کو پھر آباد کیا اور وسعت دی۔

نارسنگھ کی بیوہ اور اُس کے دوسرے بیٹے ہری سنگھ کی وفات پر اس خاندان کا جو تھوڑا سا علاقہ رہ گیا تھا وہ اور کم کر دیا گیا اور جے سنگھ کے مرنے کے بعد مہاراجہ

شیر سنگھ نے ۱۸۴۱ء میں یہ کل علاقہ ضبط کر لیا ٭

سردار گوردت سنگھ کے پاس جو مہاراجہ دلیپ سنگھ کی باڈی گارڈ کا کمان افسر تھا ... مالے کے متصل وھاڑی وال میں ۱۲۰۰ روپئے سالانہ کی جاگیر تھی اس کی وفات پر جو ۱۸۴۷ء میں ہوئی اس میں سے ایک ثلث ضبط ہو گئی اس کے دو بیٹے پرتاب سنگھ اور نہال سنگھ ۱۸۴۸ء کے مفسدے میں شریک ہو گئے تھے اسلئے اُن کی جاگیریں ضبط ہو گئیں۔ کھیم کور بیوہ سردار جے سنگھ کو ۵۰۰ روپئے سالانہ پنشن ملی جو اس کی وفات پر ضبط ہو گئی۔ اس خاندان کی اس شاخ میں سنت سنگھ اور نرائن سنگھ زندہ ہیں سنت سنگھ موضع ورگ وال تحصیل بٹالہ میں رہتا ہے اور نرائن سنگھ ضلع لدھیانہ میں تھانہ دار ہے۔ گوردت سنگھ اور پرتاب سنگھ کی اولاد چمیاری میں رہتی ہے۔ اب یہ خاندان کچھ مشہور نہیں رہا۔ بھگوان سنگھ نمبردار ہے۔ اس کے اور اس کے بھائی شام سنگھ کے پاس موضع وھاڑیوال تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں ۶۶۷ روپئے کی جاگیر ہے ٭

سنت سنگھ ویگلیہ



صاحب سنگھ کنہیہ کی مسل کے ساتھ سنہ ۱۷۶۰ء کے قریب شامل ہوا اور جے سنگھ اور حقیقت سنگھ دونوں کے ماتحت لڑتا رہا۔ اس نے تاراگڈھ تحصیل پٹھان کوٹ ضلع گورداسپور پر قبضہ کرلیا اور جب مہاں سنگھ جموں کی یورش میں کامیاب ہوا تو صاحب سنگھ کو جو اس مہم میں شریک تھا سید گڈھ کا علاقہ جمعی ۳۰۰۰ روپیہ ملا۔ صاحب سنگھ نے موضع وچھویا آباد کیا اور اپنی وفات تک جو ۱۸۰۱ء میں ہوئی وہیں آباد رہا۔ اس کا علاقہ وچھویا۔ تاراگڈھ اور سید گڈھ ۹۰۰۰ روپئے کا تھا جو ۱۸۱۲ء تک اس کے چاروں بیٹوں کے پاس رہا۔ اس سال مہاراجہ رنجیت سنگھ نے تاراگڈھ پر چڑھائی کی اور تھوڑے سے محاصرے کے بعد قلعہ کو فتح کرکے علاقہ کا بڑا حصہ ضبط کرلیا۔ بارہ گاؤں موضع وچھویا جمعی ۱۰۰۰۰ روپئے بلاشرط خدمات اس خاندان کے پاس رہنے دئیے گئے مگر ضبطی سے دس برس کے اندر چاروں

بھائی مر گئے اور سردار جواہر سنگھ اس علاقہ پر مع اپنے چچازاد بھائیوں جمیت سنگھ سنگت سنگھ اور رن سنگھ کے قابض ہوا۔ یہ سب مہاراجہ کی طرف سے کئی مہموں میں لڑتے رہے اگرچہ ان کی جاگیر صرف گزارے کے لئے تھی اور وہ سپاہ دینے کے پابند نہیں تھے تاوقتیکہ سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ نے جو دوآبہ جالندھر کا ناظم تھا جواہر سنگھ سے کہا کہ ہر سردار کو اگر وہ اپنا نام باقی رکھنا چاہے سرکار کی خدمت کے واسطے سپاہ دینی چاہئے چنانچہ سردار مذکور نے ۱۵ سواروں کی تعداد ان کے حسب حیثیت مقرر کی۔

ونگلیوں کی جاگیر کی نسبت ۱۸۳۶ء تک کچھ مزاحمت نہیں ہوئی۔ اس وقت راجہ لعل سنگھ سردار دیسا سنگھ سے جو اس خاندان کا مربی تھا کچھ محبت نہیں رکھتا تھا چنانچہ اس نے دیسا سنگھ کے بنارس چلے جانے سے یہ فائدہ اٹھایا کہ ان کی کل جاگیر ضبط کر لی مگر ایک سال بعد صاحب رزیڈنٹ کی منظوری سے اہالیان دربار نے جاگیر مذکور ۱۲۰۰۰ کی تشخیص کر کے واپس کر دی اور ۳۰ سواروں کی خدمات کی شرط لگائی۔ ۴۹-۱۸۴۸ء کے مفسدہ میں خاندان ونگلیہ نمک حلال رہا۔ دیدار سنگھ اپنے سپاہی لے کر ہڈسن صاحب کے ساتھ شامل ہو گیا اور رنگڑ ننگل پر ماننداور دیگر مقامات میں عمدہ خدمات انجام دیتا رہا۔ الحاق پنجاب کے بعد اس خاندان کی تمام ذاتی جاگیر جمعی ۸۰۰ روپئے واگذار رہی اور ہر حصہ دار کے حصے کی نسبت یہ حکم ہوا کہ ایک ثلث اس کے صلبی نرینہ وارث کے نام بسبیل دوام واگذار رہے۔ دیدار سنگھ جنگی پولس میں رسالدار ہو گیا اور جب عام تخفیف ہوئی تو برطرف ہوا۔ یہ ۱۸۶۹ء میں فوت ہو گیا۔

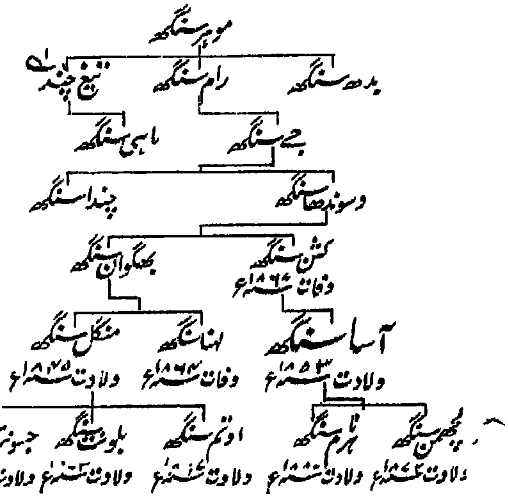
رن سنگھ کا بیٹا سنت سنگھ دہلی کو اس رسالے میں جو میجر آر لارنس صاحب نے جولائی ۱۸۵۷ء میں بھرتی کیا تھا جمعدار ہو کر بھیجا گیا۔ یہ رسالہ محاصرے میں گائڈ کور

کے سواروں کے ساتھ خدمات دینے کے لئے کھڑا کیا گیا تھا۔ اس رسالے کا ایک حصہ مستقل طور پر گائڈ کور کو منتقل ہو گیا باقی دہلی کے پولس رسالے میں شامل ہوا اور اس میں سنت سنگھ کو ترقی دے کر رسالدار کیا گیا۔ پولیس رسالے کی تخفیف تک سنت سنگھ لیاقت اور سرگرمی سے کام انجام دیتا رہا اور جب تخفیف ہوئی تو وہ برطرف ہو گیا۔ بعدہ پنجاب کی پولیس میں انسپکٹر ہو گیا۔ سنہ ۱۸۶۶ء میں اسے اس کی اپنی درخواست پر چوتھے بنگال رسالے میں رسائی دار کے عہدے پر تبدیل کیا گیا جہاں وہ بعد ازاں وردی میجر اور رسالدار ہو گیا۔ تمام مہم افغانستان میں جو سنہ ۸۰-۱۸۷۹ء میں ہوئی اس نے عمدہ خدمات کیں اور اکثر موقعوں پر غنیم کے مقابلے میں خوب کام کیا۔ تئیس برس کی عمدہ خدمات کے بعد وہ سنہ ۱۸۸۲ء میں تین سو ساٹھ روپئے سالانہ پنشن لے کر ملازمت سے کنارہ کش ہو گیا۔ اس کا بیٹا ہرچرن سنگھ محکمہ باربرداری میں ملازم ہو کر مصر کو گیا اور اب سیالکوٹ میں محکمہ بندوبست میں قانونگو ہے۔

اس خاندان کے جو اشخاص زندہ ہیں انہیں ۱۰۲۵ روپئے سالانہ کی جاگیر ملتی ہے جس میں سے ۱۲۵ روپئے موضع وچھویا تحصیل اجنالہ میں اور ۹۰۰ روپئے کی تارا گڈھ تحصیل پٹھان کوٹ ضلع گورداسپور میں ہے جو اس خاندان کا اصلی وطن ہے۔

اس خاندان میں صرف سنت سنگھ کسی قدر ذی رتبہ آدمی رہ گیا ہے۔

آسا سنگھ سدھو ـــ بھیلووال

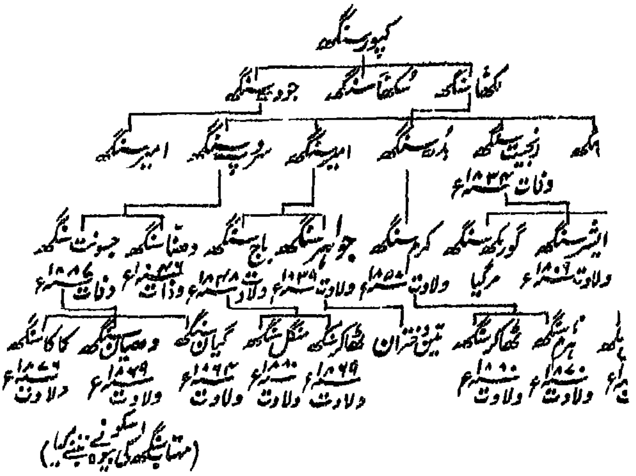


سدھو خاندان کی بھیلووال والی شاخ میں کوئی رئیس نامی نہیں ہوا ہے۔ بدھ سنگھ نے ضلع امرتسر میں کئی دیہات پر قبضہ کر لیا اور وہ احمد شاہ کے ایک حملے میں مارا گیا۔ اُس کے بعد اُس کا بھائی رام سنگھ اُس کے علاقے پر قابض ہوا مگر سکھوں کی تواریخ کے اوائل ایام میں تھوڑے ہی سردار ایسے تھے جو قدرتی موت سے مرے تھے چنانچہ چند سال کے بعد یہ بھی لڑائی میں مارا گیا۔ اس کا بیٹا جے سنگھ اپنے باپ کے مرنے کے وقت بچہ ہی تھا چنانچہ ماہی سنگھ نے علاقے پر قبضہ کر لیا جس کو اُس نے بہت ترقی دی اور مستعدی اور دانشمندی سے اُس کا اہتمام کرتا رہا تا وقتیکہ جے سنگھ سن بلوغت کو پہنچکر اپنی حقیّت کا دعویدار ہوا۔ جے سنگھ نے اپنے چچازاد بھائی سے دو دیہات بھیلووال اور کھوچک وال لے کر قناعت کی اور اِس انتظام کے دو برس بعد ایک معصوم بچہ دسوندھا سنگھ نامی چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ دسوندھا سنگھ سے ماہی سنگھ نے کھوچک وال واپس لے لیا کیونکہ اُس نے یہ

[1] شجرہ انگریزی میں یہ نہیں دکھلایا گیا الّا ذکر میں اسکے بیٹے ماہی سنگھ کا حال درج ہوا ہے اسواسطے اِس کا شجرہ میں درج کرنا مناسب معلوم ہوا۔ مترجم

گاؤں جے سنگھ کو بھی بہت پس وپیش کے ساتھ دیا تھا۔ مگر ساہے کا ایک نے دونوں کے علاقوں پر بلا کسی کی رو رعایت کے قبضہ کر لیا۔ میں شامل روپئے سال کی جاگیر عنایت کی جس کے عوض اُس کو سوڑیا ساہے کی پانچ سواروں کی خدمات ادا کرنے کا حکم ہوا۔ یہ ڈیرہ پہلے ٹب تخفیف ماتحت تھا اور پھر جمعدار خوشحال سنگھ کے ماتحت ہو گیا۔ ا سنہ ۱۸۶۶ء میں کے بعد کشن سنگھ نے اُس کی جگہ رجمنٹ میں پائی مگر سواروں کے عہدے تو کی گئی اور الحاق تک یہی تعداد مقرر رہی جب کہ اُس کی جاگیر افغانستان وہ راجہ شیر سنگھ سے جا ملا تھا ضبط کی گئی۔ کشن سنگھ سنہ ۱۸۶۷ء میں پر غلبہ بیٹا آسا سنگھ اور اس کا چچازاد بھائی منگل سنگھ اس خاندان میں سنہ ۱۸۰ء میں نہیں ہے برگزیدہ اشخاص ہیں۔ ان کے پاس کوئی جاگیر نہیں ہے صرف بلینئل ایکڑ اراضی کے منافع پر گذارہ کرتے ہیں ان کا حال روز بروز خستہ ہوتا جاتا ہے اور ان کا اس جگہ کوئی اقتدار نہیں ہے ✤

آسا سنگھ سدھو - سوڑیاں



لکھا سنگھ کے قبضے میں اوان کا بڑا علاقہ تھا جس پر اس کی وفات کے بعد اس کا سب سے بڑا بیٹا رنجیت سنگھ قابض ہوا۔ رنجیت سنگھ کی شادی مشہور سردار فتح سنگھ کالیانوالے کی بیٹی سے ہوئی تھی اور جب وہ سردار ۱۸۰۷ء میں قلعہ نرائن گڈھ پر حملہ کرتا ہوا مارا گیا تو اس کے داماد رنجیت سنگھ سدھو کو اس کی جاگیر کا ایک بڑا حصہ ملا اور باقی دل سنگھ نہرنہ کو ملی۔ جب امیر سنگھ پسر جودھ سنگھ لاولد مرگیا تو رنجیت سنگھ کو جاگیر سوڑیاں جمعی ڈیڑھ لاکھ روپیہ بشرط ادائے خدمات تین سو سوار عطا ہوئی مگر یہ جاگیر اس کے قبضے میں صرف دو سال رہی ازاں بعد شہزادہ شیر سنگھ کو دے دی گئی۔ رنجیت سنگھ نے ملتان۔ ٹیری اور کچھی میں خدمات کیں اور گھیب کریال کے ایک معرکے میں ۱۸۳۶ء میں مارا گیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کی کل جاگیر سوائے ۱۵۰۰۰ روپئے کے جو بالخصوص سردار فتح سنگھ کی جاگیر میں سے تھی ضبط کی گئی۔ یہ ۱۵۰۰۰ روپئے

کی جاگیر ایشر سنگھ اور گورمکھ سنگھ کے نام برقرار رکھی گئی ۔

ایشر سنگھ نے ڈیرہ اسمٰعیلخاں اور پشاور میں خوب کام دیا اور ۳۴-۱۸۳۳ء میں شہزادہ کھڑک سنگھ کے ساتھ ٹانک اور مٹھن کوٹ کی مہم پر گیا۔ ۳۷-۱۸۳۶ء میں کسی وجہ سے اُس سے ارا کین دربار لاہور ناراض ہو گئے اور اُس کی کُل جاگیر سواے موضع سلیم پور کے چھین لی گئی۔ تاہم اُس کو ۲۴ سواروں کا ۸۰۰ روپئے سالانہ مواجب پر کمان افسر مقرر کر کے زیر حکم سردار لہنا سنگھ سندھانوالیہ تعینات کیا گیا۔ ایشر سنگھ کا چچا سروپ سنگھ اپنی جاگیر پر قابض رہا مگر اُس کی وفات کے بعد جب اُس کا بیٹا دھنا سنگھ سبراؤں میں مارا گیا تو اُس کی جاگیر بھی ضبط ہو گئی ۔

۱۸۴۷ء میں کشن سنگھ کے سواروں میں تخفیف ہو کر صرف پندرہ رہ گئے وہ ان سواروں کو لاہور میں چھوڑ کر لفٹننٹ اڈورڈس صاحب کے ساتھ پہلے بنوں اور پھر ملتان کو گیا۔ کشن سنگھ سردار عطر سنگھ کالیانوالہ کے ہمراہ مفسدوں کی فوج سے بمشکل بچ کر لاہور واپس آیا پچاس سوار جو اُس کے ہمراہ گئے تھے اُن میں سے فقط تین سوار بچ کر آئے۔ بعد ازاں وہ سردار شمشیر سنگھ سندھانوالیہ کے ماتحت دینانگر اور پھر پنڈ دادن خاں کو بھیجا گیا۔ الحاق پر اُس کو ۲۶۰ روپئے سالانہ پنشن ملی جو وہ اب تک لیتا ہے ۔

نہال سنگھ کے دو بیٹوں کے پاس ۲۲۵ روپئے سالانہ کی جاگیر مواضعات کوٹلی دسوندھی والہ۔ پنڈی ستیاں اور اوان تحصیل اجنالہ میں ہے۔ امیر سنگھ کا بیٹا جواہر سنگھ اب اِس خاندان کا سرکردہ ہے۔ جسونت سنگھ کا بیٹا دھیان سنگھ موضع اوان کا نمبردار ہے۔ اب اِس خاندان کو کوئی اقتدار حاصل نہیں ہے اور معمولی حیثیت کے زمیندار ہیں ۔

لہ شجرہ میں اِس نام کا کوئی نہیں۔ غالباً ایشر سنگھ سے مراد ہے۔ مگر اصل جلد گرفن صاحب والی میں بھی کشن سنگھ لکھا ہے۔ مترجم

عطر سنگھ بھکھا

چڑت سنگھ

صوبا سنگھ
وفات ۱۸۲۴ء

ہری سنگھ
وفات ۱۸۵۵ء

ایشر سنگھ
وفات ۱۸۷۲ء

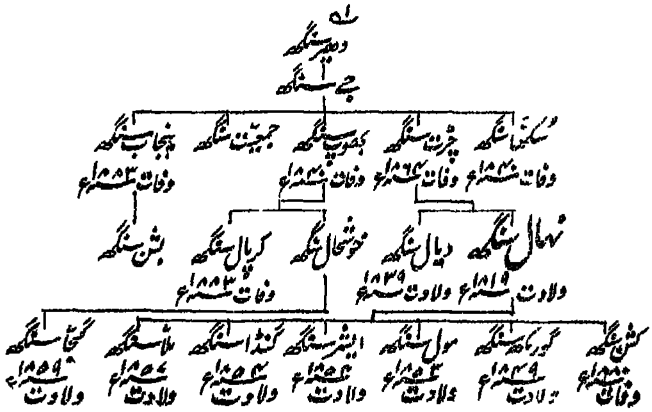
عطر سنگھ — ولادت ۱۸۴۴ء
چتر سنگھ — ولادت ۱۸۵۸ء
مہتاب سنگھ — ولادت ۱۸۶۱ء
ارجن سنگھ — ولادت ۱۸۶۹ء

بھگوان سنگھ — ولادت ۱۹۰۲ء
رگھبیر سنگھ — ولادت ۱۸۹۷ء

عطر سنگھ کے بزرگ ستارھویں صدی کے آغاز کے قریب مالوے سے پنجاب میں آکر چونیاں واقع ضلع لاہور کے متصل آباد ہوئے تھے۔ ۱۷۳۹ء میں وہاں سے اُٹھ کر موضع بھکھا ضلع امرتسر میں جا آباد ہوئے اور اِس خاندان کا نام اِسی گاؤں کے نام سے نکلا ہے۔ سردار چڑت سنگھ سردار ساول سنگھ الکھوالہ کا بھانجا تھا جو ایک طاقتور بھنگی سردار تھا۔ جب ساول سنگھ لاولد مر گیا تو سکھ گورمتہ نے اُس کے علاقہ کو اُس کے بیٹے نار سنگھ چمیاری اور اُس کے بھانجے چڑت سنگھ کے درمیان تقسیم کر دیا۔ نار سنگھ کا حصہ زیادہ وسیع تھا لیکن چڑت سنگھ کی جاگیر بھی وسیع ہونے کے علاوہ زیادہ آمدنی کی تھی اور وہ اُس جاگیر پر اپنی وفات تک قابض رہا۔ اُس کے بیٹے صوبا سنگھ کے پاس ۴۰۰۰ روپئے کی جاگیر عطیہ سردار حقیقت سنگھ کنہیہ بشرط ادائے خدمات ڈیڑھ سو سواروں کے تھی مگر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۱۸۰۲ء میں باستثناء ۷۰۰ روپئے کے اور سب جاگیر پر قبضہ کر لیا اور یہ جاگیر پانچ سواروں

کی نوکری کی شرط پر دی۔ صوبا سنگھ اپنے سواروں سمیت کلان گھوڑ چڑھوں میں بھرتی کیا گیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد یہ جاگیر اور بھی گھٹائی گئی اور فقط سو اضعات گورالیہ اور بھکھا میں ۲۱۲۰ روپے کی جاگیر اسکے پاس باقی رہ گئی کیونکہ صوبا سنگھ سے مہاراجہ اِس سبب سے ناخوش ہو گئے تھے کہ اُس نے اپنی بیٹی کی شادی مہاراجہ کے ساتھ کر دینے سے انکار کیا تھا۔ صوبا سنگھ ۱۸۲۴ء میں مرگیا جاگیر موضع گورالیہ ضبط کی گئی اور موضع بھکھا جمعی ۶۰۰ روپئے ہری سنگھ کے پاس رہنے دیا گیا۔ ۱۸۴۸ء میں ہری سنگھ زیر حکم کپتان ہڈسن رنگڈھ نگل اور دیگر مقامات میں خدمات کرتا رہا اور تمام ایام مفسدے میں نمک حلال رہا۔ الحاق پر اُس کی جاگیر اُس کے نام بحال رہی۔ ہری سنگھ ۱۸۵۵ء میں فوت ہو گیا اور نصف موضع بھکھا واقع پرگنہ اجنالہ اُس کے بیٹے ایشر سنگھ کے نام دوام کے لئے واگذار ہوا۔ ایشر سنگھ ۱۸۷۲ء میں فوت ہوا۔ اُس کا بیٹا عطر سنگھ جو اب اس خاندان کا سرگروہ ہے معزز اور خواندہ آدمی ہے اور وہ دیہات کا نمبردار ہے اور موضع بھکھا ہری سنگھ میں رہتا ہے۔ اس کا بھائی مہتاب سنگھ نویں بنگال لینسرز میں وفعدار ہے۔ اس نے اپنی رجمنٹ کے ساتھ مصر میں خدمات کیں۔ اگرچہ اِس خاندان کا سرداران چینیہ اور راجہ ساہنی سے شادی بیاہ کا رشتہ ہے مگر اس وقت اِس خاندان کو کچھ مقامی اقتدار حاصل نہیں ہے۔ جاگیر کی آمدنی ۳۰۰ روپئے سالانہ ہے جو بحصص مساوی مرحوم ایشر سنگھ کے چاروں بیٹوں میں تقسیم ہو جاتی ہے ؎

نہال سنگھ - کوٹ سید محمود



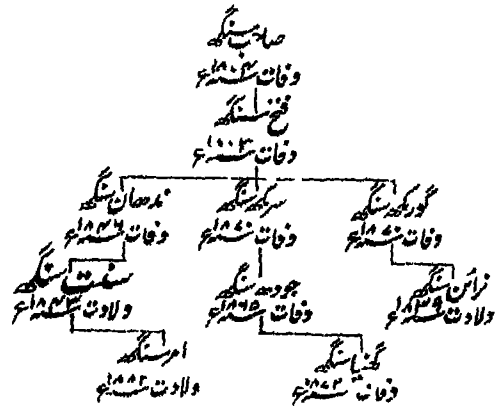
جے سنگھ سندھو جٹ باشندہ کوٹ سید محمود جو شہر امرت سر سے دو میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے سردار گلاب سنگھ بھنگی کی سرکار میں ایک سوار تھا۔ ۱۸۰۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جے سنگھ کی بیٹی روپ کور سے شادی کی اور اِس شادی کے ہونے سے اِس خاندان کے نصیب جاگ گئے۔ اکھنور کا علاقہ جمعی ۳۰۰۰۰ روپئے چڑت سنگھ اور بھوپ سنگھ کو دو سو سواروں کی خدمات کے معاوضے پر دیا گیا۔ پندرہ برس تک یہ علاقہ اُن کے پاس رہا بعدازاں ضبط کیا گیا اور چڑت سنگھ کو اُس کے عوض جاگیر دمار و وال جمعی ۲۵۰۰ روپئے کی بلا شرط خدمت عطا ہوئی اور وہ ایک غیر آئین رجمنٹ کا کمان افسر کیا گیا۔ ۱۸۳۱ء میں چڑت سنگھ جنگ سید کی سرائے میں سخت زخمی ہوا۔ یہ لڑائی شہزادہ شیر سنگھ اور سید احمد شاہ میں ہوئی تھی۔ بھوپ سنگھ ۱۸۴۰ء میں خیبر میں مارا گیا اور اُس کی ۲۰۰۰ روپئے کی جاگیر اُس کے بیٹوں کو دی گئی۔ ۱۸۴۸ء میں یہ خاندان بہ استثناء چند اشخاص کے مفسدوں میں شامل ہو گیا اسلئے اُن کی جاگیریں

[1] شجرہ انگریزی میں ویر سنگھ غلط چھپا ہے۔ مترجم

ضبط ہو گئیں ۔ چڑت سنگھ کو ۱۰۰ روپے سالانہ کی پنشن ملی اور رانی روپ کور کو جو ۱۸۷۸ء میں فوت ہوئی ۱۰۹۰ روپے کی پنشن عطا ہوئی ۔ اس خاندان کا پانچواں حصہ موضع کوٹ سید محمود میں ہے ۔ رانی روپ کور نے اپنے بھائی گلاب سنگھ کے پوتے سندر سنگھ کو متبنٰے کیا ۔ یہ رانی روپ کور کی کُل منقولہ جائداد کا وارث ہوا جو بیش قیمت تھی ۔ اس وقت اس خاندان کے چھیاسٹھ آدمی کوٹ سید محمود میں ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی خوشحال نہیں ہے اب یہ اسی غریبانہ حالت میں ہیں جیسے کہ ان کے بزرگ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے روپ کور کی شادی ہونے سے پہلے تھے +

پنجاب سنگھ کا بیٹا اور جے سنگھ کا پوتا بشن سنگھ کوٹ سید محمود میں اعلےٰ نمبردار ہے +

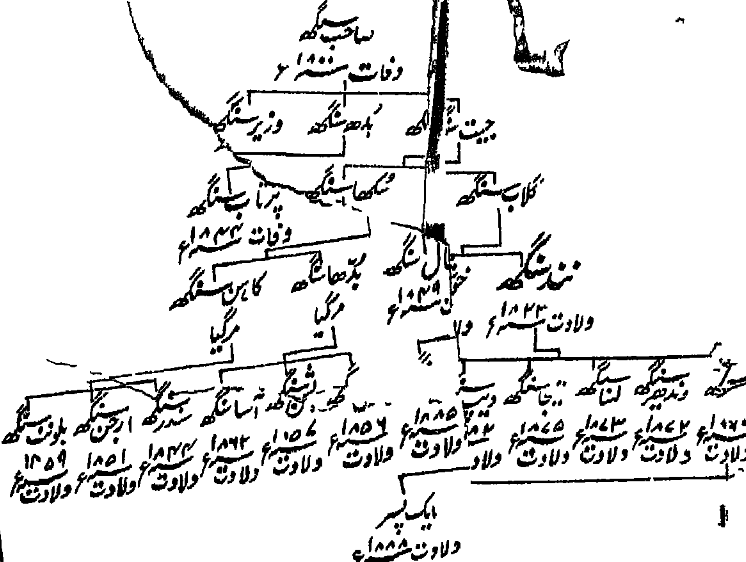
سنت سنگھ ٹنگ



موضع ٹنگ واقع متصل امرتسر کے سکھ ایک پرانے خاندان ٹنگ راجپوت
ہیں جو دہلی سے اٹھارھویں صدی کے شروع میں آیا تھا اور اس گاؤں
آباد کیا جو اب ان کے نام سے مشہور ہے۔ عرصے کے میل جول اور آپس
ی شادی بیاہ کرنے سے یہ خاندان جٹ ہو گیا اور جب سکھوں کو زور ہوا
ڈ رامگڈھیہ مسل کے ساتھ جن کا رئیس جسا سنگھ تھا شامل ہوئے صاحب سنگھ
ار ٹ مع چند دیہات ملحقہ جاگیر میں ملا۔ صاحب سنگھ ۱۸۰۴ء میں مر گیا اور
نو سال پیشتر اس کا بیٹا فتح سنگھ مر چکا تھا۔ فتح سنگھ کے تین بیٹے جودھ سنگھ
ن۔ مگڈھیہ مسل کے سردار کے ساتھ رہے جب ۱۸۱۶ء میں مہاراجہ نے اس
ر ایک مسل کے علاقوں پر قبضہ کر لیا تو ان تینوں بھائیوں نے خوشی سے مہاراجہ
ر کی ملازمت اختیار کر لی۔ گورمکھ سنگھ اور ندھان سنگھ کو سو سواروں کی افسری
ا کے اور مصر دیوان چند کے ماتحت خدمات انجام دیتے رہے اور جب مصر
ور مر گیا تو سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ کے ماتحت مامور ہوئے۔ ۱۸۱۸ء میں فتح

ملتان کے بعد جس مہم میں یہ تینوں بھائی موجود تھے اُن کو اُن کا جدّی کا ٹھنگ جمعی ۷۵۰ روپئے مساوی حصّوں پر بشرط ادائے خدمات تین سوار کے جاگیر میں ملا اور اُن کے مواجب میں بہت بیشی ہوئی۔ گورمکھ سنگھ جو رام گ بریگیڈ میں کمان افسر تھا ملتان۔ منکیرہ۔ شیرہ۔ کشمیر اور پشاور میں خدمات انجام اس نے ۴۶-۱۸۴۵ء کی ستلج کی لڑائی میں بھی کام دیا۔ اس لڑائی میں اُس بھائی ندہان سنگھ مارا گیا۔ دربار کے ماتحت گورمکھ سنگھ گمانی لال اور لال سہ تلونڈی کے ماتحت بہ حیثیت نائب مانجہ میں مامور رہا اور بعد ازآں ہیاسی حاکم اسے کے ماتحت سوڑیاں کو بھیجا گیا۔ گورمکھ سنگھ ۱۸۶۰ء میں فوت ہو سرمکھ سنگھ اور جودھ سنگھ کی جاگیریں اُن کی وفات پر ضبط ہو گئیں۔ ندہان س کا بیٹا سنت سنگھ اور نرائن سنگھ صرف اس خاندان میں زندہ ہیں وہ نو غریب ہیں اور سردار نہیں شمار کئے جاسکتے۔ سنت سنگھ ٹھنگ کا نمبردار یہ خوش مزاج اور باوضع آدمی ہے لیکن اسے کچھ مقامی اقتدار حاصل نہیں اور نہ دربار میں اُسے جگہ ملتی ہے۔

نند سنگھ رندھاوہ - کتھو ننگل



چودھری دالا نے جو رندھاوہ سے دو پشت میں تھا موضع چونڈہ ضلع امرتسر میں آباد کیا۔ اس کے چار بیٹوں۔ گگو، جے رام اور لکھن نے دیہات کتھو ننگل۔ سامی والی۔ وریام ننگل اور روپوال دکئے۔ صاحب سنگھ جس نے ۱۷۵۰ء کے قریب پوہل لی گگو کا پڑپوتا تھا۔ ار جے سنگھ کنہیہ کے ساتھ شامل ہو گیا اور ... ننگل۔ دھرم کوٹ اور جکوال نواح میں تیس گاؤں پر قبضہ کر لیا۔ ... سنگھ بہادر آدمی تھا اور اُس کے بدن پر چودہ زخموں کے داغ تھے۔ صاحب سنگھ کنہیوں کی جانب سے ہر ایک لڑائی میں لڑتا رہا اور آخر کار رام گڈھیوں کے ساتھ ایک لڑائی میں ... کے قلعے کے سامنے مارا گیا۔ اُس کے دو بیٹے جیت سنگھ اور بدھ سنگھ اُس کے علاقے پر قابض ہوئے مگر اُن میں سے بڑا تھوڑے عرصے کے بعد ۱۸۰۰ء میں رام گڈھیوں کے

ساتھ لڑائی میں جنہوں
بدھ سنگھ سرداران کو
تھی۔ رنجیت سنگھ نے اُ
رکھا۔ بدھ سنگھ ہزارہ۔ پو [illegible] اُن کو اُن کا جد [illegible] مقدمہ پر بحال
دیتا رہا۔ اور اُس سال بیماری [illegible] تک جنگلی خدمات انجام
نے اُس کے کل گاؤں سوائے لدہا منڈا جمعی
[illegible] سنگھ مرگیا اور [illegible] کی نوکری چھوڑ دی [illegible] ہوا
ضبط کرلئے تین سال بعد بدھ سنگھ
گڑھ کلاں میں بھرتی ہوگیا اور [illegible] روپئے اور ایک حصہ کٹھونگل
[illegible] کا اکلوتا بیٹا پرتاب سنگھ
۱۸۴۰ء میں اُس پلٹن کا وہ کمان افسر ہوگیا [illegible] کپتان مقرر ہوا اور
ہوگیا اور موضع خیالی جمعی ۱۰۰۰ روپیہ اُس کو [illegible] ۱۸۵۷ء میں پرتاب سنگھ کرنل
فوت ہوگیا۔
اِس خاندان میں سے اور کوئی شخص نامی [illegible] ۱۸۴۴ء میں لاولد
خاندان ہے ۱۸۴۸ء میں نوکری چھوڑ [illegible] نند سنگھ نے جو اب بزرگ
یہ کٹھونگل میں رہتا ہے جہاں نصف [illegible] اُس کی جاگیر ضبط ہوگئی
قبضے میں ہے۔ اِس کا بیٹا خوشحال [illegible] نداری اور ایک چاہ
میں سے کوئی ملازم نہیں ہے۔ [illegible]
کٹھونگل [illegible] ہوا ہے۔ اس خاندان
نام [illegible] میں نہیں ہے۔

اکال سنگھ رندھاوہ - عیسے پور

دسوندا سنگھ
بھگت سنگھ
رام سنگھ
وفات [illegible]
صاحب سنگھ
وفات [illegible]
سردار اکال سنگھ
ولادت [illegible]

خاندان رندھاوہ کی شاخ عیسے پور کا بانی دسوندا سنگھ تھا [illegible] میں سکھ ہوا اور ادینہ بیگ کا نوکر ہو کر اس کے ساتھ [illegible] رندھاوہ
اس کے بعد وہ بھنگی مسل میں داخل ہوا [illegible] چودھری [illegible] کے سبب جو رندھاوہ راجپوت تھا اور اس کا [illegible] رشتہ دار تھا اس کو ایک جاگیر جمعی قریب ۲۰۰۰ روپئے سال کے ملی جس میں موضع عیسے پور شامل تھا [illegible] گاؤں تب سے برابر اس خاندان کے پاس چلا آتا ہے اور دسوندا سنگھ [illegible] کا نام [illegible] کے نام پر پڑا۔ اس کے بیٹے بھگت سنگھ [illegible] اور [illegible] جاگیر بھی حاصل کی۔ [illegible] کے ساتھ شامل ہو گیا اور مہاراجہ نے مواضعات [illegible] ضلع امرتسر میں اس کے نام بحال رکھے [illegible] لیں اور [illegible] میں اس کو پانچ لاکھ روپئے [illegible] سوار اور دو ہزار پیادوں کی خدمات انجام [illegible]

کشمیر کی بابت دی گئی تھی اور ۱۸۲۱ء میں ...
۱۸۲۲ء میں رام سنگھ شہزادہ کھڑک سنگھ ...
۱۸۲۷ء تک وہ اس کے ساتھ رہا اس کے بعد ...
تبدیل کیا گیا۔ اس نے کلو۔ کانگڑہ اور مہاراجہ کی ...
کیں اور ۱۸۳۶ء میں وفات پائی۔ رام سنگھ کا بیٹا ...
کے وقت کچھ عرصے سے سرکار کا ملازم ہو کر راجہ ...
روپے سالانہ مواجب پاتا تھا۔ اس مواجب ...
گیا جس میں علیسے پور اور اصلی علاقے کے چند ...
۱۸۴۸ء میں ملتان کی دوسری مہم میں اور ...
اس نے شہزادہ کھڑک سنگھ اور راجہ ...
یوسف زائی۔ سیدو کی اور ... جات میں خدمات ...
بعد اس کا علاقہ ... کر دیا گیا اور ...
حکم ہوا۔ نیز اپنے باپ کی جاگیر ... دینے کا ...
۱۸۴۷ء میں سواروں کا افسر مقرر کر کے ...
وصول کرنے میں دیوان رتن چند ... کے ساتھ ...
کے لئے بھیجا گیا۔ ازاں بعد وہ کپتان ... صاحب ...
۱۸۵۷ء کے مفسدے میں وہ سرکار کا خیر خواہ ...
نے اس کی بہت کچھ تعریف لکھی ہے ...
کے علیسے پور۔ بولا ... اور ...
جو اس کے خاندان کے اشخاص کے نام ...
ہوئے۔ مواضعات علیسے پور ... اور ...